آندھرا پردیش

نومبر سنہ ۱۹۷۶ — خصوصی سالگرہ نمبر — ۵۰ پیسے

آندھرا پردیش

ایڈیٹر انچیف

شریمتی راجیم سنہا

★

نومبر سنہ ۱۹۷۶ع

کارتک - اگراھاین

شاکھا ۱۸۹۸

جلد نمبر ۲۰

شمارہ ۱

★

اس شمارے میں اھل قلم نے انفرادی طور پر جن خیالات کا اظہار کیا ھے ان سے لازمی طور پر حکومت کا متفق ھونا ضروری نہیں -

آندھرا پردیش (اردو) ماھنامہ
زر سالانہ چھ روپئے-فی پرچہ ۵۰ پیسے
وی پی بھیجنے کا قاعدہ نہیں -
چندہ منی آرڈر کے ذریعے روانہ کیا جائے۔

ترتیب

ناظم اطلاعات و تعلقات عامہ

حکومت آندھرا پردیش نے شائع کیا۔

PRINTED BY THE DIRECTOR OF PRINTING, GOVT. OF ANDHRA PRADESH, AT THE GOVT. CENTRAL PRESS HYDERABAD
PUBLISHED BY THE DIRECTOR OF INFORMATION & PUBLIC RELATIONS ANDHRA PRADESH, HYDERABAD.

آندھرا پردیش کی سالگرہ پر چیف منسٹر کا پیام

آندھرا پردیش آگے بڑھ رہا ہے

ہندوستان کی لسانی بنیادوں پر تنظیم نو کی پیشرو آندھرا پردیش اب اپنی عمر کے ۲۰ سال مکمل کرکے سن بلوغ کو پہنچ گئی ہے آج سے ۲۰ سال قبل اس روز وسیع پیمانے پر منتشر تلگو عوام کو ایک واحد انتظامی عملداری کے سائے میں لے آیا گیا اور اس طرح ایک دیرینہ اور خوش کن خواب حقیقت میں تبدیل ہو گیا لیکن وہ اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ انکے سامنے اپنی ریاست کو ایک صف اول کی ریاست اور ایک خوشحال خطۂ ارض بنانے کا مسئلہ ابھی باقی ہے چنانچہ انہوں نے اس سلسلے میں انتہائی نیک نیتی کے ساتھ جان توڑ مساعی کا آغاز کردیا دانشمند اور محب وطن قائدین کی رہنمائی میں آندھرا پردیش کے عوام زبردست جوش و خروش کے ساتھ آگے بڑھنے لگے -

اب آندھرا پردیش کو آنے والا کوئی بھی شخص اس ریاست کے ہر حصے میں بدلی ہوئی فضا کو دیکھکر حیرت زدہ اور ششدر رہ جائیگا اس ریاست میں فی زمانہ ایک نئی ہمہمی نئی نئی بلندیوں کو چھولینے کا عزم اور ضرور تمندوں کی امداد کا جذبہ پایا جاتا ہے -

ریاستی عوام پچھلے دو دھوں کو فخر اور احساس کامیابی سے معمور نگاہ سے دیکھ سکتے ہیں جو بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے گئے ہیں ان پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالنے سے پتہ چل جائے گا کہ ریاست نے مختلف میدانوں میں عظیم الشان پیش رفت کی ہے -

۱۹۵۶ ع میں آندھرا پردیش کی تشکیل کے وقت ریاست کی غذائی پیداوار ۴ لاکھ ٹن تھی جو بڑھکر اس سال ۹ لاکھ پہنچ گئی ہے اور اس بات کے پورے امکانات ہیں کہ آئندہ سال غذائی پیداوار کی مقدار ایک سو کروڑ ٹن کے نشانے کو چھو

دیہاتوں کو برقیانے کے کام میں ۱۲ گنا اضافہ ہوا ہے- ۱۹۵۶ ع میں برقی قوت رکھنے والے دیہاتوں کی تعداد صرف لیکن اس سال ایسے دیہاتوں کی تعداد ۱۰۹۱۰ ہو گئی ہے -

تعلیم کے شعبے میں بھی زبردست ترقی ہوئی ہے ۔ اس سلسلے میں ثبوت کے لئے صرف ایک مثال کافی ہے یعنی یہ کہ بیس سال قبل فوقانی مدارس کی تعداد ۳۳۷ تھی اور اب ان مدارس کی تعداد ۱۳۰۴ ہے ۔

حالانکہ آندھرا پردیش خصوصی طور پر ایک زرعی ریاست ہے لیکن صنعتی ترقی کے میدان میں پیچھے نہیں ہے ۔ حیدرآباد اور وساکھاپٹنم کے اطراف و اکناف میں واقع عوامی شعبے کے کارخانوں اور بڑی صنعتی یونٹوں کی کثیر تعداد کے علاوہ چھوٹی صنعتوں کی تعداد میں ۱۶ گنا اضافہ ہوا ہے ۔ ۱۹۵۶ ع میں چھوٹی صنعتوں کی تعداد ۸۴۰ تھی جو بڑھکر ۱۹۷۶ ع میں ۱۳۴۰۰ ہوگئی ہے ۔

دواخانوں کی تعداد دوگنی ہوگئی ہے اور اب دیہاتی عوام کو طبی مدد کے لئے اپنے گھروں سے دور جانا نہیں پڑتا ہے ۔

فی الوقت ۱۴ سو سے زیادہ سرکاری دواخانے کام کررہے ہیں جن میں ۲۲ ہزار سے زیادہ مریضوں کو رکھنے کی گنجایش ہے ۔

قانون اصلاحات اراضی کی مخلصانہ عمل آوری کی بدولت دیہاتوں میں معاشی مساوات کو ختم کرنے میں کافی مدد ملی ہے ۔ عوام کے کمزور طبقات کو قومی زندگی کے دھارے میں جائز مقام میسر ہے ۔

وزیراعظم کے ۲۰ نکاتی پروگرام کو ریاست بھر میں پورے جوش و خروش کے ساتھ پر زور انداز میں روبہ عمل لایا جا رہا ہے ۔ یہ بات تو ہے کہ حکومت کی انتظامی مشنری کو تمام سطحوں پر کارکرد بنادیا گیا ہے لیکن اس پروگرام کی کامیابی کا بڑا سبب عوام کا زبردست تعاون و اشتراک ہے ۔

الغرض ریاستی عوام جب پچھلے دو دھوں کے دوران میں کی جانے والی اپنی ریاست کی ترقی پر ایک نظر ڈالتے ہیں تو ان کو نہ صرف اپنی کامیابیوں اور کامرانیوں پر فخر کا احساس ہوتا ہے بلکہ وہ اپنے مستقبل کو پر امید اور باحوصلہ دیکھنے کی خود میں ہمت و طاقت محسوس کرتے ہیں ۔

* * * * *

ڈسپلن سے قوم طاقتور بنتی ہے

ریاست کی نظریں ایک عظیم مستقبل پر لگی ہوئی ہیں

مسٹر پی۔ رنگا ریڈی وزیر فینانس و اطلاعات کا پیام

تلگو عوام نے ہندوستان میں لسانی ریاستوں کی تشکیل کے سلسلے میں پورے ملک کی رہنمائی کی ہے۔ تلگو بولنے والوں کی یہ تمنا ہے کہ ان کی اپنی ایک ریاست ہو۔ اب سے ۲۰ سال قبل آندھرا پردیش کے قیام سے پائہ تکمیل کو پہنچی ۔ آج ہمارے اس عظیم واقعہ کی یادھم ریاست بھر میں منارہے ہیں۔ یہ ایک ایسا موقعہ ہے جبکہ ہم اپنے ماضی کی یاد تازہ کرتے ہیں اور اس دور کی شان و شوکت پر فخر محسوس کرتے ہیں ، جبکہ ہم اپنے عوام کے لئے ایک روشن مستقبل کی تعمیر میں مصروف تھے۔ ہماری ریاست کو دو مرتبہ گمراہ کن حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ اب ہم یہ جان گئے ہیں کہ تنگ نظر علاقہ واری اور طبقہ واری احساسات اور خیالات سے ہماری ریاست کی ترقی پر مخالف و نقصان دہ اثرات مرتب ہونگے۔ اب ہمارے عوام نے جو دل و دماغ کی اعلی خوبیوں کے مالک ہیں ہماری وزیراعظم اور ہمارے چیف منسٹر کے ناصحانہ مشوروں کی روشنی میں اتحاد و اتفاق کے فوائد کو تسلیم کرلیا ہے۔

آج ریاست کے عوام ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہوئے اور ایک دوسرے کا ھاتھ بٹاتے ہوئے ترقی کی راہ پر گامزن ہیں۔ آج ریاست کی مالی موقف اطمینان بخش ہے۔ اب کوئی رقم ” اورڈرافٹ ،، پر حاصل نہیں کی جارہی ہے۔ ہمارے سالانہ منصوبوں کے اخراجات میں سال بہ سال اضافہ ہورہا ہے۔

افراط زر کا خاتمہ ہوچکا ہے اور قیمتیں گر گئی ہیں۔ اشیائے ضروریہ بکثرت اور واجبی نرخوں پر ھمدست ہیں۔

بے زمین غریبوں کو زمینات مل رہی ہیں۔ رہائشی جگہوں کے پٹوں کی تقسیم کی بدولت کمزور طبقات کو رہائشی سہولتیں میسر آرہی ہیں۔ کچلے ہوئے افراد کی بہتری کے لئے امداد باھمی انجمنوں کا جال بچھادیا گیا ہے۔

وزیر آعظم کے ۲۰ نکاتی معاشی پروگرام کی اہمیت کو واضح کرنے اور عوام کا تعاون و اشتراک حاصل کرنے کے لئے ریاستی حکومت رابطہ عامہ کے پورے وسائل کو موثر طور پر کام میں لارہی ہے۔ فلمی صنعت کو نئے طور پر بڑھاوا دیا جا رہا ہے۔ ایسی فلموں کی تخلیق کے لئے اقدامات کئے جارہے ہیں جن میں عوام کے لئے ایک پیام ہو۔ ریاست میں تیار ہونے والی فلموں کی رقمی امداد سینما تھیٹروں کی تعمیر کے لئے قرضے اور محصول تفریح سے استفادہ وغیرہ جیسے اقدامات سے اچھے نتائج برآمد ہورہے ہیں اور ریاست میں فلمی صنعت نئی منزلوں کی جانب پیشقدمی میں مصروف ہے۔

* * * * *

آبپاشی پراجکٹوں سے مزید اراضیات کا فائدہ ہوگا

آندھرا پردیش کو ہندوستان میں ندیوں والی ریاست کہا جاتا ہے ۔ یہاں وافر مقدار میں آبی وسائل موجود ہیں ریاست میں بہنے والی بڑی اور چھوٹی ندیوں کی جملہ تعداد ۳۴ ہے ۔ ان میں پانچ ندیاں بہت اہم ہیں جنکے نام یہ ہیں دریائے گوداوری ۔ کرشنا ۔ پنیر ۔ ومسادھر اور ناگاولی ۔ ایک اندازے کے مطابق ان ندیوں سے سالانہ ۱۵۰ یم ۔ اے ۔ سی ۔ فیٹ پانی خلیج بنگال میں جا گرتا ہے جس میں صرف دریائے گوداوری اور دریائے کرشنا کا ۱۳۰ یم ۔ اے ۔ سی ۔ فٹ پانی شامل ہے ۔

آندھرا پردیش میں دریائے گوداوری اور کرشنا کے بہتے ہوئے پانی کی مقدار ۲۱٫۵ یم ۔ اے ۔ سی ۔ فٹ ہے جبکہ دوسری ندیوں میں تقریباً ۲۰ یم ۔ اے ۔ سی ۔ فٹ پانی بہتا ہے کرشنا اور گوداوری ریاست کے درمیانی علاقوں سے بہتی ہیں ۔

ریاست میں تقریباً ۳۴ ملین ایکر قابل کاشت زمین موجود ہے اور اس میں سے ۳۳ ملین ایکر زمین دریائے گوداوری اور کرشنا کے تحت آتی ہے ۔ آبی وسائل اور زرعی زمینات کی افراط کے باعث ریاست آندھرا پردیش بنیادی طور پر زرعی ریاست ہے ۔ زراعت اور آبپاشی آندھرا پردیش کا صدیوں پرانا بیش قیمت ورثہ ہے ۔

منصوبے کے اخراجات

آزادی کے بعد ہندوستان میں آبی وسائل کی ترقی کے لئے مرحلے وار پروگرام کا آغاز کیا گیا ۔ عوام کی معاشی بہتری اور غذائی اعتبار سے ملک کو خود مکتفی بنانے کے لئے ۱۹۵۱ء سے پنجسالہ پروگرام تیار کئے گئے ۔ چوتھے پنجسالہ منصوبے کے اختتام تک ۶ بڑی اور ۹۴ اوسط درجہ کی آبپاشی اسکیموں پر ۹۹٫۰۸ کروڑ روپئے خرچ کئے گئے ۔ اسکیموں کے نام یہ ہیں (ٹی ۔ بی ۔ بی ۔ یل ۔ یل ۔ سی ۔ ٹی ۔ بی ۔ ین ۔ یچ ۔ یل ۔ سی) اسٹیج ایک اور دو کے ۔ سی ۔ سی ۔ کنال ۔ کڑم پروجکٹ اور ومسادھر پراجکٹ کی ترقی) اس طرح سے مزید ۴٫۳۴ لاکھ ایکر زمین سیراب کرنے کی صلاحیت پیدا کی گئی ۔ اس مدت میں جملہ ۶٫۴۷ لاکھ ہیکٹر زمین سیراب کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا تھا ۔ پانچویں پنجسالہ منصوبے (۱۹۷۴-۷۵ تا ۱۹۷۸-۷۹ ع) کی مدت کے دوران بڑی اور اوسط درجے کی آبپاشی اسکیموں کے لئے ۱۱۲٫۰۰ کروڑ روپئے کا موازنہ رکھا گیا ہے ۔ (اس میں ناگرجنا ساگر ۔ پوچم پاڑ اور گوداوری بیراج شامل نہیں ہیں) اور مزید ۲ لاکھ ہیکٹر زمین سیراب کرنے کی صلاحیت پیدا ہونے کی توقع ہے ۔

ایک کے بعد ایک پنجسالہ منصوبوں کے دوران منصوبہ بند ترقی کے نتیجے میں بے شمار بڑے ۔ اوسط اور چھوٹے درجے کے آبپاشی پراجکٹوں کا وجود عمل میں آیا ۔ کرشنا ڈیلٹا میں آبپاشی کے ذرائعوں کو ٹھوس طریقے پر آبپاشی کو وسعت دینے اور مستحکم بنانے کے لئے وجے واڑہ کے قریب قدیم انی کٹ کے ڈھانچے پر پرکاشم بیریج کی تعمیر کی گئی ۔ دریائے کرشنا ہی پر تعمیر کردہ دیو ہیکل ناگرجنا ساگر آبپاشی کی ارتقاء کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور " دور حاضر کے مندروں " کا مظہر سمجھا جاتا ہے ۔

ومسادھر پراجکٹ

یہ پراجکٹ سری کاکلم ڈسٹرکٹ میں واقع ہے ۔ دو مرحلوں میں اسے مکمل کرنیکی تجویز پیش کی گئی ہے ۔ پہلے مرحلے میں موضع گوٹا کے قریب دریا پر بندھ اور ۱۴۸۳۰ ایکر زمین سیراب کرنے کے لئے بائیں جانب کنال کی تعمیر شامل ہے ۔ نیریڈی کے قریب ومسادھر بیریج اور ۲۰ ہزار ایکر زمین سیراب کرنے کے لئے دائیں جانب دو کنال اور ایک رائٹ بینک ہائی کنال نیز ۱۰۶۰۰ ایکر زمین کو پانی فراہم کرنے کے لئے ہیرا مندلم کنال کی تعمیر کو دوسرے مرحلے میں شامل کیا گیا ہے ۔ فی الحال مارچ ۱۹۷۲ ع سے پہلے مرحلے کی تعمیر کا کام شروع کیا جاچکا ہے اور کام جاری ہے ۔

پانچویں پنجسالہ منصوبہ کے دوران ملک میں آبپاشی کے لئے ۱۰٫۵۳۱٫۰۰ لاکھ روپئے کا موازنہ رکھا گیا ہے اور ۲۳۲۰۰ ہیکٹر زمین کو سیراب کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے کی تجویز ہے ۔

تنگبھدرا ھائی لیول کنال تنگبھدرا پراجکٹ کے دائیں جانب سے نکلتی ہے اور ۶۸ ویں سیل پر آندھرا پردیش کے حدود میں داخل ھوتی ہے - پہلے مرحلے میں اس کنال سے ۱۱۸۰۰۰ ایکر اور دوسرے مرحلے میں ۱۳۷۳۲۵ ایکر زمین کو سیراب کرنے کی گنجائش رکھی گئی ہے - ۱۹۵۹ ع میں پہلے مرحلے کے کاموں کا آغاز کیا گیا جو ۱۹۶۶ ع میں پائے تکمیل کو پہنچا - ۱۹۶۶ ع میں دوسرے مرحلے کے کام شروع کئے گئے ھیں جن کو پانچویں منصوبے کے اختتام سے قبل مکمل کرلینے کی تجویز ہے - نظر ثانی کردہ تخمینے کے مطابق اس ضمن میں ۲۳۶۹،۶۱ لاکھ روپئے خرچ ھونیکا امکان ہے -

نظام ساگر پراجکٹ کے ذخیرۂ آب کی سابقہ صلاحیت کو بحال کرنے کی تجویز پر غور لیا جا چکا ہے - اس مقصد کیلئے پانچویں منصوبے کے سوازنے میں ۱۰۳۵،۶۹ لاکھ روپئے مختص کئے گئے ھیں اور کام میں خاصی پیش رفت ھوئی ہے - دریائے پنیر پر سوما سیلا پروجیکٹ تعمیر کرنے کی تجویز ہے - سالگزشتہ جون میں اس اسکیم کا سنگ بنیاد رکھا گیا ہے - اس اسکیم پر کام شروع ھونیوالا ہے اور پانچویں منصوبے میں ۱۲،۵۰ کروڑ روپئے کا سوازنہ رکھا گیا ہے -

ذیل میں بتائی ھوئی اوسط آبپاشی کی اسکیمات پر کام جاری ہے -

وڈی گٹارز واٹر اسکیم (سریکاکلم ڈسٹرکٹ) نھنڈاوا رزروائر (وساکھا پٹنم ڈسٹرکٹ) کنو پور کنال (نیلور ڈسٹرکٹ) کنٹور چینل (کنٹور ڈسٹرکٹ) کنڈی بالم (نیلور ڈسٹرکٹ) کاجوالہ دنے پراجکٹ (کرنول ڈسٹرکٹ) پلی ویندلا کنال (کڑپہ ڈسٹرکٹ) سورنا پراجکٹ (عادل آباد ڈسٹرکٹ) اکاچٹی واگو پراجکٹ (محبوب نگر ڈسٹرکٹ)

اوپر بتائے ھوئے پراجکٹوں کے لئے پانچویں منصوبے میں ۲۰۳۲،۰۰ لاکھ روپئے کا سوازنہ رکھا گیا ہے - ۹۳۷۲۷ ھیکٹر زمین سیراب کئے جانیکی توقع ہے -

اوسط آبپاشی کی نئی اسکیمات

پانچویں منصوبے کے دوران اوسط آبپاشی کی ۱۹ نئی اسکیمات کو روبہ عمل لانے کی تجویز ہے - ان میں سے ۵ اسکیموں کے نام یہ ھیں - رائےواڑہ - جھنجاوتی - کونم - بینیکانم اور پیداوارکو - ۱۹۷۵-۷۶ ع کے دوران ان اسکیموں پر کام شروع کیا گیا سال رواں کے دوران ۱۴ اسکیموں پر کام شروع کرنے کی تجویز ہے اسکیموں کے نام یہ ھیں مد اولاسا (سریکاکلم) سورناسکھی اور گنو سکھی (سریکاکلم) جھلیرو (مغربی گوداوری) منی کھڈا (مشرق گوداوری) کرشنا پورم (چتور) چتورو (کڑپہ) ستلانہ (عادل آباد) ملوروواگو (ورنگل) تالی پیرو (کھمم) مکاماسیڈی (کھمم) وٹی واگو (عادل آباد) گنڈلا واگو (کھمم) بوگولاواگو (کریم نگر) پوویرو (چتور) - ان اسکیمات پر منصوبے میں ۳۰،۵۰ کروڑ روپئے کا سوازنہ رکھا گیا ہے جن سے ۳۸ ۲۵۶ ھیکٹر زمین سیراب ھونیکی توقع ہے -

کرشنا آبی تنازعہ کے ٹریبیونل نے مہاراشٹرا کو ۵۶۰ ٹی - یم - یس کرناٹک کو ۷۰۰ ٹی - یم - سی اور ماباقی پانی آندھرا پردیش کو دیا ہے اور اس کی حد ۲۰۰۰ ع یا آئندہ پانی کی تقسیم کے جائزے کی تاریخ تک ۸۰۰ ٹی - یم - سی مقرر کی ہے اس مقدار سے زیادہ پانی حاصل نہیں کیا جاسکیگا اس کی بنا پر آندھرا پردیش کو دریائے کرشنا پر جورالا پراجکٹ تعمیر کرنے کی سہولت حاصل ھو سکی جسکے ذریعے ۱۵،۸۴ ٹی - یم - سی پانی استعمال میں لایا جاسکے گا - سری سیلم پراجکٹ کے ذریعے بھی آبپاشی کے امکانات کا جائزہ لیا جا رہا ہے -

گوداوری آبی تنازعہ کی ٹریبیونل کی جانب سے دریائے گوداوری کے پانی کی تقسیم کے تصفئے کا انتظار کئے بغیر ھی پڑوسی ریاستوں ، مہاراشٹرا - مدھیہ پردیش - کرناٹک سے معاھدے کے بعد سے بڑی اور اوسط درجے کی اسکیمات کی عمل آوری میں رکاوٹوں کو دور کیا جا چکا ہے تمام تر ترقی کی راہ ھموار کی گئی ہے - بڑی اسکیمات جیسے پوچم پاڈ دریائے ما نجرا پر اوسط اسکیم جیسے سنگور پراجکٹ - دریائے گوداوری پر اجم پلی پراجکٹ وغیرہ کی عمل آوری میں سہولت پیدا ھوگئی ہے -

جب ان پراجکٹوں کی تعمیر مکمل ھو جائیگی تو آندھرا پردیش میں زیادہ سے زیادہ اراضی پر کاشت کی جا سکے گی اور مستقبل قریب میں یہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہنے لگیں گی -

* * * *

پسماندہ طبقات کی بھلائی کے کام

ہندوستان میں کمزور طبقات کی بھلائی سے متعلق امور میں حکومت کا شریک ہونا صدیوں پرانی تاریخی روایت ہے۔ یہ ہمارے دھرم کا ایک جزو تھا۔ ۱۹۴۷ع میں طلوع آزادی کے ساتھ ھی ملک میں کمزور طبقات کے لئے عمیق ترقیاتی سرگرمیوں اور بھاری پروگراموں کے نئے دور کا آغاز ہوا۔ یہ بات بہت پہلے ھی ذھن نشین ھو چکی تھی کہ معاشی تعمیر کے بغیر سیاسی آزادی نامکمل رہے گی۔ وسیع معنوں میں ہمارے پنجسالہ منصوبے اس کشادہ حوکھٹے کو پیش نظر رکھکر ترتیب دئے گئے ھیں۔

ہمارا دستور بھی جمہوریت اور آزادی کی اساس پر سماجی و معاشی مساوات کے حصول کی ذمہ داری ریاست پر عائد کرتا ہے اور قومی زندگی کے تمام اداروں میں سماجی معاشی اور سیاسی انصاف بہم پہنچانے کی تاکید کرتا ہے۔ اس بات کا اچھی طرح علم ہے کہ ریاست کی ۵۰ فیصد آبادی کمزور طبقات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۷۱ع کی مردم شماری کے مطابق آندھرا پردیش میں درج فہرست اقوام کی آبادی ۵۷۷۴۰۴۸ نفوس پر مشتمل تھی۔ جو ریاست کی آبادی کا ۱۳٫۲۷ فیصد ھیں۔

ریاست میں پسماندہ طبقات کی ترقی پر تمام تر توجہ مرکوز کرنے کے لئے یکم جولائی ۱۹۷۰ع سے ایک نیا محکمہ قائم کیا گیا۔ ۱۹۵۶ع سے پسماندہ طبقات کی ترقی کے لئے جو اسکیمات روبہ عمل لائے جارہے ھیں ھم ان پر ایک نظر ثانی کریں۔

آندھرا — پسماندہ طبقات کے لئے وظائف کی اجرائی اور سرکاری امداد سے ھاسٹلوں کا قیام تلنگانہ میں بھی پسماندہ طبقات کے لئے وظائف کی اجرائی۔ پیشہ ورانہ امداد۔ خانگی ھاسٹلوں کو امداد کی اجرائی۔ کانفرنسوں اور ثقافتی سرگرمیوں کے لئے سرکاری امداد جاری کرنا وغیرہ۔

یاد ہوگا کہ سماجی اور تعلیمی اعتبار سے پسماندہ طبقات کی فہرست تیار کرنے اور تحقیقات کرنے نیز انکی تعلیمی اور معاشی ترقی سے متعلق خصوصی اقدامات کی سفارش کرنے کے لئے ریاستی حکومت نے ۱۹۶۸ع میں بیکورڈ کلاسس کمیشن قائم کیا تھا کمیشن کی سفارشات کی بنیاد پر ریاستی حکومت نے ۹۲ ذاتوں کو سماجی اور تعلیمی اعتبار سے پسماندہ تسلیم کیا ہے اور پیشہ ورانہ نصابوں و نیز سرکاری ملازمتوں میں انکے لئے ۲۵ فیصد جائدادوں کے تحفظ کے احکام جاری کئے۔ تقررات کے لئے عمر کی قید کو ۲۵ سال سے بڑھا کر ۳۰ سال کردیا گیا۔ بعدازاں حکومت نے مزید ۳ ذاتوں کو پسماندہ طبقات کے زمرہ میں شامل کردیا ہے۔

پسماندہ طبقات میں تعلیمی ترقی کی رفتار کو تیز کرنے کے لئے حکومت وظائف۔ ھاسٹلوں کی سہولتیں۔ فیسوں میں رعایت امتحان سے قبل کوچنگ سنٹرز۔ انجینیرنگ کالجوں میں تعلیم پانے والے پہلے سال کے طلباء کے لئے کوچنگ وغیرہ جیسی فراخدلانہ تعلیمی سہولتیں بہم پہنچا رہی ہے۔

چھٹویں جماعت سے پوسٹ گرائجویشن تک تعلیم حاصل کرنے والے پسماندہ طبقات کے طلباء کو حکومت اقامتی و غیر اقامتی وظائف ایصال کرتی ہے۔ کسی بھی اسکول یا کالج سے ملحقہ مسلمہ ھاسٹل میں قیام پذیر طلباء کو اقامتی وظائف دئے جاتے ھیں۔ غیر اقامتی وظائف ان طلباء کو دئے جاتے ھیں جو اپنے والدین کے ساتھ قیام پذیر ھوں۔ حکومت نے سال ۱۹۷۵-۷۶ع کے لئے ۱۰۲٫۶۷ لاکھ روپئے اور سال ۱۹۷۶-۷۷ع کے لئے

۱۰۷٫۶۷ لاکھ روپئے کی رقم مختص کی ہے۔ سال ۱۹۷۵-۷۶ ع کے دوران ۷۷۳۳۶ پسماندہ طبقات کے طلباءؑ کو وظائف دئے گئے۔ سال رواں میں بعد از میٹرک تعلیم پانے والے مزید ۶۰۰۰ طلباءؑ کو وظائف دینے کی تجویز ہے۔

پسماندہ طبقات کو محکمے کی جانب سے پسماندہ طبقات کے فائدہ کے لئے ہاسٹل چلائے جارہے ہیں۔ ان سرکاری ہاسٹلوں میں قیام و طعام کا مفت انتظام کیا گیا ہے۔ اسکول ہاسٹلوں میں قیام کرنے والے ہر طالب علم پر غذا کے لئے ماہانہ ۴۰ روپئے خرچ کئے جاتے ہیں۔

یکم سپٹمبر ۱۹۷۵ ع تک ریاست میں پسماندہ طبقات کے لئے جملہ ۲۰۰ سرکاری ہاسٹلیں تھیں۔ سال ۱۹۷۵-۷۶ ع کے دوران میں ۲۲ نئے سرکاری ہاسٹل قائم کئے گئے ہیں جن میں ۶۶۰ طلباءؑ قیام کررہے ہیں اور اسکے لئے مزید ۵ لاکھ روپئے منظور کئے گئے۔ سال ۱۹۷۶-۷۷ ع کے دوران پسماندہ طبقات کے لئے ۹۴٫۶۱ ۲ لاکھ روپئے کے خرچ سے موجودہ ہاسٹلوں کی رہائشی گنجائش میں ۱۰ فیصد اضافہ کرنے کے علاوہ ۱۵۲۰ طلباءؑ کو رہائش کی سہولت بہم پہنچانے کے لئے مزید ۱۵ ہاسٹلیں قائم کی گئیں۔ ریاست آندھرا پردیش میں اس وقت پسماندہ طبقات کے لئے ۲۷۳ ہاسٹل ہیں اور ان میں رہنے والے طلباءؑ کی تعداد ۱۲۲۵۶ ہے۔

سال ۱۹۷۶ ع میں ہاسٹلوں کی عمارتیں تعمیر کرنے کے لئے دس لاکھ روپئے مختص کئے گئے ہیں۔ بینکوں کی جانب سے بھاری پیمانے پر مالی امداد حاصل کر کے ہاسٹلوں کی عمارتیں تعمیر کرنے کی تجویز ہے۔

تعلیمی فیس کی معافی

درج فہرست پسماندہ طبقات کے طلباءؑ جن کے والدین کی آمدنی سالانہ ۳۶۰۰ روپئے سے زیادہ نہیں۔ انہیں بعد از میٹرک تعلیمی فیس کی ادائی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ فیس کی معافی سے یونیورسٹیوں اور کالجوں کو جو نقصان ہوگا اس کی پابجائی محکمہ پسماندہ طبقات کی جانب سے کی جارہی ہے۔

سال ۱۹۷۵-۷۶ ع میں درج فہرست پسماندہ طبقات کے ۲۱۶۳۴ طلباءؑ کو فائدہ پہنچانے کے لئے ۳۱۷۴۸۰۰ روپئے خانگی کالجوں اور یونیورسٹیوں کو محکمے کی جانب سے بطور تعلیمی فیس ادا کئے گئے۔ سال ۱۹۷۶-۷۷ ع میں ۴۹٫۵۴ لاکھ روپئے اس مقصد کے لئے مختص کئے گئے ہیں۔

سال ۱۹۷۶-۷۷ ع کے دوران سرکاری ہاسٹلوں میں قیام پذیر پسماندہ طبقات کے طلباءؑ کو قومیائی ہوئی نصابی کتب مفت فراہم کرنے کے لئے ایک نئی اسکیم منظور کی گئی ہے۔ اس مقصد کے لئے سرکاری ہاسٹلوں میں رہنے والے ۱۲۲۵۶ طلباءؑ کو نصابی کتب فراہم کرنے کے لئے موازنے میں ۲٫۵۰ لاکھ روپئے منظور کئے گئے ہیں۔

رہائشی مکانات کے لئے اراضی کا حصول

پسماندہ طبقات کے لئے بھی رہائشی مکانات کا مسئلہ بہت شدید ہے۔ ہریجنوں کی طرح بیشتر پسماندہ طبقات کے ارکان بھی غربت کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے مکانوں میں رہتے ہیں۔ درج فہرست اقوام کے ساتھ ساتھ حکومت پسماندہ طبقات کو رہائشی مکانات کی اراضی فراہم کررہی ہے۔ مکانات کی زمین فراہم کرنے کی اسکیم کے تحت سماجی یک جہتی کے اقدام کے طور پر ہریجنوں کے لئے حاصل کردہ رہائشی مکانات کی زمینات کا ۲۵ فیصد حصہ پسماندہ طبقات کے لئے محفوظ کیا جارہا ہے۔ سال رواں ۱۹۷۶-۷۷ ع کے موازنے میں مختص کردہ ۳۲۰ لاکھ روپیوں میں سے ۸۰ لاکھ روپئے بالکلیہ طور پر پسماندہ طبقات کے لئے رہائشی مکانات کی اراضی کے حصول پرخرچ کئے جائینگے۔ اب تک پسماندہ طبقات کو ۱۵۷۵۰ رہائشی مکانات کی اراضی فراہم کی گئی ہے۔

* * * *

بھارتی ریلیں
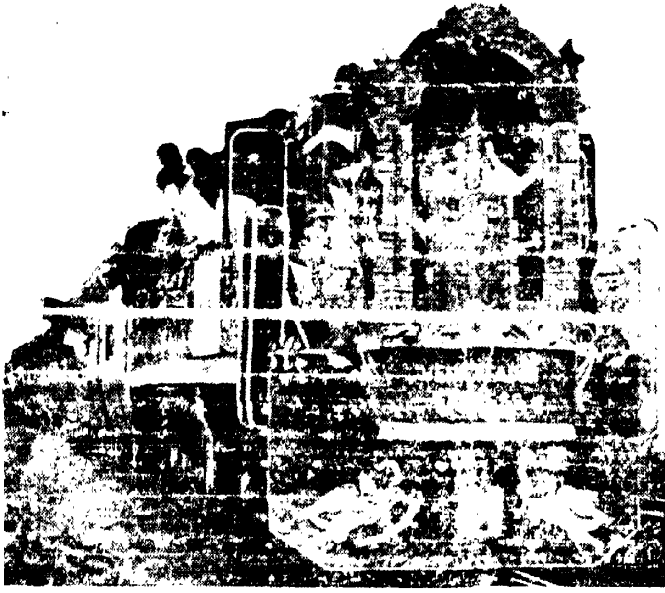
بھارتی ریلیں، ایشیا کا سب سے بڑا اور دنیا کا چوتھا بڑا ریلوے سسٹم ہیں۔ وہ دنیا کا دوسرا سب سے بڑا سسٹم ہیں جو ایک ہی مینجمنٹ کے تحت ہیں۔ روس کی ریلوں کو اس سلسلہ میں پہلا مقام حاصل ہے۔

بھارتی ریلویز میں ۱۱,۰۰۰ کے لگ بھگ انجن، ۳۰,۰۰۰ کے قریب مسافر ڈبے اور ۴,۰۰,۰۰۰ کے قریب ویگن ہیں جو مسافروں اور مال و اسباب کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے ہیں۔

بھارتی ریلیں اس ملک کی سب سے بڑی پبلک سیکٹر انڈر ٹیکنگ ہیں۔ لوگوں کا ۴۰۸۰ کروڑ سے زیادہ روپیہ ریلوں میں لگا ہوا ہے۔ ہر روز ۱۰,۸۰۰ مال اور مسافر گاڑیاں چلائی جاتی ہیں جو روزانہ ۱۲ لاکھ کلومیٹر کا کل سفر طے کرتی ہیں۔

مسافر گاڑیاں ہر روز ۷۳ لاکھ (ملک کی آبادی کے ۱۰۳ فیصدی سے کچھ اوپر) مردوں، عورتوں اور بچوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ تک پہنچاتی ہیں۔

مال گاڑیاں ہر روز ۵،۵ لاکھ ٹن مال اسباب ایک جگہ سے دوسری جگہ تک لے جاتی ہیں۔ ان گاڑیوں میں وہ ساری ضروری اجناس لے جائی جاتی ہیں جو ملک کی معیشت اور اس کے دفاع کے لئے لازمی ہیں۔ مثال کے طور پر اناج، کوئلہ، کھاد، پٹرول سے تیار ہونے والی چیزیں، دفاع کے لئے درکار سپلائی، سیمنٹ، اس کے علاوہ کچا مال سٹیل پلانٹوں تک پہنچایا جاتا ہے اور وہاں سے تیار مال لایا جاتا ہے اور دوسرے ملکوں کو بھیجنے کیلئے مال بھی ڈھویا جاتا ہے بڑے بڑے بجلی گھروں اور بڑی و چھوٹی صنعتوں، زراعت اور غیر ملکی تجارت ان سب کا دارومدار ریلوں کی آمد و رفت پر ہے۔

ریلوں میں ۱۴ لاکھ اشخاص ملازم ہیں ۳،۲ لاکھ ''کیژول،، ورکر ان کے علاوہ ہیں جنہیں گاہے گاہے ملازم رکھا جاتا ہے اس طرح ۸۰ لاکھ اشخاص ۱۷ لاکھ کنبے اپنی روزی کے لئے ریلوے سسٹم پر دارو مدار رکھتے ہیں۔ ان کی بہبود کیلئے بھی مختلف ویلفیئر سروسز کا اہتمام کیا گیا ہے اور کسی حد تک سیکنڈری سکول کی سطح تک تعلیمی سہولتیں بھی مہیا کی گئی ہیں۔

بھارت میں پہلی ریل گاڑی ۱۶ - اپریل ۱۸۵۳ ع کو چلی تھی۔ اس طرح ۱۲۲ سال سے زیادہ کی مدت سے ریلوں کا بڑا تعلق ملک کی سماجی و معاشی ترقی اور صنعتی ترقی سے رہا ہے۔

آزادی مل جانے کے بعد فوری ضرورت یہ تھی کہ گھسے پٹے اور ٹوٹے پھوٹے سامانوں کو بحال کیا جائے اور نئے مقاصد کو نئے حالات کے مطابق وضع کیا جائے۔ اسی مقصد کو لیکر پہلا پنجسالہ پلان بنایا گیا تھا۔

پنجسالہ پلان کے تحت اپنی بڑھتی ہوئی ضروریات کے لئے سپلائی کے ذرائع کو لگاتار کھلا رکھنے کی غرض سے ریلوں نے بڑے بڑے کارگر پلان وضع کئے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے ۱۹۵۰ ع میں مغربی بنگال میں چترنجن لوکوموٹو ورکس قائم کیا گیا۔ یہ ریلوے کا سب سے پہلا پیداواری یونٹ تھا۔ اس کی ترقی کو دیکھتے ہوئے دوسرے سیکٹروں میں بھی پیداواری سرگرمیوں کو توسیع دینے کا سلسلہ شروع کردیا گیا۔

چترنجن لوکوموٹو ورکس میں ۲۶ - جنوری ۱۹۵۰ ع کو پروڈکشن یعنی مال تیار کرنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ بھاپ سے

نے والا پہلا انجن یکم نومبر ۱۹۵۰ ع کو کارخانہ سے باہر نکلا۔ ۱۹۵۹-۶۰ ع کے دوران اس نے بھاپ سے چلنے والے ۱۲ انجن تیار کئے۔ بعد ازاں اس کارخانے نے ڈیزل سے چلنے والے انجن بھی بنانے شروع کردئیے۔

وارانسی کا ڈیزل لوکوموٹیو ورکس میسرز امریکن لوکوموٹیو کمپنی کے اشتراک سے شروع کیا گیا۔ ۱۹۶۴ ع میں اس نے بڑی پٹڑی (براڈ گیج) کے مین لائن ڈیزل انجن بنانے کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کا بنیادی کام ان انجنوں کو ٹھیک بنانا تھا جو شکستہ حالت میں موصول ہوئے تھے۔ رفتہ رفتہ وارانسی کے اس کارخانے نے ہی انجنوں کی پوری تیاری کا کام سنبھال لیا۔ چھوٹی پٹڑی (میٹر گیج) پر چلنے والے ڈیزل الیکٹرک انجن ۱۹۶۸-۶۹ میں بننے شروع ہوئے۔ ان کے علاوہ، ڈیزل لوکوموٹیو ورکس کو یہ کام بھی سونپا گیا ہے کہ وہ ریلوں کو درکار ضروری فالتو پرزے بھی تیار کرے۔ ۱۹۷۳-۷۴ ع تک یہاں ۵۴۹ بی جی، ۱۴۸ ایم جی، اور ۲۱ بی جی ڈیزل الیکٹرک سنٹر تیار ہوئے ہیں۔

یہ بات خاصکر قابل ذکر ہے کہ زیادہ قوت کے ڈیزل الیکٹرک سنٹروں کا ڈیزائن ملک کے اندر ہی بنا ہے اور پھر یہ کہ یہ سنٹر بھی یہیں تیار ہوئے ہیں۔ سٹیل پلانٹ اور دوسرے پبلک سیکٹر اداروں نے اپنے استعمال کے لئے انہیں خاص طور پر اپنایا ہے۔

ڈی ایل ڈبلیو کا ڈیزائن ڈویلپمنٹ ونگ پہلے روز ہی سے اس بات کی طرف توجہ دے رہا ہے کہ درآمدات پر دار و مدار کم ہو۔ اس وقت ڈیزل الکٹرک پر ۸۶ فیصدی سامان ملکی ساخت کا ہی استعمال ہوتا ہے۔

آزادی کے فوراً بعد سوئس کار اینڈ ایلیویٹر مینوفیکچرنگ کارپوریشن کے تعاون سے مدراس کی اینٹگرل کوچ فیکٹری نے ۱۹۵۵ ع میں پیداواری سلسلہ شروع کیا۔ پہلا '' سیل '' ۲ اکتوبر ۱۹۵۵ ع کو اس وقت کے پردھان منتری سری جواہرلال نہرو کی موجودگی میں سروس کے لئے مکمل ہوا۔ آئی سی ایف نے ۱۹۷۳-۷۴ ع کے دوران اپنی پیداواری صلاحیت کے مطابق ۰۵۷ مسافر ڈبے تیار کئے۔ اسی برس کی ایک اور قابل ذکر بات یہ تھی کہ دس ہزارواں ڈبہ بن کر تیار ہوگیا۔

حالیہ برسوں میں اینٹگرل کوچ فیکٹری بین الاقوامی منڈی میں داخل ہوگئی ہے، اور اس کے تیار کردہ کوچ اور بوگیاں برما، تھائی لینڈ، تائیوان، زمبیا بھیجے جا رہے ہیں۔ اب فلپائن سے مسافر ڈبوں کا آرڈر ملا ہے۔ جسے پورا کیا جارہا ہے اسی طرح تائیوان نے بھی کہا ہے کہ اسے بوگیاں اور فالتو پرزے بھیجے جائیں۔

اس وقت ریلوے کی تین ورکشاپیں مال ڈھونے کے ڈبے تیار کررہی ہیں یہ ہیں امرتسر شمالی ریلوے کی ورکشاپ، شمال مشرق ریلوے کی سمستی پور ریلوے ورکشاپ اور جنوبی ریلوے کی گولڈن راک ورکشاپ۔ ان ورکشاپوں میں ویگنوں کی تیاری کا کام ۱۹۶۰ ع کے بعد شروع کیا گیا۔ اس سے پہلے ان ورکشاپوں میں بنیادی طور پر انجنوں، گاڑیوں اور ڈبوں کی دیکھ بھال اوورہالنگ اور مرمت کا کام ہوتا تھا۔ ان ورکشاپوں میں ہر سال ۱,۸۰۰ سے لے کر ۲,۰۰۰ ویگن بنتے ہیں۔

سگنلنگ اور ٹیلی کمیونی کیشن کے ساز و سامان کے معاملے میں بھی ریلوے ورکشاپوں نے کافی ترقی کی ہے۔ نازک اور نفیس قسم کا ساز و سامان پہلے ہی یہاں تیار ہو کر ریلوں کو سپلائی کیا جارہا ہے۔

لکھنئو میں ریلوے کی ریسرچ، ڈیزائن اینڈ سٹینڈرڈز۔ آرگنائزیشن نے مینوفیکچرنگ یونٹوں کے پیداواری پروگراموں کو عملی شکل دینے کے معاملے میں بڑا اہم رول ادا کیا ہے اور ملک کی رہنمائی کی ہے۔ ریلوں کی متعدد ضرورتوں کو پورا کرنے کی غرض سے آر ڈی ایس او نے ہمہ گیر ریسرچ اور ڈیزائن میں مہارت کا اہتمام کر رکھا ہے اور جیسا کہ ہم جانتے ہیں، اس نے متعدد سمندر پار ملکوں کے خریداروں کے لئے ساز و سامان کا ڈیزائن تیار کیا جو مال مختلف ملکوں کو برآمد کیا جاتا ہے یہ اس کا معائنہ بھی کرتی رہی ہے۔

بھارت کا بنا ہوا ساز و سامان آج برما، سیلون، تھائی لینڈ، کوریا، نائیجریا، سعودی عرب، مشرقی افریقہ، ایران، عراق، نیوزی لینڈ اور ترکی وغیرہ ملکوں میں وہاں کی ریلوں میں استعمال ہو رہا ہے۔

ترقی پزیر ملکوں میں ریلوں کے لئے درکار ساز و سامان کی بڑھتی ہوئی مانگوں اور صلاح و مشورہ کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی غرض سے بھارت سرکار نے ۲۶ - اپریل ۱۹۷۴ ع کو ایک آزاد و خود مختار کمپنی قائم کی۔ اس کا نام ریل انڈیا ٹیکنیکل اینڈ اکنومک سروسز لمیٹیڈ ہے۔ اور یہ وزارت ریلوے کے اہتمام میں کام انجام دیتی ہے، مختلف شعبوں میں جن میں مینجمنٹ اور کمپیوٹرائزیشن شامل ہیں صلاح و مشورہ دینے کے علاوہ یہ کمپنی فیلڈ سروے کے بعد پروجیکٹ کا بھر پور تجزیہ اور پراجیکٹ کا جائزہ لے چکنے کے بعد متعدد ریلوے پروجیکٹوں کو عملی شکل دینے کا کام بھی سنبھالے

کی۔ کمپنی کے پاس ریلوں سے متعلق مہارت کا جو خزانہ محفوظ ہے، وہ اس سے پورا پورا کام لے رہی ہے۔

اسے اپنا کام شروع کئے ایک سال بھی نہیں ہوا مگر اس نے بین الاقوامی دنیا میں نام پیدا کر لیا ہے، نہ صرف صلاح مشورہ دینے کے سلسلہ میں بلکہ ماہرین اور ساز و سامان کی فراہمی کے سلسلہ میں بھی اس نے سیریا اور ایران وغیرہ سے کنٹریکٹ حاصل کئے ہیں۔

خود اپنے ملک میں بڑے بڑے استعمال کنندگان کے تال میل سے ریلوے کی کوشش یہی رہی ہے کہ وہ اپنے آپ کو تیار بر تیار رکھے تاکہ وہ ٹرانسپورٹ کی بڑھتی ہوئی مانگ کو پورا کر کے اس صنعتی، زرعی اور معاشی ترقی کا ساتھ دے سکے جو ملک پلاننگ کی بدولت حاصل کررہا ہے۔ چار پنجسالہ پلانوں کے دوران ۷،۰۰۰ کلومیٹر ریلوے لائنوں کو دوہرا کیا گیا ہے اور ۴،۰۰۰ کلومیٹر کے راستہ پر بجلی سے ریل گاڑیاں چلائی جانے لگی ہیں۔ ۶،۰۰۰ کلو میٹر کی نئی لائین بچھائی گئی ہیں۔

گذشتہ ۲۰ برسوں میں ریلوں کے ذریعہ مال و اسباب کی آمد و رفت میں ۹۷ فیصد سے زیادہ کا اضافہ ہوا ہے جبکہ مسافروں کی آمد و رفت میں تقریباً ۱۲۱ فیصد کا ۱۹۵۱-۵۲ ع میں جہاں فریٹ ٹریفک ۹٫۸ کروڑ ٹن تھا، وہاں اب وہ ۲۰۰ کروڑ ٹن ہوگیا ہے۔

زیادہ آمدنی والے ٹریفک پر قابض ہوئے، اور تاخیر اور نقصانات کے بغیر '' دروازے تک سروس،، فراہم کرنے کی غرض سے ریلویز نے ۱۹۶۶ ع میں بمبئی اور احمدآباد کے درمیان ایک کانیٹنرسروس، شروع کی۔ اس سروس کو اب مدراس، بنگلور، نئی دھلی ہوڑہ، مدراس-ہوڑہ، بمبئی-مدراس، بمبئی-سکندرآباد، بمبئی-بنگلور، بمبئی-کوٹہ، نئی دھلی-مدراس وغیرہ کے اہم ٹرنک روٹوں پر بھی چالو کیا گیا ہے۔ ۱۹۶۶-۶۷ ع میں جہاں ۱۸۶۳ کانیٹنر لادے گئے تھے وہاں ۱۹۷۳-۷۴ ع میں ۲۹،۲۰۵ کانیٹنر لادے گئے۔ اسی طرح ۱۹۶۶-۶۷ ع میں جہاں اس سروس سے ۳،۶۸ لاکھ روپے کی آمدنی ہوئی تھی، وہاں ۱۹۷۳-۷۴ ع میں ۱،۵۸ کروڑ روپے کی آمدنی ہوئی۔ اس سے اس سروس کی مقبولیت کا ثبوت ملتا ہے۔

۱۹۶۹ ع میں ایک اور سروس شروع کی گئی جس کا مقصد ریل اور روڈ ٹرانسپورٹ کے فائدوں کو یکجا کرنا تھا۔ اس کا نام فریٹ فارورڈ اسکیم رکھا گیا۔ اس اسکیم کے تحت فریٹ فارورڈر مال والی جگہ سے مال اکٹھا کر کے اس جگہ تک پہنچاتا ہے کہ جہاں وہ پہنچایا جانا مقصود ہے۔ فریٹ فارورڈر تھوڑی مقدار کا مال (ویگن سے کم) اکٹھا کرتا ہے، اور ویگن لوڈز، میں ریلویز کو دیتا ہے۔ اس طرح وہ فوری طور پر ایک جگہ سے دوسری جگہ تک بھیجے جا سکتے ہیں کیونکہ درمیان میں انہیں پھر سے پیک کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

یہ اسکیم اس وقت ۳۲ جگہوں کے درمیان چل رہی ہے اور صنعتی و تجارتی حلقوں میں اسے کافی پسند کیا گیا ہے۔

بھارت کے بڑے بڑے شہروں اور راستے میں آنے والے اسٹیشنوں کے درمیان مال کو تیز رفتاری سے لانے اور لے جانے کے لئے '' سپر ایکسپریس،، مال گاڑیاں بھارت کے بیشتر اہم شہروں کے درمیان مقررہ وقتوں پر چلتی ہیں۔

جدت پیدا کرنے کے اقدامات

'' روٹ ریلے انٹرلاکنگ،، ایک مرکزی مقام کے ذریعے ٹریفک کنٹرول، و آٹومیٹک ٹرین کنٹرول اور ' مائیکروویونٹ ورک'، کے ذریعہ جدت پیدا کی جارہی ہے۔ آج ایک بٹن دبا دینے سے سگنل نیچے ہو جاتا ہے۔ اس سسٹم کا نام روٹ ریلے انٹرلاکنگ ہے، اور یہ ۵۲ اسٹیشنوں پر لگایا گیا ہے۔ ۱۰۰۳۹ اسٹیشنوں پر الکٹرک ٹریک سرکٹنگ نام کا حفاظتی سسٹم چالو کیا گیا ہے۔ آئندہ کے پروگرام میں ہر سال ۱۵۰ اسٹیشنوں پر ایسے ساز و سامان کا بندوبست کیا جائیگا۔

بمبئی، مدراس، کلکتہ جیسے بڑے بڑے شہروں میں مسافروں کی آمد ورفت کے ساتھ کامیابی سے نمٹنے اور ایک کے بعد دوسری گاڑی کو جلدی سے حرکت میں لانے کے لئے ۱،۲۶۶ کلومیٹر کے دھرے یا چوہرے سیکشن پر آٹومیٹک بلاک سگنلنگ کا سسٹم جاری کیا گیا ہے۔ یہی سسٹم، سگنل سیکشن کے ۳۷۸ روٹ کلومیٹر پر بھی جاری کیا گیا ہے۔

اچھے کمیونی کیشن کے لئے ۶،۰۹۹ کلومیٹر کے راستے پر مائکرو ویوسسٹم قائم کیا گیا ہے جبکہ ۸،۳۲۳ کلومیٹر پر اس سسٹم کے جاری کرنے کا کام تیز رفتاری سے مکمل کیا جا رہا ہے۔

جدید مینجمنٹ تکنیک کے ذریعے کارکردگی کو بڑھانے اور اخراجات میں کمی لانے کی غرض سے بھارتی ریلوں نے ایک اوپریشنل ریسرچ سیل قائم کیا ہے۔ آدم شکتی کے بہت بڑے ذرائع کو محتاط پلاننگ اور ڈیویلپمنٹ کے ذریعہ نقل و حرکت میں لانے کے لئے بھارتی ریلوں نے ایک مین پاور پلاننگ سنٹر قائم کیا ہے۔ انہوں نے بڑے پیمانے پر کمپیوٹروں سے بھی کام لینا شروع کردیا ہے۔ اس کا مقصد منیجمنٹ کی جدید معلوماتی تکنیک کے ذریعہ ریلوں کی کارکردگی کو بہتر بنانا ہے۔

نئی لائنیں

جن خطوں میں پہلے ھی ترقی ھو چکی ھے، سرکار صرف اس ترقی کو ھی برقرار رکھنا نہیں چاھتی ، بلکه دوسرے علاقوں کو بھی ترقی دینا چاھتی ھے۔ اس خیال سے ریلوں نے فیصلہ کیا ھے کہ اس پرانے اور گھسے پٹے نظرئیے کو ختم کردیا جائے کہ نئی ریلوے لائن صرف انہی علاقوں میں بچھائی جائیں جو مالی اعتبار سے فائدہ مند ھوں ۔

ریلویز نے اب فیصلہ کیا ھے کہ نئی لائینیں اس طرح کھولی جائیں کہ ان سے ھمارے کسانوں کے بڑے مفادات کو تقویت پہنچے اور پچھڑے ھوئے خطوں کو ترقی مل سکے ۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مالی انتظامات کا ایک مختلف قسم کا ڈھانچہ لازمی ھے۔ اس انتظام کے تحت،جس سرمائے پر ریلوں کو جنرل ریونیوز کے لئے ڈیویڈنڈ دینا ھوتا ھے،اس پر خرچ ھونے والی رقم کو کم کیا جانا ضروری ھے۔ اس کام کو قابل عمل بنانے کی غرض سے ریاستی سرکاروں سے کہا جائے گا کہ وہ بنا کسی لاگت کے زمین مہیا کریں، اور جہاں تک مزدوری کے سلسلہ میں ھونے والے اخراجات کا تعلق ھے انہیں کسی خاص فنڈ میں ڈال دیا جائے گا ۔

ریلیں اب کہیں بہتر حالت میں ھیں ، وہ بہتر ڈھنگ سے لوگوں کی خدمت کر سکتی ھیں ،ان کے لئے سہولت اور آرام مہیا کرسکتی ھیں اور انہیں سستی اور تیز رفتار سروس فراھم کرسکتی ھیں ، آزادی کے بعد سے ریلوں کا سب سے بڑا مقصد یہی رھا ھے۔

نچلے درجے کا سفر — تب اور اب

آزادی سے پہلے تیسرے درجے کا، خاص کر لمبا سفر بڑا تکلیف دہ ھوا کرتا تھا۔ مہاتما گاندھی نے تیسرے درجہ کے مسافروں کی حالت زار کے متعلق بڑے دکھ کے ساتھ کہا تھا کہ وہ انسان نہیں بلکه بھیڑ بکریاں سمجھے جاتے ھیں ۔

اب صورت حال بڑی حد تک بدل چکی ھے۔ ۱۹۷۴ ع سے تیسرے درجہ کو دوسرے درجے میں بدل دیا گیا ھے۔ اب ان مسافروں کی حالت کو بہتر بنانے کا ھر ممکن جتن کیا جارھا ھے۔ اب نچلے درجے کا سفر پہلے کی طرح تکلیف دہ نہیں رھا ۔ الٹا سہولتوں اور آرام و آسائش کا بہتر انتظام کردیا گیا ھے ۔

ان برسوں میں سب سے بڑی ترقی یہ ھوئی ھے کہ پورے ریلوے سسٹم میں سبھی گاڑیوں پر سلیپر ڈبوں کی تعداد بڑھادی گئی ھے۔ لمبے سفری سبھی گاڑیوں پر ایسے ڈبوں کا اھتمام اب معمول بن چکا ھے - ۱۹۶۵ - ۶۶ ع میں جہاں ایسے سیلپرڈبوں کی کل تعداد ۱،۰۲۸ تھی، وھاں اب انکی تعداد بڑھکر ۲،۵۷۰ ھوگئی ھے ۔اس طرح ان کی تعداد میں ۱،۵۰۰ مزید ڈبوں کا اضافہ ھوگیا ھے اور مسافروں کو سفر کے دوران سونے کی سہولتیں بہم پہنچائی گئی ھیں ۔

دس سال پہلے بھی تیسرے درجے کے مسافروں کو لمبے سفر پر یعنی کلکتہ سے بمبئی یا مدراس سے دھلی آنا جانا ھوتا تھا تو یہ سفر بڑی تکان کا باعث بنتا تھا، آج عام آدمی آرام سے سفر کرسکتا ھے ۔ یہ ساراکام سلیپر ڈبوں کے اھتمام اور ریزرویشن کی سہولتوں کے باعث ھی ممکن ھوا ھے ۔ ان ڈبوں پر جو کنڈکٹر گارڈ تعینات ھوتے ھیں ، وہ مسافروں کی سیٹوں کی طرف دھیان دیتے ھیں، اور دیکھتے ھیں کہ انہوں نے جو جگہ ریزرو کروا کر رکھی ھے ، وہ انہیں مل جائے ۔

گذشتہ چند سالوں کے دوران میں لمبے سفر کی مزید جنتا گاڑیوں کے چالو ھوجانے سے لمبے سفر میں بڑی سہولتیں حاصل ھوگئی ھیں - ۱۹۶۵ - ۶۶ ع میں ۱۵ جنتا گاڑیوں کے جوڑوں کے کے مقابلے میں اب ۲۳ ایسی گاڑیاں چل رھی ھیں جن میں سب سے لمبی گاڑی دھلی منگلور جنیتی جنتا بھی شامل ھے - یہ ریل گاڑی ۳۰۳۹ کلو میٹر کا راستہ ۵۹ گھنٹوں سے بھی کم مدت میں طے کرتی ھے ۔

اسی طرح دھلی سے سمستی پور تک کے لئے جینتی جنتا گاڑی جسے حال ھی میں مظفرپور تک بڑھا دیا گیا ھے ۔ ابھی بھاری تعداد میں لوگوں کی خدمت بجالاتی ھے ۔ حال ھی میں دھلی اور سکندرآباد کے درمیان ایک تیسری جنیتی جنتا ایکسپریس گاڑی شروع کی گئی ھے ۔ ان گاڑیوں پر ایک ھزار کے قریب برتھوں کا اھتمام ھے ، اور یہ کم تر آمدنی والے گروپوں کی ضرورتوں کو پورا کرتی ھیں - پہلے سے ریزرویشن کی بنیاد پر ھی چلتی ھیں ۔

حال ھی میں دھلی کو کلکتہ ، مدراس اور بمبئی سے ملانے والی ڈی لکس گاڑیوں پر دو ٹائر ائرکنڈیشنڈ سلیپر ڈبوں کا سلسلہ شروع کیا گیا ھے ۔ اس قدم کو ایک اور سنگ میل قرار دیا گیا ھے ، کیونکہ سفر کے دوران میں مسافر نسبتاً کم خرچ کرکے بھی دھول سے محفوظ ، آرام دہ سفر کرتے ھیں ۔

یہاں ائرکنڈیشنڈ چیئر کاروں کا بھی ذکر ضروری ھے ۔ ایسی چیئرکاروں کی تعداد بڑھکر اس وقت ۴۹ تک جا پہنچی ھے جبکہ ۱۹۶۵ - ۶۶ ع میں انکی تعداد صرف ۱۶ تھی ۔ یہ کاریں بے حد مقبول ھیں اور دھلی کو بمبئی ، کلکتہ اور مدراس سے ملانے والی تین ڈی لکس گاڑیوں پر ان کا اھتمام ھے ۔

دوسرے درجہ کے مسافروں کو بہتر سہولتیں مہیا کرنے کی غرض سے متعدد اسٹیشنوں کو یا تو نئے ڈھنگ سے بنایا گیا ھے یا انہیں توسیع دی گئی ھے ۔ ویٹنگ روموں ، بکنگ آفسوں، انکوائری ، اور ریزرویشن کی سہولتوں اور کلوک روموں وغیرہ کی طرف خاص توجہ دی گئی ھے ۔ جن اھم سٹیشنوں کو نئے ڈھنگ سے بنایا گیا ھے اور جہاں گذشتہ ۸ برسوں میں مسافروں کے لئے مزید سہولتوں کا اہتمام کیا گیا ھے ، ان میں بنگلور شہر ، مدراس سنٹرل ، نئی دھلی ، روڑ کیلا ، تھانہ ، کلیان ، دادر اٹارسی ، چنڈی گڈھ اور ایگت پوری کے اسٹیشن شامل ھیں ۔

اس وقت دوسرے اسٹیشنوں کے علاوہ لکھنو ، وارانسی ، کالی کٹ ، شورانور ، تلی چیری ، اعظم گنج ، پونہ ، ہوڑہ ، لدھیانہ ، جالندھر ، امرتسر ، کانپور ، دربھنگہ ، کرلا اور ملند میں سہولتوں کی توسیع کا کام جاری ھے ۔ ریلوں میں مسافروں کے لئے سہولتوں پر ہونے والا خرچہ برابر بڑھتا جارھا ھے ۔ صرف پچھلے ۹ سالوں ھی میں حکومت نے مسافروں کے لئے سہولتوں پر ۳۵ کروڑ روپئے سے زیادہ کی رقم صرف کی ھے ۔ ان سہولتوں میں ویٹنگ ھال ، کھانے پینے کے انتظامات ، پلیٹ فارم وغیرہ سے متعلق سہولتیں شامل ھیں ۔

آج لمبے سفری بڑی بڑی گاڑیاں زیادہ تر ڈیزل یا بجلی کے انجنوں سے چلتی ھیں ۔ گیارہ بارہ ڈبوں کے مقابلہ میں دس برس پہلے بھاپ والے انجن کھینچتے تھے، اب لمبےسفر کی ۱۷ ، ۱۸ ڈبوں کی گاڑیاں ۱۱۰ کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتی ھیں ۔ گرانڈ ٹرنک ایکسپریس ، کالکا میل، اور بمبئی میل ایسی اھم گاڑیوں پر ایک وقت میں ۱,۲۰۰ سے زیادہ مسافر سفر کرتے ھیں ۔ اتنے لمبے سفری گاڑیوں پر مسافروں کے کھانے پینے اور دوسرے انتظامات کے لئے جن کوششوں اور جس تال میل کی ضرورت ھے اس کا اندازہ ھم خود ھی لگا سکتے ھیں ۔

رفتار پر پابندیوں کا خاتمہ :

ایک صدی سے زیادہ عرصہ تک بھارتی ریلیں زیادہ سے زیادہ ۱۰۰ کلو میٹر کی رفتار کے اندر اندر چلتی رھی تھیں ۔ ۱۹۶۹ء میں دھلی اور کلکتہ کے درمیان ''راجدھانی ایکسپریس'' شروع کیگئی اس کی زیادہ سے زیادہ رفتار ۱۲۰ کلو میٹر ھے جسکی بدولت دھلی سے کلکتہ کے سفر میں سات گھنٹے کی بچت ہوئی ۔ اس مقصد کے لئے ٹریک اور سگنل مینٹننس وغیرہ میں بہتر ٹکنالوجی کی ضرورت تھی ۔

راجدھانی ایکسپریس کے تصور کو اب دھلی ، بمبئی سیکٹر تک بھی توسیع دی گئی ھے ۔ اصل مقصد یہ ھے کہ راجدھانی گاڑیاں وقت کی ضرورت کے مطابق تمام بڑے بڑے شہروں کو ایک دوسرے سے ملا سکیں ۔

ہوڑہ ، دھلی سیکٹر پر راجدھانی ایکسپریس کی رفتار اب ۱۲۰ کی جگہ ۱۳۰ کلو میٹر کردی گئی ھے ۔ انجام کار ، تجویز یہ ھے کہ اگلے چند برسوں میں بھارتی ریلوں کے بعض حصوں پر ۱۶۰ کلو میٹر کی رفتار سے گاڑیاں چلنے لگیں ۔

مسافروں کی حفاظت :

ریل سروسز میں توسیع اور مسافروں کے لئے بہتر سہولتوں کی فراھمی کے ساتھ ساتھ ریلوں میں متعدد ایسے قدم اٹھائے گئے ھیں جنکی بدولت جہاں ریل کا سفر محفوظ بن جائے وھاں حادثوں کا امکان بھی نہ رھے ۔

چلتی گاڑیوں اور اسٹیشنوں پر مسافروں کے جان و مال کی حفاظت کے اقدام کو سخت کردیا گیا ھے ۔ ریل سفر کو حادثوں سے محفوظ رکھنے کے متعدد قدم بھی اٹھائے گئے ھیں ۔ ریل گاڑیوں پر تحفظ کے لئے بہتر ٹکنالوجیکل آلات کی فراھمی کی طرف بھی توجہ دی گئی ھے ۔ اس بات کا بھی اطمینان کیا جارھا ھے کہ صحیح آدمی کو صحیح کام پر لگایا جائے اور جو عملہ گاڑیوں کے ساتھ جاتا ھے اسے حفاظتی ضرورتوں کے متعلق پوری سوجھ بوجھ ھو ۔

انہی کوششوں کے طفیل بھارتی ریلوں میں آج خطرے سے خالی سفر کا شاندار ریکارڈ قائم ھوچکا ھے ۔ آزادی کے بعد سے ریل سرویز میں تیز رفتار توسیع کے باوجود حادثوں کی شرح بہت کم ھوگئی ھے ۔ یہ بڑے فخر کی بات ھے کہ تحفظ کے ریکارڈ کے اعتبار سے آج بھارتی ریلوں کا شمار دنیا کی پہلی پانچ ریلوں میں ھوتا ھے ۔

صنعتی تعلقات :

ریلیں یہ کارنامہ صرف اس صنعتی امن کی بدولت انجام دے سکی ھیں جسے طویل مدت سے مزدوروں کے ساتھ تعلقات کے سلسلے میں بڑی اھمیت رھی ھے ۔ ایک عرصہ سے ریلوں نے ڈویژنل ، زونل ، اور ریلوے بورڈ کی سطحوں پر مینیجمنٹ ملازمین کے درمیان بات چیت کے بہتر انتظامات کو فروغ دیا ھے بھارتی ریلوں میں قانونی طور پر جائز ٹریڈیونین سرگرمیوں کو ھمیشہ ھی ایک اھم مقام حاصل رھا ھے ۔

ایمر جنسی سے پہلے جبکہ ملک میں گلیوں بازاروں میں مظاھروں ، سرکاری اور صنعتی اداروں کے گھیراؤ اور عام تشدد کی فضا پیدا ھوچکی تھی ، ریلوں کو متعدد مشکلات کا سامنا تھا ،

اور گاڑیوں کو وقت پرچلانے کے سلسلہ میں ان کی راہ میں بڑی رکاوٹیں حائل تھیں ۔ خطرے کی زنجیروں کو غیر قانونی طور پر کھینچ لیا جاتا تھا اور ہوز پائپ علحدہ کردیئے جاتے تھے جن کی وجہ سے ریلوں کا وقت پر چلنا ممکن نہیں تھا ۔ اس پر یہ کہ ریلوے کا ساز و سامان بھی چرایا جاتا تھا ۔

ایمرجنسی کے اعلان نے اس اعتبار سے مدد دی کہ ریلیں ان خارجی مسئلوں کو بھی حل کرسکیں ۔ ڈسپلن اور قانون کی بحالی کے ساتھ ریلوں نے صورت حال سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ۔ بنا ٹکٹ سفر کرنے اور غیر قانونی طور پر خطرے کی زنجیریں کھینچنے والوں کی پکڑ دھکڑ بڑے پیمانے پر شروع کردی گئی گھات لگا کر غیر قانونی کام کرنے والوں کو پکڑنے کی مہمیں چلائی گئی ہیں اور وزیروں اور اعلی افسروں نے بھی ذاتی طور پر ان مہموں میں حصہ لیا ہے ۔

آپ کیا مدد کرسکتے ہیں :

جہاں ریلیں سفر کرنے والے لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا جتن کررہی ہیں ، وہاں انہیں اپنی ان کوششوں کے سلسلے میں بعض رکاوٹوں کا بھی سامنا کرنا پڑ رہا ہے ۔

بنا ٹکٹ سفر ، خطرے کی زنجیروں کا اندھادھند کھینچنا ، ریلوے کے سامان کی چوری اور ریلوں کی سرگرمیوں میں مداخلت یہ وہ بعض رکاوٹیں ہیں جن کا سامنا ریلویز کو کرنا پڑتا ہے ۔

یہی وہ مقام ہے جہاں آپ ایک شہری کے طور پر ان برائیوں کی روک تھام کرکے ریلوں کی مدد کرسکتے ہیں ۔ ریلوں کو اس بات کا بھروسہ ہے کہ عوام کے سرگرم تعاون سے یہ جرائم اور یہ سماجی برائیاں بالکل ہی ختم کی جاسکتی ہیں ۔

ریلوں کی جائیدادوں کی حفاظت انہیں نقصان سے بچانے کے لئے لوگوں کا تعاون بے حد ضروری اور بڑا اہم ہے ۔ ریلوے کی جائداد صحیح معنوں میں قوم کی جائداد ہے اور ہم سب اسکے مالک ہیں ۔ ہم سب کو چاہیئے کہ ہم ہرقسم کی ریلوے جائداد کو ہر ممکن طریقے سے بچانے کا اپنا مقدس فرض ادا کریں

* * * *

کلا پرا پورنا وشوانا تھ ستیہ نارائن کا انتقال

شری وشوا ناتھ ستیہ نارائن آندھرا پردیش کے جنا پیٹھ انعام یافتہ عظیم شاعر کے قلب پر حملے کی وجہ سے ۱۸ - اکتوبر کو انتقال ہو گیا ۔

ایس ۔ وینکٹ رتنم
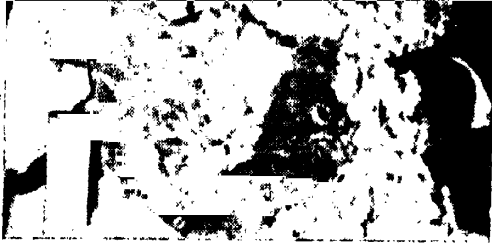
"سائٹ"، نے مواصلاتی فرق مٹا دیا

بیل گاڑی کے ماحول میں الکٹرانکس کا دور

۳۱ ۔ جولائی سنہ ۱۹۷۶ع کو مصنوعی سیارے کے ذریعہ ٹیلی ویژنی تعلیم کے تجربے کا ایک یادگار سال مکمل ہوگیا۔ ہندوستانی ٹیلی ویژن کے لئے یہ بھی ایک تکمیل کا سال تھا ۔ یہ وہ سال تھا جس میں ایک اعلی درجہ کے معلوماتی ذریعہ کو ملک کے انتہائی پسماندہ دیہات میں پہنچانے کا خواب پورا ہوگیا ۔

سٹیلائٹ انسٹرکشنل ٹیلی ویژن اکسپریمنٹ (سائٹ) ان عظیم مواصلاتی تجربوں میں سے ایک ہے جسے ہندوستان نے ملک کے طول و عرض میں دور دراز تک پھیلے ہوئے دیہاتوں میں ترقیاتی معلومات پہنچانے میں ٹیلی ویژن کے اثر اور فائدے کا اندازہ لگانے کے لئے شروع کیا ۔ یہ تجربہ چھ ریاستوں راجستھان بہار ، مدھیہ پردیش ، اڑیسہ ، آندھرا پردیش ، اور کرناٹک پر حاوی تھا ۔ حیدرآباد ، دھلی اور کٹک میں تین معلوماتی صدر مراکز ان رقبوں کے لئے پروگراموں کی تیاری میں مصروف رہے۔

حیدرآباد کے اسٹوڈیو نے جو ۸ ۔ اگست سنہ ۱۹۷۴ع کو وجود میں لایا گیا تھا ۔ فوراً ہی پروگراموں کی تیاری شروع کردی ۔ اس مرکز نے اب تک ۲۳۰ گھنٹوں کے طویل اور گوناگوں پروگرام تیار کئے اور یہ روزانہ تین ترسیلی آلات کے حوالے کرتا رہا ۔

صبح کے ۲۲½ منٹ کے ٹیلی ویژنی پروگرام نے جو کرناٹک اور آندھرا پردیش کے اسکولوں کے بچوں کے لئے شروع کیا گیا تھا ، ٹیلی ویژن کے ذریعہ غیر رسمی تعلیم کے نئے دروازے کھول دئے ۔ یہ پروگرام تعلیمی نصاب سے کوئی تعلق نہیں رکھتے تھے اور ان کا دائرہ اتنا وسیع تھا کہ یہ تہذیب و تمدن کے آغاز و ارتقاء سے لیکر بچوں کو سادہ ہنروں تک کی تعلیم پر حاوی رہا جس کا مقصد بچوں کے جمالیاتی ذوق کی تربیت تھا ۔

شام کا ۴۰ منٹ کا پروگرام ، جس کے مخاطب سارے عوام تھے خود اپنی جگہ ایک دلچسپ تفریح اور مشغلے کی حیثیت رکھتا تھا ۔ جو ایک ہی پکچر چیانل کے ذریعہ دو زبانوں کنٹری اور تلگو کے واسطوں سے پیش کیا جاتا رہا ۔ اس کے وسیع دائرہ میں نہ صرف زراعت ، صحت ، تغذیہ ، خاندانی منصوبہ بندی ، عام تعلیم جیسے موضوع شامل رہے بلکہ لوک گیتوں اور دوسری عوامی تفریحوں کا ایک بھرپور خزانہ بھی روزانہ کے اس پروگرام کا بڑا حصہ بنا رہا ۔

ایک پیام ۔ ایک پروگرام

فنی تجربہ کی طرح پروگراموں کی ترتیب بھی مواصلات کے میدان میں ایک نئی مہم تھی ، سادہ پروگرام ، جو فطری انداز سے تدریجی اتار چڑھاؤ کے ساتھ پیش کئے جائیں یا بعض اوقات ایک ساکن کیمرے کے عمل کے ساتھ سادہ ترین بیان ، ایسی خصوصیتیں تھیں ، جن کا ایک عرصہ سے ساری دنیا کے صرف شعبدوں جیسے مناظر دکھانے والے ٹیلی ویژنوں سے مطالبہ کیا جاتا تھا ۔ لیکن سائٹ کے لئے منتخب کئے ہوئے رقبوں میں مواصلاتی حیثیت سے اچھوتے دیہات کے لئے یہ طریقہ کار بے حد ضروری تھا ۔ ان کے اثر کو محفوظ کرنے کے لئے یہ احتیاط برتی گئی کہ متعدد پیامات والے پروگراموں سے احتراز کیا جائے۔ ''ایک پیام ۔ ایک پروگرام '' ھی سائٹ کے پروگراموں کے لئے رہنما نعرہ تھا ۔

اسکولوں کی حاضری میں اضافہ

ان پروگراموں کا اثر اس بیداری کی شکل میں دیکھا جاسکتا ہے جو پچھلے بارہ ماہ کے عرصہ میں گاؤں والوں کے ذہنوں میں آہستہ آہستہ لیکن مستقل طور پر پیدا ہورہی ہے ۔ یہ ایک خاموش انقلاب ہے ۔ جن اسکولوں میں حاضری کا اوسط کبھی ۲۰ تا ۳۰ فیصد سے زیادہ نہیں ہوتا تھا وہاں حاضری اب ۸۰ تا ۹۰ فیصد رہنے لگی ہے ۔ کیونکہ اسکول کے بچے انکی

جماعت کے کمرے کے ایک گوشہ میں لگے ہوئے جگمگاتے بکس کی کشش پر غالب نہیں آسکتے ہیں جو ان کے آگے ساری دنیا کے نظارے کے لئے ایک کھڑکی کھول دیتا ہے ۔

اسی طرح ان کی معلومات کے ذخیرے میں بھی ایک افسانوی اضافہ ہونے لگا ہے ۔ ایک دور دراز دیہات کا ایک بچہ اگر آج بدیسی پرندوں کی عادتیں اور ان کا وطن بتا سکتا ہو یا ٹیلیفون سے متعلق معلومات کا اظہار کرسکتا ہو یا کوئی خوبصورت گڑیا بناسکتا ہو یا کسی مشکل لوگ آسن کا مظاہرہ کرسکتا ہو تو آپ زیادہ تعجب نہ کریں اس نے پابندی کے ساتھ ٹیلی ویژن پروگرام دیکھے ہیں ۔

اسی طرح اگر ایک گاؤں والا باوثوق طریقہ سے ناقص کیڑا ماردواؤں کے استعمال سے بچنے کے متعلق یا چاول کی فصل کی تنصیب کے جدید طریقوں سے متعلق آپ سے گفتگو کرسکتا ہو تو اسے یہ معلومات ٹیلی ویژن کے جادوئی صندوقچے سے ہی حاصل ہوئی ہیں اگر کوئی دیہاتی عورت آپکو یہ بتائے کہ اپنی جوارکی روٹی کے ساتھ چندترکاریاں شامل کرتے ہوئے وہ اسکی غذائیت بڑھاسکتی ہے تو آپ سمجھ لیں کہ وہ ان معلومات کو دھرا رھی ہے جو اسنے ٹیلی ویژن سے حاصل کی ہیں ۔

شراب خانوں سے لوگوں کا رخ پھر گیا

معلومات کے اس دھاکے نے چند چھوٹے چھوٹے عجائب بھی کر دکھائے ہیں ۔ کرناٹک کے ایک چھوٹے سے تعلقہ سے اطلاعیں ملی ہیں کہ شراب خانوں کی حاضری میں یک لخت کمی ہوگئی ہے کیونکہ لوگ اپنی زندگی کے حالات سدھارنے کے لئے ٹیلی ویژن سے نئی تجویزیں اور طریقے سیکھنے میں مصروف ہوگئے ہیں ۔ کرناٹک کے ضلع بیجاپور کے ایک گاؤں میں عورتوں نے اپنے مہیلا منڈل میں غپ شپ میں وقت گذارنا چھوڑدیا اور غذائیت سے بھرپور ان پکوانوں کے ایک مقابلے کا اہتمام کرلیا جو انہوں نے ٹیلی ویژن پر دیکھے تھے ۔ قصبہ بادامی کے قریب ، جو افسانوی طرز کی بت تراشی کے نمونوں کے لئے مشہور ہے ، ایک گاؤں جالی ھال کے بچوں نے اپنا روایاتی راستہ پھر اختیار کرلیا ہے ۔ ان کے اسکول کی ہر جماعت میں سنگ تراشی کا ایک گوشہ بنادیا گیا ہے جہاں ٹیلی ویژن پروگرام دیکھ لینے کے بعد اسکول کے بچوں کے بنائے ہوئے نمونے ترتیب سے رکھے جاتے ہیں ۔ محبوب نگر کے ایک ادھیڑ عمر کے مسلمان نے اپنی بیوی کی نس بندی کرادی اوروہ قسم کھا کر بیان کرتا ہے کہ ٹیلی ویژن پروگرام سے ہی اسے خاندانی منصوبہ بندی سے متعلق رہنمائی حاصل ہوئی ۔

ایسی مثالیں بے شمار ہیں ۔ یہ سب ایک ہی سمت میں اشارہ کرتی ہیں کہ سائنٹ نے مواصلات کے فرق کو مٹادیا ہے ۔ ترقیاتی اغراض کے لئے اتنے وسیع پیمانے پر ٹیلی ویژن کو دنیا میں پہلی دفعہ استعمال کیا گیا ہے ۔ اس سے بیل گاڑی کے ماحول میں الکٹر انکس دور کا آغاز ہوا ہے ۔ یہ دھا کہ یقیناً حیرت انگیز اور حوصلہ افزا ثابت ہوگا ۔

مواصلات کے میدان میں سائنٹ نے جو نئے افق کھول دئے ہیں وہ ملک کی مواصلاتی پالیسیوں کی تشکیل میں اھم اور دور رس حصہ لینگے ۔

* * * * * * *

محنت ھی سب سے بڑا جادو

۔ شریمتی اندرا گاندھی

مرض دق کے خلاف جنگ میں شدت

دق ایک مہلک مرض ہے اور نسل انسانی اس وبائی مرض کے خلاف ایک عرصہ سے مصروف جنگ ہے ۔ ہم کو کچھ کامیابی حاصل ہوئی ہے لیکن یہ جنگ جاری ہے ۔ آندھرا پردیش میں مرض دق پر قابو پانے کا پروگرام مرکزی جانب سے شروع کردہ ایک اسکیم کے تحت تھا اور اس سلسلہ میں تیسرے اور چوتھے پانچسالہ منصوبہ کے دوران میں مرکزی حکومت نے ریاست کو صد فی صد امداد فراہم کی تھی ۔ تیسرے منصوبے کے ختم تک ۱۳ ضلع ٹی ۔ بی کلینکس کے معیار کو بڑھا کر ان کو ضلع ٹی ۔ بی مراکز میں تبدیل کردیا گیا اور چوتھے منصوبہ کے پہلے سال میں باقیماندہ ۷ ضلع ٹی ۔ بی کلینکس کو ضلع ٹی ۔ بی مراکز میں تبدیل کیا گیا اور جدید تشکیل شدہ ضلع پرکاشم کے لئے ایک ٹی ۔ بی مرکز شروع کیا گیا ۔

چوتھے منصوبہ کے دوران میں ریاستی ٹی ۔ بی کنٹرول پروگرام کی عمل آوری مرکزی اسکیم کے تحت ھی جاری رھی اور ھر سال ریاست کو مرکزی امداد حاصل ہوتی رھی ۔ چوتھے منصوبہ کے پہلے سال ۷۰-۱۹۶۹ع میں مختص کردہ ۵٫۵۰ لاکھ روپیے کو استعمال کرکے ۷ ٹی۔بی کلینکس کو ضلع ٹی۔بی مراکز میں تبدیل کرنے اور نئے ضلع پرکاشم میں ایک مزید ضلع ٹی۔بی مرکز قائم کرنیکے علاوہ ریاست کے تمام ٹی ۔ بی مراکز کو مانع دق دوائیں فراہم کی گئیں ۔

چوتھے منصوبہ کے دوسرے سال یعنی ۷۱-۱۹۷۰ع میں مرکزی جانب سے ۱۱٫۳۰ لاکھ روپیے الاٹ کئے گئے جو ٹی۔بی مراکز کو چلانے اور مستقر دواخانہ نظام‌آباد میں ۴۰ اور مستقر دواخانہ چتور میں ۱۰ ٹی ۔ بی آئی سولیشن بلنگوں کا انتظام کرنے نیز ریاست کے تمام ٹی ۔ بی مراکز کو مانع دق دوائیں فراہم کرنے پر خرچ کئے گئے ۔

چوتھے منصوبہ کے تیسرے سال ۷۲-۱۹۷۱ع میں مرکزی حکومت کی جانب سے فراہم کردہ رقم ۱۲٫۳۵ لاکھ روپیوں کے مجازی حسب ذیل اسکیات روبہ عمل لائی گئیں ۔

(۱) وجے‌واڑہ میں ۲۰ ٹی۔بی آئی سولیشن بستروں کا انتظام۔

(۲) مستقر دواخانہ محبوب نگر (جو بعد میں اننا پلی کو منتقل کردیا گیا) میں ۲۰ ٹی۔بی آئی سولیشن بستروں کا انتظام۔

(۳) مستقر دواخانہ چتور میں ۱۰ ٹی بی آئی سولیشن بستروں کا انتظام ۔

(۴) انگول میں ضلع ٹی بی کنٹرول سنٹر کا قیام ۔

(۵) بی سی جی ٹیکوں اور مانع دق دواؤں کی خریدی ۔

(۶) سریکاکلم اور کھمم میں ضلع ٹی بی مراکز کی عمارتوں کی تعمیر کی منظوری ۔

وجے‌واڑہ ۔ اننا پلی ۔ ضلع محبوب نگر اور چتور کے مستقر دواخانوں میں وارڈوں کی تعمیر کے لئے منظورہ کام اور کھمم و سریکاکلم میں ٹی بی مراکزی عمارتوں کی تعمیر کا کام ۷۲-۱۹۷۱ع میں حکومت کے پاس سے با تاخیر منظوری کے حصول اور غیر منصوبہ جاتی مد میں رقومات کی عدم دستیابی کے باعث ملتوی کردیا گیا ۔ اس طرح تعمیری کاموں کے لئے مختص کردہ پوری کی پوری رقم سے استفادہ نہیں کیا جاسکا ۔

چوتھے منصوبہ کے چوتھے سال ۷۳-۱۹۷۲ع میں حکومت ھند کو سفارشات پیش کی گئی تھیں کہ ریاست کے ۹ ضلع مستقر دواخانوں میں آئی سولیشن بستروں اور سریکاکلم اور کھمم میں ان ٹی بی مراکزی عمارتوں کی تعمیر کے لئے جو ۷۲-۱۹۷۱ع میں ملتوی رکھی گئی تھیں ۳۰٫۰ لاکھ روپئے منظور کئے جائیں اس لئے کہ حکومت ھند نے اس سال کے لئے ۵٫۲۰ لاکھ روپیے ھی الاٹ کئے تھے ۔ چونکہ حکومت ھند کی جانب سے نئی اسکیموں کے لئے مطلوبہ زائد رقم کی منظوری نہیں دی گئی اس لئے مرکزی حکومت کی مختص کردہ رقم ۵٫۲۰ لاکھ روپیوں کے خرچ سے ضلع مستقر دواخانوں میں ٹی بی آئی سولیشن بستروں کا قیام عمل میں لایا گیا اور نئی مجوزہ اسکیات کو ملتوی رکھا گیا ۔

قومی پروگرام :

چوتھے منصوبہ کے آخری سال ۷۴-۱۹۷۳ع کے دوران میں قومی ٹی ۔ بی کنٹرول پروگرام کی عمل آوری کے لئے اور نئی اسکیموں اور تجویزوں کو روبہ عمل لانے کے لئے پیش کردہ منصوبوں کے پیش نظر ۱۰٫۷۵ لاکھ روپئے الاٹ کئے گئے ۔ لیکن چونکہ مختص کردہ رقم ۱۰٫۷۵ لاکھ روپئے صرف جاریہ اسکیموں ھی کے لئے کافی تھی اس لئے نئی اسکیموں کو شروع

نہیں کیا گیا۔

یہ فرض کرتے ہوئے کہ ٹی۔بی کنٹرول پروگرام کے لئے حکومت ہند کی جانب سے پانچویں منصوبے کے دوران میں صد فی صد امداد ملتوی رہے گی۔ حکومت ہند کو نئی تجاویز پیش کی گئیں جنکے لئے ۲۸۹۴۳۷ لاکھ روپئے کے خرچ کا اندازہ رکھا گیا لیکن نئی دھلی نے مطلع کیا کہ پانچویں منصوبہ کے دوران میں ٹی۔بی پروگرام کے لئے مرکزی امداد صرف چند منتخبہ اسکیموں کی حد تک محدود رھیگی جنکے لئے حکومت ہند کی جانب سے مانع دق دوائیں، بی سی جی ٹیکوں کی فراھمی اور آئی سولیشن بستروں کا انتظام وغیرہ کے لئے رقمی امداد دی جائیگی۔ ان حالات کے تحت ٹی۔بی کنٹرول پروگرام ریاستی شعبہ کے تحت آگیا ھے۔

پانچویں منصوبہ کے پہلے سال یعنی ۱۹۷۴-۷۵ کے دوران میں قومی ٹی۔بی پروگرام کے تحت کوئی نئی اسکیم شروع نہیں کی جاسکی اس لئے کہ حکومت ہند نے مرکزی امداد واپس لے لی اور ریاستی حکومت کی جانب سے فراھم کردہ رقومات صرف جاریہ اسکیموں کو رو بہ عمل لانے کے لئے کافی تھیں۔ ریاستی حکومت نے منصوبہ کے تحت ٹی۔بی کنٹرول پروگرام کے لئے ۳٫۷۴ لاکھ روپئے فراھم کئے۔ یہ رقم چونکہ کسی نئی اسکیم کو شروع کرنے کے لئے ناکافی تھی اس لئے اس رقم کو ڈسٹرکٹ ٹی۔بی کنٹرول سنٹر اونگول میں ریڈیو گرافی کی ایک چھوٹی یونٹ قائم کرنے کے لئے خرچ کیا گیا۔ نئی دھلی نے ریاست کو مانع دق دوائیں اور بی سی جی ٹیکوں کی فراھمی کے ذریعہ اس مرض کے خلاف جد و جہد میں مدد کی۔

سال ۱۹۷۴-۷۵ کے دوران میں ریاستی حکومت نے محنت کش طبقوں میں مرض دق کے واقعات کا پتہ چلانے کے لئے حسب ذیل سروے انجام دئے۔

(۱) گوڈور کی ابرک کی کانوں کے مزدوروں میں مرض ٹی۔بی کا سروے۔

(۲) سرپور کاغذنگر کی کپڑا اور کاغذ ملوں میں کام کرنے والے مزدوروں میں مرض ٹی بی کا سروے۔

(۳) ادونی کی کپڑا ملوں میں کام کرنے والے مزدوروں میں مرض ٹی۔بی کا سروے۔

(۴) آندھرا پردیش کے دفاتر معتمدین کے عملے میں مرض دق کا سروے۔

سروے کرنےوالی جماعت نے اپنا کام مکمل کرلیا ھے اور مزدوروں کے مختلف طبقوں میں مرض دق کی موجودگی کی رپورٹ اور معالجاتی تجاویز حکومت کو پیش کردی ھیں جنکا جائزہ لیا جا رہا ھے۔

حیدرآباد کے ریاستی ٹی۔بی اور مظاھراتی مراکز نے طب کے پوسٹ گرجویٹ اور گرانجویٹ طلبا کو تربیت دینے کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۱۹۷۴-۷۵ کے دوران میں وسا کھا پٹنم اور سنگاریڈی میں ایک ایک ضلع ٹی۔بی سنٹر کی عمارت تعمیر کی گئی۔ ان دونوں عمارتوں کا افتتاح بھی عمل میں لایا گیا۔

۱۹۷۵-۷۶ کے دوران میں ٹی بی کنٹرول پروگرام کے لئے ریاستی حکومت نے منصوبہ کے تحت ۳٫۴۳ لاکھ روپئے فراھم کئے ھیں۔ اس رقم سے ڈسٹرکٹ ٹی۔بی کنٹرول سنٹر اونگول کو ضروری آلات فراھم کرنے کے سلسلے میں پورا پورا استفادہ کیا گیا اور ۱۹۷۴-۷۵ میں اونگول مرکز میں جو ریڈیوگرافی یونٹ فراھم کیا گیا تھا اسکی سابقی لاگت کی پابجائی کے سلسلہ میں ۱٫۵۳ لاکھ روپئے ادا کئے گئے۔ ۱۹۷۶-۷۷ کے لئے نئی اسکیموں کے واسطے تجاویز پیش کی گئی ھیں جن پر اخراجات کا اندازہ ۷٫۵۰ لاکھ روپئے ھے۔ ان اسکیمات کو فنڈس کی دستیابی کی صورت میں ترجیحی بنیادوں پر روبہ عمل لایا جائیگا۔

ٹیکہ اندازی کی مہم :

ریاست کے پورے ضلعوں میں بی سی جی ٹیکہ اندازی کی مہم پر عمل پیرائی جاری ھے اس مقصد کے لئے ۲۱ بی سی جی جماعتیں کام کررھی ھیں ھر جماعت ایک ین ٹی ایل اور ٦ بی سی جی ٹکنیشنوں پر مشتمل ھوتی ھے۔ حیدرآباد و سکندرآباد کے دونوں شہروں کے لئے ایک علحدہ بی سی جی جماعت ھے۔ اٹھارہ بڑی بلدیات میں بھی بی سی جی ٹیکہ اندازی کی مہم جاری ھے ۱۹۷۴-۷۵ کے دوران میں ۷۳٦۰۸۱ بی سی جی ٹیکے لگائے گئے تھے۔ بی سی جی کی شہری جماعت میں اسکول کے بچوں کو ٹیکے لگانے کا ایک وسیع پروگرام شروع کیا تھا جو اب بھی جاری ھے۔ اب تک ۸۰۴ اسکولوں کے ۱۳۷۸۳ بچوں کو ٹیکے لگائے جاچکے ھیں۔ ضلع کے اسکولوں میں بھی ٹیکہ اندازی کی مہم شروع کردی گئی ھے اور توقع ھے کہ ۱۹۷۵-۷٦ کے اختتام تک ریاست کے پورے اسکولوں میں ٹیکہ اندازی کاکام مکمل کرلیا جائیگا۔

**** ****

(رواں سال کے منصوبے کے امکانات)

از : شری شنکر گھوش، منتری وزیر ریاست برائے منصوبہ بندی

منصوبہ بندی میں بنیادی مسئلوں کی پہچان ضرورتوں کا تعین موجودہ اور آئندہ مشکلات کی دریافت ، رکاوٹوں پر غالب آنے کے لئے اصلاحی تدبیروں کی عمل آوری اور کاموں کی کارکردگی کے ساتھ ساتھ ان کی بر وقت تکمیل بھی شامل ہے ۔ ہندوستانی منصوبہ بندی میں ترقی کی شرح کو تیز تر کرتے ہوئے اور قوم کی معاشی اور سماجی سرگرمیوں میں عوام کے وسیع پیمانے پر اشتراک کے لئے مناسب فضاء پیدا کرتے ہوئے ، عوام کی پیش قدمی کی صلاحیت کو بروئے کار لانے کی کوشش کی گئی ہے ۔

ہندوستان کے پانچ سالہ منصوبے طویل مدتی ترقیات کے خاکے کو پیش نظر رکھتے ہوئے مرتب کئے جاتے ہیں ۔

سالانہ منصوبوں کے ذریعے ہی جو گویا پنجسالہ منصوبوں کی عمل آوری کا وسیلہ ہوتے ہیں ، بدلے ہوئے حالات کے مطابق ترجیحات کو مرتب کرلیا جاتا ہے اور اصلاحی تدبیریں اختیار کی جاتی ہیں تاکہ مشکلات پر غالب آتے ہوئے معشیت کو صحیح راستہ پر لگادیا جائے ۔ ۷۷-۱۹۷۶ ع کا سالانہ منصوبہ عام صورت حال میں نمایاں بہتری اور قیمتوں کے کسی درجہ مستحکم ہو جانے کے پس منظر میں ترتیب دیا گیا ہے ۔ ان حالات میں معاشی صورت حال کا ایک سرسری جائزہ نامناسب نہ ہوگا ۔

۷۶-۱۹۷۵ ع کے دوران معاشی میدان کا نمایاں ترین واقعہ یہ رہا کہ افراط زر کے رجحانات میں انحطاط پیدا ہوا ۔ مارچ ۱۹۷۶ ع کے آخری ہفتے میں تھوک فروشوں کی قیمتوں کا عدد اشاریہ دو سال پہلے کی سطح یعنی ۲۸۲٫۹ پر پہنچ گیا جو ایک سال پہلے کے مقابلے میں ۹٫۰ فیصد کم اور ستمبر ۱۹۷۴ ع کے اواخر کے مقابلے میں ۱۳٫۴ فیصد کم تھا ۔ یہاں تک کہ ۷۶-۱۹۷۵ ع کے لئے اوسط عدد اشاریہ بھی ۷۵-۱۹۷۴ ع کے مقابلے میں ۳٫۳ فیصد کم رہا ۔ قیمتوں کی یہ سازگار صورت حال کچھ تو زرعی پیداوار میں غیر معمولی اضافے کی بناء پر اور کچھ سخت احتیاطی پالیسی کے تحت اختیار کی گئی متعدد تدبیروں کی بدولت ممکن ہو سکی ۔

زرعی اور صنعتی پیداوار میں اضافے کی بناء پر حقیقی معنی میں قومی آمدنی میں مجموعی اضافہ ۷۵-۱۹۷۴ ع کے ۲٫۲ فیصد کے خفیف سے اضافے کے مقابلے میں ۷۶-۱۹۷۵ ع میں توقع ہے کہ لگ بھگ ۵٫۵ فیصد رہے گا ۔

اس طرح قابل تعریف حد تک قیمتوں کے استحکام ، زرعی پیداوار اور خاص طور پر غذائی اجناس کی پیداوار میں قابل قدر اضافہ ، نیز رفتار صنعتی ترقی ، لازمی اشیاء اور ضروریات کی اطمینان بخش فراہمی ، صنعتی تعلقات میں بہتری اور مال اور مسافروں کی نقل و حمل میں تیزی کی بدولت ۷۶-۱۹۷۵ ع ایک نمایاں اور یادگار سال رہا ۔ اگرچہ تجارتی تفاوت بدستور قدرے تشویش کا باعث ہے لیکن بیرونی زر مبادلہ کی صورت حال وسیع پیمانے پر بیرونی رقموں کی وصولی اور خالص بیرونی امداد کے حصول کی بناء پر فی الوقت ترقی کے عمل پر کوئی دباؤ نہیں ڈال سکتی ۔

رواں سال کے منصوبے کا بنیادی خیال اور مقاصد

۷۷-۱۹۷۶ ع کے سالانہ منصوبے کا بنیادی نقطہ نظر یہ ہے کہ استحکام اور سماجی مساوات کے ساتھ ترقی حاصل کی جائے ۔ ۲۰ ۔ نکاتی معاشی پروگرام کی عمل آوری پر سماجی حیثیت سے زور دیا گیا ہے ۔ سالانہ منصوبے میں سرمایہ کاری میں قابل لحاظ اضافہ تجویز کیا گیا ہے ۔ ۷۷-۱۹۷۶ ع کے منصوبے کے مصارف ۷۸۵۲ کروڑ روپئے جو تجویز کئے گئے ہیں ان سے پچھلے سال کے منصوبے کے ۵۹۷۸ کروڑ روپئے کے مقابلے میں ۳۱٫۳ فیصد اضافہ ظاہر ہوتا ہے ۔ ملک میں منصوبہ بند ترقی کے دور کے آغاز کے بعد ، کسی ایک سال میں ترقیاتی مصارف میں یہ عظیم ترین اضافہ ہے ۔ البتہ یہ احتیاط برتی گئی ہے کہ سرمایہ کاری میں یہ اضافہ معیشت میں افراط زر کے رجحانات کا باعث نہ بن

سکے ۔ سالانہ منصوبے کے لئے سرمایہ مہیا کرنے کی اسکیم اس پس منظر میں مرتب کی گئی ہے ۔ غذائی اجناس کے فاضل ذخیرے اور بیرونی زر مبادلہ کی مقدار میں قابل لحاظ اضافہ کی بدولت ایسے کسی بھی امکانی جوکھم سے بچاؤ کیا جاسکتا ہے جو ملک میں مجموعی سرمایہ کاری کی سطح بڑھا دینے سے واقع ہوسکتا ہے ۔ لازمی درمیانی اشیا٫ اور کلیدی ضروریات مثلاً فولاد، کوئلہ ، کھاد ، برق قوت کی فراہمی کا انتظام معقول حد تک اطمینان بخش ہے جو ان شعبوں کے مقررہ نشانوں کی ۷۷-۱۹۷۶ ع میں متوقع تکمیل کے بعد مزید بہتر ہوجائے گا ۔

ذرائع و وسائل کی تقسیم میں زراعت کو اولین فوقیت دی گئی ہے جس میں آب پاشی ، برقی قوت ، کوئلہ ، تیل ، کھاد ، اور غیر آہنی دھاتیں بھی شامل ہیں ۔ یہ وہی شعبے ہیں جنکا پانچویں منصوبے کے مسودے میں سرمایہ کاری اور ترقی کی پالیسی میں نہایت اہم رول قرار دیا گیا ہے ۔ پھر بھی مالی وسائل کی عام قلت کے پیش نظر ، جو اب بھی واقع ہے ۔ ایسے پراجکٹوں کو سب سے زیادہ فوقیت دی گئی ہے جنکے نتائج تھوڑے سے عرصہ میں حاصل ہوسکتے ہیں جو کہ وہ شعبوں میں نئے کاموں کے آغاز کے لئے مشخصہ بنیاد پر ہی رقمیں مختص کی گئی ہیں جن میں اس مالی اور مادی دباؤ کا لحاظ رکھا گیا جو معیشت پر عمل کررہا ہے ۔

قیمتوں سے متعلق پالیسی

سالانہ منصوبے میں سرمایہ کاری میں جو منصوبہ بند اضافہ تجویز کیا گیا ہے اسکے بھرپور فائدے حاصل کرنے کے لئے قیمتوں میں استحکام کے حالات کی برقراری ، زبردست اہمیت رکھتی ہے ۔ سرکاری سیکٹر میں سرمایہ کاری میں قابل لحاظ اضافے کے علاوہ ، پرائیویٹ سیکٹر کی سرمایہ کاری میں بھی نمایاں اضافہ ہوسکتا ہے ۔ اس لئے معیشت میں مجموعی طور پر قابل لحاظ سرمائے کے لگائے جانے کی وجہ سے ، مانگ میں اضافے کے ساتھ قیمتوں کو بڑھانے والے اثرات بھی ظاہر ہو سکتے ہیں ۔ اس بات کا یقین حاصل کرنے کے لئے کہ قیمتوں میں استحکام کے فائدے ضائع نہ ہوجائیں ، مختلف احتیاطی تدابیر پر کافی زور دیا گیا ہے جن میں ضمنی طور پر چاول اور گیہوں کی وافر خرید عام استعمال کی لازمی اشیا٫ اور ضروری خام مال اور دیگر ضروریات کی پیداوار میں اضافہ ، سرکاری تقسیم کے نظام میں تیزی ، قرضوں کی اجرائی اور مالیات میں ڈسپلن کی پابندی اور منصوبے سے غیر متعلق خرچ میں احتیاط وغیرہ شامل ہیں ۔

منصوبے کے مجوزہ مصارف اور ترجیحات

جیسا کہ پہلے ہی بتایا جاچکا ہے ۷۷-۱۹۷۶ ع میں مرکز ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں کے لئے مجوزہ مصارف ۷۸۵۲ کروڑ روپئے تک ہیں مرکزی اور مرکز کی جانب سے تجویز کئے جانے والے پروگراموں کا خرچ ۴۰۹۱٫۴۱ کروڑ روپئے اور ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں کا خرچ ۳۷۴۵٫۰۱ کروڑ روپئے کا ہے ۔ جسمیں شمال مشرقی کونسل کو دی جانے والی ۱۶٫۵ کروڑ روپئے کی مرکزی امداد شامل نہیں ہے ۔ ۷۷-۱۹۷۶ ع کے لئے پچھلے سال کے مقابلے میں ترقیاتی مصارف میں جو اضافے تجویز کئے گئے ہیں وہ زراعت اور اس کی متعلقہ خدمات ، آب پاشی ، بجلی ، صنعت اور معدنی اشیا٫ کے شعبوں میں زیادہ نمایاں ہیں جن میں معیشت کے بنیادی شعبے کو تقویت دینے کے عام مقصد سے مطابقت رکھی گئی ہے ۔ رواں سال کے منصوبے میں زراعت کا خرچ پچھلے سال کے مقابلے میں ۳۰ فیصد بڑھا دیا گیا ہے اور اس کے امدادی شعبوں مثلاً آب پاشی، کھاد ، اور بجلی کے لئے ۷۶ - ۱۹۷۵ ع میں پچھلے سال کے مقابلے میں ترتیب وار ۴۲٫۸ فیصد ، ۳۴ فیصد او ۳۲ فیصد اضافہ تجویز کیا گیا ہے ۔ ایک اور اہم شعبے یعنی صنعت اور معدنی اشیا٫ کا خرچ پچھلے سال کے مقابلہ میں ۳۰ فیصد بڑھا دیا گیا ہے ۔ حمل و نقل اور مواصلات کے لئے بھی منصوبے میں ۲۵ فیصد زیادہ خرچ تجویز کیا گیا ہے ۔ سماجی خدمات کا خرچ پچھلے سال کے مقابلے میں ۲۹ فیصد بڑھا دیا گیا ہے ۔ یہاں خاص طور پر یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ پہاڑی اور قبائلی علاقوں میں تقریباً دوگنا خرچ تجویز کیا گیا ہے جو ۷۶ - ۱۹۷۵ ع میں ۴۰ کروڑ روپے تھا اور ۷۷-۱۹۷۶ ع میں بڑھا کر ۷۶ کروڑ روپئے کردیا گیا ہے

یہ واقعہ بھی اہم ہے کہ ۲۰ ۔ نکاتی معاشی پروگرام کے تحت ۲۳۳۸ کروڑ روپئے کی کافی گنجائش مہیا کی گئی ہے ۔

پالیسی اور مادی پروگرام

غذائی اجناس اور دوسری فصلوں کے پیداواری نشانے حاصل کرنے کے لئے کیمیائی کھادوں کا استعمال بڑھانے اور آب پاشی کے رقبے میں اضافہ کرتے ہوئے ان چیزوں اور دوسرے متعلقہ سامان کے استعمال اور انتظام پر زور دیا جاتا ہے ۔ غذائی پالیسی کے دوسرے عناصر میں اعلی پیداواری بیجوں کے زیر کاشت رقبے میں اور مجموعی طور پر غذائی اجناس کی فصلوں کے رقبے میں اضافہ شامل ہے ۔ مادی پروگراموں میں مجوزہ ترقی کی مناسبت سے زرعی قرضے کو یقینی بنانے کے لئے خاص کوششیں درکار ہوں گی مختلف قسم کے رقبوں کی ایک ساتھ کاشت کے ذریعے پیداواری پروگراموں کی ترتیب پر کافی زور دیا گیا ہے مثلاً خشک سالی سے متاثرہ علاقوں کی ترقی کا پروگرام ، بنجر

رقبے کی ترقی کا پروگرام ، چھوٹے اور غریب کسانوں کے لئے خصوصی پروگرام ۔

رواں سال کے لئے غذائی اجناس کی پیداوار کا نشانہ پچھلے سال کی متوقع پیداوار ۱۱۴ ملین ٹن کے مقابلے میں ۱۱۶ ملین (۱۱ کروڑ ۶۰ لاکھ) ٹن مقرر کیا گیا ہے ۔ مزید ۲۰ لاکھ ہیکٹر کے رقبوں میں آب پاشی کے امکانات بڑھانے کی تجویز ہے بجلی کے شعبے میں ، توقع کی جاتی ہے کہ سال کے دوران ۲٫۵ ملین کیلو واٹ کی پیداواری صلاحیت چالو ہو جائیگی جس سے سال کے اختتام تک اس شعبے کی پیداواری صلاحیت بڑھکر ۲۳٫۵ ملین کیلو واٹ تک پہنچ جائیگی ۔

صنعت اور معدنی اشیاء کے شعبے میں ان صنعتوں کو سب سے زیادہ اولیت دی گئی ہے جو زراعت اور توانائی کی ضرورتوں کی تکمیل کرتی ہیں ۔ عام استعمال کی اشیاء اور خاص طور پر سماج کے کمزور طبقات کو درکار ہونے والی اشیاء کی پیداوار پر خاص زور دیا گیا ہے ، سال کے اختتام تک ، قابل فروخت فولاد کی پیداوار میں ، جو زراعت اور صنعت دونوں کے لئے ایک اہم ضرورت ہے ۔ توقع ہے کہ ۶٫۳۶ ملین ٹن کا اضافہ ہوجائے گا ۔ جبکہ کوئلے کی پیداوار کو ۱۰۸ ملین ٹن کی یادگار سطح تک پہنچانے کا منصوبہ بنایا گیا ہے ۔ پٹرولیم سے بنی اشیاء کی پیداوار ، جو ترقی کے پہیوں کو متحرک رکھنے کے لئے نہایت ضروری ہیں ۷۷ - ۱۹۷۶ع میں توقع ہے کہ ۲۱٫۵ ملین ٹن تک پہنچ جائیگی ۔ توقع کی جاتی ہے کہ رواں سال کے دوران کاغذ ، سمنٹ ، وناسپتی ، شکر اور سوتی کپڑے کی پیداوار میں بھی نمایاں اضافہ ہوجائیگا ۔

ریلوے کے ذریعہ سامان کی نقل و حمل میں بھی نمایاں بہتری کی توقع کی جاتی ہے جو ۷۶ - ۱۹۷۵ع کی پیداوار ۲۱۴ ملین ٹن کے مقابلہ میں ۷۷ - ۱۹۷۶ع میں بڑھکر ۲۲۵ ملین ٹن ہوجائے گی ۔

تعلیم کے شعبے میں رواں سال میں اسکول کی تعلیم کے پروگرام کے تحت تعلیمی سہولتوں کی توسیع ، ایک بڑی سرگرمی رہے گی ۔ سال کے دوران اسکولوں میں مزید طلباء کے داخلے ۷۶ - ۱۹۷۵ع کے تقریباً ۳۷ لاکھ سے بڑھکر ۴۱ لاکھ تک پہنچ جائینگے ۔

صحت اور خاندانی منصوبہ بندی کے شعبے میں سال رواں میں نمایاں سرگرمی اقل ضروریات کے پروگرام ، متعدی امراض کی روک تھام اور خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام پر مشتمل ہوگی ۔ حال ہی میں آبادی سے متعلق ایک جامع پالیسی کا اعلان کیا گیا ہے جس میں خاندانی منصوبہ بندی کے پروگراموں کو زیادہ موثر بنانے کی غرض سے مختلف قسم کی احتیاطی تدبیریں ترغیبات اور مواقع شامل ہیں ۔

۲۰ ۔ نکاتی معاشی پروگرام

رواں سال کے سالانہ منصوبے کے تحت بڑی پیش قدمی ۲۰ ۔ نکاتی معاشی پروگرام کی عمل آوری کی سمت میں رہیگی ۔ اس پروگرام میں شامل اکثر امور ریاستی حکومتوں کے دائرہ کار کے تحت آتے ہیں ۔ بعض امور کے لئے کثیر مالی خرچ درکار نہیں ہے لیکن قانون سازی اور انتظامی کارروائی کی ضرورت ہے ۔

۲۰ ۔ نکاتی معاشی پروگرام کے تحت آنے والی مختلف اسکیموں کے لئے تقریباً ۳۳۳۸ کروڑ روپئے (ریاستی شعبے میں ۲۱۷۴ کروڑ اور مرکزی شعبے میں ۱۶۴ کروڑ روپئے) کے خرچ کی گنجائش فراہم کی گئی ہیں جن چیزوں کیلئے بھاری گنجائش فراہم کی گئی ہیں وہ بجلی ، بڑی اور اوسط درجے کی آب پاشی ، چھوٹی آب پاشی ، امداد باہمی اور زرعی اصلاحات ہیں ۔ زرعی پیداوار کو مزید بڑھاوا دینے کی غرض سے اس پروگرام میں مزید ۵۰ لاکھ ہیکٹر قطعات زمین کی آب پاشی کے امکانات پیدا کرنے کی تجویز ہے ۔ بجلی کے شعبے میں مختلف پراجکٹوں کی تیز تر تکمیل پر زیادہ زور دیا جائیگا ۔ دیہی شعبے میں زرعی اصلاحات پر خاص زور دیا گیا ہے جو زرعی پیداوار بڑھانے اور روزگار کے مواقع میں اضافے ، دونوں کے لئے ضروری ہے ۔ ساہوکاروں کے ہاتھوں چھوٹے کاشت کاروں اور بے زمین افراد کے استحصال کے انسداد کی غرض سے قرضوں کے التواء اور بےباقی کے لئے قانون بنا دیا گیا ہے اور ان لوگوں کو قرض کے حصول کے متبادل ذریعے مہیا کرنے کے لئے امداد باہمی اداروں کو تقویت دی گئی ہے اور ۵۰ دیہی بنکوں کے قیام کا منصوبہ بنا لیا گیا ہے جن میں ہر بنک کے تحت ایک ایک سو شاخیں ہوں گی ۔ ۱۸ دیہی بنک اب تک قائم کرلئے گئے ہیں ۔

لاکھوں بنکروں کو امداد دینے کی غرض سے دستی پارچہ بافی کی صنعت کا ایک منصوبہ مرتب کرلیا گیا ہے جس کے تحت امداد باہمی انجمنوں کے دائرہ عمل کی توسیع ضروری سامان کی فراہمی اور برآمدات کی حوصلہ افزائی کے لئے گنجائش مہیا کی گئی ۔

۲۰ ۔ نکاتی معاشی پروگرام کے تین امور کے لئے جن کا تعلق تعلیم و تربیت سے ہے ، جاریہ سال کے منصوبے میں معقول گنجائش مہیا کی گئی ہے ۔ یہ امور طلباء کو سستی قیمتوں پر کتابوں اور تعلیمی اشیاء کی فراہمی ، ہاسٹلوں میں مقیم طلبا کے لئے ضروری اجناس کی فراہمی اور اپرنٹس شپ کے تربیتی پروگرام

کی توسیع ہیں ۔ اب تک ایک ہزار کالجوں میں بک بنک کھولے گئے ہیں اور سال کے دوران میں اس اسکیم کو مزید توسیع دی جائیگی ۔

نئے معاشی پروگرام کا ایک اور جزو سماج کے نئے زمین اور کمزور طبقوں کو مکانات کے لئے قطعات زمین کی فراہمی سے تعلق رکھتا ہے ۔

حساب لگایا گیا ہے کہ اب تک ۶۰ لاکھ مکانوں کے لئے قطعات زمین الاٹ کئے جا چکے ہیں اور ۳ لاکھ ۶۸ ہزار قطعات کو ترقی دے دی گئی ہے ۔
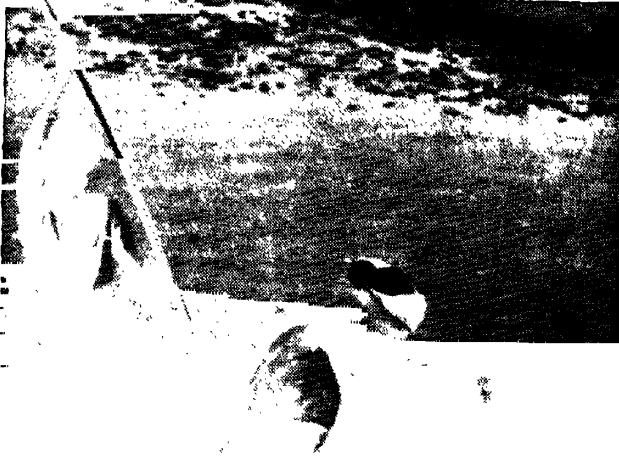
اس پروگرام کی عمل آوری کو سب سے زیادہ اولیت دی گئی ہے مرکز اور ریاستوں دونوں کی طرف سے اسکی عمل آوری کی رفتار پر نگرانی رکھی جارہی ہے اس طرح وزیر اعظم کے ۲۰ نکاتی معاشی پروگرام نے منصوبہ بند ترقی کے عمل میں ایک نئی جان ڈال دی ہے اور اسکی وجہ خاص طور پر یہ ہے کہ اس نے ترقیاتی شعبوں کو ایک نئی قوت بخشنے کے علاوہ سماج کے کمزور طبقوں کے مسائل پر اور جس قدر بھی تیزی کے ساتھ ممکن ہوسکے ان کی حالت سدھارنے پر توجہ مرکوز کرادی ہے ۔

* * * *

ماہی گیری

صدر جمہوریہ ہند حیدرآباد ریس کورس میں '' دی پریسیڈنٹ آف انڈیا گولڈ کپ ،، پیش کر رہے ہیں۔

شری فخرالدین علی احمد پریسیڈنٹ آف انڈیا ۶ - ستمبر کو حیدرآباد میں '' لینس لائیٹ ،، کے ایڈیٹر ڈاکٹر بھگوان داس کو انعام اول پیش کر رہے ہیں۔

صدر جمہوریہ
حیدرآباد میں

صدر جمہوریہ ہند نے ۱۴ - ستمبر کو راشٹراپتی نیلائم سکندرآباد میں فروغ برآمدات کی مہم کا افتتاح کر رہے ہیں۔

صدر جمہوریہ ۹ - ستمبر کو اردو اکیڈیمی کی جانب سے چلائی جانے والی اردو کلاسیس کا جوبلی ہال حیدرآباد میں افتتاح کر رہے ہیں۔

صدر جمہوریہ محبوب نگر میں

صدر جمہوریہ ہند نے ۔ ستمبر کو محبوب نگر میں ایک جلسے عام سے خطاب کیا ۔

صدر جمہوریہ ہند ۔ ستمبر کو محبوب نگر میں وقف کی جائیداد کی ترقی کے لیے تیار کی جانیوالی ایک عمارت کے نمونے کا مشاہدہ کر رہے ہیں ۔

روڈ ٹرانسپورٹ کی متاثر کن و تیز رفتار ترقی

مہذب و متمدن زندگی گذارنے اور مادی خوشحالی میں اضافے کے لئے حمل و نقل کو ایک زمانے سے اهم و لازمی عنصر تصور کیا جاتا رها هے۔ مورخین نے اکثر و بیشتر کسی خطه ارضی کی اقتصادی ترقی اعلی معیار زندگی اور وهاں پر قائم منظم انسانی معاشرے کی تمام سرگرمیوں کو رسل و رسائل کی حاصله سہولتوں سے مربوط کیا هے۔ جسطرح کے اقتصادی ترقی کے لئے اشیاء کی عاجلانه نقل و حرکت ضروری هوتی هے اسطرح تبادله خیالات کے لئے انسانوں کو ایک دوسرے سے ملنے جلنے کے لیے سفری سہولتوں کا میسر هونا بھی ایک ناگزیر امر هے اور حقیقت تو یه هے که اس قسم کی سہولتوں پر هی معاشرے کی هر طرح کی ترقی کا دار و مدار هے۔

آندھرا پردیش هندوستان کی پانچویں بڑی اور پانچویں هی سب سے زیادہ آباد ریاست هے۔ اس ریاست کی معاشی ترقی کا انحصار بڑی حد تک روڈ ٹرانسپورٹ کو وسعت دینے میں هے اس لئے که یہاں ریل کی سہولتیں بہت کم هیں۔ اشیائے خوردنی اور تجارتی فصلوں کی پیداوار کی تقسیم کے لئے سڑک کے ذریعے حمل و نقل کی سہولتوں کا فراهم کرنا انتہائی ضروری هے جسکی جانب منصوبه سازوں کی خصوصی توجه درکار هے۔ ریاست میں کئی علاقے ایسے هیں جو معدنی وسائل سے مالا مال هیں اور جہاں صنعتی ترقی کے کافی مواقع موجود هیں لیکن مستقل طور پر ان علاقوں کو حمل و نقل کی سہولتیں حاصل نہیں هیں۔ گذشته چار منصوبوں کے دوران میں اس جانب کافی توجه دی گئی هے اور قابل لحاظ حدتک اس سلسلے میں کامیابی بھی حاصل هوئی هے لیکن پھر بھی خصوصیت کے ساتھ ریاست کے علاقه تلنگانه میں مسطح سڑکوں کی تعداد اب بھی حسب ضرورت نہیں هے۔ همارے یہاں سڑکوں کا جال بچھانے کے کام کو کالی مٹی، نچلی سطح کے کٹاوے اور غیر معیاری سطح کے باعث کافی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا هے۔

ریاست میں ایک سرسری اندازے کے مطابق ۱٫۶۱ لاکھ موٹرگاڑیاں هیں جن میں ۸۷۱۷ اسٹیج کیریر ۲۳۳۸۱ مال بردار موٹریں ۶۶۷۳ کیاپس (جن میں ۳ پہیوں والی موٹرگاڑیاں بھی شامل هیں) ۳۵۰۱ آٹو رکشائیں ۳۸۱۰۶ موٹرکاریں اور جیپس ۸۹۵۰ ٹریکٹرس ۰۰۰۰۷ موٹر سائیکلیں اور اسکوٹرس اور ۸۷۴۳ دوسری گاڑیاں هیں۔

موٹروں سے وصول هونے والا محصول ریاستی حکومت کا ایک اهم زریعه آمدنی هے۔ حکومت کو اس ذرائعے سے وصول هونے والی آمدنی میں زبردست اضافه هوا هے یعنی ۱۹۵۷-۵۸ میں محصول کی رقم ۲٫۰۱ کروڑ روپئے تھی جو بڑھکر ۱۹۷۶-۷۷ میں ۲۸ کروڑ روپئے هوگئی توقع هے که جاریه سال کے دوران میں اس محصول کی رقم کی مقدار ۳۰ کروڑ روپئے تک پہنچ جائے گی۔

متحده ریاست آندھرا پردیش کے بعد اس امر کی ضرورت محسوس کی گئی که پوری ریاست میں موٹر ٹیکس عاید کرنیکی یکساں حکمت عملی هونی چاهیئے۔ چنانچه اس ضمن میں کی جانے والی کوششوں کے نتیجے میں یکم اپریل ۱۹۶۳ ع سے پچھلے تمام مختلف قوانین کو کالعدم کر کے پوری ریاست کے لئے آندھرا پردیش موٹر وھیکلس ٹیکزیشن ایکٹ کے نام سے ایک قانون نافذ کیا گیا۔ اس تاریخ تک چنگی اور مسافرین و مال پر جو محصول عائد کیا جاتا تھا اسکو ختم کر دیا گیا۔ سرچارج وغیرہ کو قابل ادائی معمولی محصول میں ضم کرکے محصول کی نئی شرحیں مقرر کی گئیں۔

یکم اپریل ۱۹۶۳ ع کو ریاست بھر میں ایک قانون تو نافذ کردیا گیا لیکن آندھرا اور تلنگانه علاقوں میں محصول کی شرحیں یکساں نہیں تھیں۔ تلنگانه علاقے میں یہاں کی معاشی پستی وغیرہ کے پیش نظر شرح محصول مقابلتاً کم تھی بعد میں متعدد مرتبه نظرثانی کرکے محصول کی شرحوں میں اضافه عمل میں لایا گیا اور فی الوقت پوری ریاست میں محصول کی شرحیں یکساں هیں۔ یکم جنوری سنه ۱۹۷۲ ع سے مال بردار گاڑیوں کی شرح میں محصول اور یکم اکتوبر ۱۹۷۲ ع سے ٹیکس گاڑیوں کی شرح محصول پر کوئی نظر ثانی نہیں کی گئی هے۔

حکومت هند کی پالیسی کی مطابقت میں ریاستی حکومت مسافرین کے حمل و نقل کے شعبے کو قومیا نے کی حکومت عملی پر کاربند هے۔ اس حکمت عملی کو روبه عمل لانے کی خاطر

۱۹۵۸ع میں اے ۔ پی ۔ ایس آر ۔ ٹی ۔ سی کے نام سے ایک کارپوریشن تشکیل دیا گیا ۔ آغاز کے وقت اس کارپوریشن کے پاس ۳۳۲ بسیں تھیں اور آج اسکے تحت بسوں کی تعداد تقریباً ۴ ہزار ہے اور ملک میں یہ پانچواں سب سے بڑا کارپوریشن ہے جس میں ۳۰ ہزار ملازمین کام کرتے ہیں ۔

علاقہ تلنگانہ میں ابتداً ہی سے مسافرین کی آمد و رفت قومیائی ہوئی تھی آندھرا علاقہ میں قومیانے کا کام اضلاع مغربی گوداوری ۔ کرشنا ۔ گنٹور اور کرنول سے شروع ہوا اور بعد میں دوسرے ضلعوں تک اس کام کو وسعت دی گئی ۔ آج سریکاکلم اور چتور کے سوا پوری ریاست میں مسافرین کے آمد و رفت کے شعبے کو قومیا لیا گیا ہے ۔ اے ۔ پی ۔ ایس ۔ آر ۔ ٹی ۔ سی کارپوریشن نے تقریبا تمام اہم بین ریاستی راستوں پر اپنی سرویسس چلانا شروع کردی ہیں ۔ پانچویں منصوبے کے اختتام تک ریاست کے پورے راستوں پر اس کارپوریشن کی بسیں دوڑنے لگے گیں اور تمام سفری راستوں کو قومیا لیا جائیگا ۔ گذشتہ دو برسوں کی مدت میں راستوں کو قومیانے کی پالیسی پر زور و شور کے ساتھ عمل کیا گیا ہے ۔ ۷۶ - ۱۹۷۵ع میں کارپوریشن نے اضلاع وساکھا پٹنم ۔ پرکاشم ۔ نیلور ۔ چتور ۔ اننت پور ۔ کڑپہ کرنول کے بہت سے طویل ۔ اوسط اور مختصر مسافت کے راستوں کو حاصل کرایا ہے اسکے علاوہ گذشتہ دو برسوں میں کارپورشن نے اضلاع کے تمام مستقر مقامات کو ریاستی پایہ تخت سے سوپر ایکسپرس سوپر ڈیلکس اور نائٹ سرویسس کے ذریعہ ملادیا ہے جسکے باعث مسافرین کو بہت آسانی ہوگی ہے دوسرا اہم کام جو گذشتہ دو برسوں میں اس کارپوریشن نے انجام دیا ہے وہ یہ ہے کہ اس نے ٹی ٹی ڈی کی جانب سے چلائی جانے والی پیسنجر بسوں کو اپنی تحویل میں لے لیا ریاست میں ریل اور روڈ ٹرانسپورٹ کے درمیان کسی قسم کی مطابقت نہیں ہے ۔

۲۰ نکاتی معاشی پروگرام کے تحت ۱۹۷۵ع میں ایک نیشنل پرسٹ اسکیم کو رواج دیا گیا ہے جسکے تحت کوئی بھی آپریٹر پورے ملک میں یا کم سے کم پانچ ریاستوں میں اپنی سرویس چلانے کا اجازت نامہ حاصل کرسکتا ہے ۔ اس طرح کے اجازت نامے کے لئے ایک آپریٹر کو ان ریاستوں کو جن میں وہ اپنی سرو س چلانے کا خواہاں ہے برائے نام محصول ادا کرنا پڑتا ہے ۔ نیشنل پرسٹ اسکیم کے تحت آندھرا پردیش کو ۲۵۰ پرمٹس الاٹ کئے گئے تھے جن میں سے اب تک ۲۱۹ پرمٹس کی اجرائی عمل میں آچکی ہے ۔
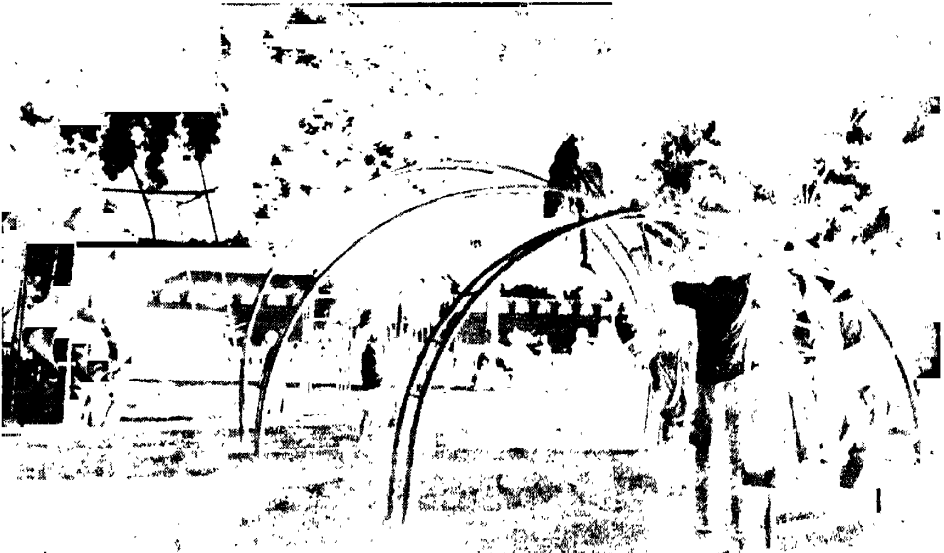
کھیل میں مصروف بچے

آندھرا پردیش میں سیاحت کا فروغ

سیاحت جسکا ذکر دنیا کی ایک بڑی صنعت کی حیثیت سے کیا جاتا ہے بڑی تیز رفتاری کے ساتھ ارتقاء کی منزلیں طے کررھی ہے ۔ ایک اندازے کے مطابق ۱۹۷۳ع میں کوئی ۲۱۵ ملین سیاحوں نے بین الاقوامی سرحدوں کو عبور کیا اور تقریباً ۲۸ بلین امریکی ڈالر کے مساوی رقم سیاحت پر خرچ کی۔ سیاحت آمدنی اور فراھمی روزگار کا ایک بڑا ذریعہ ہے اور غیرمرئی برآمدی شے ہے ۔ اس سے گرانقدر بیرونی زر مبادلہ قابل رشک پیمانے پر حاصل ھوتا ہے ۔

سیاحوں کی عالمی نقل و حرکت میں ھندوستان کا حصہ کوئی ایسا خاص نہیں ہے لیکن اس میں اضافہ ھورھا ہے ۔ ۱۹۷۳ع کے دوران میں ھمارے یہاں آنے والے سیاحوں کی تعداد ۳۲۳۰۰۰ سے کچھ زیادہ رھی اور انکی آمد کی بدولت حاصل ھونے والی زر مبادلہ کی کمائی (تقریباً ۷۰ کروڑ روپئے) کا نمبر زرمبادلہ کمانے والے شعبوں کی آمدنیوں میں مقدار کے لحاظ سے بارھواں تھا ۔ ایک حالیہ جائزے کے مطابق ھندوستان اپنی زرمبادلہ کی آمدنی کا ۶ فیصد ھوٹلوں وغیرہ کی درآمدات پر اور اس شعبے کی بیرون ملک ترقیاتی سرگرمیوں پر خرچ کرتا ہے ۔ سیاحت کی خاطر اندرون ملک کی جانے والی مسافت کو بھی اقتصادی ترقی اور قومی یکجہتی کے لئے ایک اھم عنصر تسلیم کرلیا گیا ہے ۔

بیش قیمت ورثہ :

وندھیا کے جنوب میں واقع آندھرا پردیش سیاحوں کی جنت ہے جسکو فنون لطیفہ و ادب اور رقص و ڈرامہ کی بیش قیمت ثقافتی خصوصیات میراث میں حاصل ھوئی ھیں ۔ اس ریاست میں عہد ماضی کی یادگاروں ۔ پرشکوہ مندروں ۔ حسین جھیلوں ۔ دلکش آبشاروں ۔ فرحت بخش ساحلوں اور سیر وتفریح کے دوسرے ذریعوں کی بہتات ہے جن سے سیاحوں کے دل مسرت و انبساط سے جھوم اٹھتے ھیں ۔

سیاحت کو فروغ دینے کے سلسلے پہلے اقدام کے طور پر مئی ۱۹۷۳ع میں محکمہ سیاحت کے نام سے ایک علیحدہ محکمے کا قیام عمل میں لایا گیا ۔ اس محکمہ کی اھم سرگرمیاں یہ ھیں ۔(الف) ریاست میں واقع سیاحوں کی دلچسپی کے مقامات کی ترقی ۔ (ب) سیاحوں کے واسطے رسٹ ھاؤز کا قیام اور انکی دیکھ بھال (ج) سیاحت سے متعلق لٹریچر کی اشاعت و تقسیم (د) سیرو سیاحت کے ایجنٹوں ۔ ٹورسٹ کار آپریٹروں اور ھوٹل پراجکٹوں کے لئے منظوریوں کی اجرائی (ھ) ریاست کے اندر ٹورزم اسکیمات کی عمل آوری میں حکومت ھند سے اشتراک اور(و) ریاست میں اسٹیٹ ٹورسٹ انفارمیشن بیورو اور علاقائی ٹورسٹ انفارمیشن بیورکس کا انتظام ۔

سالار جنگ میوزیم

محکمہ کی جانب سے حسب ذیل مقامات میں ٹورسٹ انفارمیشن بیورکس اور ٹورسٹ سنٹرس کا انتظام کیا گیا ہے ۔

(۱) حیدرآباد میں اسٹیٹ ٹورسٹ انفارمیشن بیورو
(۲) تروپتی ۔ ورنگل اور وساکھا پٹنم میں علاقائی ٹورسٹ انفارمیشن بیورکس (۳) ناگر جوناساگر ٹورسٹ انفارمیشن آفس
(۴) نئی دھلی میں آندھرا پردیش اسٹیٹ ٹورسٹ انفارمیشن سنٹرز
(۵) حیدرآباد اور سکندرآباد ریلوے اسٹیشنوں پر انفارمیشن کاؤنٹرس ۔

ریسٹ ہاؤس

ایک بیرونی سیاح کے پیش نظر اولین بات یہ ہوتی ہے کہ کس جگہ کی سیاحت کے دوران اسکو ٹھہرنے کے لئے آرام دہ جگہ همدست هو چنانچہ سیاحت کے فروغ کاکام انجام دینے والوں کو سب سے پہلے اس قسم کے انتظامات کا خیال کرنا پڑتا ہے سیاحوں کی اس خواہش کی تکمیل میں دوسرے اور تیسرے پانچسالہ منصوبوں کی مدت کے دوران میں حسب ذیل مقامات پر ریسٹ ہاؤزس تعمیر کئے گئے ۔

عثمان ساگر حیدرآباد سری سیلم سہا نندی آھو بیلم لبہاکشی ۔ ھارسلے ھلز ۔ سمہا چلم ۔ پاکھال ۔ رام اپا ۔ عالم پور ۔ امراوتی ۔ دھرماپوری ۔ تروپتی ۔ سنی پاڑ ۔ بھدرا چلم ۔ ناگر جونا کنڈہ اور اینتھی پوچلا ۔
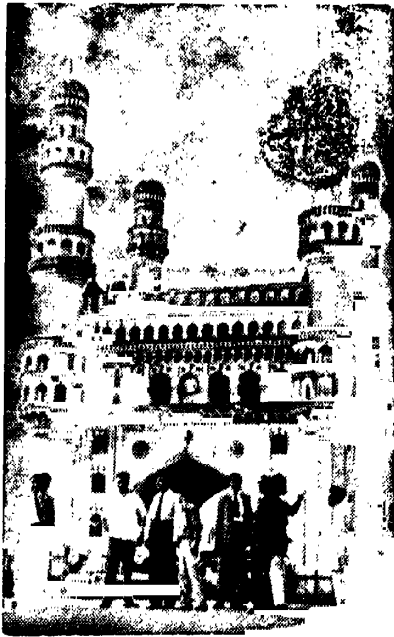
بعد میں حسب ذیل ٹورسٹ ہاؤزس اور دوسری عمارتوں کی تعمیر عمل میں لائی گئی اور اسطرح سیاحت سے متعلق سہولتوں میں مزید اضافہ کیا گیا ۔ عثمان ساگر میں پکنک شیڈز ”لاسن ہے“، وساکھا پٹنم میں تبدیلی لباس کا کمرہ ۔ سنگی پڑی۔ ساحل پر ٹورسٹ لانچ ۔ ویداریوو ساحل پر ٹورسٹ لانچ ۔ ناگر جونا ساگر کشتی رانی گھاٹ پر ٹورسٹ پویلین ۔ پوچارا آبشاروں کے قریب ٹورسٹ پویلین ۔ ناگرجونا ساگر ”ڈرائیو ۔ ان ۔ کاؤنٹر“ اور بورا غاروں کو جانے والا راستہ اور ریلنگس ۔

فی الوقت ۔ اراکوویلی اور سنی پاڑ میں ایک ایک ریسٹ ہاؤز اور تپلی پالم میں کمرہ جات برائے تبدیلی لباس کی تعمیر کاکام مقررہ لائحہ عمل کے مطابق جاری ہے ۔ ریاستی محکمہ سیاحت کی کوششوں کے نتیجے میں حکومت ہند نے حیدرآباد میں یوتھ ہاسٹل بلڈنگ اور منرالایم و ورنگل میں ایک ایک ٹورسٹ بنگلے کی تعمیر کاکام ھاتھ پر لیا ہے ۔

سیاحوں کی آمد کے سلسلے کو تیز تر کرنے میں بہترقسم کے ہوٹلوں میں قیام کی سہولتیں ایک فیصلہ کن کردار ادا کرتی ہیں ۔ ہماری ریاست میں سیاحوں کی ضروریات و خواهشات کی تکمیل کے لئے اچھی تعداد میں ہوٹل موجود ہیں لیکن اس تعداد میں اضافے اور توسیع کی کافی گنجائش باقی ہے ۔ چنانچہ ہوٹل پراجکٹس اسکیم کے تحت ریاستی محکمہ سیاحت نے متعدد ہوٹل پراجکٹس کے لئے حکومت ہند سے سفارش کی ہے ۔ یہاں اس امر کا اضافہ کیا جاسکتا ہے کہ مذکورہ بالا اسکیم کے ریاست میں ہوٹلوں کی تعمیر اور قیام کا ایک سلسلہ چل پڑا ہے۔

حیدرآباد و سکندرآباد کے شہروں میں حسین نظاروں اور قدیم یادگاروں وغیرہ پر مشتمل سیاحوں کی دلچسپی کے مقامات بکثرت موجود ہیں جن سے آصف جاہی خاندان کی شان و شوکت اور انکے مشفقانہ دور حکومت کی یاد تازہ ہوتی ہے ۔ اس لئے

چار مینار

ناگرجونا ساگر ڈیم

حیدرآباد دیکھنے کے شائقین سیاحوں کے لئے تفریحی ''ٹرپس،، کے اہتمام کو خصوصی اہمیت دی جاتی ہے انڈیا ٹورزم ڈیولپمنٹ کارپوریشن نے حیدرآباد میں ایک ٹرانسپورٹ یونٹ قائم کیا ہے۔ جس میں دو ڈی لکس بسیں ۔ دو ایر کنڈیشن موٹر کاریں اور تین ایمبیسیڈر موٹر کاریں سیاحوں کے استفادے کے لئے فراہم کی گئی ہیں ۔ اس یونٹ کی جانب سے روزانہ حیدرآباد کی سیر کا اہتمام کیا جاتا ہے اور ہر اتوار کو ناگرجونا ساگر برائے تفریح لے جانے کا انتظام ہے اسکے علاوہ خود ریاستی محکمہ سیاحت کی اپنی تین چھوٹی بسیں ہیں جو وجے واڑہ ۔ وشاکھا پٹنم اور ورنگل میں سیاحوں کی سہولت کے لئے چلائی جاتی ہیں ۔

کونڈا ذخیرہ آب

سیاحوں کے دلچسپی کے مقامات کو زیادہ پرکشش بنانے کے لئے ریاستی حکومت ہر ممکنہ تدابیر اختیار کررہی ہے ۔ ناگرجونا ساگر سیاحوں کی دلچسپی کا ایک اہم مقام ہے اور اسکی ترقی اور بہتری کے لئے کافی گنجائش ہے۔ چنانچہ ناگرجونا ساگر کو ایک سیاحتی مرکز کی حیثیت سے ترقی دینے کو زبردست اہمیت دی جارہی ہے ۔ ناگرجونا ساگر اتھارٹیز کی سملکہ متعدد آرام گاہوں اور عمارتوں کو ۱۲ لاکھ روپیوں کے صرفے سے حاصل کیا گیا ہے تاکہ اس پراجکٹ کی سیر کے لئے آنے والے سیاحوں کو ان سے استفادے کی سہولت فراہم کی جاسکے ۔ اس وسیع و عریض ذخیرہ کے قلب میں واقع کونڈا میوزیم تک سیاحوں کو لے جانے کے لئے کشتیوں کا انتظام کیا گیا ہے ۔ ۱۹۷۵-۷۶ع کے دوران میں ناگرجونا ساگر کے مقام پر باغیچے لگانے فوارے بنانے اور ہرنوں کا پارک قائم کرنے کے لئے ریاستی حکومت نے ۴ لاکھ روپیوں کی منظوری دی ہے اسلئے مستقبل قریب میں اس پراجکٹ کا ایک مقبول ترین سیاحتی مرکز بن جانا ایک یقینی امر ہے ۔

سیاحوں کو حمل و نقل کی خدمات اور بہتر سہولتیں فراہم کرنیکی نیت سے جون ۱۹۷۶ع میں ''ٹریول اینڈ ٹورزم کارپوریشن (اے ۔پی) پرائیویٹ لمٹیڈ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا ہے ۔ جسکو آندھرا پردیش اسٹیٹ روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن اور ریاستی محکمہ سیاحت کا مالی اشتراک حاصل ہے ۔ اس کارپوریشن کی بدولت ریاست میں سیاحت کے ہمہ جہتی فروغ کو بڑھاوا ملے گا اور ایک لحاظ سے اس ادارے کا قیام اس سلسلے میں ایک سنگ میل کی حیثیت کا حامل ہے ۔

سیاحت کی اہمیت پر عوامی توجہ مرکوز کرنے اور آندھرا پردیش کی جانب سیاحوں کی زیادہ تعداد کو راغب کرنے کے لئے کل ریاستی سطح پر ۱۹۶۷ع - ۱۹۶۸ ع - ۱۹۷۱ ع اور ۱۹۷۶ع کے دوران میں ہفتہ جات سیاحت منائے گئے ۔

وسیع معنے میں '' ٹورازم ،، ایک ایسا '' ازم ،، ہے جس سے اتحاد و اتفاق کو فروغ حاصل ہوتا ہے ملک میں سیاحوں کی آمد سے قریبی روابط پیدا ہوتے ہیں اور دوسرے ملکوں کے عوام کو انکی روایات کو اور انکے رسم و رواج کو سمجھنے کے مواقع حاصل ہوتے ہیں ۔ مرور وقت کے ساتھ ساتھ سیاحت کی بدولت دوستانہ بین الاقوامی تعلقات اور پر امن فضا کے لئے سازگار ماحول پیدا ہوگا ۔ ہندوستانی مہمان نوازی کی روایات کے عین مطابق ہم کو چاہیئے کہ سیاحوں کا گرم جوشانہ خیر مقدم کریں اور اپنے اس عظیم ملک کے قدیم خزانوں کے دریچے ان کے لئے کھول دیں ۔

بھدراچلم شلیم

تعلیم کے شعبے میں قابل تعریف پیش رفت

کسی فرد کو مکمل انسان بنانے میں تعلیم جو حصہ ادا کرتی ہے اسکو واضح کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ تعلیم سے تاریکیاں دور ہوتی ہیں اور روشنی پھیلتی ہے اس سے انسان کے خیالات و تصورات میں پاکیزگی آتی ہے اور یہ حیات انسانی کو اعلی و ارفع قدروں سے مالامال کرتی ہے۔ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں خواندگی کی شرح بہت کم ہے تعلیم کو عام کرنا ایک انتہائی ضروری امر ہے۔ چنانچہ خصوصیت کے ساتھ آزادی کے بعد سے ہماری بہترین کوششیں ملک میں تعلیم کے فروغ پر مرکوز رہی ہیں تاکہ ہماری پروان چڑھتی ہوئی نسل کے نونہال زیور تعلیم سے آراستہ ہو کر مستقبل کے مفید و کارآمد شہری ثابت ہوں۔ ایسے شہری جن پر ہندوستان ناز کرسکے۔

ریاست آندھرا پردیش نے گذشتہ دو دھوں کے دوران میں تعلیم کے میدان میں قابل تعریف پیش رفت کی ہے یہ اور بات ہے کہ دونوں علاقوں آندھرا اور تلنگانہ میں اس سلسلے میں جو ترقی ہوئی ہے اس میں بڑا فرق ہے۔

تیسرے منصوبے کے اختتام تک اول تا پنجم جماعتوں میں ۶ تا ۱۱ سال عمر والے بچوں کے داخلے کا تناسب بڑھکر ۶۵٫۷ فیصد ہوگیا اسکے بعد اضافہ آبادی کے لحاظ سے داخلوں کے فیصد میں کوئی قابل لحاظ اضافہ عمل میں نہیں آیا۔ چوتھے منصوبے کے ختم پر داخلوں کی تعداد ۴۳٫۰ لاکھ تھی جو ۷۵٫۰ فیصد کے برابر ہے۔ پانچویں منصوبے کے اختتام تک ۶ تا ۱۱ سال عمر والے بچوں کے داخلوں کا فیصد ۹۰ تک (۱۰۰ فیصد لڑکے اور ۸۰ فیصد لڑکیاں) بڑھادینے کی تجویز ہے۔

چوتھے منصوبے کے ختم پر چھٹی اور ساتویں جماعتوں میں ۱۱ تا ۱۳ سال عمر والے بچوں کے داخلوں کی تعداد ۶٫۰۹ لاکھ تھی جو ۲۸٫۰۱ فیصد کے برابر ہوتی ہے۔ پانچویں منصوبے کے ختم تک ان عمروں کے بچوں کے داخلوں کے فیصد بڑھا کر ۵۰ فیصد (۶۰ فیصد لڑکے اور ۴۰ فیصد لڑکیاں) کردینے کی تجویز ہے۔

آندھرا اورتلنگانہ علاقوں میں جاری تعلیمی نظاموں میں فرق موجود ہونے کے باعث یہ ضروری ہوگیا کہ پوری ریاست کے لئے ایک طرز اور ایک نوعیت کا تعلیمی نظام مروج کیا جائے۔ چنانچہ ۱۹۵۹-۶۰ء میں مرحلہ واری طور پر پوری ریاست میں جماعت اول کے لئے ملا جلا اور مشترکہ نصاب مقرر و رائج کیا گیا۔ مشترکہ نظام تعلیم چار مرحلوں پر مشتمل ہے یعنی (۱) تحتانوی مرحلہ اول سے پنجم جماعت تک (۲) بالائی تحتانوی مرحلہ چھٹی اور ساتویں جماعت (۳) ثانوی مرحلہ آٹھویں سے دسویں جماعت تک۔ موجودہ ڈگری کالجوں میں اور منتخبہ اسکولوں میں جن کو جونیر کالجوں میں تبدیل کردیا گیا۔ دوسالہ انٹر میڈیٹ تعلیم رائج کی گئی۔

ثانوی تعلیم :

تعلیمی سال ۱۹۵۶-۵۷ میں ریاست آندھرا پردیش کی تشکیل کے وقت ریاست میں فوقانی مدرسوں کی کل تعداد صرف ۳۳۷ تھی جن میں ۲٫۰۱ لاکھ طلبا شریک تھے سال ۱۹۷۵-۷۶ء کےختم تک فوقانی مدرسوں کی تعداد بڑھکر ۳۵۰۱ اور ان میں شریک طلبا کی تعداد ۹٫۲۵ لاکھ ہوگئی۔ چوتھے منصوبے کے ختم پر ثانوی تعلیم سے مستفید ہونے والے ۱۳ تا ۱۶ سال کی عمر کے بچوں کی تعداد ۴٫۷۶ لاکھ تھی جو کل تعداد کا ۱۵٫۸۸ فیصد ہوتی ہے۔ پانچویں منصوبے کے ختم تک اس عمر کے ۲۴ فیصد (۳۴ فیصد لڑکے اور ۱۴ فیصد لڑکیاں) بچوں کو فوقانی اسکولوں میں داخلے فراہم کرنے کا نشانہ مقرر کیا گیا۔

نظامت تعلیمات عامہ کو جو کالج کی تعلیم اور اسکول کی تعلیم کے لئے واحد محکمہ تھا یکم جولائی ۱۹۷۵ء کو تقسیم کردیا گیا اور دو علحدہ محکمے قائم کئے گئے ایک نظامت تعلیم برائے مدارس اور دوسرا نظامت اعلی تعلیم تاکہ شعبہ تعلیم کے انتظامات میں بہتری اور استحکام پیدا ہو۔

تمام ڈسٹرکٹ ایجوکیشنل افسروں کو ہدایات جاری کی گئیں ہیں کہ وہ پورے اسکولوں میں بک بینکس کے قیام کا بطور خاص خیال رکھیں ۔ چنانچہ ان ہدایات کی روشنی میں مئی ۱۹۷۶ع کے ختم تک ۱۳۷۴ بک بینکس کا قیام عمل میں آچکا ہے جس میں جملہ ۲۰۵۷۴ کتابیں فراہم کی گئی ہیں ۔

ڈسٹرکٹ ایجوکیشنل افسروں کو یہ ہدایات بھی جاری کی گئی ہیں کہ وہ ممکنہ حد تک زیادہ سے زیادہ تعلیمی اداروں کے صدور کو امداد باہمی اسٹور کھولنے کی تاکید کریں مشقی بیاض تیار کرنے والوں کو بھی ہدایت دی گئی ہے کہ معیاری جسامت کی بیاضیں تیار کریں اور حکومت کی جانب سے مقرر کردہ شرحوں پر انکی فروخت عمل میں لائیں ۔

تعلیم کے ذریعہ موثر سماجی تبدیلی لانے اور معیار تعلیم کو بلند کرنیکی نیت سے ایک ۱۲ ۔ نکاتی پروگرام مرتب کیا گیا ہے جسکو تمام تعلیمی اداروں میں اور مختلف انتظامی مراحل پر روبہ عمل لایا جائیگا ۔ اس پروگرام میں یہ امور شامل ہیں ۔ (۱) طلبا ۔ اساتذہ اور منتظمین کے لئے باقاعدگی اور پابندی وقت کے ساتھ حاضری کا لزوم ۔ (۲) دیانت داری ۔ ڈسپلن ۔ فرض شناسی اور محنت کے جذبات کے ساتھ کام کرنے کے لئے ایک ضابطہ اخلاق کی تدوین (۳) اساتذہ کو چاہیئے کہ وہ درس و تدریس کے سالانہ ۔ ماہانہ اور ہفتہ واری منصوبے بنائیں اور ایک معینہ پروگرام کے مطابق انکو روبہ عمل لائیں (۴) طلبا کو مختلف مضامین میں باقاعدگی کے ساتھ ہوم ورک دیا جائے اور وقفے وقفے سے انکے کام کی تصحیح کی جائے اور ان کو اصلاحی ہدایات دی جائیں (۵) اساتذہ کو چاہیئے کہ وہ طلبا کی نصابی اور غیر نصابی سرگرمیوں میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لیں اور ان میں سخت محنت ۔ امداد باہمی اور ٹیم اسپرٹ کے اقدار کو فروغ دینے کے لئے مختلف سرگرمیوں میں انکی ہمت افزائی کریں (۶) سرکاری امتحان دینے والے طلبا کا نصاب زیادہ سے زیادہ فروری کے ختم تک مکمل کرلیا جائے (۷) سہ ماہی ششماہی اور سالانہ، امتحانات کے لئے قبل از قبل منصوبہ بند تیاری عمل میں لائی جائے (۸) والدین و اساتذہ کی انجمنوں کے اجلاس باقاعدگی کے ساتھ منعقد کئے جائیں (۹) اساتذہ کو خیال رکھنا چاہیئے کہ طلبا کا خالی وقت منفعت بخش مشاغل جیسے لائبریری میں کتب بینی یا پیداواری یا تخلیقی کاموں میں صرف ہو (۱۰) معائنہ و تنقیح کرنے والے عہدہ داروں کی جانب سے اداروں کی سعی کے ساتھ ۔ باقاعدہ اور موثر نگرانی (۱۱) انتظامی اور نگرانکار عملے کی جانب سے طلبا ۔ اساتذہ اور عوام سے متعلق مسائل کی ہمدردی ۔ معاملہ فہمی اور مستعدی کے ساتھ یکسوئی (۱۲) بلاک کی سطح کے نگرانکار عملے کو چاہیئے کہ تحتانوی اسکولوں کی حاضری میں اضافہ کے لئے ''ہر بچہ اپنے ساتھ ایک بچہ لائے،، کے نعرے کو مقبول بنائے ۔

سال ۷۶ - ۱۹۷۵ع کے دوران میں بیرون ریاست واقع تلگو مدارس کی امداد کے لئے ۱۰۰۵۰ لاکھ روپئے کی رقم منظور کی گئی اس کے علاوہ یوم اساتذہ کے موقع پر ۵۰۰ قابل اساتذہ کو انعامات دینے کے لئے بہبودی اساتذہ کی قومی اساس تنظیم کے واسطے ۵۰۰۰۰ روپیوں کی منظوری دی گئی ۔

ہفتم اور دہم جماعتوں کی سطح پر بہت زیادہ ناکامیوں کے پیش نظر ڈسٹرکٹ ایجوکیشن افسروں کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ صدور مدرسہ جات اور اساتذہ کے مشورہ سے اسکولوں میں تعلیمی معیار کو بلند کرنے کے واسطے ایک موثر پروگرام بنائیں تاکہ آئندہ سرکاری اور مشترکہ امتحانوں کے نتائج میں بہتری پیدا ہو ۔

درج فہرست اقوام اور درج فہرست قبائل کے زیادہ سے زیادہ بچوں کو اسکولوں کی جانب مائل کرنے کے لئے تعلیمی سہولتوں میں اضافے کے علاوہ دو پہر کے کھانے کی فراہمی ۔ کتابوں کی امداد ۔ وظائف ۔ حاضری اور اسکول یونیفارمس کی سربراہی جیسی سہولتیں اس سال بھی جاری رکھنے کا فیصلہ کیا گیا ہے ۔ پرائمری اور اپر پرائمری تعلیم پانے والے لڑکوں اور لڑکیوں کے واسطے کتابوں کی امداد فراہم کرنے کی نیت سے ۱۰۰۴ لاکھ روپئے مختص کئے گئے ہیں ۔ اس سال یہ امداد صرف درج فہرست اقوام اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے بچوں کو ۳ اور ۵ کے تناسب میں فراہم کی جائیگی ۔

نئے چیلنجوں سے نمٹنے کے لئے اور انتظامی عملے کو فعال بنانے کے لئے متعدد انتظامی اصلاحات روبہ عمل لائی جارہی ہیں اور اس بات کی کوشش کی جارہی ہے کہ انتظامی مشنری بدلتے ہوئے حالات میں عصری تعلیم کے تقاضوں کو کامیابی کے ساتھ پورا کرنے کے قابل بن جائے ۔ توقع ہے کہ آئندہ برسوں میں ہماری یہ کوششیں بہت زیادہ فائدہ مند اور بار آور ثابت ہوں گی اور ہماری تعلیمی ترقی کی پیش رفت جاری رہیگی۔

* * * *

ترقی

کے

مندر

ان پر ہماری

خوشحالی کا

انحصار ہے
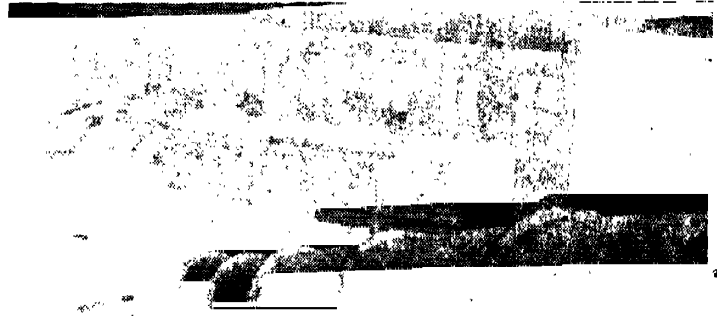
خود روزگار اسکیموں کی عمل آوری

کسی ترقی پذیر ملک کی طرح ہمارے ملک میں بھی بیروزگاری کا مسئلہ کافی پریشان کن ہے اور کچھ عرصہ سے یہ خطرناک صورت اختیار کرگیا ہے اس مسئلے سے نبرد آزما ہونے کے لئے حکومت مختلف ترقیاتی میدانوں میں عملی اقدامات کررہی ہے - ۱۹۷۲-۷۳ء کے دوران میں رائج کردہ خودروزگار اسکیم ، جسکے تحت پڑھے لکھے بیروزگاروں کو آزادانہ طورپر صنعتیں ، چھوٹے موٹے کاروبار اور سرویسنگ وغیرہ کے کام آغاز کرنے کے قابل بنایا جاتا ہے اور ان کی ہمت افزائی کی جاتی ہے ، اس سمت میں روبہ عمل لائی جانے والی سرگرمیوں میں خصوصی اہمیت رکھتی ہے

۱۹۷۳-۷۴ء میں ۵ لاکھ مواقعات روزگارکی فراہمی کے پروگرام کو آغاز کرکے بیروزگاری کے مسئلے کو حل کرنے میں مزید پیش رفت کی گئی اس پروگرام کے تحت پڑھے لکھے بیروزگاروں کے علاوہ صنعتوں کے واسطے بھی روزگارکے مواقعات فراہم کرنیکی گنجائش رکھی گئی - ۱۹۷۴-۷۵ء میں فروغ روزگار پروگرام کے نام سے ایک اور پروگرام شروع کیا گیا اس پروگرام کے اہم خدوخال یہ ہیں - چھوٹی رقمی امداد کی اسکیموں کی سابقہ حد دو لاکھ روپئے کو بڑھاکر ۱۰ لاکھ روپئے کردیا گیا - انجینیروں اور اعلی فنی قابلیت رکھنے والوں کو اولیت دی جانے لگی کسی قسم کا ذریعہ آمدنی نہ رکھنے والے خاندان کے بیروزگار افراد کو دوسروں پر فوقیت دی جاتی ہے - خاندانی پیشہ ورانہ مہارت کے حامل افراد اور صنعتوں کو اگر وہ اپنے پیشوں میں کوئی کام اختیار کریں تو ان کو آئی ۔ ٹی ۔ آئی کا صداقت نامہ رکھنے والوں اور میٹرک کامیاب امیدواروں کے مساوی تصور کیا جاتا ہے - سماج کے کمزور طبقات - جنگی مہلوکین کی بیواؤں - سابق فوجیوں اور اقلیتوں وغیرہ کی جانب خصوصی توجہ دی جاتی ہے -

ایک بے مثال اسکیم :

خود روزگار اسکیم ایک بے مثال اسکیم ہے اسلئے کہ اس اسکیم کے تحت کسی بے روزگار شخص کو وہ تمام امداد اور سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں جنکی کہ اسکو ضرورت پڑتی ہے - اسکو اپنے پیشے اور کاروبار کے انتخاب میں مدد دی جاتی ہے - کاروباری انتظامات اور مارکٹنگ وغیرہ کی تربیت بہم پہنچائی جاتی ہے - بینکوں اور دوسری مالیاتی ایجنسیوں جیسے اسٹیٹ فینانشیل کارپوریشن - اے پی اسمال اسکیل انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن وغیرہ کے توسط سے مالی امداد کا اہتمام کیا جاتا ہے اور مشنری کے حصول - مختلف محکموں سے اجازت ناموں وغیرہ کی اجرائی اور برقی قوت کی فراہمی وغیرہ میں اسکی مدد کی جاتی ہے -

ان محکمہ جاتی مراعات کے علاوہ جو عام حالات میں فراہم کی جاتی ہیں ایسے بے روزگار افراد کو جو اعلی ثانوی اسکول امتحان کامیاب ہوتے ہیں یا آئی ۔ ٹی ۔ آئی کا تربیتی نصاب کامیابی کے ساتھ مکمل کرلیتے ہیں اس اسکیم کے تحت مزید سہولتوں کے مہیا کرنیکا اہتمام ہے جو حسب ذیل ہیں -

کوئی شخص اگر کسی قسم کا کاروبار آغاز کرے تو اسکو محکمہ کی جانب سے اس کارو بار پر عائد ہونے والے اخراجات کا ۵ تا ۱۰ فیصد سرمایہ فراہم کیا جاتا ہے جسکی بدولت وہ بینکوں اور دوسرے مالیاتی اداروں سے کل اخراجات کا ۸۰ تا ۹۰ فیصد حصہ بطور قرض حاصل کرنیکے قابل بن جاتا ہے - بینکوں اور مالیاتی اداروں سے عام طور پر فنی قابلیت کے حامل افراد کو کل اخراجات کا ۹۰ فیصد اور غیر فنی افراد کو ۸۰ فیصد قرض فراہم کیا جاتا ہے -

آندھرا پردیش اسمال اسکیل انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن کی جانب سے " ہائر پرچیز " اساس پر مشنری فراہم کی جاتی ہے - اس سہولت کے تحت ایک صنعت کار پہلے مرحلے پر مشنری کی ۵ فیصد قیمت ادا کرکے ماباقی رقم متعدد سالانہ اقساط میں چکا سکتا ہے -

جہاں کہیں انجینیروں اور فنی لوگوں کا ایک گروپ کوئی نئی صنعتیں شروع کرنا چاہتا ہے وہاں فنی افراد کی امداد باہمی انجمنیں تشکیل دی جاتی ہیں - یہاں اس بات کی وضاحت کی جاسکتی ہے کہ ایسی کسی ایک امداد باہمی انجمن کے سرمایہ حصص میں حکومت کی جانب سے جو رقم شامل کی جاتی ہے وہ زیادہ سے زیادہ ۵۰ ہزار روپئے یا اراکین کے چندہ

١٩٥٦
٢٠
سال
١٩٧٦

ہمارا ثقافتی
ورثہ

کی سہ چند ہوتی ہے ۔ چھوٹی صنعتوں کے لئے مارکٹنگ کی سہولتیں فراہم کرنے کے لئے ضلع کی سطح پر مارکٹنگ سوسائٹیز بھی قائم کی جاتی ہیں ۔ خود روزگار یونٹس اور پرائمری انڈسٹریل کوآپریٹیو سوسائٹیز ان امداد باھمی انجمنوں کی رکن بن سکتے ہیں ۔ عام حالات میں ان سوسائٹیز کو فی سوسائٹی ۵۰ ہزار روپیوں کے حساب سے امداد منظور کی جاتی ہے ۔

جہاں کہیں انجینیروں ۔ فنی لوگوں اور دوسرے خواندہ افراد کی ایک بڑی تعداد موجود ہے اور جہاں صنعتوں کو آغاز کرنے کے لئے موافق حالات واقع ہیں وہاں خود روزگار انڈسٹریل اسٹیٹ کا قیام عمل میں لایا جاتا ہے ۔ ان اسٹیٹس میں صنعت کاروں کو بنیادی سہولتیں مہیا کی جاتی ہیں اور ضمنی اور اس سے کم درجہ کی یونٹوں کے قیام کی ہمت افزائی کی جاتی ہے نیز کچھ ایسی یونٹوں کے آغاز میں مدد دی جاتی ہے جو بڑی صنعتوں میں کام آنے والا سامان تیار کرسکتی ہیں ۔

عام طور پر انفرادی صناعوں کو آلات کی خریدی ۔ اوزاروں کی درستگی اور خام مال کے حصول کے لئے زیادہ سے زیادہ فی کس ایک ہزار روپیوں کی حد تک قلیل رقمی امداد منظور کی جاتی ہے ۔ ان افراد کو منتخبہ صنعتی اداروں میں بہتر آلات کے استعمال اور جدید ٹیکنک سے واقفیت کی تربیت حاصل کرنیکے لئے بھی روانہ کیا جاتا ہے ۔ جہاں کہیں اس بات کا امکان ہے صناعوں کی امداد باھمی انجمنیں تشکیل دینے کی کوشش بھی کی جاتی ہے ۔

۷۳-۱۹۷۲ء کے دوران میں انجینیرنگ کے گرانجویٹس اور ڈپلوما ہولڈرس کو نظم و نسق اور مارکٹنگ کی تربیت دی گئی ان کو مستحکم اور مسلمہ فرموں کی کمیشن ایجنسیاں دلائی جارھی ہیں ۔ اس سال الکٹریکل انجینیرنگ کے گرانجویٹس اور ڈپلوما رکھنے والوں کو الکٹریسٹی بورڈ کی طرف سے رورل الکٹریفکیشن اسکیم کے تحت تربیت دینے کا انتظام کیا گیا ہے اور اس بات کا اہتمام کیا جارھا ہے کہ ان لوگوں کو بورڈ کی جانب سے برق کے ٹھیکے فراہم کئے جائیں ۔ راجندر نگر کوآپریٹیو ٹریننگ کالج میں کامرس کے گرانجویٹس کے لئے تین مہینے کی تربیت کا انتظام کیا گیا ہے تاکہ انہیں منتخبہ صنعتی امداد باھمی انجمنوں میں مینیجرس کی حیثیت سے متعین کیا جا سکے ۔

شہر حیدرآباد کو الکٹرانکس کے فروغ کے لئے موزوں ترین مقاموں میں شمار کیا گیا ہے اور یہاں عوامی شعبے کے دو بڑے ادارے قائم کئے گئے ہیں ۔ الکٹرانک انڈسٹریز اسو سیشن آف آندھرا پردیش نے شہر میں ۵۰ اسمال اسکیل صنعتوں کے قیام میں اپنے اراکین کی مدد کی ہے ۔ چونکہ الکٹرانک کی میں لیبر کی ضرورت زیادہ تعداد میں لاحق ہوتی ہے اس صنعتی اداروں میں روزگار کے کافی مواقع نکلیں گے ۔ اس با پیش نظر رکھتے ہوئے الکٹرانکس انڈسٹریز اسویش بے روزگار انجینیروں اور ڈپلوما ہولڈرس کو عملی تربیت انتظام شروع کیا ہے تاکہ وہ خود روزگار اسکیموں کو کے قابل بن جائیں ۔ تربیت مکمل ہوجانے کے بعد ان لو خود اپنی صنعتیں قائم کرنے کی ترغیب دی جائے الکٹرانکس انڈسٹریز اسویشن اور محکمہ رہورٹوں وغیرہ کے میں انکی مزید امداد کرے گا تاکہ یہ لوگ بینکو الکٹرانکس یا کسی بڑی صنعت سے تعلق رکھنے والی یونٹوں کے قیام کے لئے مالی امداد حاصل کرسکیں ۔

حکومت ہند کے پاس سے ضلع سریکاکلم کے مقا میں اس علاقے کے گریجنوں کے فائدے کے لئے ایک امداد جوٹ فیکٹری کے قیام کے لئے رضامندی کے اظہار کا وصول ہوا ہے ۔ اس فیکٹری کے قیام سے قبائلیوں کے لئ تعداد میں روزگار کے مواقع پیدا ہوجائینگے ۔ اس لئے ک امداد باھمی جوٹ فیکٹری کے رکن خاندانوں میں سے ف خاندان ایک لڑکے کو فیکٹری میں روزگار فراہم کرنیکا ہے ۔ فیکٹری کے قیام میں سرعت پیدا کرنے کی غر سرمایہ حصص کے ضمن میں پڑھے لکھے بے روزگاروں کی ہمت کی جارھی ہے کہ وہ سامان وغیرہ کی نکاسی اور ایک سے دوسری جگہ سے منتقلی کے لئے امداد باھمی انجمن کریں ۔ ۷۳-۱۹۷۲ء کے دوران میں فنی قابلیت والے بے روزگاروں کے لئے "ری اورینٹیشن اپرنٹس شپ پرو" شروع کیا گیا تاکہ ملازمتوں میں ایسے امیدواروں کو تربیت کی رقم کا نصف حکومت کی جانب سے اور ما ملازم رکھنے والی یونٹ کی جانب سے دینے کا انتظام ۷۴-۱۹۷۳ء میں بھی اس پروگرام کو امداد روزگار ا کے طور پر جاری رکھا گیا ۔ البتہ ۷۴-۱۹۷۳ء کے دورا تعلیم یافتہ بے روزگاروں کو دوران تربیت دی جانے والی پوری رقم محکمہ کی جانب سے دی جانے لگی ۔

آندھرا پردیش پروڈکٹیویٹی کونسل کی سرپرستی درج فہرست اقوام اور درج فہرست قبائل سے تعلق والے امیدواروں میں چند خصوصی مہارتیں پیدا کر لئے ایک نئی اسکیم آغاز کی گئی تاکہ ان لوگوں کو ایسی جائدادوں پر متعین کیا جاسکے جو موزوں امیدواروں کی دستیابی کے باعث خالی پڑی ہوئی ہیں ۔

استوواز پورم کے درج فہرست قبائل کے امیدواروں کو روزگار فراہم کرنیکی غرض سے بیڑی سازی کی تربیت دینے کی اسکیم شروع کی گئی۔ تربیت حاصل کرلینے کے بعد بیڑی سازی کے ایسے کارخانوں میں انکو ملازمت دلائی جائیگی جن کی نشاندھی پہلے ھی سے عمل میں لائی جا چکی ھے

اب تک تمام اسکیموں کے تحت ۸۹۹۶ یونٹیں قائم کی جا چکی ھیں جن میں ۳۲۶۳۶ افراد کو روزگار فراھم کیا گیا ھے '' مارجن منی ،، اسکیم کے تحت ۶۶۹۰ یونٹوں کا قیام عمل میں آیا ھے جن میں ۲۸۱۲۷ افراد کو روزگار حاصل ھوا ھے۔ گبلاکالاڈنڈی (ضلع کرشنا) مدنا پلی (ضلع چتور) حیدرآباد۔ نظام آباد۔ مریال گوڑہ۔ گنٹور۔ ٹاڈے پلی گوڑم۔ راجمندری۔ جمنی کنٹہ۔ نلور اور بھیماورم میں ۲۷ فنی اور صنعتی امدادباھمی انجمنیں قائم کی گئی ھیں۔ جن میں کے اراکین کی کل تعداد ۲۲۵۱ ھے۔

نظام آباد۔ کرنول۔ چتور۔ سریکاکلم۔ سوریہ پیٹھ۔ اور حیدرآباد میں ۷ مارکٹنگ انجمنوں کا قیام عمل میں آچکا ھے اور تجویز ھے کہ راجمندری۔ گنٹور۔ ورنگل۔ اور حیدرآباد (ایک اور) میں مزید چار انجمنیں قائم کی جائیں۔ کاروباری سرمایہ اور بہتر آلات کی خریدی کے لئے ۲۲۲۱ صناعوں کو انفرادی قرضے منظور کئے گئے۔

امدادی روزگار پروگرام کے تحت بڑی۔ اوسط اور چھوٹی صنعتوں میں انجینیرنگ کی ڈگری اور ڈپلوما رکھنے والے ۶۳۰ امیدواروں کو روزگار دلایا گیا۔ اس وقت ۱۳۵ امیدوار بڑی۔ اوسط اور چھوٹی صنعتوں میں تربیت حاصل کررھے ھیں جن کو تربیت کی تکمیل پر ملازمتوں میں ضم کرلیا جائیگا۔ مختلف تربیتی اداروں میں ۶۹۶۷ اشخاص کو نظم و نسق اور امداد باھمی کی تربیت بہم پہنچائی گئی اور ۴۱۰ صنعت کاروں کے لئے اندرون پلانٹ کام کی تربیت کا انتظام کیا گیا۔

* * * * *

افزائش مویشیان

معدنی وسائل سے استفادے میں اضافہ

ہندوستان معدنی دولت کے لئے زبردست شہرت کا حامل ہے ۔ اس کے معدنی وسائل کافی وسیع، مختلف النوع اور بہت قیمتی ہیں ۔ ارض ہند میں پوشیدہ ان خزانوں کو ہی اپنے ذہن میں رکھتے ہوئے مغرب کے ایک ممتاز ماہر معاشیات نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ " ہندوستان تو ایک مالدار ملک ہے لیکن اس کے رہنے والے غریب ہیں " ۔ آزادی کے بعد سے ہمارے ملک میں انتہائی باقاعدگی اور لگن کے ساتھ معدنی وسائل سے استفادہ کرنے کی کوششیں جاری ہیں اور حالیہ چند برسوں کے دوران میں ان کوششوں کو نیا زور اور بڑھاوا ملا ہے ۔ ریاست آندھرا پردیش کے تعلق سے بھی یہی بات کہی جاسکتی ہے ۔

ریاست میں محکمہ معدنیات و طبقات الارض کی جانب سے معدنوں اور معدنیات کے تعلق سے ترقیاتی کام اور اس صنعت کو باضابطہ بنانے کی سرگرمیاں انجام دی جاتی ہیں ۔ یہ محکمہ معدنی ذخائر کا کھوج لگاتا ہے اور ان مقامات کے نقشے وغیرہ تیار کرتا ہے جہاں ان کے پائے جانے کے امکانات ہیں ۔ حکومت کو طریقہ کار اور معدنی مراعات کے اطلاق سے متعلق سفارشات پیش کرتا ہے ۔ مناسب و موزوں علاقوں کو محفوظ کرلینے اور ان سے عوامی شعبے کے تحت استفادہ کرنے کی رائے دیتا ہے ۔ صنعتکاروں کو معدنیات کی دستیابی اور صنعتوں میں ان کے استعمال کی افادیت و موزونیت کے بارے میں مشورے دیتا ہے اس کے علاوہ ریاست کے اندر معدنیاتی کھوج اور صنعت کے کام میں مصروف ایجنسیوں جیسے جی ۔ ایس ۔ آئی سنٹرل ایکسپلوریشن کارپوریشن کمپنی لمیٹیڈ ۔ آئی ۔ بی ۔ یم ۔ اے ۔ بی ۔ یم ۔ سی لمیٹیڈ ۔ سنگارینی کالریز لمیٹیڈ اور متعدد ریاستی یونیورسٹیوں میں رابطے کا کام کرتا ہے ۔

گذشتہ دو دہوں کے عرصے میں اس محکمے نے معدنیات کا کھوج لگانے سے متعلق متعدد کام انجام دے ہیں جن میں النت گری ضلع وساکھاپٹنم میں " باکسائٹ " ذخائر کی دریافت ایک اہم کارنامہ ہے ضلع وساکھا پٹنم کے ایجنسی علاقے میں " باکسائٹ " کی موجودگی کا پتہ پہلی مرتبہ ۱۹۶۸ ع میں چلا تھا ۔ بعد میں اس سلسلے میں مزید تحقیقات اس محکمہ کے علاوہ جی ۔ ایس ۔ آئی اور ایم ۔ ای ۔ سی کی جانب سے روبہ عمل لائی گئیں ۔ اس علاقے میں باکسائٹ ذخائر کی جملہ مقدار کا تخمینہ تقریباً ۲۰۰ ملین ٹن ہے جو یہاں پر ایک المونیم پلانٹ کے قیام کے لئے کافی سے زیادہ ہے ۔ اے ۔ پی مائننگ کارپوریشن اور اے ۔ پی انڈسٹریل کارپوریشن کی جانب سے ایم ۔ ای ۔ سی ۔ اور ین ۔ ایس ۔ کو متعین کیا گیا ہے کہ وہ ان ذخائر پر مبنی المونیا ۔ المونیم انڈسٹریز کے قیام کے امکانات کا جائزہ لے کر اپنی رپورٹ پیش کرے ۔ رپورٹ کا انتظار ہے ۔

منگم پیٹھ ضلع کڑپہ کے " بیرائٹس " ذخائر کا پتہ چلانے میں محکمہ ہی اولیت حاصل ہے ۔ بعد میں جی ۔ ایس ۔ آئی کی تحقیقات نے ثابت کردیا کہ ملک بھر میں کسی ایک جگہ پرسو ۔ ودیر ائٹس ذخائر میں منگم پیٹھ ذخائر کی مقدار سب سے زیادہ یعنی ۵۰ ملین ٹن سے زائد ہے ۔ وساکھاپٹنم میں مجوزہ اسٹیل پلانٹ کے لئے درکار خام مال کی تلاش و تحقیق کا کام بھی محکمے نے انجام دیا ہے ۔ ضلع کھمم کے مقام کارے پلی کے قریب یرر یم ۔ ایس گریڈ " ڈولومائٹ " ذخائر کا سراغ لگانے کا کارنامہ بھی اسی محکمہ کا ہے ان ذخائر کی مقدار تخمیناً ۳۶ ملین ٹن ہے ۔ علاوہ ازیں ڈاچے پلی کے قریب واقع نرم چونے کے ذخائر کا بھی محکمے ہی نے کھوج لگایا ہے ۔

ریاست میں واقع گریے فائٹ ذخائر کی علاقہ واری تحقیق کے کام کے سلسلے میں اضلاع کھمم ۔ مغربی گوداوری مشرقی گوداوری اور وساکھاپٹنم میں گریے فائٹ ذخائر کی تحقیقات تفصیل کے ساتھ روبہ عمل لائی گئیں ۔ اونگول کے قریب لوہے کی کچ دھات کے ذخائر کی جانچ کی گئی اور ان سے استفادہ کرنے کے امکانات کا جائزہ لیا گیا ۔ اونگول کے قریب کونجیڈو اور امرلاپاڑو میں ۱۰۶۰ ملین ٹن کی مقدار میں لوہے کی دھات کا پایا جانا ثابت ہوا ہے ۔ ان ذخائر سے استفادہ کرنے کے امکانات کے بارے میں اے ۔ پی ۔ آئی ۔ ڈی ۔ سی نے " یم ای ۔ سی ۔ او ۔ این ۔ ایس " سے رپورٹ تیار کرنے کو کہا ہے ۔

ضلع کھمم کے مقام بیارم کے قریب لوہے کی کچ دھات کی تحقیقات کی گئیں تاکہ پالونچہ کے اسپونج آئرن پلانٹ کے لئے ان ذخائر کو فراہم کرنے کا جائزہ لیا جاسکے ۔ ان ذخائر میں

پانچ ملین ٹن کچ دھات کی موجودگی کا ثبوت ملا ہے ۔ ضلع کرنول میں والکاپورم کے قریب اسبسٹاس کے ذخائر کی تفصیل سے جانچ کی گئی اور ذخائر کی موجودگی کا تیقن حاصل کرنے کے لئے تحقیقاتی کھدائیاں روبہ عمل لائی گئیں ۔ ضلع کرنول کے ہائی گریڈ لائم اسٹون ذخائر کی تفصیلی تحقیق کی جارہی ہے اور اے ۔ پی ۔ آئی ۔ ڈی ۔ سی کی جانب سے قائم کئے جانے والے کیلشم کاربائیڈ پلانٹ کے لئے ان کی افادیت کا جائزہ اور ان کی مقدار کا اندازہ لگایا جارہا ہے ۔ ” ایم ۔ ای ۔ سی اور این ۔ ایس ،، کے مشیروں نے افادیت سے متعلق رپورٹ تیار کرلی ہے اور ذخائر کے تعین کے لئے تفصیلی کام جاری ہے ۔

محکمے کی جانب سے انجام دئے جانے والے دوسرے تحقیقاتی کاموں میں حسب ذیل معدنیات کا کھوج بھی شامل ہے ۔ بیرائٹس ذخائر نندی پلی ضلع کڑپہ اور گنجی واری پلی ضلع پرکاشم میں منگانیز کے ذخائر ۔ اضلاع سری کاکلم اور پرکاشم میں ” کلے ذخائر ،، راجم پیٹھ ضلع کڑپہ میں بھولیشورم اور بوسورو ضلع مشرق گوداوری میں اور آصف آباد ضلع عادل آباد میں ” اسٹی ٹائٹ ،، ذخائر سٹسو کوٹہ (ضلع اننت پور) کے قریب ” سوپ ۔ اسٹون ،، ذخائر بدا پلی ضلع کریم نگر اور ضلع چتور میں ” لائم ۔ اسٹون ،، ذخائر تانڈور میں ” کیانائٹ ،، ذخائر چنڈی ضلع پرکاشم میں ” جپسم ،، ضلع محبوبنگر میں ” کوارٹزائٹ ،، ذخائر ضلع نلور میں ” کوارٹز ،، ذخائر حیدر آباد اور ضلع محبوب نگر میں ” کوارٹزائٹ ،، ذخائر ضلع کرنول میں ” کروسائٹ ،، ذخائر اضلاع کھمم اور کرشنا میں ” کورنڈم ،، ذخائر ضلع اننت پور میں ” آئرن اور ،، ذخائر اڑتی گالا (ضلع مشرق گوداوری) کے قریب ” سلیٹ ،، ذخائر ۔

ریاستی محکمہ کے علاوہ دوسری ایجنسیوں کی جانب سے جو تحقیقاتی کام انجام دئے گئے وہ حسب ذیل ہیں ۔ اگنی گنڈالا ضلع گنٹور میں جی ۔ ایس ۔ آئی کی جانب سے تانبے اور جست کے ذخائر کا کھوج اور بعد ازاں ایچ ۔ سی ۔ ایل کی جانب سے کان کنی کا آغاز ۔ سیلارم ضلع کھمم میں جی ۔ ایس ۔ آئی کی جانب سے تانبے کے ذخائر کا کھوج اور بعد ازاں اے ۔ پی ۔ ایم ۔ سی کی جانب سے کان کنی کا آغاز ۔ منگم پیٹھ ضلع کڑپہ میں ” بیرائٹس ،، ذخائر کی جی ۔ سی ۔ آئی ۔ کی ۔ جانب سے دریافت اور بعد ازاں اے ۔ پی ۔ ایم ۔ سی کی جانب سے عوامی شعبے کے تحت کام کا آغاز ۔ اضلاع وشاکھاپٹنم اور مشرق گوداوری میں ” باکسائٹ ،، ذخائر کی جی ۔ ایس ۔ آئی اور ایم ۔ ای ۔ سی لمیٹیڈ کی جانب سے دریافت اور بعد ازاں عوامی شعبے کے تحت استفادے کی خاطر متعلقہ علاقے کا تحفظ ۔ ووجرا کرور اور راسلا کوٹہ علاقوں میں جی ۔ ایس ۔ آئی اور این ۔ ایم ۔ ڈی ۔ سی کی جانب سے ہیروں کا کھوج ۔ چلپا اور گانیکلوا علاقہ جات ضلع کرنول میں جست اور تانبے کے ذخائر کا جی ۔ ایس ۔ آئی کی جانب سے کھوج ۔

گزشتہ دہے کے دوران میں معدنی صنعت کو ریاست کے اندر زبردست فروغ حاصل ہوا ہے ۔ ریاست میں معدنی ٹھیکوں کی جملہ تعداد ۱۰۸۹ ہے اور ریاست میں جو معدنیات نکالی جاتی ہیں وہ یہ ہیں ۔ کوئلہ ، چونے کا پتھر ، بیرائٹس ، ابرک اسبسطاس ، منگانیز ، اپلٹائٹ ، خام لوہا ، کوارٹز ، اسٹی ٹائٹ ، گیریفائٹ ، کلیز ، سلیٹ ، کروسائٹ وغیرہ ۔

ریاست میں ہندوستان کاپر لمیٹیڈ کی جانب سے ضلع گنٹور میں بنڈلاموٹو کے جست ذخائر کی نکاسی کا آغاز معدنی صنعت کے فروغ کی سمت میں ایک قابل ذکر اقدام ہے ۔ اس ادارے نے ایک بڑا فائدہ مند پلانٹ قائم کیا ہے اور روزانہ ایک سو ٹن کچ دھات کی نکاسی عمل میں آتی ہے ۔ سنگارینی کالریز کمپنی لمیٹیڈ کی جانب سے حاصل کی جانے والی کوئلے کی پیداوار ۱۹۷۵-۷۶ ع میں بڑھکر ۱۱ء۷ ملین ٹن ہوگئی ہے ۔ راما گیری گولڈ فیلڈ پر بھارت گولڈمائنز کی جانب سے دوبارہ کام آغاز کیا جارہا ہے ۔ ضلع کڑپہ کے منگم پیٹھ علاقے میں اے ۔ پی ۔ ایم ۔ سی کی جانب سے بیرائٹس حاصل کرنے کا کام بھی کافی اہمیت کا حامل ہے ۔

* * * * *

خود نوشت سوانح عمریوں میں "یادوں کی برات" کا مقام

کچھ جوش کے حالات تو پڑھکر دیکھو
کچھ اس کے خیالات تو پڑھکر دیکھو

اوہام کی بھٹی میں تپے نقادو
کچھ یادوں کی بارات تو پڑھکر دیکھو

از صابر کمال ایم - اے

دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں کا مقابلہ جب ہم اردو زبان سے کرتے ہیں تو ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ اردو زبان ابھی ترقی کے منازل طے کررہی ہے ابھی اس میں بہت کام باقی ہے - اسکے برخلاف جب ہم انگریزی ، فرانسیسی ، چینی ، جرمنی ، زبان کے تعلق سے معلومات حاصل کرتے ہیں تو ہمکو پتہ چلتا ہیکہ ان زبانوں میں تقریباً ہر صنف سخن پر لکھا جا چکا ہے۔ اور لکھا جارہا ہے۔

یوں تو اردو میں بھی بہت سارے علوم و فنون پر لکھا جا چکا ہے لیکن پھر بھی جہاں تک ادب کا سوال ہے سوانح نگاری ، اور خود نوشت سوانح عمری کی طرف بہت کم توجہ کی گئی ہے - اور اگر کچھ کبھی لکھا بھی گیا ہے تو وہ صرف اس طرح جس طرح کہ ایک معتقد اپنے مرشد کی خوبیاں بیان کرھا رہو ، پوری سوانح عمری پڑھنے کے بعد قاری کو ایسا لگتا ہے جیسے وہ کسی انسان کی سوانح عمری نہیں پڑھ رہا ہے بلکہ کسی فرشتہ کی زندگی کے حالات پڑھ رہا ہے - اردو ادب کے مشہور اور معتبر سوانح نگاروں میں ہمکو حالی اور شبلی کے نام سر فہرست ملتے ہیں - لیکن ہم ان میں بھی یہی بات پاتے ہیں -

اسی طرح اردو میں جو سوانحیات اب تک لکھے گئے ہیں ان میں بہت سارے واقعات کو ضبط تحریر میں نہیں لایا گیا ہے۔ صرف روشن پہلو ہی پیش کئے گئے ہیں - ان میں زندگی کے تاریک ، غیر مہذب ، بے تکلف اور پرائیویٹ واقعات کو قطعی نظر انداز کردیا گیا - بیسویں صدی میں سوانح نگاری کے آئین و ضوابط یکسر بدل چکے ہیں نفسیات نے فرد کی زندگی اور شخصیت میں گناہ و ثواب ، نیکی و بدی ، روشنی اور تاریکی سب کو شامل کرلیا ہے - ابلیس کے بغیر آدم کا تصور مکمل نہیں ہوتا انسان میں نور اور نار دونوں عناصر موجود ہیں آجکل سوانح نگار ان سب باتوں پر نظر رکھتا ہے - لیکن اردو کی سوانح عمریوں میں اس کا بہت کم خیال رکھا گیا ہے۔

اب ایسی خود نوشت سوانحیات کی بات تو اردو میں نہ ہونے کے برابر ہے لیکن اس کی جھلک میر تقی میر کے ہاں تو کبھی ابوالکلام آزاد کے یہاں ملتی ہے - سرورالملک نے کارنامہ سروری اور ہوش بلگرامی نے مشاہدات، اور ڈاکٹر یوسف حسین خاں نے یادوں کی دنیا تو لکھی ہے - لیکن ان خود نوشت سوانح عمریوں کے مطالعے سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ بھی فرشتوں ھی کی سوانح عمریاں ہیں - بعض بعض مقامات پر کچھ لطیف اشارے بھی ملتے ہیں جس کو پڑھنے سے ان کی نجی زندگی کے واقعات بے نقاب ہوتے ہیں لیکن ایسے واقعات نہ ہونے کے برابر ہیں - رشید احمد صدیقی نے "آشفتہ بیانی میری"، میں اپنی زندگی کے حالات کو بڑے حسین پیرائے میں بیان کیا ہے - لیکن اسے ہم خود نوشت سوانح حیات نہیں کہہ سکتے یہ اور بات ہے کہ یہ ان کے انشائیہ ہوں - اسی طرح ایک اور خود نوشت سوانحیات امیر علی ٹھگ کی ہے جو سوانح حیات تو ہے لیکن اس کا کوئی ادبی مقام نہیں ہے۔

سنہ ۱۹۷۰ء میں شاعر اعظم جوش ملیح آبادی کی نثر کی چوتھی تخلیق " یادوں کی برات"، منظر عام پر آئی جسے جوش صاحب نے اپنے عزیز محسن اور دوست روشن علی بھیم جی کی ذات گرامی سے منسوب کیا ہے - اس کتاب کو جوش اکیڈمی نے شائع کیا ہے - اس پر مختلف مکاتب خیال سے مختلف تنقیدیں کی گئی ہیں -

جوش صاحب نے '' یادوں کی برات،، کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے (۱) '' چند ابتدائی باتیں،، جسمیں جوش صاحب کی زندگی کے حالات پیش کئے گئے ہیں۔ (۲) '' میرا خاندان،، اس باب میں جوش صاحب اپنے پر دادا ، دادا ، ماں ، باپ ، چچا ، بیوی ، بیٹی ، بیٹے ، کا ذکر کیا ہے ۔ (۳) '' چند قابل ذکر احباب ،، اس باب میں ۴۳ احباب کا ذکر ہے ۔ مثلاً اثر ملیح آبادی ، مختار احمد خاں ، قاضی خورشید احمد، صاحب عالم، رفیع احمد خاں ، قدر ، سہا ، ڈاکٹر سکسینہ ، مانی ، شرر ، دلگیر ، اثر لکھنوی ، آزاد انصاری ، فانی ، روپ سنگھ ، وصل، کرنل اشرف، کنور مہندرسنگھ بیدی سحر ، پنڈت جواہرلال نہرو، سروجنی نائیڈو ، میاں محمد صادق ، حیرت ، مستوں ،عبداللہ عمادی فراق ، سلیم ، حالب ، روشن علی بھیم جی ، آغا حسین ، مصطفے زیدی اور مجاز ، وغیرہ ۔ (۴) '' میرے دور کی چند عجیب ہستیاں، ان میں ناظم الدین حسن ، مولوی احمد حسین ، نواب‌زادہ مصطفے علی خاں ، ابر قدوالی ، وغیرہ کا ذکر ہے ۔ سب سے آخری باب '' میرے معاشقے ،، ہ جس پر کافی لے دے ہوئی ہے ۔ اس باب میں جوش صاحب کے اٹھارہ معاشقے میں سے صرف آٹھ کی تفصیل ہے۔ جوش صاحب نے راقم الحروف سے فرمایاتھا کہ

'' میں سوچ رہا ہوں کہ اپنے معاشقوں کو ان کے صحیح نام سے لکھوں یا ان کا ذکر نہ کروں،،

خیر اچھا ہی ہوا کہ جوش صاحب نے صرف نام کے پہلے حروف ہی سے کام لیا ورنہ نہ جانے ان کی زندگی ہی میں کیا قیامت آجاتی ۔

'' یادوں کی برات،، پر مختلف مکاتب خیال سے مختلف تنقیدیں کی جا چکی ہیں تقریباً ہر گوشے سے یہ آواز بلند کی گئی ہیکہ جوش صاحب نے '' یادوں کی برات،، میں اپنے معاشقے کی تفصیل بر ملا بیان فرما کر اردو ادب میں ایک بری روایت کو جنم دیا ہے۔ مذہبی اصولوں کا پاس نہ سہی لیکن اخلاق معیار کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے تھا ، اپنی کمزوریوں کی پردہ پوشی کے بجائے اسے طشت از بام کرنا اور اس پر بیجا فخر کرنا کوئی اچھی بات نہ تھی ۔ بعض بعض مقامات پر مزاح بے تکلفی کے حدود سے تجاوز کرکے پھکڑ پن کی سرحدوں میں داخل ہو گیا ہے۔بعض مقامات پر فحش اور غیر مہذب کلمات اور ناشائستہ فقرے قاری کے دماغ کو پراگندہ کرتے ہیں ۔ ان پر ایک الزام یہ بھی لگایا گیا ہے کہ انہوں نے تعلی سے کام لے کر اپنے آپ کو عظیم ثابت کرنے کے لئے دوسروں کو پست گردانا ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بعض واقعات کے سلسلے میں صریحاً غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے ۔ بعض ان کے قریبی دوست احباب کا خیال ہے کہ جوش صاحب نے چند خیالات کے اختلافات کی وجہ سے ان کا ذکر یادوں کی برات ،، میں نہیں کیا ہے ۔ حالانکہ ان کا ذکر '' یادوں کی برات ،، میں کرنا چاہیئے تھا ۔

الغرض جتنی منہ اتنی باتیں ۔ ان پر ہزارہا قسم کی تنقیدیں کی جا چکی ہیں ۔ ان تنقیدوں کی روشنی میں اگر ہم ''یادوں کی برات،، کا تعین خود نوشت سوانح عمریوں میں کرنا چاہیں تو یہ ضروری ہے کہ ہم اس پر بھی غور کریں کہ جوش صاحب نے کن حالات میں '' یادوں کی برات ،، لکھی ہے ۔ تو ہمیں '' یادوں کی برات،، کو سمجھنے میں کافی مدد ملے گی ۔ جوش صاحب سنہ ۱۹۶۷ع میں جب ہندوستان تشریف لائے تو راقم الحروف سے فرمایا تھا کہ

'' یادوں کی برات،، کو دو جلدوں میں شائع کررہا ہوں ایک جلد سنہ ۱۹۰۶ع تک دوسری جلد سنہ ۱۹۰۶ع سے موجودہ دور تک ہے۔ اور سنہ ۱۹۰۶ ع تک کے حالات لکھ چکا ہوں اور اس کی کتابت بھی ہو چکی ہے ،، ۔

جوش صاحب جب سنہ ۱۹۶۷ میں ہندوستان سے واپس ہوئے تو ان پر کئی قسم کے بہتان لگائے گئے جن کا انہوں نے خواب میں بھی ارتکاب نہیں کیا تھا ۔ ان کے خود ساختہ معایب کا جلوس نکالا گیا ۔ ان کی بے دینی کے ڈنکے پیٹے گئے ۔ ان کے ہندوستان میں دئے گئے معصومانہ انٹرویو کو ہزار ہزار رنگ چڑھا کر ان کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ۔ اور ان کے معاش پر بھی ضرب لگائی گئی اس دور کا لکھا ہوا ایک خط راقم الحروف کے نام ملاحظہ فرمائیے جس سے ایوب خانی دور کا ہلکا سا اندازہ ہوگا ۔

۱۳۸ ڈی ، فڈرل ایریا بی ۔ ۵، کراچی ۲۷ - ۱ - ۶۸ ع

میاں صابر آج تمہارے خطوں کے جواب کی توفیق حاصل ہوئی ہے ۔ افسوس کہ یہاں آکر کچھ ایسی پریشانیوں میں گھر گیا کہ تم کو جلد خط نہیں لکھ سکا ۔

اس کا یقین رکھو کہ تم کو میری ذات سے جو محبت ہے میں اس کو دل سے محسوس کرتا ہوں اور کبھی فراموش نہیں کر سکتا ۔

دفتر سے میرا تعلق منقطع ہوچکا ہے ، گھر کے پتے سے جواب دینا۔ علامہ حیرت بدایونی کے پاس جا کر میرا سلام پہنچادو اور کہہ دو تمہارا جوش تم کو بہت یاد کرتا ہے اور اس بے چارہ کا جہاز اب ساحل کے قریب آچکا ہے شاید اب کبھی ملاقات نہیں ہوسکے گی ۔

السلام ، اے بعد ما ، آیندگان رفتنی
بر شما خوش باد ، نا خوش ہائے دنیائے دنی ! مخلص

جوش مرحوم

جوش صاحب پر جو مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اگر انکا تصور بھی کرلیا جائے تو ٹھنڈے ماتھے سے پسنے کی ندیاں بہہ جائیں گی - لیکن جوش صاحب کا مزاج اور گلاب کے پودے کا مزاج ایک سا ہے بعینہ جب اسے قطع کیا جاتا ہے یا دوسری جگہ منتقل کیا جاتا ہے تو وہ اور پھبک جاتا ہے - اس طرح چند روز پریشان رہنے کے بعد جوش صاحب پھر لکھنے پڑھنے میں مصروف ہوگئے- اور بہت سرعت کے ساتھ '' یادوں کی برات ،، کی تکمیل میں لگ گئے - ''یادوں کی برات،، کے تعلق سے جوش صاحب نے ابتدا ھی میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ وہ اس سے مطمئن نہیں ہیں - اس سلسلے میں وہ فرماتے ہیں کہ :—

''میں نے اپنے حالات زندگی قلمبند کرنے کے سلسلے میں کامل چھ برس تک زیادہ تر مسلسل اور کہہ کہ غیر مسلسل عرق ریزی کی ہے - ڈیڑھ برس کی محنت کے بعد پہلا مسودہ تیار کیا اسے ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا پھر ڈیڑھ برس تک میں دوسرا مسودا مکمل کیا اس پر بھی تنسیخ خط کھینچ دیا - پھر ڈیڑھ پونے دو سال صرف کرکے تیسرا مسودہ تیار کیا اور تین ہزار میں اس کی کتابت مکمل کرالی - مگر جب اس پر غایر نظر ڈالی تو پتہ چلا کہ اس مسودہ کو میں نے ایک ایسے گھبرائے ہوئے آدمی کی طرح لکھا ہے جو صبح کو بیدار ہوکر رات کے خواب کو مکمل اس خوف سے جلدی جلدی الٹا سیدھا لکھ مارتا ہے کہ کہیں وہ ذہن کی گرفت سے نکل نہ جائے - اور خدا خدا کرکے یہ چوتھا مسودہ شایع کیا جارہا ہے اور — میں یہ چوتھے مسودے سے بھی مطمئن نہیں ہوں لیکن کیا کروں اب مجھ میں دم نہیں رہا ہے - کہ دو برس مزید عرق ریزی کرکے پانچواں مسودہ لکھوں اور اسے بھی قلم زد کردوں اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سوچتا ہوں کہ اب میرے چل چلاؤ کا وقت سر پر آپہنچا ہے —ڈرتا ہوں کہ نہیں ایسا نہ ہو کہ —تحریر ھی میں خدا کے فضل و کرم سے موت آجائے اور مسودہ نا تمام پڑا رہے- اس لئے اب جیسا بھی ہے یہ چوتھا مسودہ پیش کرتا ہوں ،، -

جوش صاحب اپنے حافظے کے تعلق سے فرماتے ہیں کہ :
میں کبھی قوی حافظے کا مالک نہیں رہا اور اب تو یہ عالم ہو گیا ہے کہ رات کو کیا چیز کھائی تھی صبح کو یہ بھی یاد نہ رہا -

اور تو اور آپ کو مشکل سے یقین آئے گا کہ ایک روز ایک خط لکھنے کے بعد جب دستخط کی نوبت آئی تو اپنا تخلص بھول گیا چند سکنڈ تک مجھ پر عجیب کرب کی کیفیت طاری رہی اور دل دھڑ دھڑ کرنے لگا اور اگر دو چار سکنڈ کے اندر اندر اپنا تخلص نہ یاد آجاتا تو یقین فرمائیے کہ میرا دم نکل جاتا ،،

میں نے یہ بات اس واسطے لکھدی کہ اگر میری زندگی کے کسی واقعہ میں کمی بیشی یا تقدم و تاخر نظر آئے تو آپ اسے میرا ارادی فعل نہ سمجھیں اور میری حالت پر ترس کھا کر اسے معاف کردیں -

حالات قلمبند کرنے کی جگرکاریاں کے پیراگراف میں لکھتے ہیں کہ :—

بچھتر برس کی پہاڑ سی زندگی کا احاطہ کرنا بچوں کا کھیل نہیں ہے - میں نے بجھے ہوئے حافظے کے تہ در تہ پیچیدہ اور گھور اندھیروں میں ٹٹول ٹٹول کر یہ سفر طے کیا ہے - ان اندھیاروں میں میرے حالات اس قدر الجھے اور ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے تھے کہ یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ کون مقدم ہے اور کون موخر اور کا غول بیابانی مجھے کس طرف لے جارہا ہے- میں پھونک پھونک کر قدم رکھتا آگے بڑھتا رہا - اپنی پیری کو لڑکپن کی سرحدوں تک کھینچ کر لے گیا لڑکپن سے زیعان شباب کی جانب باگ موڑ دی ریعان شباب سے بھر پور جوانی اور جوانی سے ادھیڑ -

کے کوہ وبیاباں طے کرتا ہوا بڑھاپے کے اس بھیڑ تک آگیا ، کیا بتاؤں اس جانکاہ سفر میں کیا کیا جتن سفر کرنے پڑے میں نے اپنے بڑھاپے کو بچہ بنا کر اپنے ماں باپ کے آغوش میں بٹھایا اپنے گھر کی انگنیاں میں کلیلیں کیں پرانی برساتوں کو جگایا اپنے مدرسوں اور بورڈنگ ہاؤزوں میں گیا اپنے لنگوٹی یاروں کو پکارا اپنے موت کی نیند سوتے ہوئے مو رخان شباب کے شانے ہلائے اپنے دور افتادہ دوستوں کو اشاروں سے قریب بلایا اپنے جوانی کے شبستانوں میں سجایا جہاں زلفوں کی نسیم اب تک چل رہی ہے - اور ماضی سے اپنے کو جب ڈسوا چکا تو قلم کو خون میں ڈبو کر سب کچھ قلمبند کرلیا - اور اب آپ کو سنانے بیٹھ گیا -

جوش صاحب نے ''یادوں کی برات،، میں زندگی کے ہر پہلو کو برملا بیان کیا ہے - یعنی ''یادوں کی برات ،، میں خلوت اور جلوت کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے - جوش صاحب نے راقم الحروف سے فرمایا تھا کہ میں اپنی زندگی کے سارے حالات اس لئے لکھ رہا ہوں تا کہ مستقبل میں اردو ادب کے ناقدین کو مجھے سمجھنے میں مدد ملے اور اسی خیال کو پیش نظر رکھکر میں نے اپنا پہلا

مجموعہ ''روح ادب،، جو سنہ ۱۹۲۰ء میں شایع ہوا تھا ۔ اس میں سے وہ اشعار جس پر عزیز لکھنوی نے اصلاح دی تھی دوسرے ایڈیشن سے خارج کردیا تاکہ مجھے سمجھنے میں آسانی ہو،، ۔

جوش نے ''یادوں کی برات،، میں اپنی زندگی کے ۴ بنیادی میلانات بتائے ہیں ۔

(۱) شعر گوئی (۲) عشق بازی (۳) علم طلبی (۴) انسان دوستی شعر گوئی کے تعلق سے فرماتے ہیں :—

'' میں نے شاعر بننے کی کبھی تمنا نہیں کی شاعری کے پیچھے کبھی نہیں دوڑا ، بلکہ شاعری نے خود میرا تعاقب کیا اور ۹ برس کی عمر میں پکڑ لیا ۔ اگر شاعری کوئی اچھی شئے ہے تو واللہ میں کسی آفریں کا مستحق نہیں ہوں ۔ او، وہ اگر کوئی بری چیز ہے تو خدا کی قسم میں کسی ملامت کا بھی سزا وار نہیں ۔

عشق بازی کے تعلق سے فرماتے ہیں کہ :—

ہوش آنے ہی اچھی صورتیں میری نگاہوں کو کھلنے لگی تھی آگے فرماتے ہیں کہ :—

ماہ رخوں کی ناشکری اور سلونیوں کی نمک حرامی ہوگی اگر میں اس بات کا اعتراف نہ کروں کہ انکے عشق کے بغیر میں آدمی بن نہیں سکتا تھا ۔ میرا تمام کلام اور بالخصوص جمالیاتی شاعری کی کج کلاہی انہیں متوالیوں اور مدھ ماتیوں کی جو تیوں کا تصدق ہے اگر ان کے نظروں کے بان میرے دل کو چھنی کر کے گداختی نہ بیدا کردیتے تو خدا کی قسم مرتے دم تک میں گنگو شریف کا مولوی عبدالصمد بنا رہتا ۔

میں نے کوئے بتاں میں جس قدر بھی اپنی دولت ، صحت جوانی ، اور زندگی بھر بھر کر لٹائی ہے اس سے کہیں زیادہ ذہنی کمال کرچکا ہوں اور مکھڑوں کے خد و خال چن چن کر میں نے اپنے گرد و پیش اس قدر عظیم سرمایہ جمع کرلیا ہے۔ جسے آج تک گھر بیٹھے کہا رہا ہوں اور مرتے دم تک کھاتا رہوں گا ۔ رب شباب کی سوگند آج بھی جب کسی نکیلے مکھڑے کو دیکھ لیتا ہوں وہ مکھڑا انی بنکر میرے سینے میں کھچ سے چب جاتا ہے ۔،،

علم طلبی کے سلسلے میں فرماتے ہیں :—

'' اگر میرے دل میں علم طلبی کی لگن نہ ہوتی تو دیگر ریسوں کے مانند جاہل رہ جاتا ،، ۔

انسان دوستی کے سلسلے میں فرماتے ہیں :—

پہلے میں عشق کے موذی مرض میں گرفتار تھا اب حب انسانی کے مہلک مرض کا صیدزبوں ہوں کل محبوب کی مفارقت میں تکئے بھگویا کرتا تھا اب انسان کی مصایب پر رویا کرتا ہوں ،، ۔

'' یادوں کی برات،، میں بعض بعض مقامات پر جوش صاحب نے مبالغہ آمیزی سے کام لیتے ہوئے جو واقعات بیان کئے ہیں ان پر جھوٹ کا گمان ہو سکتا ہے ۔ اور بعض واقعات صریحاً غلط بھی ہو سکتے ہیں لیکن ہم اسکی روشنی میں ''یادوں کی برات،، یہ کہکر نظر انداز نہیں کرسکتے کہ ''یادوں کی برات،، ایک مہمل کتاب ہے اس میں صرف جوش صاحب نے تعلی سے کام لیا ہے۔ جوش صاحب نے جب اپنے خاندان کی ثروت اور دولت کا ذکر کیا ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ ''کنمنڈی،، کے تعلقدار نہیں بلکہ '' اودھ ،، کے نواب تھے ۔ میں بھی اس کا معترف ہوں لیکن اس کے دوش بدوش ہم کو یہ بات بھی غور کرنی چاہیئے کہ یہ کون کہہ رہا ہے ۔ یہ کوئی عام انسان کی سوانحیات نہیں بلکہ ایک عظیم فنکار کی داستان حیات ہے جسکا مصنف نے اپنی ذاتی محسوسات مشاہدات اور تجربات کی روشنی میں مرتب کیا ہے ۔ اور مصنف بھی کیا مصنف جسے سنہ ۱۹۲۰ء میں علامہ اکبر الہ آبادی نے مصور جذبات اور سنہ ۱۹۳۶ء میں قوم نے شاعرانقلاب ، شاعر شباب ، اور شاعر اعظم کہنا شروع کردیا تھا ۔ اور آج فراق گورکھپوری جیسا بلند پایہ شاعر و نقاد انہیں شاعر اعظم مانتا ہے ۔ اب آپ خود ہی اندازہ کیجئے جب ایک ایسا عظیم فنکار جب اپنی سوانح حیات لکھ رہا ہو تو لازمی بات ہے کہ اس میں تعلی سے کام لیا گیا ہوگا ۔ اگر اس کے جواب میں یہ کہا جائے کہ جوش صاحب نے '' یادوں کی برات ،، میں نثر میں شاعری کی ہے تو یہ مسئلہ بھی حل ہوجاتا ہے ۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ جوش صاحب نے غلط بیانی سے کام لیا ہے ۔ اور اپنے آپ کو یوسف ثانی ، رستم زماں ، حاتم دوراں ، سمجھکر بہت سارے ایسے من گھڑت واقعات بیان کئے ہیں جو ممکنات ہی میں سے نہیں ۔ تو میں ان کی خدمت میں ادباً عرض کرونگا کہ وہ تھوڑی دیر کے لئے اپنے ماضی میں لوٹ آئیں اور ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ کیا ان کی زندگی میں کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا کہ اگر اسے بیان کیا جائے تو نہ صرف سننے والے ان کا مذاق اڑائیں گے بلکہ انہیں جھوٹا اور شیخی باز تصور کرینگے ۔ اور بعض ایسے واقعات بھی ہونگے جن پر خود ان کو حیرت ہوگی کہ وہ کسطرح ان سے سرزد ہوگئے ۔

بعض ایسے لمحات بھی زندگی میں آتے ہونگے جب انکو صرف ایک نظر دیکھنے کے لئے لوگ بیچین ہوگئے ہونگے ۔ بعض ایسے حالات بھی ان کو پیش آئے ہونگے جب خاروں کے بدلے گلوں کو نچھاور کردیا گیا ہوگا ۔ اگر ان سارے واقعات کو تفصیل سے بیان کیا جائے تو کون انکی بات پر یقین کریگا اگرچہ وہ سارے واقعات اس طرح سچ ہونگے جسطرح کے مشرق سے سورج طلوع ہوتا ہے ۔ آپ خود اندازہ کیجئے کہ ایک عام انسان کی زندگی میں ایسے کئی واقعات پیش آسکتے ھیں جس کے بیان کرنے سے کوئی اس پر یقین نہیں کرسکتاتو ایک شاعر اور وہ بھی ایسا شاعر جسےسنہ ۱۹۲۰ع میں علامہ اکبر اله آبادی نے مصور جذبات ، اور سنہ ۱۹۳۶ع میں قوم نے شاعر انقلاب اور شاعر اعظم کہنا شروع کردیا تھا ۔ جسنے ۲۵، ۲۶ برس کی عمر میں سارے هندوستان میں شہرت حاصل کرلی تھی جسکا مجموعه ، اقبال ، جگر ، اصغر وغیرہ سے پہلے شائع ہوچکا تھا ۔ جو خاندانی اعتبار سے خوشحال ، اور صورت و شکل سے بھی شاہزادوں سے کم نه تھا اور بہادری اور سجاعت میں صرف یه کہدینا کافی ہے که وہ افغان زادہ تھا ۔

بات دراصل یه ہے که جس آدمی کا جتنا مطالعه اور جتنا مشاهده ہوگا جس ماحول میں وہ پلا بڑا ہوگا جسقدر دنیا دیکھی ہوگی جن حالات سے اسے سابقه پڑا ہوگا اس ہی کی روشنی میں وہ ہر بات پر غور کرےگا ۔ اور اپنی سمجھ بوجھ اور اندازے کے مطابق نتیجه نکالےگا ۔ '' یادوں کی برات،، کے ساتھ بھی کچھ ایسے ہی مضحکه خیز حالات پیدا ہوگئے ہیں ۔ اور بعض لوگ تو جان بوجھ کر اس کی مخالفت کررہے ہیں ۔ شاید ان نادان حضرات کے لئے ہی جوش نے یه رباعی کہی ہے ۔

کونین کی ہر آگ کو تجلاتا ہے
آفاق کے ہر نور کو دھندلاتا ہے
مہتاب میں دھبے ہیں گلوں میں کانٹے
بد بیں کو بس اتنا ہی نظر آتا ہے

جوش صاحب نے ''یادوں کی برات،، میں اپنے معاشقے کے عنوان سے اپنے اٹھارہ معاشقے میں سے صرف آٹھ (۸) کا ذکر کیا ہے۔ وہ بھی روایات ، جذبات ، اور حالات کی چھنی میں چھان کر اپنی شرمیلی قوم کے سامنے پیش کیا ہے ۔

اس سلسلے میں اگر یه کہا جائے که ظہیرالدین بابر کی خود نوشت سوانح عمری ''تزک بابری،، میں جب بابر نے اپنی محبت کو برملا بیان کیا ہے اور ہارون رشید کی سوانح عمری میں جب جعفر برمکی کے واقعه کو بیان کرنے سے ان کی ذات پر کسی قسم کا حرف نہیں آتا تو آخر حضرت جوش ہی سے ایسا کونسا گناہ عظیم سرزد ہوگیا ہے جس کی وجه سے هم ان پر طعن و تشنیع کرنا شروع کردیں ۔

مجھے جوش صاحب کے ساتھ کچھ عرصه رہنے کا شرف حاصل ہوا ۔ میں اس بات سے بخوبی واقف ہوں که جوش صاحب اس سن میں بھی پسندکی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں ۔ اگر میں ان حسین واقعات و حادثات کا تذکرہ کروں تو ایک علحدہ مکمل کتاب ہوجائے گی صرف اتنا ہی عرض کرنا مناسب خیال کرتا ہوں که آج بھی اردو ادب کے لاکھوں ایسے شیدائی موجود ہیں جو جوش کے سچے پرستار ہیں ۔

'' یادوں کی برات،، کو پڑھنے کے بعد حیدرآباد دکن کے چند معتبر بزرگ ہستیوں نے یه بات محسوس کی ہے که جوش صاحب نے حیدرآباد سے اخراج کے بارے میں کچھ غلط بیانی سے کام لیا ہے ۔ یه کس کی مجال تھی که دور آصفی میں نظام کے فرمان کو ٹال جائے اس تعلق سے کہا جاتا ہے که جوش صاحب کتنی ہی تاویلیں پیش کریں یه امر مسلمه ہے که صرف حضور نظام کی مہربانی ہی تھی تب ہی تو شہر بدر کردینے کے بعد بھی ان کو وظیفه عطا کیا جاتا رہا ۔ اور هندوستان کی آزادی کے بعد جوش صاحب کے قدیم کرم فرما پنڈت جواهولال نہرو کی نظر عنایت سے پرائیویٹ اسٹیٹ سے بھی وظیفه ملتا رہا ۔

الغرض جوش صاحب پر ہر حلقه سے تنقیدیں کی گئیں اور یه تنقیدیں اس وقت تک برابر جاری رہیں گی جب تک که خود نوشت سوانح عمریوں کے آئین و ضوابط اردو میں مدون نه ہو جائیں ۔ اور جس وقت خود نوشت سوانح عمری کو جانچنے کا ایک پیمانه بن جائےگا اس وقت ''یادوں کی برات،، کا صحیح تعین ہو سکےگا ۔

خواہ وہ ذکی الدین شایاں ہوں یا ڈاکٹر گیان چند یا جگن ناتھ آزاد ، یا ڈاکٹر وحید اختر ہر ایک نے ''یادوں کی برات،، کی زبان و بیان کو سراہا ہے ۔ جگن ناتھ آزاد نے اپنی خودنوشت سوانح حیات میں دو باب جوش صاحب کے تعلق سے لکھ رہے ہیں جو عنقریب شائع ہو جائے گی ۔

جیسا که ڈاکٹر عبدالودود خاں صاحب ''اردو نثر میں ادب لطیف،، میں لکھا ہے که :

''آب حیات آج کی تحقیق کے لحاظ سے کتنی ہی غلط کیوں نه ہو آزاد نے مبالغه آمیزی اور جانبداری سے کام کیوں نه لیا

و لیکن یہ ماننا پڑے گا کہ اسلوب کے لحاظ سے آب حیات میشہ قابل قدر رہے گی۔

یہی بات ہم "یادوں کی برات،، کے تعلق سے بھی کہہ کتے ہیں اور خود ڈاکٹر عبدالودود خاں صاحب نے بھی اپنی تاب میں جوش کی نثر کی تعریف کی ہے۔

"نقادوں کے جدید ترین گروہ کا المیہ یہ ہے کہ خود ان کے ممدوحین یعنی جدید ترین شعرا کا کلام ہی ان کے نظریہ قید کی نفی کردیتا ہے اگر ولی، میر، غالب، اقبال، اور وش اردو شاعری کو وہ کچھ نہ دیتے جو انہوں نے دیا ہے تو ہمارے جدید شعرا اظہار کی لکنت کا شکار ہوتے ممکن ہے شعرا بھی فیشن کے مطابق جوش کو یونہی سا شاعر قرار دیکر نی انانیت کو ٹھیک لیتے ہوں۔ لیکن اگر وہ تنہائی میں یانت داری کے ساتھ انانیت کے شکنجے کو طاق پر رکھکر نے ہی کلام پر غور کریں اور اپنی ہی آواز کو کان لگا کر یں تو انہیں محسوس ہوگا کہ ان کے لہجے سے آدھے کلام میں جوش بول رہا ہے اور جوش کا یہ کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہے،،۔

اسی طرح آج کے تقریباً سب ہی ترقی پسند نثر نگار، خواہ وہ فلمی رائیٹر ہوں یا افسانہ نگار، یا ناول نویس، یا صحافی، یا مزاح نگار، کسی نہ کسی طرح سے "یادوں کی برات،، سے مستفید ہورہے ہیں چونکہ "یادوں کی برات،، میں موقع اور محل اور زمانے اور احساسات، جذبات اور واقعات کے پس منظر کو پیش نظر رکھکر اسلوب بدل بدل کر لکھا گیا ہے۔ اور کئی گونگے الفاظ کو زبان عطا کی گئی ہے۔ اور کئی خوابیدہ جذبات اور احساسات کو الفاظ کا جامہ پہنا کر فکر کو آواز بنا دیا ہے۔

ان سب دلائل کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ "یادوں کی برات،، اردو کی خود نوشت سوانح عمریوں میں اسلوب کے اعتبار سے نہ صرف بہت بلند ہے بلکہ میں تو یہاں تک کہوں گا کہ اگر جوش کے ۲ مجموعے نہ بھی شایع ہوتے تو صرف "یادوں کی برات،، ہی کی وجہ سے جوش اردو ادب کے بہترین انشا پرداز سمجھے جاتے۔

* * * * *

ڈسپلن سے صنعتی پیداوار میں اضافہ ہوا ہے

اقبال متین

بھیا صاحب (خاکہ)

ڈاکٹر یوسف سرمست کا نام آج میرے لئے ایک معتبر ادبی شخصیت کا نام بن گیا ہے ۔ ورنہ یوسف سرمست میری نظر میں آج بھی وہی سیدھے سادے معصوم سے یوسف شریف الدین ہیں جو طالب علمی کے زمانے سے آج تک اسم نصف مسمی ہیں ۔ نصف پر میں نے زور اس لئے دیا ہے کہ وہ اپنے نام کی مناسبت سے حسن ظاہری میں یوسف ثانی تو نہیں ہیں لیکن شرافت میں اول تا آخر شریف الدنیا بھی ہیں شریف الدین بھی ۔ یوسف ثانی ہونے پر کبھی شہناز نے بھی اصرار نہیں کیا ہے ، جو ان کی شریک حیات ہیں لیکن شرافت کی وہ بھی قائل ہیں ۔

کسی ایسی شخصیت پر قلم اٹھانا جو اجلے دھلے ہوئے سفید پوشاک کی طرح صاف ستھری ہو بڑا مشکل مرحلہ ہے ۔ لطف تو جب آتا ہے جب کہ شخصیت کا یہ لباس کہیں سے پھٹا ہوا بھی ہو ۔ کہیں کہیں اس پر دھبے بھی ہوں ۔ یہ مانتے ہوئے بھی کہ مکمل شخصیت وہ نہیں ہوتی جو ہمیں نظر آتی ہے اور وہ بھی نہیں ہوتی جو ہمیں نظر نہیں آتی میں نے یوسف سرمست کو ان کے ظاہر و باطن میں کھوجنے کی سعی ناسشکور کی ۔ جو ہاتھ لگا وہ صرف " بھیا صاحب ،، تھے ۔

بھیا صاحب کو میں ان کے بچپن سے جانتا ہوں ۔ یہ میرے چچازاد چھوٹے بھائی ہیں ۔ محترم چچا تمکین سرمست صاحب کے فرزند ارجمند ۔ قبلہ تمکین صاحب بھی انہیں بھیا صاحب ہی پکارتے تھے ۔ جس لڑکے کو اس کا باپ بھی صاحب کہکر مخاطب کرے اس لڑکے کا امیج خاندان بھر میں کسی نہ کسی انداز سے احترام کا کوئی نہ کوئی پہلو لئے ہوئے ہی ابھر سکتا تھا ۔ چنانچہ جب میں نے بھیا صاحب کے بچپن میں ان کے لڑکپن کی تلاش شروع کی تھی تو مجھے کچھ بھی نہ ملا تھا ۔ مجھے بھیا صاحب کا بچپن کہیں ملا ہی نہیں ۔ نہ کسی سے لڑنا جھگڑنا نہ کسی بات پر ضد کرنا ۔ زندگی کی ہر صعوبت سے اس طرح سمجھوتہ کرلینا جیسے کوئی خوشی مل گئی ہو ۔ خواہشوں کا سلسلہ بس اتنا کہ ختم تو کیا ہوتا جبکہ شروع ہی نہ ہوتا تھا ۔ چھوٹے تھے تو برف کے لڈو پر نہیں جھپٹے ۔ ذرا اور سیانے ہوئے تو نہ گیند اچھالا نہ بلا گھمایا ۔ اسکول میں داخل کرائے گئے تو کتابوں ہی کو اوڑھنا بچھونا سب کچھ سمجھ لیا ۔ پرائمری سے مڈل اسکول تک بھیا صاحب کا صوفیانہ لڑکپن وہی ترک تمنا کی منزلیں طے کرتا رہا ۔ ایک بار اسکول جاتے ہوئے مجھے راستے میں ملے ۔ قمیض کے بٹن اس طرح لگا رکھے تھے کہ درمیانی بٹن گلے کے کاج میں جڑا تھا ۔ پیروں پر نظر گئی تو اس ' طفل خدا ، نے ایک جوتے میں ڈوری باندہ رکھی تھی تو دوسرے جوتے کو ستلی سے کس لیا تھا ۔ میں نے قمیض کے بٹن تو ٹھیک کردئے بڑی لجاجت اور برخورداری سے بھیا صاحب مسکرائے ۔ میں نے جوتے کے فیتے کے بارے میں سوال کیا ۔ تو شرما کر کہا ۔ " جی وقت ہی نہیں تھا کہ خرید لینا ،، ۔ اور اطمینان سے چل دئے —

سنا کہ تین چار دن تک انہیں فیتہ خریدنے کو وقت ہی نہیں ملا ۔ یہ باتیں بادی النظر میں تو لاوبالی فطرت کا مظہر ہیں ۔ لیکن غور سے دیکھا جائے تو بھیا صاحب کے مزاج کا یہ پہلو ، ان کے ہم عمروں سے انہیں ممیز کرتا تھا ۔ کچھ یوں محسوس ہوتا تھا کہ ایک معصوم سا ذہن اپنی سوچ بچار کے وسیلے سے عدل و فہم کی بھول بھلیوں میں راستے کی تلاش کررہا ہے اور یہ تلاش اس سے اس کا بچپن چھین رہی ہے ۔ کچھ اسی طرح بھیا صاحب نے اپنے بچپن کو اس کی مانے بغیر پیچھے چھوڑ دیا ۔ اور جب مسیں بھیگیں تو الھڑ جوانی کے مقابل شعور و آگہی کے صحرا بھی تھے ، سمندر بھی — اب کبھی آگہی کے صحرا کی دشت نوردی میں ۔ کبھی شعور و احساس کے سمندر کی غواصی میں بھیا صاحب نے خود اپنے آپ پر نظر کی تو ان کی جوانی سے الھڑ کا لفظ ٹوٹ کر ، بچھڑ کر جانے کہاں بھٹک گیا تھا ، جانے کہاں کھو گیا تھا — زمانے کی دستبرد سے بچ بچا کر جب عمر کا یہ دور زرین بھیا صاحب کے ہاتھ آیا جسے شباب کہتے ہیں تو نہ بھیا صاحب سے اس کی صورت پہچانی گئی نہ دیکھنے والوں نے ہی اس دولت کا اندازہ کیا جو عمر سے پہلے عمر سے بچھڑ جانے پر کسی انسان کو حاصل ہوتی ہے — اسی کھونے اور پانے کی شکست و ریخت سے بھیا صاحب کی شخصیت کا خمیر اٹھا ہے ۔

یہ عجیب بات ہے کہ تخلیقی فن کی نشوونما کو جانے کیوں ایسا ہی مزاج راس آجاتا ہے ۔ " بیسویں صدی کے ناول ،، میں جہاں ڈاکٹر یوسف سرمست کی گہری تنقیدی بصیرت کا پتہ چلتا ہے وہیں صفحات کے صفحات ان کی تخلیقی دسترس کا مظہر ہیں ۔ اس مبسوط تھیسس کی انہیں خوبیوں کے باعث میں اس کو ایک وقیع تخلیقی تنقید سمجھتا ہوں ۔ اپنے اس تنقیدی مقالے میں یوسف سرمست نے اردو ناول پر تحقیق و تنقید کا ناقابل تردید معیار قائم کیا ہے — اردو ناول پر جو کچھ آج تک لکھا گیا ہے

اس سے ناول کی وقعت کو جانچنے کی کسوٹی تو بھلا کیا ملتی۔ فکر و نظر کی تحقیر و توقیر میں خط فاصل کھینچنا بھی مشکل، نظر آتا تھا ۔ ہر پھر کر نظر ٹھرتی تو علی عباس حسینی کی '' ناول کی تاریخ و تنقید ،، ہی پر۔ جس میں تاریخ تو ملتی تھی تحقیق و تنقید کم کم ۔ ایسے میں یوسف سرمست نے نہ صرف یہ کہ سجاد حسین انجم اور سجاد حسین ایڈیٹر اودھ پنچ کی تحلیقات کے بارے میں اہم تحقیقی کام کیا ہے بلکہ قاری سرفراز حسین کے '' شاھد رعنا ،، اورمرزا ھادی رسوا کے '' امراؤجان ادا ،، کی نسبت ایسے اہم سوالات اٹھائے ہیں کہ ایک حد تک ''امراؤجان ادا ،، کا اردو ناول میں سارا امیج ٹوٹ سا جاتا ہے۔ خاص طور پر اس مسئلہ میں اردو ناول پر یہ تحقیق دوسرے لکھنے والوں کو دعوت فکر دیتی ہے۔ ایک بہت ہی اہم ترین بحث یوسف سرمست نے اردو ناولوں کو '' مقبول اور سنجیدہ ،، کے عنوان کے تحت منقسم کر کے اٹھائی ہے اور آفاقی ادب میں ناول کی ٹکنک کے اثرات کو اردو ناولوں میں تلاش کیا ہے — شعور کی رو والی، ٹکنک کو اردو ناول میں برتنے میں سجادظہیر کی '' لندن کی ایک رات ،، کو یوسف سرمست نے اولین کوشش قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ نے کتاب کے تعارف میں ان سارے اہم نکات کا احاطہ کرتے ہوئے مستقبل کے نقادوں سے مزید روشنی ڈالنے کی توقع کا اظہار کیا ہے۔

مجھے سب سے زیادہ خوشی تو اس بات کی ہے کہ ڈاکٹر یوسف سرمست نے ابراھیم جلیس کے ناول چوربازار کی بازیافت کی ہے۔ تقسیم ملک سے قبل کے لکھنے والوں میں ابراھیم جلیس نے اردو فکشن کو بہت کچھ دیا ہے جو ہر طرح ناقابل فراموش ہے ۔ میرا حیدر آباد اس سفاکانہ بے اعتنائی کا مجرمانہ حد تک مرتکب رہا ہے کہ اس نے اپنے ہی جواھرات کو بازار کے جھوٹے کنکروں کی وقعت بھی نہیں دی ۔ جلیس جہاں کہیں بھی رہیں حیدرآباد کا ورثہ ہیں ۔ یوسف سرمست نے چوربازار کو اردو کے بہترین ناولوں میں سے ایک ناول قرار دیا ہے۔ یوسف سرمست نے لکھا ہے کہ '' چور بازار اردو کا بے حد منفرد ناول ہے اور ہر لحاظ سے اردو کا جدید ترین ناول ہے ،، —اپنے اس دعوے کے جواز میں انہوں نے چور بازار کی اہمیت پر کھل کر بحث کی ہے ۔ یوسف سرمست سے گزارش کروں گا کہ وہ ابراھیم جلیس کے سارے کنٹریبوشن کو پیش نظر رکھ کر جلیس کی صحیح قدر و قیمت سے دنیائے ادب کو روشناس کرائیں ۔ یوسف سرمست پر ایک اور قرض بھی ہے جو ناخن کا قرض ہی نہیں رگ جاں کا مرض ہے اور وہ ہے حضرت تمکین سرمست جیسے منفرد اور با کمال شاعر کی منزلت کو پہچاننا ۔ کل کے دن کہیں ایسا نہ ہو کہ اردو شاعری کا مستقبل یوسف سرمست کی اس بے اعتنائی کا شکوہ سنج ہو۔

یہ ساری باتیں میرے مضمون میں بر سبیل تذکرہ آگئی ہیں۔

اس کتاب کی ادبی، تحقیقی اور تنقیدی اھمیت پر دوسرے فاضل مضمون نگار روشنی ڈالیں گے ۔

میرا منصب تو صرف اتنا ہے کہ بھیا صاحب میں ڈاکٹر یوسف سرمست کو پکڑوں اگر وہ ھاتھ لگیں ۔

تلاش ، تلاش ، تلاش ۔ جب یہ لفظ بھیا صاحب کی شخصیت کا جز ھو گیا تو دوران خانہ کیا کیا ھنگامے ھیں ان کی طرف کم ھی کسی کی نگاہ گئی ہے۔ سبھوں نے یہ ضرور دیکھا ہے کہ بھیا صاحب باتیں کرتے کرتے کھو جاتے ھیں۔ محفل میں رہ کر بھی اکثر محفل میں نہیں ہوتے — سڑک پر چل رہے ھوں تو یہ بھول جاتے ھیں کہ آنکھیں کھلی بھی ھوں تو کبھی کبھی نہیں دیکھ سکتیں — کان گونج رہے ھوں بھی تو یہ ضروری نہیں ہے کہ موٹر کے ھارن اور اپنے ھی جسمانی خول کے اندر کی چیخ و پکار میں کوئی تفریق کی جاسکتی ہے ۔

تماشہ دیکھنے والا خود کس طرح تماشہ بن جاتا ہے یہ منظر شہناز نے دیکھا ہے—ایک دن یوں بھی ہوا کہ بھیا صاحب اپنی شریک زندگی شہناز کے ھمراہ صنعتی نمائش دیکھنے چلے ۔ بچہ بھی انگلی پکڑے ساتھ تھا ۔ نمائش گاہ میں گھومنے پھرنے کے دوران بھیا صاحب نے اپنے بچے سالٹو کو گود میں اٹھا لیا ۔ کچھ دیر کے بعد وہ اچھے خاصے چلتے چلتے حواس باختہ پکار اٹھے۔ عرفان کہاں ہے— شہناز نے بھی پریشان ہو کر بھیڑ میں آگے پیچھے دیکھا — بھیا صاحب روھانسے سے ڈھونڈھ رہے تھے ۔ جب شہناز کی نظر پڑی تو انہوں نے فرط مسرت سے قریب قریب چلا کر کہا —

'' آپ کی گود ھی میں تو ہے ،،

بھیا صاحب نے اضطراری طور پر بچے کو چھو کر دیکھا اور چمٹا لیا۔ اب اس واقعہ کا تجزیاتی مطالعہ کیجئے تو بھیا صاحب کے اندر کا دبا دبا شور صاف سنائی دے سکتا ہے ۔ جس شور سے چھٹکارا پانے کے لئے بھیا صاحب بے تحاشہ شہناز اور سالٹو کی طرف بھاگنا چاھتے ھیں —

شہناز کو بھیا صاحب سے مستقل شکایت ہے کہ جب وہ کوئی اھم مسئلہ لے بیٹھتی ھیں تو مولانا ؟ وھر اعظم بات سنتے سنتے کہیں بھاگ کھڑے ہوتے ھیں— اور اس کے بعد ان کی اھم ترین باتیں بھیا صاحب کے کانوں کے آس پاس ھی سے گزرتی رھتی ھیں — جب یہ بات شہناز کی ناگواری تک پہنچتی ہے تو وہ بھیا صاحب کو جھنجوڑ کر پوچھتی ھیں —

'' سن رہے ھو کچھ ،، ؟

'' ھاں بھئی کیوں نہیں سن رھا ھوں—تم کہتی جاؤ ،،۔

" کیا خاک کہتی جاؤں ۔ کس سے کہوں ؟ "

اب بھیا صاحب جانے کہاں کہاں سے ہو کر دوڑتے پھلانگتے ہانپتے کانپتے۔ شہناز کے آگے عجز مجسم ہو جاتے ہیں ۔

شہناز شاید ابھی یہ فیصلہ نہیں کر سکی ہیں کہ انہیں بھیا صاحب کی یہ ادا نا پسند ہے یا پسند ہے ۔ اس لئے کہ وہ ایک دم نرم ہوجاتی ہیں — اور بڑے تحمل سے پوچھتی ہیں ۔

آخر آپ بات کرتے کرتے کہاں کھو جاتے ہیں ۔؟

بھیا صاحب کے لہجے کی گھلاوٹ سنا ہے کہ ایسے میں شیر و شکر سے بھی کچھ فزوں ہو جاتی ہے ۔

وہ کہتے ہیں ۔

" میں تمہارے اور بچوں ہی کے بارے میں سوچ رہا تھا "

شہناز سٹ سٹ ان کا منہ تکتی ہیں کہ یہ کیسے آدمی ہیں جو مجھے سامنے بٹھا کر میرے ہی بارے میں سوچتے رہتے ہیں ۔

آج میں بھری محفل میں بھیا صاحب کی طرف سے جاں نثار اختر کا یہ شعر شہناز کی نذر کرنا چاہوں ۔

میں جب بھی اس کے خیالوں میں کھو سا جاتا ہوں
وہ خود بھی بات کرے تو برا لگے ہے مجھے

شہناز کو یہ بھی شکایت ہے کہ بھیا صاحب کبھی کبھی بات کی نزاکت کو فوری نہیں سمجھتے — یہ شکایت ویسے سچ بھی ہے — یہ خود فراموشی دراصل بھیا صاحب کی زندگی کے اسی خارجی اور داخلی ٹکراؤ کا بنیادی سبب ہے جو ان کے جسمانی وجود ہی کو معرض بحث میں لے آتا ہے — کیا بھیا صاحب وہی ہیں جو اس وقت شہ نشیں پر بیٹھے ہیں یا وہ ہیں جنہیں ان کے تنقیدی و تخلیقی فن میں تلاش کرنا ہے — یا پھر وہ نہ شہ نشیں پر ہیں نہ اپنی کتاب میں بلکہ خود کی تلاش میں کہیں سرگرداں ہیں — یہ تلاش اکیلے بھیا صاحب ہی کا مقدر نہیں ہے بلکہ ہر ذی روح کا ازلی اور ابدی سفر ہے۔ صرف فرق اتنا ہے کہ ادراک و آگہی اس سفر میں توازن اور عدم توازن کا کاروبار انجام دیتے ہیں ۔

اے روشنی طبع تو برمن بلا شدی

ایک دن بھیا صاحب نے مجھے اور ڈاکٹر مغنی تبسم کو کسی خاص مسئلہ میں گفتگو کی غرض سے ایک ہوٹل میں بلایا تھا ۔ جب بات اہم موڑ پر آئی تو مغنی نے جماہی لے کر کہا کہ یوسف سرمست صاحب میں کسی بھی اہم بات کے اہم پہلو پر غور کرنے کے لئے ہوٹل جیسی عامیانہ جگہ کو کچھ مناسب نہیں سمجھتا ۔

میں نے بات کا رخ پہچان لیا ۔ اور مغنی کی تائید کرتے ہوئے لقمہ دیا — کہ —

" ہاں ایسے وقت تو وہ روشنی طبع ضروری ہوتی ہے جو اکتساب علم سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ عرفا ن ذات چاہتی ہے "

میری اس پرزور تائید کے باوجود بھیا صاحب کچھ نہیں سمجھے۔ آخرش انہیں سمجھانا پڑا ۔ اور ہم سیکدے کی جانب روانہ ہوئے ۔ بھیا صاحب یوں چل رہے تھے جیسے پابہ دست دگرے دست بدست دگرے لے جائے جا رہے ہوں ۔ خود نہیں چل رہے ہوں

مغنی نے کہا کہ — " یہ آپ کو آپ کے نام کے ساتھ سرمست کا لفظ نا زیبا نہیں لگتا ۔ ؟

سوچئے تو اب آپ ہمارے ساتھ بیٹھ کر بھلا فانٹا پئیں گے کوکا کولا یا وسٹو پئیں گے اور سرمست کہلائیں گے ۔ بھلا یہ سرمستی ہے یا خر مستی ؟ ۔

بھیا صاحب اپنے صوفیانہ تبسم کے پیچھے بھی اس چوٹ کو نہ چھپا سکے ۔ کہا ۔

" آپ کی سرمستی عارضی ہے اور میری سرمستی مستقل "

اور یہ بات بڑی حد تک صحیح ہے ۔

خیر صاحب ہم نے وھسکی سنبھالی اور بھیا صاحب نے کوکا کولا ۔ خیر و شر ایک جگہ جمع ہوگئے تھے۔ اچھی اچھی پر مغز باتیں چلیں — بھیا صاحب نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ یوں لگا جیسے ہماری وھسکی کوکا کولا کے آگے ٹھپ ہورہی ہے۔

یکایک وہ اٹھے ۔ کہا میں ذرا رفیعہ آپا کے فون کرلوں ۔ اپنی کتاب کی رسم اجرا کے جلسے کی صدر ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ سے فون پر بات کرنے کے لئے وہ چلے گئے تو مغنی نے کہا ۔

" یوسف کو ذرا پریشان کریں گے " ۔

باور کیجئے کہ ہم نے وھسکی کا ایک قطرہ بھی کوکا کولا میں نہیں ملا یا ۔ اس لئے کہ ہم ایک قطرہ بھی ضائع کرنا نہیں چاہتے تھے ۔ بھیا صاحب لوٹ آئے اور اطمینان سے کوکا کولا سپ کرنے لگے ۔ میں نے اور مغنی نے مسکراتے ہوئے انہیں بغور دیکھا ۔ گلاس لبوں سے ہٹا کر بھیا صاحب نے میز پر رکھ دیا — کہنے لگے ۔

" آپ لوگ اس طرح مجھے بغور کیوں دیکھ رہے ہیں۔ میں سب سمجھتا ہوں ۔ تب ہی تو کوکا کولا میں کچھ تلخی

سی آگئی ہے اور مجھے اپنا سر بھی کچھ بوجھل سا لگ رہا ہے ،،

دیکھا آپ نے یہ سرمستی صرف بھیا صاحب کی پاکیزگی نفس کی تھی - ورنہ کوکا کولا میں کوئی تلخی تھی ہی نہیں۔ بیسویں صدی میں ایسے لوگ کم ہیں اور پھر اس عمر میں جو بھیا صاحب کی ہے -

مجھے ان دنوں کی باتیں یاد آتی ہیں جن دنوں بھیا صاحب اپنا ڈاکٹریٹ کا یہ تھیسس مکمل کرنے میں منہمک تھے ، جو ، اب کتابی صورت میں آپ کے سامنے ہے - اتنی لگن اور اتنی عرق ریزی سے بھیا صاحب نے اس کام کو مکمل کیا ہے کہ انہیں اپنی سدھ بدھ ہی نہ تھی - ان کا خارجی وجود صرف اس حد تک تھا کہ انہیں ہم کبھی کبھی گھر میں چلتا پھرتا دیکھ سکتے تھے - ایک کمرہ انہوں نے گھر کے قریب لے رکھا تھا - چوبیس گھنٹے اسی میں بند رہتے تھے - ان کے گھر میں بھی انہیں دیکھ کر ان کی بے گھری ہی کا نہیں بلکہ بے زمینی کا احساس ہوتا تھا — جیسے کوئی آدمی نہ صرف یہ کہ روز مرہ کی زندگی ہی سے کٹ گیا ہو بلکہ اس کے پاؤں بھی زمین کا لمس بھول گئے ہوں —— بھیا صاحب کو شاید اپنی اس افتاد طبع کا اندازہ تھا کہ وہ بیک وقت دو محبتوں کو اپنے جسم و جان کا حصہ نہیں بنا سکتے سو انہوں نے دلہن والوں کے تقاضوں کے باوجود اپنی شادی ملتوی کروادی کہ پہلے تھیسس مکمل کرلیں گے - میں سمجھتا ہوں کہ شہناز کے لئے شادی سے زیادہ یہ تاخیر مبارک و مسعود ہوئی ورنہ وہ اپنی اس سوتن سے بھیا صاحب کا والہانہ لگاؤ برداشت ہی نہ کر پاتیں جس کا نام '' بیسویں صدی میں اردو ناول ،، ہے -

اس والہانہ عشق کا ایک کرشمہ ہو تو سناؤں- اس داستان عشق کے بحر بیکراں کو کوزے میں بند کرلینا ممکن نہیں ہے پھر بھی میں کوشش کررہا ہوں -

بھیا صاحب کسی سفر کے لئے روانہ ہوئے - پلیٹ فارم پر پہنچے تو ٹرین بس آنے ہی والی تھی- لپک کر ونڈو پر پہنچے- نوٹ جیب سے نکالکر بکنگ کلرک کے حوالے کئے- اس نے پہلے رقم لوٹائی - ابھی ٹکٹ دے بھی نہ سکا تھا کہ بھیا صاحب رکشا والے کا کرایہ چکانے کے لئے بھاگے - کرایہ ادا کیا تو ٹکٹ غائب تھا - افتاں و خیزاں پھر کھڑکی پر پہنچے - بکنگ کلرک نے کہا کہ میں تو ٹکٹ دے چکا ہوں — ٹرین اب پلیٹ فارم پر آ رہی تھی - دوسری بار نوٹ نکالے - کلرک نے کچھ ریزگاری لوٹائی - بھیا صاحب ریزگاری جیب میں محفوظ کرتے ہوئے ٹرین کی طرف بھاگے - سیٹ سنبھال کر ٹکٹ دیکھا تو ٹکٹ غائب تھا - دیوانہ وار تیسری بار کھڑکی پر پہنچے - بڑی لجاجت سے بکنگ کلرک سے کہا ——

'' میں پھر ٹکٹ لینا بھول گیا ہوں ،،

اس نے اس لجاجت کا جواب خشونت سے دیا — بھیا صاحب اپنی داخلیت کے بادشاہ تھے - تو وہ بھی اپنی خارجیت کا شہنشاہ تھا - یہ بھی جید تھے تو وہ بھی جید تھا - اس نے کہا ، جناب میں تو دوسری بار بھی ٹکٹ دے چکا ہوں - آخر یہ کیا چکر چلا رہے ہیں آپ -

بھیا صاحب نے پیسے نکالے - تیسری بار ٹکٹ خریدا اور بھاگے - بھیا صاحب خوش نصیب ہیں کہ ٹرین میں ٹکٹ چیکر نے ٹکٹ نہیں پوچھا - پوچھ بیٹھتا تو اس وقت بھی ان کے پاس ٹکٹ کہاں تھا -

اس عشق مجازی کو عشق حقیقی تک پہنچنے میں قدمے فاصلہ دارد کی بات رہ گئی تھی - اللہ میاں نے چچا صاحب محترم پر رحم کیا تھا - شہناز ابھی بھیا صاحب کی زندگی میں داخل نہیں ہوئی تھیں — بھیا صاحب تھے ان کا تھیسس تھا - اسی خیال میں گم - دنیا و مافیہا سے بے خبر ایک دن ریل کی پٹریوں سے ہو کر گزر رہے تھے - ایک دھکا کہ سا محسوس کیا — دیکھا تو خود کو مال گاڑی کے دو ڈبوں کے درمیان محفوظ حالت میں پایا — دونوں ڈبوں کے آنکڑے آپس میں مل گئے تھے اور درمیانی فصل میں بھیا صاحب بیسویں صدی کے سارے ناول ذہن میں اٹھائے کھڑے تھے — ایک قدم پیچھے رہ جاتے یا ایک قدم آگے بڑھ جاتے تو آہنی توؤں کے درمیان ان کا وجود اپنے عدم کا جواز ہی تلاش کرتا رہ جاتا اور اس طرح ایک تلاش مستقل کا قصہ تمام ہوجاتا -

ہمارے خاندان کے ضخیم ناول میں سب سے زرین باب بھیا صاحب ہی سے وابستہ ہے - اگر یہی باب اس ضخیم ناول سے نوچ کر پھینک دیا جاتا تو سارا ناول بے روح ہو جاتا —— تخلیقی کرب میں یہ خود فراموشی ، عام آدمی کے بس کا روگ نہیں ہے- بہر حال اللہ نے بڑا فضل کیا -

خدا رکھے بہت سی خوبیاں ہیں جینے والے میں

بھیا صاحب اپنی زندگی میں اس احتیاط ضبط نفس کے لئے مشہور ہیں جس کی داد مجھ جیسا بے سروساماں کیا دے گا جو گھر کو پھونک کے دنیا میں نام کرنے کے عواقب و نتائج سے آج بھی غافل ہے - میں اس غفلت کی طرفداری میں نہیں ہوں - لیکن دبی زبان میں بھیا صاحب سے اتنا تو کہوں -

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے -

مجھے یقین ہے کہ بھیا صاحب میرے اس مشورے کو لائق اعتنا نہیں سمجھیں گے اور اگر ایسے میں ان کی نگاہیں شہناز کی نظروں سے ٹکرا گئیں تو پاسبان عقل کے پہرے اور بھی شدید ہو جائیں گے ۔ مجھے اس کا بڑی یقین ہے کہ میرے اس زرین مشورے کی تائید ڈاکٹر عالم بھی کریں گے ڈاکٹر معنی بھی ۔ لیکن ڈاکٹر انور معظم کبھی تائید نہیں کریں گے — خیر یہ ان کا اور جیلانی بانو کا معاملہ ہے اور ویسے بھی کسی وھسکی کی تائید کوئی "فانٹا" یا "کوک" کر ہی نہیں سکتا ۔

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

——————اور اگر سمجھ جائے بھی تو کیا برا ہے

* * * * *

خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کیجئے

رشیدالدین، ایم - اے (عثمانیہ)

پنڈت جواہرلال نہرو

ایک ادیب کی حیثیت سے

گاندھی جی کے بعد جدید ہندوستان کی قومی، سیاسی اور سماجی زندگی کی سب سے زیادہ قدآور شخصیت پنڈت جواہرلال نہرو ھی کی ھے۔ وہ ایک بڑے باپ کے بیٹے اور عظیم ملک کے سپوت تھے بڑے باپ تھے پنڈت موتی لال نہرو اور عظیم ملک تھا ہندوستان لیکن یہ سمجھنا بھی غلط ھوگا کہ انہیں بڑائی ورثہ میں ملی تھی بلکہ یہ بڑائی انہوں نے خود اپنی محنت ، لگن، خلوص اور قابلیت سے حاصل کی تھی اور اسے انہوں نے مرنے دم تک قائم رکھا جب کہ دنیا کی تاریخ میں بڑے بڑے سیاسی لیڈروں کا ان کی زندگی میں زوال آپ کی ھماری آنکھوں کے سامنے ھے۔

یہ ایک مسلمہ امر ھے کہ پنڈت جی بے حد ذھین آدمی تھے اور ان کی یہ ذھانت کسی ایک میدان تک محدود نہیں تھی بلکہ وہ ھر میدان کے مرد تھے۔ انہیں سب سے زیادہ شہرت ایک سیاسی رھنما کے طور پر حاصل ھوئی لیکن اگر وہ سیاسی میدان میں نہ بھی داخل ھوتے تو ایک ممتاز اور منفرد ہندوستانی رھتے اور ان کی ذھانت انہیں کسی نہ کسی میدان میں منصب شہرت پر ضرور لے آتی اور وہ گوشہ گمنامی میں ھرگز نہ رھتے۔ اور کچھ نہیں تو ادب ھی ایک ایسا میدان تھا جو انہیں شہرت دوام بخشنے کے لئے کافی تھا۔

پنڈت جی کے سیاست میں چلے جانے کی وجہ سے سب سے زیادہ نقصان ادب کا ھوا۔ اگر وہ سیاسی لیڈر نہ ھوتے تو ہندوستان کے بہت بڑے ادیب ھوتے اور انگریزی کے ممتاز اھل قلم میں ان کا شمار ھوتا۔ ویسے اب بھی وہ کوئی چھوٹے ادیب نہیں کہلائے جاسکتے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ھے کہ اپنی بے پناہ سیاسی مصروفیات کی وجہ سے وہ اپنے قلم کے ساتھ انصاف نہیں کرسکے اور بہت سی تحریریں ان کے نوک قلم سے نکل کر صفحہ قرطاس پر بکھر نہ سکیں اور ہندوستان کی نئی نسل کو ذھنی بالیدگی نہ بخش سکیں۔

وہ تو بھلا ھو اس زمانے کے انگریز عہدہداروں کا کہ انہوں نے انہیں بار بار جیل کی سیر کرائی اور اس طرح وھاں انہیں اپنی گوناگوں مصروفیتوں سے نجات کے بعد قلم سنبھالنے کا موقع ملا اور ان کی بہت سی کتابیں منظر عام پر آسکیں۔ پنڈت جی جب بھی جیل گئے تو وھاں انہوں نے ایک کتاب لکھ ڈالی۔ جب بھی وہ جیل جاتے تو ان کی جیکٹ کی جیب میں ایک قلم ھوتا اور جب بھی وہ جیل سے باھر نکلتے تو ان کی بغل میں اپنی کسی کتاب کا ایک مسودہ ھوتا۔

وہ جو کسی نے کہا ھے کہ زحمت میں بھی ایک رحمت ھوتی ھے ، بالکل صحیح کہا ھے کیونکہ جیل ظاھر ھے ھر شخص کے لئے زحمت ھی ھو سکتی ھے خصوصاً پنڈت جی جیسے شخص کے لئے جو اپنے ملک کی آزادی کی لڑائی لڑ رھے تھے یہ بہت بڑی زحمت تھی کیونکہ اس طرح وقتی طور پر ان کا مشن مسدود ھو جاتا تھا۔ لیکن اس میں ایک رحمت کا پہلو بھی نکل آیا کہ پنڈت جی ایک قومی اور سیاسی لیڈر کے علاوہ ایک ادیب کی حیثیت سے بھی ھم سے روشناس ھوئے اور ھمیشہ کے لئے اپنی تحریرات ھمارے درمیان چھوڑ گئے۔

پنڈت جی بچپن ھی سے بہت با شعور تھے اور شروع ھی سے مطالعہ کا ذوق رکھتے تھے۔ تعلیم اور وہ بھی انگلستان کی تعلیم نے سونے پر سہاگے کا کام کیا ۔ یہ پنڈت جی کے ریزیڈنٹ ٹیوٹر مسٹر فرڈنینڈ بروکس تھے جنھوں نے ان کے قیام انگلستان کے دوران ان میں مطالعہ کا شوق پیدا کیا اور بعد میں زندگی بھر یہ شوق ان کے ساتھ رھا۔ سیاسی زندگی میں آنے سے پہلے ان کے پاس وافر مقدار میں وقت تھا اور اس عرصہ میں انہوں نے بے حساب کتابیں پڑھیں اور سارا انگریزی ادب اپنے دماغ میں محفوظ کرلیا ۔ جب وہ سیاسی زندگی میں آگئے اور ان کی مصروفیات بہت زیادہ بڑھ گئیں تو انہوں نے سفر کے دوران مطالعہ شروع کیا اور ریلوں میں پڑھنے لگے ۔ اس طرح پنڈت جی نے ریل میں پڑھا اور جیل میں لکھا ۔

پڑھنے کی عادت پنڈت جی میں بچپن سے تھی ۔ اور انہوں نے اوائل عمر ھی میں بہت ساری کتابیں پڑھ ڈالی تھیں لیکن لکھنا انہوں نے بے حد باشعور اور پختہ کار ھونے کے بعد شروع کیا ۔ ان کی پہلی تصنیف " سفرنامہ روس " تھی ۔ جیسا کہ نام سے ظاھر ھے یہ ان کے روس کے سفر کی روئداد ھے جس میں ۱۹۱۷ کے اشتراکی انقلاب کے بعد روس کی تفصیلات درج ھیں ۔ ان کی دوسری تصنیف ۱۹۲۹ ع میں منظر عام پر آئی جس کا نام تھا " باپ کے خطوط بیٹی کے نام " ۔ یہ اصل میں وہ خطوط تھے جو جیل سے انہوں نے اپنی اکلوتی بیٹی اندرا پریہ درشنی کو لکھے تھے اور جو ان دنوں ان ھی کی جگہ ھندوستان کی وزیراعظم ھیں اور ان کی سونچی ھوئی ذمہ داریوں کو سنبھالے ھوئے ھیں ۔

جیل اور خطوط کا یہ سلسلہ یہیں ختم نہیں ھوگیا بلکہ چلتا رھا اور بعد میں اس نے ایک ضخیم کتاب کی شکل اختیار کرلی کتاب تھی " تاریخ عالم کی جھلکیاں " ۔ یہ دنیا کی تاریخ ھے جس کی وجہ سے پنڈت جی نے دنیا کے مورخین میں بھی اپنا نام شامل کرلیا ان کے پاس اس وقت حوالے کی کوئی کتاب نہیں تھی اور نہ مطلوبہ مواد پھر بھی انہوں نے محض اپنی یادداشت سے اپنی بیٹی کو دنیا کی تاریخ سے واقف کروایا اور بعد میں ان ھی خطوط کو ترتیب دے کر یہ کتاب تیار کی گئی ۔ " جگ بیتی " کے نام سے اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی چھپ چکا ھے جسے مکتبہ جامعہ دلی نے شائع کیا تھا اور مترجم تھے ڈاکٹر عابد حسین یہ ترجمہ اب مفقود ھے۔ ضرورت ھے کہ مکتبہ جامعہ اس کا جدید ایڈیشن شائع کرے۔ اس کتاب کے ھر صفحہ پر آپ کو پنڈت جی کا تاریخی شعور اور سماجی ادراک کی جھلکیاں ملتی ھیں ۔ یہ کتاب انشاپردازی اور تاریخ کا ایک حسین امتزاج ھے۔ زبان بےحد شگفتہ اور انداز بیان نہایت دلنشین ھے ۔

پنڈت جواھرلال نہرو کی تصانیف میں ان کی خودنوشت سوانح حیات بھی شامل ھے ۔ یہ بھی انہوں نے دیگر تصانیف کی طرح جیل میں تصنیف کی ۔ دلچسپ اور حیرت انگیز بات یہ ھے کہ یہ تصنیف (جو کافی ضخیم ھے) انہوں نے صرف نو مہینے میں لکھی ھے ۔ یہ تصنیف ۱۹۳۵ ع میں مکمل ھوئی ۔ جیسا کہ نام سے ظاھر ھے (اس کتاب کا نام " آپ بیتی " ھے) یہ ان کی خودنوشت سوانح حیات ھے ۔

اس کی خوبی یہ ھے کہ یہ صرف ان کی ذاتی زندگی کی عکاسی نہیں ھے بلکہ اس میں انڈین نیشنل کانگرس کی تاریخ اور ھندوستان کی جدوجہد آزادی کی کہانی بھی شامل ھے۔ اس کے مطالعہ سے پنڈت جی کی ذاتی پسند اور نا پسند اور بہت سے معاملات میں ان کا نقطہ نظر کا بھی پتہ چلتا ھے ۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد آپ ان کی شخصیت کا بخوبی تجزیہ کرسکتے ھیں۔ اس کی ایک خوبی یہ ھے کہ اس میں بالکل سیدھے سادھے انداز میں واقعات بیان کئے گئے ھیں اور اپنی " انا " کو کہیں غالب نہیں آنے دیا گیا ھے۔ اس کتاب کا بھی " آپ بیتی " کے نام سے اردو ترجمہ ھو چکا ھے جسے مکتبہ جامعہ ھی نے شائع کیا تھا اور اس کے مترجم بھی ڈاکٹر عابد حسین ھی تھے ۔ یہ ترجمہ بھی "جگ بیتی" کی طرح مفقود ھے اور اس کے جدید ایڈیشن کی اشاعت کی شدید ضرورت ھے ۔

اب تک میں نے پنڈت جی کی چار تصانیف کا ذکر کیا ھے لیکن میرے خیال میں ان کی جو سب سے زیادہ اھم اور مشہور کتاب ھے اس کا تذکرہ ابھی باقی ھے۔ یہ کتاب بھی جیل میں لکھی گئی ھے اور ایک تاریخی قلعہ میں مسند شہود پر آئی ھے۔ کتاب کا نام ھے " تلاش ھند " اور قلعہ ھے احمد نگر۔ یہ ۱۹۴۴ ع کی تصنیف ھے۔ اس کے ساتھ اسی جگہ اردو کے ایک ادیب نے بھی ایک کتاب لکھی ھے ۔ کتاب کا نام ھے " غبار خاطر " اور ادیب ھیں مولانا ابوالکلام آزاد ۔ یہ مولانا کے خطوط کا مجموعہ ھے جو انہوں نے پنڈت جی کے ساتھ قلعہ احمد نگر میں نظر بندی کے دوران اپنے مختلف دوستوں کو لکھے تھے ۔

" تلاش ھند " اصل میں ھندوستان کی تاریخ ھے ۔ یہ بھی " جگ بیتی " "اور آپ بیتی" کی طرح ایک ضخیم کتاب ھے اور اس میں نئے زاویہ اور نئے انداز سے ھمارے ملک کی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ھے " جگ بیتی " کا مورخ اور " آپ بیتی " کا سوانح نگار اس میں مزید کھل کر سامنے آیا ھے اور پڑھنے والے پر اپنی قابلیت اور اھلیت کی دھاک بٹھا دیتا ھے۔ یہ تاریخ انگریزوں کے دور میں لکھی گئی تھی اور اس میں کہا گیا تھا کہ وہ

ہندوستان کھو گیا ہے جو کبھی اپنی تہذیب و تمدن ، علم وادب اور سطوت و سلطنت میں ساری دنیا میں مشہور تھا۔ ہمیں اس کی تلاش کرنی ہوگی۔ یہ تلاش ہندوستان کو آزادی کے سوا اور کچھ نہیں ۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں :

” جب آزادی آئے گی اور نئے افق پیدا کریگی
تو ہندوستان اپنے آپ کو پھر سے پالے گا ۔ ،،

جی ہاں ! ہندوستان کی تلاش پوری ہوگئی ہے اور اسے اپنے آپ کو پائے ہوئے بھی ۲۹ سال ہوچکے ہیں۔ اور ان ۲۹ سالوں میں وہ اپنی قدیم شان و شوکت اور سطوت و عظمت کے علاوہ روائتی بھائی چارگی ، امن و شانتی اور معاشی و سادی فارغ البالی کے لئے کوشاں ہے ۔

تو یہ تھے پنڈت جواہرلال نہرو۔ ایک ادیب کی حیثیت سے ایک ہندوستانی جنہوں نے انگریزی زبان میں لکھا اور بہت سے انگریزوں کو پیچھے چھوڑ دیا ۔ آخر میں میں پھر یہی کہوں گا کہ پنڈت جی اگر کچھ بھی نہ ہوتے اور صرف ایک ادیب ہوتے بھی تو بہت کچھ ہوتے ۔ اسی بات کو اخترحسن صاحب نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے :

” اگر نہرو کا سرمایہ حیات ان کی نگارشات کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا تو بھی ان کی عظمت و مرتبت تاریخ کا ایک نا قابل فراموش باب قرار پاتی ،،

* * * * *

درخت لگائے

تبصرے

پتھر کا شہزادہ : افسانوں کا مجموعہ مصنفہ صغرا مہدی
قیمت ۴ - روپئے : ملنے کا پتہ نئی آواز - جامعہ نگر
نئی دھلی - ۲۵

انیس قیوم فیاض (ایم - اے - عثمانیہ)

صغرا مہدی کی افسانہ نگاری اور ناول نگاری کسی تعارف کی محتاج نہیں - ان کے کئی افسانے اور ناول شائع ہوکر مقبول ہوچکے ہیں - '' پتھر کا شہزادہ ،، ان کا پہلا افسانوی مجموعہ ہے جس میں پندرہ منتخب کہانیاں اکٹھا کی گئی ہیں - یہ پندرہ افسانے تقریباً . . ا صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں - ان کی کہانیوں کے موضوعات عام ہیں جسے انہوں نے اپنی فنی صلاحیتوں سے کام لے کر بالکل اچھوتا اور اہم بنادیا ہے -

دیگر خواتین افسانہ نگاروں کی طرح صغرامہدی کا پسندیدہ موضوع بھی عورت اور اس کے مسائل ہیں لیکن '' پتھر کا شہزادہ ،، میں انہوں نے تقریباً ہر موضوع کو چھونے کی کوشش کی ہے - جس میں وہ کامیاب بھی رہی ہیں -

ان کی کہانیوں کے سب ہی کردار اسی دنیا میں رہتے بستے ہیں وہ انسانی قدروں پر یقین رکھتی ہے اور یہی قدریں انہیں عزیز بھی ہیں - وہ اپنے گرد و پیش کی صورت حال پہ بے چین اور مضطرب ہو اٹھتی ہیں اور یہی چیز ان کے افسانوں میں ملتی ہے، پہلا افسانہ '' کانٹا ،، ایک نامعلوم ھمدردی اور نا معلوم خلوص سے عبارت ہے کنڈکٹر کا نمی سے اس طرح کھوئے کھوئے لہجے میں کہنا

'' اس زخم میں تکلیف نہیں ہوتی ،، —

ایک نا معلوم رشتہ استوار کرتا ہے - جس سے نمی کی خلش اور بڑھ جاتی ہے -

'' سوالیہ نشان ،، میں انہوں نے ایک معصوم بچے کی نفسیات کی بھرپور عکاسی کی ہے - اس کا یہ احساس کہ اس کی کلاسمیٹ رانو محض اس وجہ سے لفٹ نہیں دیتی کہ اس کا باپ پوسٹ ماسٹر ہے - جو میلا زین کا نیکر اور ادھڑی کالر کی قمیص پہنتا ہے جس کے پاؤں میں ہمیشہ ربڑ کے جوتے ہوتے ہیں اور جو ہمیشہ پیدل چلا کرتا ہے -

تب ھی سے اس کے دل میں یہ خواہش پنپنے لگتی ہے کہ وہ رانو کے باپ کی طرح بڑا آدمی بنے گا - خوب دولت کمائے گا کار میں گھومے پھرے گا - آخر کار وہ ہر لحاظ سے وہ رانو کی برابری کرلیتا ہے لیکن اس فرق کو نہیں مٹا سکتا جو رانو اور اس کے درمیان ہنوز باقی ہے—رانو پیدا یشی امیر ہے اور اس نے خود اپنے بل بوتے پر بڑی ہی جدوجہد کے بعد دولت حاصل کی ہے -

'' زخم بھی مرھم بھی ،، ایک انٹرویو کی روداد ہے -

'' تو یہ ہے اس کا بیٹا جسے اس نے بچپن
سے حوصلے، ھمت اور جدوجہد کا سبق
دیا تھا جسے وہ اپنے ان اصولوں ،
آدرشوں اور اقدار کا امین سمجھتا تھا
جسپر وہ زندگی بھر عمل کرتا رہا تھا
مگر یہ تو زندگی کے میدان میں قدم
رکھتے ھی ھمت ھار بیٹھا ،،

یہ حقیقت ہے کہ مرنے کے بعد ھی کسی اچھے انسان کی قدر ھوتی ہے مجسمے بنوائے جاتے ھیں - یادگاری صحیفے نکالے جاتے ھیں لیکن جیتے جی کوئی اس بے چارے کو روٹی نہیں دیتا - یہی دنیا کی ریت ہے جسے صغرا مہدی نے بہت اچھے ڈھنگ سے پیش کیا ہے -

'' سراب ،، ایک ایسی لڑکی کی زندگی کا عنوان ہے - جس نے برسوں زندگی کے ریگستان میں پابرہنہ گھوم کر تلاش کیا ہے - لیکن اس پر اس کا کوئی حق نہیں تھا - وہ اشوک کو چاھتی تھی اس کی ہر ٹیس پر تڑپ اٹھتی تھی جو اس کا کوئی نہیں تھا وہ تو اپنی بیوی کا شوھر تھا جو اس سے رقابت رکھتی ھوگی- جلن رکھتی ھوگی -

'' جمع ، تفریق ، حاصل ،، میں صغرا مہدی نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ بےروزگاری نوجوانوں کو کدھر لئے جارھی ہے نوجوانوں میں وطن چھوڑ کر غیر ممالک میں بس جانے کا رحجان کیوں عام ھوتا جارہا ہے ان میں کچھ تو نکسلائیٹ تک بن جانے پر آمادہ ھیں — محض بیروزگاری کی بناء پر -

" چھاؤں ،، صغرامہدی کا خوبصورت ترین افسانہ ہے ۔ بزرگ نوجوان نسل کے سر پر پیپل کے اس سایہ دار درخت کی طرح ہیں جہاں یہ پود، بھاگ دوڑ ہل چل ، ٹینشن سب کو بھول کر چند لمحوں کے لئے دم لے لیتی ہے۔ اور یہ بھول جاتی ہے کہ یہ ایٹمی زمانہ ہے۔ " پراسرار بندے ،، میں پھوپی کی ذہنی حالت کریک سی بتائی گئی ہے رام کلی اور اس کے بچے سے نفرت کے باوجود پھوپی کا یہ کہنا کہ " تیرا خون جانچوالو ، نگوڑی کا بچہ ایک ہی تو ہے اندھے کی لکڑی —— اور پھر رام کلی شکر گذار ہو کر اسطرح کہنے پر کہ وہ میرا بچہ نہیں ہو بو کا ہے تو اسے دور رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے اپنے پاؤں نجس ہو جانے کا ذکر کرنا ایثار و قربانی کی انوکھی مثال ہے ۔

" گلابوں والا باغ ،، اپنی نوعیت کا دلچسپ ترین افسانہ ہے قبرستان میں مردوں کی ایک دوسرے سے گفتگو اور عدم میں رہ کر بھی دنیا داری کی باتیں کرنا تھوڑی دیر کے لئے دلچسپی پیدا کردیتا ہے ۔

" رقیب ،، میاں بیوی کے درمیان وہ کاغذ ہے ۔ جس پر فرج ، فولڈ نگ صوفہ ، ٹیلی ویژن ، لکھا ہوا ہے ۔ یہی کاغذ ایک اچھی خاصی گھریلو بیوی کو سروس کرنے پر اکساتا ہے ۔ کیونکہ شادی کے وقت شوہرنامدار نے کہا تھا " زندگی بھر تمھارے باپ کیا کرتے رہے جہیز نہ دے سکے یہ جملہ اسکے احساس ذہن سے چمٹ جاتا ہے. تب ہی وہ ارادہ کرلیتی ہے کہ جب تک وہ تمام چیزیں فراہم نہیں کرے گی چین سے نہیں بیٹھے گی ۔

یہ احساس میاں بیوی کے درمیان دیوار بن کر حائل ہو جاتا ہے ۔ آخرکار شوہرنامدار ہی کو گھر کا سکون برقرار رکھنے کے لئے یہ دیوار ڈھانی پڑتی ہے ۔

اسی طرح ' دوہری پرچھائیاں ، ہرلوا کے کارن ، ضد ، ' سلبہ ، پتھر کا شہزادہ ، بھی اچھے افسانے ہیں ۔ کتاب سلیقے سے چھاپی گئی ہے اور سادگی اور نفاست سے مزین ہے ۔

" ایوان غزل ،، — ناول — مصنفہ — جیلانی بانو
قیمت — ۱۶ روپئے تقسیم کار ۔ مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ ،
جامعہ نگر ، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵ ۔

سرزمین حیدرآباد ناول و افسانہ کے افق پر جتنی بھی خاتون افسانہ نگاروں یا ناول نگاروں کے نام ابھرے ہیں ان میں جیلانی بانو کا نام سرفہرست ہے ۔ ان کے کئی افسانوی مجموعے اور ناول شائع ہو کر مقبول ہوچکے ہیں ۔ " ایوان غزل ،، حیدرآباد کے پس منظر پر لکھا گیا ان کا ایک خوبصورت ناول ہے جس میں محبت کی چاشنی بھی ہے ۔ سودے بازی بھی ۔ طوایف کے کوٹھے بھی ہیں ۔ شرفا کی وضع داری بھی ۔ مشرقی تہذیب بھی ہے اور کرداروں میں مغربی تہذیب کو اپنالینے کا شوق بھی ہے—— اور جب کوئی اچھی چیز پڑھنے کو ملتی ہے تو یگانہ کا یہ مصرع زبان پر آجاتا ہے

ع دل نمی تواں برداشت لذت سخن تنہا ۔

" ایوان غزل ،، بانو کے خوبصورت سلجھے ہوئے خیالات کا عکس ہے ۔ تقسیم سے پہلے اور تقسیم کے بعد حیدرآباد کی حالت نواب احمد حسین کی شخصیت جن کے قہر سے سارا گاؤں کانپتا تھا— بانو نے اس دور کو صفحہ قرطاس پر بکھیرنے کی کوشش کی ہے ۔ جب انگریز اپنا بوریا بستر سمیٹ رہے تھے اور کانگریس اپنی طاقت اکٹھا کرنے کی سعی کررہی تھی ۔ سرور ایک چالیس سالہ کنوارا اور لاوبالی قسم کا شاعر ہے ۔ تو واحد حسین ایک تجربہ کار اور زمانہ شناس آدمی ہیں ۔

ان کا تجربے کی روشنی میں یہ کہنا کہ

" آج آسمان کتنا گہرا نیلا ہے ۔ رات کو سردی خوب ہوگی ،، آج بڑا حبس ہے اردی بہشت کا مہینہ آرہا ہے ۔ انجیر میں کونپلیں پھوٹ رہی ہیں ۔ بس اب بہار آنے والی ہے۔ بانو کے بیان کو چار چاند لگا دیتا ہے ۔

ہندو مسلم اتحاد کی بانو ہمیشہ سے خواہاں رہی ہیں ۔ ان کے زیر نظر ناول " ایوان غزل ،، میں سیتارام کا کردار بھی ایک ایسا ہی کردار ہے جو ہر عید پر واحد حسین کے ہاں شیرخورمہ کھاتے ۔ اور اپنے ہاں ہر پوجا اور تیوہار پر واحد حسین کو مدعو کرتے ۔ واحد حسین مشرق اور مغربی دونوں تہذیبوں کے درمیان جکڑی ہوئی ایسی شخصیت تھے جو چاہتے تھے کہ اپنے پوتے کا منہ چومیں اسے ساتھ لے کر کھیلیں ، لیکن ان کا اپنا بیٹا ، نہیں کو انگریزی اصولوں پر پال رہا تھا جسے اپنے باپ کی شاعری اور باغبانی پر ہنسی آتی تھی لیکن وہ بیٹے کی ہر بات کو پسند کرتے تھے جو پانچسو روپیے لانے والا ایک انجینیر ہے جو دن بھر دھوپ میں چھتری لگائے مزدوروں کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے ۔

ہند و پاک کی تقسیم کا نقشہ بھی بانو نے بڑی ہی چابکدستی سے کھینچا ہے ایک ایک کردار انگوٹھی میں نگینہ کی طرح فٹ معلوم ہوتا ہے ۔ اس سلسلے میں حیدر آباد کے پرانے محلوں کا ذکر بھی لطف دے جاتا ہے. حیدر آبادی گھرانوں کا رہن

سین طور طریقے بول چال ۔ ہر چیز کو پیش کرنے میں بانو پوری طرح کامیاب ہیں ۔

غزل کا کردار بھی اکثر ناولوں کی ہیروئینوں کی طرح ہے وہ بن ماں کی بچی ہے ۔ جس کے باپ نے بیوی کے علاوہ ایک ہندو عورت کو بھی گھر پر ڈال لیا تھا ۔

غزل بھی ایک ہندو شخص میں دلچسپی لینے لگتی ہے ۔ اس کے بے شمار پرستار ہیں جو اسے وقتا فوقتا تحفوں سے منڈھتے رہتے ہیں ۔

شاہین راشد کا بیٹا ہے ۔ واحد حسین کا پوتا ہے ۔ ڈاکٹر ہے لیکن بے حد سادا خودنمائی اور تکبر سے کوسوں دور —

قدرے ضدی ۔ وہی کام کرتا جو اسے پسند آتا ۔

ناول میں واقعات کا بہاؤ تیز ہے ۔ تجسس اسے فرصت دم زدن ہی نہیں دیتا ۔ کسی اچھی ایڈٹ کی ہوئی فلم کی طرح چھوٹے سے چھوٹا منظر بھی اپنی پوری جزئیات کے ساتھ نظروں کے سامنے آجاتا ہے ۔ اور ذہن کا اسکرین وسیع کرتا جاتا ہے ۔ تصویریں واضح سے واضح تر ہوتی جاتی ہیں ۔ اچانک فلم ٹوٹ جاتی ہے ۔ کتاب ختم ہو جاتی ہے ۔ بعض جملے بہت ہی خوبصورت اور خیال انگیز ہیں ۔ الغرض ایوان غزل ایک ایسی ناول ہے جسے پڑھکر ہر کوئی بھی خوشی محسوس کریگا ۔ لکھائی ، چھپائی بھی اچھی ہے ۔

* * * * *

مسٹر یس وینکٹ رام ریڈی کا انتقال پرملال

مسٹر یس ۔ وینکٹ رام ریڈی وزیر افزائیش مویشیان کا ۱۴ ۔ اکتوبر کو طویل علالت کے بعد انتقال ہو گیا ۔ ان کی عمر ۶۴ سال تھی ۔ انکی یاد میں تمام سرکاری دفاتر کو تعطیل دی گئی اور تمام جھنڈے نصف بلندی پر لہرائے گیے ۔ اس دن کی تمام سرکاری تقاریب منسوخ کر دی گئیں ۔

ریجنل ریسرچ لیباریٹری حیدرآباد

محمد برهان حسین

هندوستان یقینا ایک زرعی ملک هے ۔ دنیا میں سب سے
ی رقبہ هندوستان هی کا هے ۔ اور هندوستان کی غیر معمولی
ادی کو اتنی هی بڑی اناج کی پیداوار کی بھی ضرورت هے
ج کی پیداوار بڑھانے کے لئے بہترین آلات زراعت اور پانی
ب مقدار اور زراعت کی جانکاری ضروری هے ۔ اسکے لئے
انی حکومت نے کئی اقدامات کئے ۔ ملک بھر میں نے
می کالج کھو لے گئے ۔ عصری آلات بنانے کے کارخانے
گئے ۔ بے شمار بند تعمیر کئے گئے نہروں کا جال بچھادیا
یکن آنجہانی پنڈت جواهرلعل نہرو کا خیال تھا کہ جدید
ان کی تعمیری بنیاد کھیت نہیں کارخانہ هے ۔ کھیت
ان کا پیٹ بھر سکتا هے لیکن اسکو ترقی یافتہ قوموں کی
ں جگہ صرف کارخانہ یعنی صنعت هی دلا سکتی هے ۔
انہوں نے اپنی وزارت عظمی کے هی دور میں ایک خود
ادارہ اس مقصد کے لئے قائم کیا اور اسکو
ہ فراهم کیا گیا ۔ اس ادارہ کا نام هے کونسل برائے
و صنعتی تحقیقات (یعنی سی یس آئی آر) اسکا صدر خود وزیر
ور نائب صدر کابینی درجہ کا وزیر هوتا هے۔ اسکے ڈائرکٹر
کو مرکزی سکریٹری کے برابر کا درجہ دیا گیا هے۔
ارہ نے پورے ملک میں تجربہ خانوں کا جال بچھا دیا ۔ هر
بارٹری کو کسی ایک خاص شعبہ سائنس کے لئے مختص
گیا جیسے نیشنل کیمیکل لیبارٹری (پونا) نیشنل فزیکل
ی (دهلی) ۔

حیدرآباد میں نظام حیدرآباد میر عثمان علی خاں مرحوم
کومت سنہ ۱۹۱۱ تا ۱۹۴۸) نے بھی دوسری جنگ عظیم
۱۹ ع)کے بعد ریاست حیدرآباد کو صنعتی ریاست بنانے کا
ہ بنا یا تھا اس مقصد کے لئے اپنے دو وزیروں نواب لیاقت
ور نواب زین یار جنگ کو انہوں نے یورپ و امریکہ
پر روانہ کیا ۔ تاکہ وہ صنعت سازی سے واقفیت حاصل
سنہ ۱۹۴۸) میں ریاست حیدرآباد ، انڈین یونین میں
کرلی گئی ۔ چنانچہ ایک فرمان شاهی کے ذریعہ عثمانیہ
ٹی کے علاقہ میں ایک تحقیقاتی تجربہ خانہ قائم کیا گیا تھا
جو بعد میں هند سرکار نے '' ریاست حیدرآباد ،، سے ایک معاهدہ
کے ذریعہ سنہ ۵۶ میں حاصل کرکے اسکو ریجنل ریسرچ لیباریٹری
حیدرآباد کا نام دیدیا اور اسکے لئے دو سو ایکڑ کا رقبہ عثمانیہ
یونیورسٹی کے شمال مشرق جانب حاصل کرکے اسکی شاندارعمارتیں
تعمیر کی گئیں ان عمارتوں کا سنگ بنیاد اسوقت کے ریاست کے
ملٹری گورنر (جو بعد میں انڈین آرمی کے چیف آف اسٹاف بنے)
جنرل جے این چودهری نے رکھا اور سنہ ۱۹۵۴ میں خود
پنڈت جواهر لعل نہرو نے اسکا افتتاح فرمایا تھا ۔

ڈاکٹر سید حسین ظہیر کو اسکا پہلا ڈائرکٹر مقرر کیا
گیا تھا ۔ بعد میں سنہ ۱۹۶۲ ع میں ڈاکٹر سید حسین ظہیر
کو ڈائرکٹر جنرل سی ایس آئی آر بنا دیا گیا۔ ان کی جگہ موجودہ
ڈائرکٹر پدم شری ڈاکٹر جی۔ ایس سدهو ڈائرکٹر بنادے گئے ۔

آر ۔ آر ۔ ایل (ریجنل ریسرچ لیبارٹری) کے قیام کا مقصد
اس علاقہ کے قدرتی وسائل کو صنعتی اغراض کے لئے استعمال
کرنا قرار پایا ۔ اس مقصد کے لئے اس میں هر شعبہ سائنس
میں تحقیقات کے لئے علحدہ علحدہ شعبے قائم کئے گئے جیسے
نامیاتی کیمیا ، غیر نامیاتی کیمیا ، کوئلہ ، تیلوں اور پینٹس
کے شعبہ جات ۔

سائنسی تحقیقات دو اقسام کی هوتی هیں ایک تحقیقات وہ
هوتی هیں جنکا فوری کوئی عملی استعمال نہیں هوسکتا اسکو
بنیادی تحقیقات کہا جاتا هے اور دوسری اطلاقی تحقیقات (Applied)
هوتی هیں جنکی بنیاد پر صنعتیں قائم کی جاتی هیں ۔ دراصل
بنیادی تحقیقات پر یونیورسٹی سے ڈگری لیکر نکلنے والے اشخاص
کو کام کرنا هوتا هے جو اپنے کام کو مقالہ کی شکل میں پیش
کرکے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرسکتے هیں نیز اس دوران
ان کو عملی تجربوں کی مشق هوجاتی هے جو بعد میں اطلاق
تحقیقات میں استعمال هوتی هے ۔ ویسے بنیادی تحقیقات کے دوران
اگر مرکبات بنائے جاتے هیں تو ان کو اس بات کے لئے پرکھا
جاتا هے کہ وہ کسی عملی ضرورت کو پورا کریں گے ۔ چنانچہ
ایسے هی مرکبات میں سے جدید ادویات ، جراثیم کش دوائیں

اور دوسری اشیاء حاصل ہوتی ہے ۔ اور اگر کسی کیمیائی تعمل کا مطالعہ کیا جاتاہے تو اسکے نتائیج کو بھی عملی طور پر استعمال کیا جاتا ہے ۔ ان تمام تحقیقاتی کاموں کے نتائج (مثبت اور منفی) کو سائنسی تحقیقاتی رسالوں میں شائع کیا جاتا ہے جو تقریباً ہر ترقی یافتہ ملک سے سیکڑوں کی تعداد میں شائع ہوتے ہیں خود ہمارے ملک میں بھی کتنے ہی ادارے اور یونیورسٹیاں ایسے پرچہ شائع کرتی ہیں ۔ سی ایس آئی آر بھی ہر شعبہ سائنس کے لئے ایک علحدہ رسالہ شائع کرتی ہے اور اسکے علاوہ هندی ، انگریزی اور اردو میں عام فہم انداز میں سائنسی معلوماتی مضامین عام آدمی اور کالج کے طلبہ کے لئے شائع کرتی ہے ۔

قسم دوم کی تحقیقات یعنی اطلاقی کو صنعتی اغراض کے لئے کیا جاتا ہے اور اسکے نتائج راست طور پر کسی کارخانہ کے قیام یا اسکو چلانے میں استعمال ہوتے ہیں ۔

ریجنل ریسرچ لیبارٹری میں قائم شعبوں کے کام کا ہم علحدہ علحدہ ذیلی عنوانات کے تحت مطالعہ کریں گے ۔

شعبہ نامیاتی کیمیاء میں تحقیقات کے نتیجہ میں ابتدا میں ایک مرکب بہترین Central Nervous System Department (یعنی سکون دینے والی دوا) تیار ہوا جسکو مشہور کمپنی ''بوٹس،، پچھلے بیس سال سے زاید عرصہ سے بیچ رہی ہے ۔ دس سال قبل ایک اور مرکب ایسا نکل آیا جو گھٹیا ، سوجن جوڑوں کے درد کا بہترین علاج ثابت ہورها ہے یہ ابھی مارکٹ میں نہیں آیا اور آزمائشوں کے آخری مراحل میں ہے ۔ اسکے علاوہ تین اور مرکبات ہیں جو ابتدائی مرحلوں میں امید افزاء نتائج ظاہر کررہے ہیں ۔

اطلاقی تحقیقات میں دو پہلوؤں پر زور دیا جاتا ہے ۔ اول تو ایسے مرکبات جو اسوقت بھی ملک کے باہر سے منگوائے جاتے ہیں انکو ملک میں حاصل ذرائع اور خام مال سے تیار کرنے کی جانکاری (Know How) تیار کیا جائے تاکہ قیمتی زر مبادلہ کو بچایا جاسکے ۔ دوسرے، ملک میں قائم صنعتوں کی دشواریوں پر قابو پانے میں ان کی مدد کی جائے کیونکہ ظاہر ہے کہ ملک میں قائم ہزاروں ، لاکھوں ، چھوٹے بڑے کارخانے اس بات کے مالی طور پر متحمل نہیں ہوسکتے کہ انکی اپنی تجربہ گاہ قائم کی جائے اور اس میں بہترین اور قیمتی سائنسی آلات جمع کئے جائیں ۔ اور نہ ہی اعلی صلاحیتوں کے سائنسی اور تکنکی دماغ انکو ہمیشہ میسر آسکتے ہیں ۔

ریجنل ریسرچ لیبارٹری نے ہر دو شعبوں میں نمایاں کارنامے انجام دئے ہیں ۔

سیانورک کلورائیڈ ایک ایسا مرکب ہے جسکی جانکاری اور تیاری چند بڑی کمپنیوں کی اجارہ داری ہے جو ساری دنیا میں اسکو بیچتی ہیں ۔ یہ مرکب عینکوں کے شیشوں کی تیاری ، کپڑوں کو سفید براق کرنے کے کام آتا ہے ۔

ایپی کلورو ہایڈرین ، راکٹ کو اڑانے والے مرکبات میں سے ایک ہے ۔ ہندوستان کے مستقبل کے خلائی منصوبوں کے لئے ملک میں اسکی تیاری ضروری ہے چنانچہ اسکی جانکاری تیار کرلی گئی ہے ۔ تالیفی گلیسرین Syn thetic glrycerine کی جانکاری کی تیاری کی وجہ سے ملک کو تین کروڑ روپیے کے زر مبادلہ کی بچت ہوئی ۔

دو اہم مرکبات ڈائی ازے پام (جو کالمپوز Calmpose کے نام سے بکتی ہے) اور کلورو ڈائی ازے اپاکسائیڈ (جو لبریم librium کے نام سے بکتی ہے) کی تیاری کی جانکاری ملک میں دستیاب خام مال سے کی گئی ۔ اور ان کو صنعت کے حوالے کیا گیا ۔

سوڈیم اسٹرائل - ۲ - لیکٹائل (SSL) جو ڈبل روٹی میں زائد پروٹین جمع کرنے اور اسکو نرم رکھنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے ۔ اس مرکب کو بھی درآمد کیا جاتا تھا اسکی جانکاری بھی لیبارٹری میں حاصل کرکے صنعت کو دی گئی ۔

کرڑ کے تیل سے صنعتی اہمیت کے مرکبات حاصل کرنے کا کام بھی لیبارٹری نے ہاتھ میں لیا ۔ کاجو کے خول سے تیل نکالکر انکو پینٹس Paints میں رنگ اور محلل کو ملانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اسکو حاصل کرنے کا کام بھی کیا گیا ۔

پولی یوری تھین کی تہہ جانے کی الکٹرانک اور ہوائی جہاز کی صنعت میں کافی اہمیت ہے یہ اب تک ملک میں استعمال نہیں ہوتا تھا ۔ اس لیبارٹری نے پولی یورتھین تیل سے ایک کیمیائی فارمولہ حاصل کیا جسکی تہہ چڑھا دینے کے بعد اشیاء پر کیمیائی مرکبات کا کوئی اثر نہیں ہوتا ۔ یہ خلائی تحقیقات ، ہوائی جہازوں اور دفاعی سامان اور الکٹرانکس کے آلات میں استعمال ہوتا ہے ۔

ہندوستان کا ساحل سمندر کافی طویل ہے اور اسکے سمندروں میں بکثرت مچھلی موجود ہے جسکو غذائی اغراض کے علاوہ صنعتی اغراض کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ مچھلی کے تیل کی زیادہ سے زیادہ کھپت کا کام لیبارٹری نے اپنے ذمہ لیا چنانچہ تلخیص شدہ سارڈن کے تیل کی پینٹس ، روشنائی اور چمڑے کی صنعت میں استعمال کیا گیا سارڈن کے تیل کو اس غرض کے لئے بہتر سے بہتر بنانے کے

طریقے پر بھی کام ہوا تاکہ اس تیل کو ان جگھوں پر استعمال کیاجاسکے جہاں اب نباتی تیل استعمال ہوتے ہیں کیونکہ نباتی تیلوں کی مانگ دن بدن بڑھتی جارہی ہے اور ان تیلوں کو شاید آئندہ چند سالوں میں سوائے کھانے کے کسی اور کام میں استعمال کرنا محال ہوجائے گا۔

زراعت میں کیڑے مار مرکبات کا استعمال ترقی یافتہ ممالک میں کافی پرانی بات ہے لیکن ہندوستان جیسے پسماندہ ممالک میں انکا استعمال حال ہی کی بات ہے۔ چنانچہ ملک اسوقت ان مرکبات کا بڑا حصہ بیرون ملک کی کمپنیوں سے خریدتا ہے۔ سی ایس آئی آر نے ان مرکبات کی ملک کے اندر تیاری کو ایک برق رفتار پروگرام کے ذریعہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ریجنل ریسرچ لیبارٹری نے بھی اس پروگرام کو اپنایا اور سائنسیدانوں کی ایک بڑی تعداد کو اس کام میں مشغول کردیا۔ ان مرکبات میں کلورین کے اور فاسفورس کے مرکبات بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ ان مرکبات کی تیاری پھر ان کو موزوں اشیا کے ذریعہ پودوں اور فصلوں پر چھڑکاؤ کر کرنے کی جانکاری۔ بیرونی کمپنیوں نے نہ صرف ان کی تیاری پر اجارہ‌داری بنارکھی ہے بلکہ ان کی جانکاری پر گہری رازداری کے پردے ڈال رکھے ہیں۔ لیکن جس رفتار سے کام ہورہا ہے اس سے توقع کی جاسکتی ہے کہ بہت جلد ہندوستان اس سلسلہ میں بھی خود مکتفی ہو جائے گا۔

لیبارٹری کے طریقہ کار میں ایک اور بات قابل ذکر ہے کہ لیبارٹری، صنعت‌کاروں سے ایسا کام بھی حاصل کرتی ہے جس کے لئے مالیہ کی فراہمی صنعت کار کرتے ہیں اور ٹکنکی جانکاری لیبارٹری کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ یہ ایک معاہدہ کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اور تکمیل کے بعد یہ جانکاری چند سال کے لئے متعلقہ پارٹی (جس کو اسپانسر Sponsorer کہا جاتا ہے) کو دیدی جاتی ہے لیکن اگر ضرورت سمجھی گئی تو یہی جانکاری ایک دوسرے معاہدہ کے ذریعہ کسی دوسری پارٹی کو بھی دی جاسکتی ہے (اسکا مقصد اجارہ داری کی حوصلہ شکنی ہے) ایسے چند پراجکٹس کا ذکر یہاں بے جا نہ ہوگا۔

ڈائی‌ازے پام، کلوڈائی ازے پا اسایڈ، کلو فیبریٹ (جو خون کے دباؤ کے لئے مفید ہے (یعنی Anticholes Torl) چار کول میں کاربن کی مقدار قائم رکھنا، رائی کے بیجوں کی تخفیص تیل میں آلودہ کپڑوں اور کاٹن ویسٹ سے کاغذ کی تیاری پروٹین کے حاصل بنولے کے آٹے کی تیاری۔

حال ہی میں لیبارٹری میں صنعتوں کی تیز رفتار ترقی کی خاطر ایک ورشعبہ قائم کیا ہے اس شعبہ میں صنعت کاروں کو کسی بھی کارخانہ کا ڈزائن اور انکی لاگت و تعمیر کا تخمینہ دیا جاتا ہے یہ شعبہ حسب ذیل امور کی ذمہ داری قبول کرتا ہے۔

(۱) کسی بھی مرکب کی تیاری کیلئے کارخانہ کے قیام کی لاگت کا تخمینہ اسکی تیاری کے لئے سستا اور آسان ترین طریقہ۔

(۲) اس بات کا اندازہ کہ اس مرکب کی مارکٹ کیا ہوگی اور اسکی ٹکنالوجی کس قسم کی ہوگی اور اسکا تخمینہ لاگت۔

(۳) پوری جانکاری اور کارخانہ کا مکمل ڈزائن اور رپورٹ۔

(۴) اگر ڈزائن موجود ہے تو اسکو بہتر اور عصری بنانا چنانچہ لیبارٹری نے جن پراجکٹس کو مکمل کیا ہے ان میں سے چند یہ ہیں:—

(۱) بنولے کی تیاری کی صنعت (تامل ناڈو)۔

(۲) آئیڈرزن آئیڈرٹ کی تیاری (آندھرا)۔

(۳) کم تپش پر کوئلہ کے کاربونا ئزیشن کا پلانٹ (۹۰۰ ٹن روزآنہ) آندھرا۔

(۴) ناریل کے خول سے اکٹیو کاربن کی تیاری (یہ شکر کی تیاری اور تیلوں کی صفائی میں استعمال ہوتا ہے)۔

(۵) بنزائل کلورائیڈ، فنائل اسٹک ایسیڈ کی تیاری کا پلانٹ (دورالا شکر لمیٹیڈ، اتر پردیش)۔

(۶) لکڑی کے کاربوناٹزیشن سے اکٹیو پلانٹ (ھائی۔ پائنس کاربن لمیٹڈ، ھماچل پردیش)۔

(۷) سلیکون کاربائیڈ (اس مٹریل سے گرائنڈرز بنائے جاتے ہیں) اڑیسہ۔

(۸) کاجو کے خول کے تیل کو کشید کرنے کا پلانٹ (بنزوکیم انڈسٹریز بمبئی)۔

کیونکہ اس لیبارٹری کے قیام کا مقصد صنعت کاروں کے لئے سہولتیں پیدا کرنا بھی ہے اس لئے حسب ذیل سہولتیں لیبارٹری صنعت کاروں کو فراہم کرتی ہے

(۱) کمپیوٹر — لیبارٹری میں کمپیوٹر اور اسکو چلانے والا اعلی تکنیکی اسٹاف موجود ہے جو کسی بھی صنعت کی مدد کرنے تیار ہے۔

(۲) لیبارٹری میں کسی بھی صنعت میں کام کرنے والے اسٹاف کو پلانٹ کو چلانے، کیمیائی تجزیہ یا کسی خاص آلہ جیسے MASS-Spec-NMR-GLC-X-Ray انفراریڈ

وغیرہ کو استعمال کرکے اپنا کام کروانے یا ان آلات کو چلانے کی جانکاری حاصل کرنے کی سہولت موجود ہے ۔

(۴) لیبارٹری میں پائلٹ پلانٹ مطالعہ کی سہولتیں موجود ہیں جسکو کوئی بھی صنعت کار استعمال کر سکتا ہے ۔

(۵) ٹکنیکل مشورے ۔ کیونکہ لیبارٹری میں بہترین کیمیادان طبعیات دان ، ماہر کمپیوٹر ، ماہر ٹکنالوجی ، غرض ہر وہ موجود ہے جسکی ضرورت کسی بھی صنعت کو قائم کرنے اور چلانے کے لئے درکار ہوتی ہے اس لئے کسی بھی صنعتی مشکل یا پیچیدگی کو لیبارٹری کے ماہرین سے رجوع کر کے اس کو حل کیا جاسکتا ہے ۔

اسکے علاوہ کونسل (سی یس آئی آر) اور گورنمنٹ آندھرا پردیش کے اتحاد سے ایک پولی ٹکنالوجیکل کلینک بھی لیبارٹری کے احاطہ میں قائم کیا گیا ہے جو صنعت کاروں کی انکوائریز کو فوراً حاصل کرکے متعلقہ ماہرین تک پہنچاتا اور پھر اسکے حل کو صنعت کاروں کے حوالے کرتا ہے۔

ضلع کریم نگر پراجکٹ	پسماندہ علاقوں کی معاشی و سماجی ترقی کے منصوبہ کے تحت سی ایس آئی آر نے آندھرا پردیش حکومت

کے ساتھ ملکر کریم نگر (ضلع) کو اپنایا ہے تاکہ کونسل برائے زراعتی تحقیقات ، سروے آف انڈیا اور حکومت آندھرا پردیش کے تمام محکمہ جات ملکر اس ضلع میں صنعتوں کے قیام میں مدد کریں نیز زراعتی امور میں کسانوں کی رہنمائی کریں ، چنانچہ حکومت آندھرا پردیش نے اس علاقہ (کریم نگر) میں صنعتیں قائم کرنے والوں کو کئی اقسام کی مراعات دینے کا اعلان کیا ہے ریجنل ریسرچ لیبارٹری حیدر آباد کے سائنسدانوں نے مکمل طور پر اس بات کی جانکاری حاصل کی ہے کہ اس علاقے کے قدرتی وسائل کیا ہیں اور کس قسم کی صنعتیں یہاں قائم کی جاسکتی ہیں چنانچہ سنٹرل لیدر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ مدراس کے تعاون سے چمڑے کی عصری طریقے سے دباغت کی صنعت اور آر آر ایل کی جانب سے کاغذ سازی وغیرہ کی صنعتیں قائم کی جارہی ہیں

ریجنل ریسرچ لیبارٹری حیدر آباد کے ڈائرکٹر ڈاکٹر جی یس سدھو نے ایک صحافتی انٹرویو میں اس بات پر حیرت اور افسوس کا اظہار کیا تھا کہ لیبارٹری کو حیدر آباد اور آندھرا پردیش میں واقع ہے لیکن لیبارٹری کے تیار کئے ہوئے پراجکٹس کے حاصل کرنے والے صنعت کار اکثر بمبئی اور بنگال ، اور اتر پردیش سے تعلق رکھتے ہیں اور اسکی وجہ انہوں نے یہ بتائی کہ شاید یہاں کے لوگ صنعتوں میں سرمایہ لگانے سے گھبراتے ہیں حکومت آندھرا پردیش نے ریاست کو صنعتی ریاست بنانے کی غرض سے صنعت کاروں کو ترغیب دینے کے لئے کئی ہی مراعات کا اعلان کیا ہے ساتھ ہی ریجنل ریسرچ لیبارٹری بھی ہر طرح سے مناسب صنعت کاروں کو مدد دینے تیار ہے

* * * * *

عقیل الرحمان عقیل

نیا معاشی پروگرام شاعری کے آئینے میں

اردو شاعری نے ملک کو سامراج کے چنگل سے آزاد کرانے میں قومی تحریکات کے دوش بدوش تاریخ ساز اور نمایاں کارنامے انجام دئے ہیں ۔ تاریخ آزادئ ہند کا مورخ خوب جانتا ہے کہ ہندوستان پر جب جب برا وقت آیا ، اہل ملک کو نئی امنگ اور نیا حوصلہ اردو شاعری کے وسیلے سے ملا کیا ۔

۲۶ - جون سنہ ۱۹۷۵ ع کو وزیراعظم نے ملک کے حالات کے پیش نظر ایمرجنسی کا اعلان کیا تھا ۔ اور جمہوریت کے استحکام کی غرض سے ایک نیا معاشی پروگرام بھی قوم کو دیا تھا ۔ ملک میں ہنگامی حالات کے نفاذ کو ایک سال پورا ہوگیا ، یہ دراصل ایمرجنسی کا نہیں بلکہ ملک کی ہمہ جہت ترقی اور جمہوریت کے استحکام کا ایک سال ہے جو پورا ہوا ہے۔

وزیراعظم مسز اندراگاندھی کے بیس نکاتی انقلابی اور معاشی پروگرام نے ملک کی زندگی میں واقعی ایک تعمیری انقلاب برپا کردیا ۔ اس پروگرام کو عوام تک، کارخانوں تک ،دفتروں اور مدرسوں تک ، کسانوں ، طالب علموں اور محنت کشوں تک پہنچانے میں اردو کے شاعروں نے بھی قدم سے قدم اور کندھے سے کندھا ملا کر اہل وطن کا ساتھ دیا ہے، نظمیں لکھی گئیں ، کورس اور گیت قلمبند کئے گئے ، ساز اور نغمے کی ہم آہنگی کے سبب قومی شعور کی حامل ایسی کئی نظمیں عوام کے دلوں کی دھڑکن بن گئیں ۔

وزیراعظم شریمتی اندراگاندھی نے یہ اقدام صرف آزادی کے استحکام ،جمہوریت اور سکولرزم کی بقا اور عوام کی خوداعتمادی اور حوصلوں کو بلند کرنے کے لئے کیا اور عوام نے ہنگامی حالات کے اعلان کا بڑی گرمجوشی سے خیرمقدم کیا۔ ہماری زبان کے نامور شاعر جناب جگن ناتھ آزاد نے وزیراعظم کے اس اقدام کی ستائش کرتے ہوئے اپنی دل نشیں نظم میں یوں خراج تحسین ادا کیا ہے ۔

روشن کئے جوبیس دیئے تونے ہند میں
ظلمت میں نور پھیل گیا دور دور تک
چاروں طرف اب ایک تجلی کا دور ہے
میری نظر سے میرے دل ناصبور تک
تو نے دوا جو دی ہے وہ کڑوی سہی مگر
نسخہ ہے لاجواب ترا اے طبیب قوم
تو قوم کی مریض بھی ہے ، چارہ ساز بھی
محبوب بھی ہے قوم کی تو اے حبیب قوم

هم تیرے ساتھ ہیں

جناب بسمل سعیدی نے بھی اپنی پراثر نظم میں دیش کی روح رواں مسز اندراگاندھی کی عظیم خدمات کو اسطرح خراج تحسین ادا کیا ہے۔

ہے انہیں کے سایہ دامن میں ہم سب کو پناہ
ان سے بہتر کوئی بھی اپنا نہیں ہے سربراہ
ان کے زیر سایہ دامن نہیں کوئی تباہ
سب کے سر پر سائباں اندرا نہیں تو کون ہے
دیش کی روح رواں اندرا نہیں تو کون ہے
جسم میں بھارت کے جاں اندرا نہیں تو کون ہے
ہند کی سارے جہاں میں دھاک ان کے دم سے ہے
ہے اگر اکسیر اپنی خاک ان کے دم سے ہے
یہ زمیں ہم رتبہ افلاک ان کے دم سے ہے
دیش کی روح رواں اندرا نہیں تو کون ہے

ایمرجنسی کے نفاذ اور بیس نکاتی پروگرام سے پہلے جو حالات ملک میں پیدا ہوگئے تھے اور جو بدنظمی ،ہنگامہ آرائی اور افراتفری بعض سماج دشمن عناصر پھیلارہے تھے اسکی وجہہ سے تعلیمی اداروں ، کارخانوں اور دفتروں کے روز مرہ کاموں میں خرابیاں اور رکاوٹیں پیدا ہورہی تھیں ، ایمرجنسی کے نفاذ کے بعد قیمتیں گرنے لگیں ، کھیتوں اور کارخانوں کی پیداوار بڑھنے ۔ اسمگلنگ اور ٹیکس چوری کی روک تھام ہوئی ۔ بے جا سودخوری اور جبری محنت کا خاتمہ کردیا گیا اور ایک روشن سویر اطلوع ہوا ۔

اس روشن سویرے کو جناب وقار خلیل نے یوں اپنی فکر کا موضوع بنایا ہے۔

قدم سے تھا قدم گلزار روشن
ہر روش حسن گل تر
وطن کی آبرو مندی سلامت
تھکے چہروں پہ صبح زندگی رقصاں
دفاتر، کارخانے، مدرسے جگمگ
وفا ہر گام پر مسرور و شاداں
بہاریں جاوداں پنگھٹ خراماں
صبا، باد بہاراں، میگساراں، خوش نگاراں
چراغاں ہی چراغاں
یہ منظر اور مہکے
حریت اپنا صحیح مفہوم پا جائے
نئے حالات کتنے مطمئن، واضح، نمایاں ہیں
ہر اک چہرے پہ شادابی درخشاں

بیس نکاتی معاشی پروگرام کی وضاحت میکش بدایونی نے اپنی ایک نظم میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ کی ہے۔ اس نظم کے چند شعر یہ ہیں۔

ہے منشا اس کا بھارت سے غریبی دور ہو جائے
ہے منشا اس کا ہر تاریک گھر پر نور ہو جائے
یہ منشا ہے کہ رنگ و نسل کی تفریق مٹ جائے
یہ منشا ہے کہ نفرت کی ہر اک زنجیر کٹ جائے
یہ منشا ہے کہ ہر سو روشنی علم و ہنر کی ہو
ہر اک لب پر مسرت، چاشنی علم و ہنر کی ہو
یہ منشا ہے کہ بھارت میں کوئی بے خانماں کیوں ہو
کسی بھی دیش سے پیچھے مرا ہندوستاں کیوں ہو
یہ منشا ہے بڑے چھوٹے سب انساں ایک ہو جائیں
عمل کی راہ میں ہندو مسلماں ایک ہو جائیں

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ملک کے چپے چپے میں مسرتیں رقص کررہی ہیں، ہندو مسلمان سبھی متحد نظر آتے ہیں، علم و فن کے سر چشمے ابل رہے ہیں اور ہر طرف چراغاں کا سا منظر ہے۔ تازھی پرتابگڈھی اسی خوشی میں غزل خواں نظر آتے ہیں اور کہتے ہیں۔

پیار ہی پیار ہر اک لئے، ہر اک آواز میں ہے
حسن ہی حسن ہر اک پردہ گیر راز میں ہے
نغمہ ہی نغمہ ہر اک دل میں، ہر اک ساز میں ہے
تازہ دم، تیز قدم باد صبا آتی ہے
صبح نزدیک ہے خوشبوئے ضیا آتی ہے

شجاع فاروق نے عزائم کی اسی لگن اور ارتقا کی اسی جوت کو اپنی فکر کی گرمی سے یوں نظم کیا ہے۔

ہر گام پہ رقصاں ہوئیں محنت کی ہوائیں
سجنے لگیں دلہن کی طرح زیست کی راہیں
دھرتی پہ نئی صبح وطن جاگ رہی ہے
سینوں میں عزائم کی لگن جاگ رہی ہے
ہر ذرہ ہے یک جہتی کی خوشبو سے معطر
ہے قلب و نظر پیار کی لہروں کا سمندر

علی الدین نوید، نوجوان اور خوش فکر شاعر ہیں، ملک کے بدلتے ہوئے خوش کن حالات سے کتنے خوش اور کیسے پر امید نظر آرہے ہیں۔ ان کے یہ اشعار دلی مسرتوں کو ظاہر کرتے ہیں۔

جواہر کے بدن کی چاندنی میں
نئی فصلوں کا سونا اگ رہا ہے
پرانے موسموں کو بھول جائیں
نیا موسم، نئی آب و ہوا ہے
مدرسوں، کارخانوں، دفتروں میں
محبت اور محنت کا چلن ہے
خدا رکھے سلامت کج کلاہی
نئے ماحول کا یہ بانکپن ہے
ہمارے خواب اب گھائل نہ ہوں گے
وفا کی چاندنی زندہ رہے گی

ملک میں خوش حالی اور مسرت کے اصل سر چشمے شریمتی اندرا گاندھی کو دکن کی خاتون شاعرہ محترمہ کلیمہ تسنیم نے اپنے ایک ترانے ''گلاب کی بازیافت،، میں یوں خراج تحسین ادا کیا ہے۔ جنکی رہنمائی میں ہر گام بہاروں کے سے معطر اور روشن مناظر، تمنا کی نئی فصلوں کی آبیاری کررہے ہیں۔ تسنیم صاحبہ فرماتی ہیں۔

وہ روشنی کا تسلسل، وہ بوئے پیراہن
اسی کی قامت رعنا کا ایک عکس جمیل
مہک رہا ہے تمنا کی وادیوں میں چمن
وہ روشنی کا تسلسل، وہ بوئے پیراہن
دیار گنگ و جمن ہو کہ سر زمین دکن
تمام بوئے گل تر، تمام نقش جمیل
وہ روشنی کا تسلسل، وہ بوئے پیراہن
اسی کی قامت رعنا کا ایک عکس جمیل

بیس (۲۰) نکاتی معاشی پروگرام کی برکات سے خاص طور پر کچلے ہوئے عوام اور پسماندہ طبقات کو راحت مل رہی ہے۔ محرومیوں اور ناکامیوں کے زمانے رخصت ہو رہے ہیں اور نشاط و کامرانی کا دور دورہ ہے ۔ فلاح اور ترقی کی نئی نئی اسکیمیں سرکار کی طرف سے نافذ کی جارہی ہیں ، جس سے جھونپڑوں میں زندگی اور خوش حالی بڑھتی جارہی ہے۔ حکومت کے ان اقدامات کو ظفر نسیمی نے یوں نظم کیا ہے ۔

وطن کے سامنے کچھ مسئلے تھے برسوں سے
زہے نصیب کہ ان کا بھی حل نکل آیا
ہر ایک جنس گراں آج ہوگئی ارزاں
جو چیز پہلے میسر نہ تھی وہ عام ہوئی
دبے تھے قرض میں پسماندہ قوم کے افراد
نئے سماج میں ان کو رہ حیات ملی
تمام سو تھے ہوئے کھیت ہوگئے سیراب
جو بجلی آئی تو پانی کی دھار سوڑ گئی
یہ انقلاب نمونہ ہے جہد پیہم کا
کہ گاؤں گاؤں میں بجلی کی لہر دوڑ گئی
ہوا ہے خاتمہ اس دور میں غلامی کا
کسی سے اب کوئی بیگار لی نہیں جاتی

جناب نذیر بنارسی کی قومی شاعری کے کیا کہنے ، موصوف نے ایمرجنسی کے بعد کے حالات کا ایک بھر پور جائزہ اپنی نظم میں لیا ہے اور دکھایا ہے کہ نیا ہندوستان ترقی کی نئی منزلوں کی طرف تیزی سے گامزن ہے۔ نذیر کہتے ہیں ۔

بچایا مادر ہندوستاں کو کس قرینے سے
وطن والو ! کمال دختر ہندوستاں دیکھو
نہ دیکھو پیچھے ، آگے بڑھنے والوں کا سماں دیکھو
غبار کارواں کیا دیکھتے ہو ، کارواں دیکھو
جہاں ہمت شکن مایوسیاں چھائی تھیں انسان پر
وہاں انگڑائیاں لیتا ہوا عزم جواں دیکھو
وہ سڑکیں جن پہ کل خنجر بکف خطرے ٹہلتے تھے
انہیں سڑکوں پہ چل کر اب ہجوم مہ وشاں دیکھو
زمیں سے آسماں تک آج اپنی بھی رسائی ہے
فضاؤں میں ، خلاؤں میں ، جہاں چاہو وہاں دیکھو

ایمرجنسی کے بعد کی خوشحالی کو موہن خاں شوق نے " چہرہ چہرہ ماہ تمام " کے زیر عنوان نظم کیا ہے اور یہ نظم بے حد خوبصورت اور کامیاب اظہار کی علامت ہے ۔

اب سے پہلے دیش ہمارا
ہو کر بھی آزاد نہ تھا
قدم قدم کالا بازاری اور ذخیرہ اندوزی تھی
اب ایسا ہے :
قصبوں ، شہروں ، کھیتوں اور کھلیانوں میں
محنت اور محبت روشن ۔
آنگن آنگن جشن چراغاں
چہرہ چہرہ ماہ تمام

جوہر ہاشمی نے قومی موضوعات پر بہت سی نظمیں لکھکر اپنے جوہر چمکائے ہیں ۔ " نئے چراغ " ان کی بیس نکات کو واضح کرنے والی ایک اچھی نظم ہے۔ جس کے یہ چند شعر ملاحظہ ہوں ۔

ہر سمت بہاروں کا فسوں جاگ اٹھے گا
پھولوں سے مہک جائیگا پھر سارا گلستاں
کرنی ہے اب اس طرح سے تنظیم گلستاں
پھر برق کی زد میں نہ رہے کوئی نشیمن
ہو جائیں گے پھر دیپ تمناؤں کے روشن
ہر لب پہ مچل جائیں گے خوشیوں کے ترانے

غرض نئے معاشی پروگرام کو ہماری محبوب وزیراعظم شریمتی اندراگاندھی کی کامیاب قیادت نصیب ہوئی ہے اور گزشتہ ایک سال کے مختصر سے عرصے میں انہوں نے ملک کی ترقی ، خوشحالی اور استحکام کے لئے متعدد ایسے انقلابی فیصلے کئے ہیں جن کی وجہ سے وہ ایک تاریخ ساز شخصیت بن کر ترقی پذیر دنیا کے افق پر ابھر آئی ہیں اور انہوں نے جو کچھ کہا وہ کر کے دکھایا ہے ۔ اسی لئے اردو کے شاعروں، دانشوروں، ادیبوں اور صحافیوں نے ایمرجنسی کا نہ صرف خندہ دلی سے خیرمقدم کیا ہے بلکہ اس کو ملک کی ترقی کے لئے ایک نعمت قرار دیا ہے ۔

* * * * *

رحمٰن سین پوروی

ناز کرتے ھیں

نہ دل پرناز کرتے ھیں نہ جاں پر ناز کرتے ھیں
ھمیں ھے ناز ، ھم ھندوستاں پر ناز کرتے ھیں

نظر آتی ھے اسمیں صورت امن اور یکجہتی
ھم اپنے ملک کے قومی نشاں پر ناز کرتے ھیں

ھر اک انساں کوحق حاصل ھے اب حق بات کہنے کا
ھم اس آزادی طرز بیاں پر ناز کرتے ھیں

انیس و ھمدم و غمخوار ھیں قوم و وطن کے وہ
جو آزادی کی شمع ضو فشاں پر ناز کرتے ھیں

وطن کی شان و عظمت کے محافظ واقعی یہ ھیں
ھم اپنے ملک کے ھر نوجواں پر ناز کرتے ھیں

ھمیں بھی فخر ھے یوں اتحاد قوم انساں پر
ستارے جیسے حسن کہکشاں پر ناز کرتے ھیں

وطن سارا جہاں انسانیت مذھب ھمارا ھے
ھم اپنے جذبہ امن و اماں پر ناز کرتے ھیں

جو حامی ھیں تمدن کے تخیز کے فدائی ھیں
وہ انساں اپنے ھرعزم جواں پر ناز کرتے ھیں

جمود اچھا نہیں لگتا ھے دنیا میں کسی شئے کو
کہ قطرے بھی تو دریائے رواں پر ناز کرتے ھیں

جسے سنکر کسی انساں کو کچھ فائدہ پہنچے
ھم ایسے شعر ، ایسی داستاں پر ناز کرتے ھیں

بھرم کھلتا ھے رحمٰن اپنی استعداد کا ھم پر
اسی باعث تو ھم ھر امتحاں پر ناز کرتے ھیں

* * * * *

محمد علی اثر

غزل

دلوں کے درد کا رشتہ مری تلاش میں ہے
کسی کا عہد تمنا مری تلاش میں ہے

جانے کب سے تعاقب میں ہے کوئی سایا
کسی کا نقش کف پا مری تلاش میں ہے

وہ شخص مجھ سے بچھڑ کر بھی جو اداس رہا
سنا ہے اب وہ دوبارہ مری تلاش میں ہے

نفس نفس کوئی آواز دے رہا ہے مجھے
نہ جانے کون خدا یا مری تلاش میں ہے

کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دیتی ہے
یہیں کہیں کوئی سایا مری تلاش میں ہے

نہ جانے کون تھا صحراء میں جس کو دیکھا تھا
وہ ایک شخص مجھی سا مری تلاش میں ہے

وہ لمحہ جس کو میں صدیوں سے ڈھونڈھتا ہوں اثر
سنا ہے اب وہی لمحہ مری تلاش میں ہے

* * * * *

خبریں تصویروں میں

بائیں جانب اوپر :— شری بپن پال داس مرکزی نائب وزیر امور خارجہ نے ۱۰ - ستمبر کو حیدرآباد میں نئے ریجنل پاسپورٹ آفیس کا افتتاح کیا ۔

بائیں جانب درمیان میں :— شری - جے - وینگل راؤ چیف منسٹر آندھرا پردیش نے ۱۶ - ستمبر کو حیدر آباد میں " نیشنل فیملی پلاننگ ملٹی میڈیا موٹیویشنل کیمپین " کا افتتاح کیا ۔

بائیں جانب نیچے :— شری جی - راجہ رام وزیر برق ۱۹ - ستمبر کو حیدرآباد میں آندھرا پردیش پولٹری فیڈریشن کے افتتاح کے موقع پر صدارتی خطبہ دے رہے ھیں ۔

دائیں جانب اوپر :— شری - اے - پی - شینڈے مرکزی وزیر اغذیہ و زراعت نے ٦ - ستمبر کو حیدر آباد میں ربیع پروڈکشن کانفرنس کا افتتاح کیا ۔

دائیں جانب نیچے :— شری - پی - رنگاریڈی وزیر فینانس و اطلاعات ۱۸ - ستمبر کو حیدر آباد پریس کلب میں آنجہانی کھا سا سباراؤ کی تصویر کی نقاب کشائی کر رہے ھیں ۔
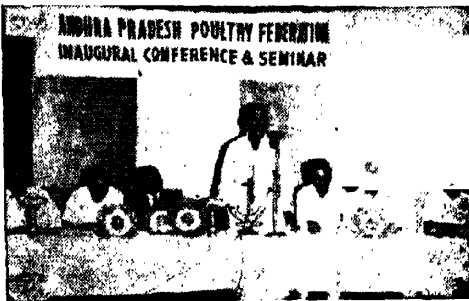
شری ۔ کے ۔ راجملو

شری ۔ جے ۔ چکا راؤ

شری ۔ پی ۔ رنگا ریڈی
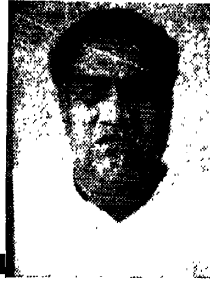
شری ۔ جے ۔ وینگل راؤ

شری ۔ ٹی ۔ انجیا

شری ۔ وی ۔ کرشنا مورتی نائیڈو

شری ۔ ابراهیم علی انصاری

شری ۔ آر ۔ ایس ۔ سوریہ نارائن راجو

وزراء

شری ۔ جی ۔ راجہ رام

شری ۔ یل ۔ لکشمن داس

شری ۔ بی ۔ سبا راؤ

شری ۔ پی ۔ نرسا ریڈی

شری ۔ چیررولو هنمیا

شری ۔ سی ۔ یچ ۔ وینکٹ راؤ
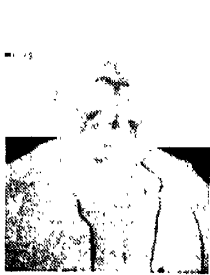
شری ۔ یم ۔ وی ۔ کرشنا راؤ
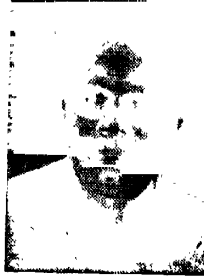
شری ۔ سی ۔ ایچ ۔ سبارائیڈو

شریمتی - ایل - لکشمی دیوی

ڈاکٹر سی - ہج - دیوآنندراو

شری - اے - وینکٹ ریڈی

شری - بی - شری رام مورتی

شری - آصف پاشا

شری - ڈی - سنو سوامی

شری - پی - مہندرناتھ

شری - وی - پروشوتم ریڈی

ہمارے

شریمتی - ڈی - کرشناوینی سنجیویا

شری - بی - شیشاوتارم

شری - کے - بی - نرسیا

شری - کے - وی - کیشولو
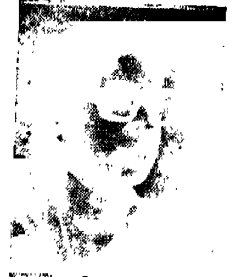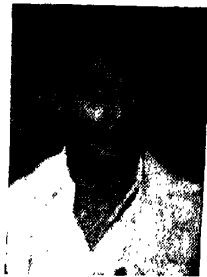
شری - دھرما ریڈی

شری - یرا نارائن سوامی

آندھرا پردیش بہ یک نظر

* آبادی	۴۳۵,۰۳ لاکھ
* اقوام درج فہرست کی آبادی	۵۷,۷۵ لاکھ
* رقبہ	۲,۷۶,۷۵۴ مربع کیلو میٹر
* اضلاع	۲۱
* تعلقہ جات	۱۹۵
* قصبات اور شہر	۲۲۴
* آباد گاؤں	۲۷,۲۲۱
* پنچائتیں	۱۵,۹۲۰
* پنچائت سمیتیاں	۳۲۴
* ارکان پارلیمنٹ	۴۱
* لیجسلیٹیو اسمبلی کے ارکان بشمول ایک نامزد کردہ رکن	۲۸۸
* لیجسلیٹیو کونسل کے ارکان	۹۰
* یونیورسٹیاں	۵
* پڑھے لکھے لوگ	۱,۰۶,۹۰ لاکھ

آندھرا پردیش

ترتیب

صفحہ

ایڈیٹر انچیف

شریمتی سری راجیم سنہا

★

ڈسمبر ۱۹۷۶ء

اگراھاین — پوش

شاکھا ۱۸۹۸

جلد نمبر ۲۱

شمارہ ۲

★

سرورق کا پہلا صفحہ :

شری جے - وینگل راؤ ، چیف منسٹر

سرورق کا چوتھا صفحہ

قدرت کے زیر سایہ

آندھرا پردیش (اردو) ماہنامہ
زر سالانہ چھ روپئیے- فی پرچہ ۵۰ پیسے
وی پی بھیجنے کا قاعدہ نہیں -
چندہ منی آرڈر کے ذریعے روانہ کیا جائے -

محکمہ اطلاعات و تعلقات عامہ
حکومت آندھرا پردیش نے شائع کیا -

خبریں تصویروں میں

بائیں جانب اوپر :— شری فخرالدین علی احمد صدر جمہوریہ ہند نے ۹ - اکتوبر کو لال بہادر اسٹیڈیم میں ایشیا بیڈمنٹن ٹسٹ میچ کا افتتاح کیا - شریمتی بیگم عابدہ احمد بیٹ سے شٹل کاک پھینک رہی ہیں -

بائیں جانب درمیان :— شری آر - ڈی - بھنڈارے گورنر آندھرا پردیش نے ۴ - اکتوبر کو نہرو زولاجیکل پارک حیدرآباد میں ۲۲ ویں "وانیہ پرانی سپتا" کا افتتاح کیا - شری ابراهیم علی انصاری وزیر جنگلات نے صدارت کی -

بائیں جانب نیچے :— شری آر - ڈی - بھنڈارے گورنر آندھرا پردیش نے ۴ - اکتوبر کو جواہرلال نہرو ٹیکنالاجیکل یونیورسٹی حیدرآباد کے خصوصی جلسہ تقسیم اسناد میں ڈاکٹر منگلمپلی بالامرلی کرشنا کو "کلاپراوینہ" کی اعزازی ڈاکٹریٹ عطا کی -

دائیں جانب اوپر :— شری بی - ڈی جٹی نائب صدرجمہوریہ ہند نے ۳ - اکتوبر کو رویندرابھارتی حیدرآباد میں لیبر قانون اور پرسنل مینیجمنٹ میں چیر مین ایوارڈ اور پوسٹ گرایجویٹ ڈپلوما سرٹیفیکیٹس عطا کئے - شری آر - ڈی - بھنڈارے گورنر آندھرا پردیش نے صدارت کی -

دائیں جانب نیچے :— شری آر - ڈی - بھنڈارے گورنر آندھراپردیش نے ۴ - اکتوبر کو جواہرلال نہرو ٹیکنالوجیکل یونیورسٹی حیدرآباد کے خصوصی کونوکیشن میں مس انا منگیشکر کو "کلا پروینہ" کی اعزازی ڈاکٹریٹ عطا کی -

آئیے ملک کی ترقی کے لئے ہم سب مل کر کوشش کریں

از مسٹر جے ۔ وینگل راؤ چیف منسٹر آندھرا پردیش

وزیر اعظم کے ۲۰ نکاتی پروگرام نے ہماری دیہی زندگی میں ایک نئی جان ڈال دی ہے۔ اس عظیم سماجی و معاشی پروگرام کے آغاز کے بعد سے قوم نے جو نمایاں کامیابیاں حاصل کی ہیں ان سے منزل مقصود کے حصول کے لئے لوگوں میں سخت محنت کرنیکی تڑپ اور صلاحیت کا ثبوت ملتا ہے ۔

مختلف فلاحی اقدامات اور نئے معاشی پروگراموں کی کامیابی لازمی طور پر عوام کے تمام شعبوں کی جانب سے کھلی حمایت ۔ دلی تعاون اور حقیقی شراکت کی بدولت ہمدست ہوسکی ۔ اس سلسلے میں حکومتی مشنری نے بھی اپنی ذمہ داریاں بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ پوری کی ہیں ۔

آندھرا پردیش میں اس پروگرام کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے مختلف اقدامات کئے گئے پروگرام کی بدولت مرتب ہونے والے اثرات پر عوام کی توجہ مرکوز کروانے کے لئے سال گذشتہ یکم نومبر سے ۱۹ نومبر تک تمام ریاست میں حکومت کی جانب سے تقاریب کا اہتمام کیا گیا جو ہر لحاظ سے منفرد حیثیت کے حامل تھیں ۔ ۲۳۔ جنوری ۱۹۷۶ع کو یوم ۲۰ نکاتی پروگرام منایا گیا ۔ ان واقعات کی بدولت پوری ریاست کے عوام میں زبردست پیمانے پر اشتیاق اور جوش پیدا ہوا ۔

مختصر سے عرصہ میں ریاست کی اقتصادیات پر پروگرام کے جو اثرات رو نما ہوئے ان سے یہ بات ظاہر ہوجائیگی کہ آندھرا پردیش ملک کے دوسرے حصوں کی طرح ترقی کی سمت تیزی کے ساتھ گامزن ہونے کے قابل ہوچکا ہے ۔

تجارت کے دائرے میں ہونے والی معاشی بدعنوانیوں کو ختم کرنے کے لئے ریاست کی جانب سے کئے گئے سخت اقدامات کی بدولت اشیائے ضروری کی قیمتوں میں نمایاں کمی ہوئی اور عام آدمی کو انکی دستیابی کا تیقن حاصل ہوا ۔ چاول کی قیمت اپریل ۱۹۷۵ع کے مقابلے میں ۳۰ فیصد کم ہوگئی ۔ غذائی پیداوار میں قابل لحاظ اضافہ ہوا ۔ آندھرا پردیش بہت جلد غذائی اجناس کی پیداوار میں ایک کروڑ ٹن کی مقدار سے آگے بڑھ جائیگا ۔ سال ۱۹۷۵-۷۶ع میں ۱۳٫۶۰ لاکھ ٹن اناج سرکاری طور پر حاصل کیا گیا جس سے پچھلے تمام ریکارڈ ٹوٹ گئے ۔ ہماری ریاست نے مرکزی پول میں ۱۱ لاکھ ٹن چاول مہیا کیا ہے تاکہ خسارے والی ریاستوں کی ضروریات پوری کی جاسکیں ۔

اس پروگرام پر عمل آوری نے کمزور طبقات کے لئے ایک نیا باب کھول دیا ہے ۔ رہائشی اراضیات کی تقسیم کے پروگرام کے تحت ریاست نے مقررہ نشانہ کو عبور کرلیا ہے اور اپریل ۱۹۷۵ع سے اس ضمن میں تقریباً ۵ لاکھ خاندانوں کو فائدہ پہنچا ہے ۔ مکانوں کی اراضی کے حصول کے لئے سال ۱۹۷۶-۷۷ع کے موازنے کو بڑھا کر ۳۰ کروڑ کردیا گیا ہے ۔ رہائشی حقوق کے استقرار کے لئے کی جانے والی قانون سازی کے نتیجے میں تقریباً ۳۰ ہزار خاندانوں کو فائدہ ہوا ہے ۔ دیہی قرضوں کی ادائی پر التوا ' عائد کرکے دیہی عوام کو وقتی طور پر فائدہ پہنچانے کے ساتھ ساتھ قرض حاصل کرنے کے متبادل ذرائع فراہم کرنیکی بھی کوششیں کی گئیں ۔ سال ۱۹۷۵-۷۶ع میں کواپریٹیو قرضوں کی مقدار ۷۸ کروڑ روپئے تھی ۔ جو سال ۱۹۷۲-۷۳ع کی رقم کے مقابلہ میں تین گنا زیادہ ہے ۔ سال رواں میں ۱۰۰ کروڑ روپئے بطور قرض تقسیم کرنیکی تجویز ہے ۔ اس رقم کا بیشتر حصہ کمزور طبقات کو دیا جائیگا ۔ ریاستی سرپرستی

میں کام کرنے والے مالی کارپوریشنز جیسے شیڈیولڈ کاسٹس فینانس کارپوریشن ۔ بیاک ورڈ کلاسس فینانس کارپوریشن اور ویمنس ویلفیر فینانس کارپوریشن وغیرہ نے کمزور طبقات کی معاشی ترقی کے لئے اسکیمات کی تیاری اور انکی عمل آوری نیز ان کے لئے مالیہ کی فراھمی میں اھم کردار ادا کیا ھے ۔

مرکز کے زیر سرپرستی کام کرنے والی اسمال فارمرس ڈیولپمنٹ ایجنسی نے جسکا دائرہ عمل ۲۱ میں سے ۱۶ اضلاع پر محیط ھے ریاست کے ۱۲ لاکھ چھوٹے اور مارجنل کسانوں کے خاندانوں کو ۱۷ کروڑ روپئے کے ادارہ جاتی قرضے مہیا کرکے انکی معاشی ترقی کے لئے نمایاں کارنامہ انجام دیا ھے ۔

ریاست میں برقی کی پیداوار کو اولین فوقیت دی جارھی ھے ۔ پانچویں منصوبے کے آغاز میں برقی قوت پیدا کرنے کے لئے تنصیبی صلاحیت ۶۶۸ میگاواٹ تھی ۔ پانچویں منصوبے کی مدت کے دوران مزید ۱۳۷۰ میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کی تجویز ھے ۔ سال ۱۹۷۳-۷۴ع میں بجلی کی پیداوار کے لئے ۴۵ کروڑ روپئے کا موازنہ مختص کیا گیا تھا جسے بڑھا کر سال ۱۹۷۴-۷۵ع میں ۵۶ کروڑ اور سال ۱۹۷۵-۷۶ع میں ۷۶ کروڑ روپئے کردیا گیا ۔ سال ۱۹۷۶-۷۷ع کے لئے مختص کردہ موازنہ ۱۱۱ کروڑ روپئے ھے جو سال ۱۹۷۳-۷۴ع کے پورے منصوبے کی رقم سے زیادہ ھے ۔

پانچویں منصوبے کے آغاز تک ریاست آندھرا پردیش میں ۲۰۴۸۵ قصبات اور مواضعات کو جو جملہ تعداد کا ۴۰ فیصد ھیں برقیا لیا گیا تھا ۔ ۳۱ ۔ مارچ ۱۹۷۶ع تک ۲۷۴۴۵ قصبات اور مواضعات میں سے ۱۱۳۶۰ کو برقیا لیا گیا ۔ سال ۱۹۷۴ - ۷۵ع میں مزید ۱۶۹ مواضعات کو برقیایا گیا تھا ۲۰ ۔ نکاتی معاشی پروگرام کے اعلان کے بعد اس اسکیم کو تیز تر کردیا گیا ھے اور ۷۰۶ مواضعات کو برقیایا گیا ۔ آنے والے سال میں اس پروگرام کی رفتار کو مزید تیز تر کردیا جائیگا ۔ اور ۲ ھزار نئے مواضعات کو برقی قوت فراھم کرلی جائیگی ۔ حکومت ھریجنواڑوں کو بجلی کی سربراھی پر زیادہ زور دیتی ھے ۔ ۱۶۱۹ ھریجنواڑوں کو برقیانے کے لئے ۵۸ لاکھ روپئے کی لاگت سے اسکیمات تیار کی گئی ھیں اور مذکورہ تعداد میں سے مارچ ۱۹۷۶ تک ۱۰۷۶ ھریجنواڑے برقیائے جا چکے ھیں ۔

ریاست آندھرا پردیش اپنے بے پناہ آبپاشی وسائل کے ذریعے وسیع رقبات کو زیرکاشت لانے کے سلسلے میں زبردست پیش رفت کرنے کے قابل ھے ۔ سال ۱۹۷۳-۷۴ع کے موازنے کی رقم کو جو ۲۱۱،۶۱ کروڑ تھی بڑھا کر سال ۱۹۷۶-۷۷ع کے لئے ۰۳،۱۷ کروڑ کردیا گیا ھے اس طرح توقع ھے کہ پانچویں منصوبے کی مدت کے دوران میں ریاست میں مزید ۷ لاکھ ھیکٹر زمین کو سیراب کیا جاسکیگا ۔ اسکے ساتھ ساتھ زیر زمین آبی وسائل کو کام میں لاکر اور زرعی پیداوار کے لئے برقی قوت کو وسعت دیتے ھوئے دیہی علاقوں میں بجلی سربراہ کرنیکے بعد ریاست آندھرا پردیش ملک کی ''انا پورنا'' کی حیثیت حاصل کرلے گی ۔

ریاست نے دستی پارچہ باقی کے شعبے اور دوسرے سب سے بڑے پیشہ ورانہ طبقہ یعنی بافندوں کے تحفظ پر خصوصی توجہ مرکوز کی ھے ۔ نئے قائم کردہ ٹیکسٹائیل اینڈ ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے مختلف پروگراموں سے بافندوں کی بڑی تعداد کو فائدہ پہنچ رھا ھے اسکے علاوہ دستی پارچہ باقی کی صنعت کو فروغ دینے کے لئے حکومت ھند سے ۱۸۵ لاکھ روپئے خرچ کرنیکی اجازت مل جانے کے باعث مزید ۱۰ ھزار خاندانوں کو فائدہ پہنچیگا ۔

آج کل طلباء برادری متعدد اور گراں بہا فوائد سے فیض یاب ھورھی ھے ۔ اشیائے ضروریہ ۔ اسٹیشنری اور معیاری کپڑا سربراہ کرنیکی اسکیم کے تحت ۲۲۳۶ ھاسٹلوں میں رھنے والے ۱۴۲۳۴۶ طلباء کو فائدہ پہنچ رھا ھے جس میں ۴۴۴۹۳ درج فہرست اقوام اور ۲۷۹۹۲ درج فہرست قبائل کے طلباء بھی شامل ھیں ۔ قومیائی ھوئی نصابی کتابیں جن پر ۱۲،۸۷ لاکھ روپئے کی لاگت آتی ھے تمام درج فہرست اقوام اور درج فہرست قبائل کے بچوں کو مفت فراھم کی جارھی ھیں ۔ یہاں اس بات کا ذکر کردینا مناسب ھے کہ حکومت نے ۳۱۰۰ مدارس اور ۱۰۸ کالجوں میں غریب طلباء کے فائدے کے لئے بینک قائم کئے ھیں ۔ کارآموزی اسکیم کے تحت ریاست کی مختلف صنعتوں میں ۴۹۰۲ نو جوان زیر تربیت ھیں ۔

جیسا کہ بیشتر اوقات ھماری وزیر اعظم نے واضح کیا ھے ۲۰ ۔ نکاتی پروگرام عوام کا پروگرام ھے ۔ ھندوستانیوں کو چاھیئے کہ وہ اس پروگرام کے خد و خال کو اسکے مقاصد کو اور اسکی بلندیوں کو سمجھیں اور قوم کے وسیع تر مفاد کے پیش نظر اسکو روبہ عمل لانے کی کوشش کریں ۔ کالے کرتوتوں والے اور سفلی فطرت والی اور مجرمانہ ذھنیت والی بے شمار قوتیں ماضی میں ھماری ترقی کی راہ میں حائل ھوئیں لیکن اس پروگرام نے راستے کی تمام روکاوٹوں اور روڑوں کو دور کردیا ھے اور ھماری آنکھیں کھول دی ھیں ۔ آئیے ھم سب ملک کی ترقی کے لئے ملکر کوشش کریں ۔

* * * * * *

تعلیم کے کچھ مقاصد ہونے چاہئیں

(از شری یم - وی - کرشناراؤ وزیر تعلیم و ثقافتی امور آندھرا پردیش)

ہم ریاست بھر میں ۲ - ستمبر ۱۹۷۶ع سے ہفتہ تعلیم آندھرا پردیش منارہے ہیں - اس موقع پر میں چاہتا ہوں کہ ریاست کی تعلیمی ضروریات کے ضمن میں فلسفہ تعلیم پر اپنے کچھ خیالات آپ کے سامنے پیش کروں - ہندوستان کو آزادی ملنے کے بعد سے گذشتہ تین دہوں میں ہم نے تعلیم کے شعبے میں نمایاں ترقی کی ہے - اس بات کی بھی کامیابی کے ساتھ کوشش کی گئی کہ دیہی علاقوں اور سماج کے کمزور طبقوں کو علم و ہنر سے مستفید ہونےکے مواقع ہمہ ست کئے جائیں - میٹریکولیٹس - گرایجویٹس اور فنی تربیت یافتہ اشخاص کی جو بڑھتی ہوئی تعداد یونیورسٹیوں اور دوسرے مختلف تعلیمی اداروں سے نکل رہی ہے اس سے تعلیمی میدان میں جو پیش رفت ہوئی ہے اسکا اندازہ ہوتا ہے - ۱۹۵۶ع اور ۱۹۷۶ع کے درمیان کے دو دہوں میں ابتدائی جماعتوں میں داخلہ لینے والوں کی تعداد ۴۲ لاکھ سے بڑھکر ۱۴ لاکھ ہوگئی - اس طرح پرائمری سے اوپرکی جماعتوں میں بھی طلباء کی تعداد تین گنی ہوگئی ہے - ملک تیزی کے ساتھ جو صنعتی بنتا جارہا ہے اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے تعلیم کو مختلف النوع بنانے کی پوری پوری کوششیں کی جارہی ہیں - لڑکیوں کو حصول تعلیم کے مواقع کی فراوانی دیکھکر تعلیم نسواں کے حامی فخر محسوس کرسکتے ہیں - تعلیم کے تقریباً تمام شعبوں میں لڑکوں کو شدید مسابقت کا سامنا کرنا پڑرہا ہے اور لڑکیاں قابل یقین انداز میں یہ ظاہر کررہی ہیں کہ وہ تعلیم کے میدان میں لڑکوں سے پیچھے نہیں ہیں -تعلیم بالغان کو فروغ دینے کے لئے بھی کاوش اور سعی کی گئی پھر بھی اس سلسلے میں کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہیں ہوسکی - تعلیم کے میدان میں کامیابیوں کا شمار طویل ہے،لیکن پھر بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تعلیم کے جو بنیادی مقاصد ہوتے ہیں کیا وہ حاصل کرائے گئے -

موجودہ طریق تعلیم کے بعض نقادوں کو یہ شکایت ہے کہ مرکزی و ریاستی دونوں حکومتوں کی جانب سے تعلیم کی ترقی کے جو دعوے کئے گئے ہیں ان کے نتیجے میں مختلف یونیورسٹیوں کے اندر صرف گرایجویٹس اور پوسٹ گرایجویٹس تیار کئے جارہے ہیں - جیسا کہ کسی بہترین طور پر منظم فیکٹری میں اشیائے صارفین کی تیاری ایک نپے تلے پیمانہ پر عمل میں آتی ہے - موجودہ طریق تعلیم کے باعث روزگار کے مارکٹ میں پڑھے لکھے بے روزگاروں کا اضافہ ہوتا جارہا ہے جو ماحول سے بیزار اور نراجی مزاجی کا شکار ہو گئے ہیں اور سماج دشمن اور قوم دشمن عناصر سے شہ پاکر سماج دشمن سرگرمیوں میں پھنس گئے ہیں - ایک شکستہ ذہنیت کا حامل تعلیم یافتہ بیروزگار بڑی آسانی سے فتنہ پردازوں کا آلہ کار بن جاتا ہے اور اس جیسے لوگ ہی اس قسم کے نراجی حالات پیدا کرنے کا اصل سبب بن جاتے ہیں جیسے کہ ہماری ہوشمند وزیر اعظم کی جانب سے ایمرجنسی کے اعلان سے فوراً قبل ملک کے اندر موجود تھے اور جنکی وجہ سے ملک کی صیانت کو زبردست خطرہ لاحق ہوگیا ہوتا - اس نقطہ نظر سے مکمل طور پر تو نہیں لیکن جزوی طور پر اتفاق کیا جاسکتا ہے -

موجودہ صورت حال کی شاید بڑی وجہ یہ ہے کہ تعلیم کے مقاصد کیا ہونا چاہئے انکو ذہن نشین نہیں رکھا گیا - بلا شبہ لکھنا پڑھنا سیکھنا اور اعلی قابلیت و مہارت حاصل کرنا نظام تعلیم

کے لازمی اجزاء ھیں ۔ لیکن ان سب باتوں کے پیچھے کوئی نہ کوئی مقصد ہونا چاھئے ۔ میرے نزدیک تعلیم کے بنیادی مقاصد میں سے اھم ترین مقصد اس امر کی کوشش ہونی چاھیئے کہ فرد کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو فروغ دیا جائے ۔ اسکے معنی یہ ھیں کہ نظام تعلیم ایسا ھو جس سے کسی فرد کی تخلیقی صلاحیتوں سے بہتر سے بہتر طور پر استفادہ کیا جاسکے اور جو صلاحیت اس میں بدرجہ اتم موجود ھو اس کو اجاگر کرکے اس فرد کی شخصیت کو ابھارا جاسکے ۔ تعلیمی اداروں کو بے روح مشینوں کے مانند کام نہیں کرنا چاھیئے کہ جو کوئی بھی ان میں داخل ہوا اسکو انہوں نے روایتی انداز میں ڈھالا اور گرایجویٹ یا پوسٹ گرایجویٹ یا الکٹریکل انجینیر یا بائیوکیمسٹ وغیرہ کا لیبل لگاکر رخصت کردیا ۔ غرض کہ میں یہ سمجھنے پر مجبور ھوں کہ کسی فردکی شخصیت کو فروغ دینے کا جو مقصد ھے اسکی تکمیل میں ھم بڑی حد تک ناکام رھے ھیں یا صرف جزوی طور پر کامیاب ھیں ۔

میری نظر میں تعلیم کا دوسرا مقصد کسی فرد میں خود اعتمادی پیدا کرنا ھے یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ھوکر نکلنے والے کوئی بھی فرد کو اتنا قابل ہونا چاھئے کہ وہ کلرکی پر انحصار کئے بغیر اپنے آپکو کسی منفعت بخش کارو بار میں مصروف کرکے قومی پیداوار میں اضافہ کرسکے ۔ آجکل ایسا ھو رھا ھے کہ طلباء فن کے کسی شعبہ میں مہارت کی ڈگری حاصل کرنیکے باوجود فنی مہارت کو کام میں لانے کے لئے مرکزی اور ریاستی حکومت کی جانب نظریں لگائے رھتے ھیں اور اپنے طور پر کچھ نہیں کرپاتے ۔ اسکے لئے میں ان بے شمار ڈاکٹروں کی مثال پیش کرسکتا ھوں جو بیروزگار بیٹھے ہوئے ھیں جبکہ ملک میں انکی خدمات کی بیحد ضرورت ھے ۔ یہ ایسا موقف ھے جسے افراط میں قلت کہا جانا چاھیئے اس سے میری مراد یہ ھے کہ جن علاقوں میں ڈاکٹروں کی خدمات کی ضرورت ھے وھاں ڈاکٹر نہیں ھیں اور جہاں ضرورت نہیں ھے وھاں یہ لوگ بے روزگاری کے عالم میں پھر رھے ھیں ۔ میں اپنے آپ سے سوال کرتا ھوں کہ کیا یہ ایک ستم ظریفی نہیں کہ ھمارا تعلیمی نظام کسی فرد میں خود اعتمادی پیدا کرنے میں ناکام رھا ھے ۔ یہاں تک کہ ٹیکنیکل تعلیم حاصل کئے ہوئے اشخاص بھی اپنے آپ پر بھروسہ کرنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ نوکریوں کے لئے زیادہ تر حکومت پر انحصار کرتے ھیں یہ ایسا موقف ھے جسکو درست کرنیکی شدید ترین ضرورت ھے ۔ اور اس مقصد کے لئے ھماری تعلیمی پالیسی کو از سر نو ترتیب دینا ہوگا بصورت دیگر ملک کو ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑیگا جن سے ملک کی ترقی میں رکاوٹیں پیدا ھوں گی ۔ ھمارے بچے اپنی کوششوں سے اچھا مقام حاصل کرنے اور اچھی زندگی گزارنے کے بجائے سرکاری نوکری حاصل کرنے کو ترجیح دیتے ھیں جو ناقابل فہم بات ھے اس لئے تعلیمی نظام ایسا ہونا چاھیئے جس سے کہ طلباء میں خود اعتمادی کا بنیادی کردار پیدا ھو ۔

تعلیم کا تیسرا مقصد یہ ہونا چاھیئے کہ فرد میں قومی قدروں سے محبت اور انکی عزت کا جذبہ پیدا کیا جائے ۔ھم بحیثیت قوم کے دستور میں بتائے ہوئے مقاصد کے پابند ھیں ۔ ھمارا ملک سیکولر ھے ھم جمہوریت پسند ھیں ۔ سیکولرزم اور جمہوریت کی قدریں طلباء کے ذھنوں میں بٹھائی جانی چاھئیں تاکہ ان میں اپنی قدروں سے محبت پیدا ھو اور وہ ان اقدار کے فروغ میں ممد و معاون ثابت ھوں ۔ ھمیں تسلیم کرنا ھوگا کہ اس شعبہ میں بھی ھمارا تعلیمی نظام ناکام رھا ھے ۔ کسی قسم کی قابلیت اور پیشہ ورانہ مہارت کے حصول کے بغیر امتحان کامیاب کرنے اور تعلیمی اداروں کے اعزازات حاصل کرنے ھی میں جمہوریت کار فرما نظر آتی ھے ھر کوئی ایک دوسرے کے جذبات اور ان اونچے اقدار سے جو بابائے قوم نے ھمیں سکھائے ھیں محروم معلوم ہوتا ھے ۔ جتنی جلدی سے طلباء کو جمہوریت اور سیکولرزم کی قدروں سے محبت کرنیکی تربیت دی جائیگی اتنی ھی مقدار میں ملک کی بھلائی ھوگی ۔

ھمارے تعلیمی نظام کے ذریعہ دی جانے والی فنی تعلیم کے ضمن میں ، میں یہ کہوں گا کہ تعلیم کا یہ نظریہ ہونا چاھیئے کہ جو فنی تعلیم دی جائے اس سے ملک اور سماج کی ضروریات کی تکمیل ھو ۔ طلباء بھی اپنی عملی زندگی میں کامیاب رھیں ۔ اس بات پر شدید تنقید کی جارھی ھے کہ تعلیمی نظام کے ذریعہ جو فنی تعلیم ھم دینے کی کوشش کررھے ھیں وہ صرف نظریاتی ھے اور عملی نہیں جسکے نتیجہ میں امیدوار اپنی زندگی کا زیادہ سے زیادہ قیمتی حصہ پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے میں صرف کرتا ھے لیکن عملی طور پر اپنے فن کو استعمال کرنے کا اھل نہیں ھوپاتا ۔

اسی لئے کسی مخصوص پیشہ میں طلب و رسد میں توازن نہیں پایا جاتا ھمیں پیشہ سے متعلق تعلیم کو از سر نو منظم کرنا چاھیئے تاکہ کوئی بھی فرد تعلیم سے فارغ ھونے کے بعد اپنی مخصوص معلومات کا عملی میدان میں ٹھیک طور پر استعمال کرسکے ۔ بیشتر صنعت کاروں کو یہ شکایت کرتے ھوئے دیکھا گیا ھے کہ الکٹرانک انجینیر ۔ کیمیکل انجینیر یا سیول انجینیر جنھیں ٹیکنیکل اداروں میں تقریباً ۵ سال تک عملی اور نظری تعلیم و تربیت دی جاتی ھے وہ اپنے پیشہ سے متعلق کام انجام دینے کے اھل نہیں ھوتے ۔ صنعت کاروں کی شکایت ھے کہ انہیں مزید پیشہ سے متعلق دو سال کی تربیت دینی پڑتی ھے ۔

آخر میں یہ بات بتانا چاھتا ھوں کہ ھمارے نظام میں کوئی مخصوص خامی ہے جسکی وجہ سے ھمارے طلبا ہمارے سماجی اور تہذیبی ورثہ کا تحفظ تو کجا اس سے بالکل لاعلم ھیں بلاشبہ ھمارے ھاں تعلیمی نصاب ھیں جن میں سماجی علوم - تاریخ وغیرہ شامل ھیں لیکن ھمارے ملک کے قیمتی تہذیبی ورثہ کو طلبا کے ذھن نشین کرانے کی بھر پور کوشش کا فقدان ہے - اس میدان میں بھی ہم کو اپنے موجودہ تعلیمی نظام میں احتیاط برتنی ہوگی -

مرکزی اور ریاستی سطح پر کئی کمیشن اور کمیٹیاں تشکیل دی گئیں جو نظریہ تعلیم کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد ملک کی ضرورتوں کے مطابق تعلیم کو ہم آھنگ بنانے پر زور دے چکی ھیں - ان کمیٹیوں نے بڑی گرانقدر سفارشات کی ھیں - ان سفارشات کی تفصیل کے ساتھ جانچ کی جا چکی ہے - جوں ھی ان کمیٹیوں کی سفارشات کو عملی شکل دینے تک ان سفارشات کی اھم کڑیاں اوجھل ھوگئیں اور نتیجتاً جہاں ھم پہلے تھے وھیں رہ گئے - ھم نے تمام نئے امور کو رائج کیا - تعلیمی طریقہ کار میں تبدیلی لائی گئی لیکن اس سے ہمارے تعلیمی مقاصد جزوی طور پر بھی حاصل نہ ھوسکے - میں اس میدان کا ماھر نہیں کہ خامیوں کی نشاندھی کرتے ھوئے انہیں ٹھیک کرنے کے اقدامات کروں - میں ان لوگوں سے اپیل کرتا ھوں جو تعلیمی نظم و نسق کے ماھر ھیں کہ وہ ان مسائل پر غور کریں جنکا میں سرسری ذکر کر چکا ھوں اور موزوں اقدامات کے ذریعہ تعلیمی نظام کی اصلاح کریں - مجھے طلبا میں خود اعتمادی پیدا کرنے سے دلچسپی ہے طلبا کو ایسی تربیت دینے سے دلچسپی ہے جس سے وہ اپنی زندگی بہتر انداز میں گذارتے ھوئے قوم کے اصلاحی کاموں میں مدد کرسکیں اور ایسے فردکی تربیت سے مجھے دلچسپی ہے جو سماج پر بار گراں نہ ھو جو اپنے شاندار تہذیبی ورثے کے تحفظ کی کوشش کرتا ھو جو ملک کی خوشحالی کی سمت جانے میں مدد کرتا ھو - میں جانتا ھوں کہ موجودہ تعلیمی نظام طلبا کو ان مقاصد کے سمجھانے میں مددگار نہیں ھوسکا - میں چاھتا ھوں کہ تعلیمی نظام کو بہتر بنانے کی خاطر موجودہ ڈھانچے کو مکمل طور پر بدلے بغیر مثبت مشورے دینے کے لئے کوئی آگے آئے -

* * * * *

ـــــ(باتیں کم کام زیادہ)ـــــ

صحت بخش دواؤں کی تیاری

دوا زندگی کو بچانے کے لئے بیحد ضروری شئے ہے ۔ دوا کی قسم اسکی دستیابی اور قیمت لوگوں کی صحت کو متاثر کرنے والے اہم امور سے تعلق رکھتی ہیں ۔ ۶۰ کروڑ نفوس پر مشتمل آبادی والے ہمارے ملک میں دوا کی مانگ پوری کرنا ایک بھاری مسئلہ ہے ۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے بڑے پیمانہ اور کم قیمت پر موثر دواؤں کی مسلسل تلاش کرنی پڑتی ہے ۔

آزادی سے قبل ہمارے ملک میں سالانہ ۱۰ کروڑ روپئے کی دوائیں تیار کی جاتی تھیں ۔ آج دواؤں کی سالانہ پیداوار ۵۰۰ کروڑ روپئے سے زیادہ ہے اور حکومت ہند چاہتی ہے کہ پانچویں منصوبے کی مدت کے ختم ہونے تک ۷۰۰ کروڑ روپے کی دوائیں تیار کرنیکا نشانہ مکمل کرلیا جائے ۔ جس تیز رفتاری کے ساتھ دواؤں کی پیداوار میں اضافہ ہو رہا ہے اس پر ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ نشانہ حاصل کرلیا جائیگا ۔

آج ہمارے ملک میں ایک شخص دواؤں پر ۸ روپئے خرچ کرتا ہے جب کہ یو ۔ یس ۔ اے ۔ یو ۔ ایس ۔ ایس ۔ آر اور یو ۔ کے وغیرہ میں یہ خرچ ۳۲ روپئے سے لے کر ۴۰ روپئے تک ہے ۔ دواؤں کے استعمال کا انحصار کسی شخص کی صحت ۔ اطراف و اکناف کی صفائی اور غذا کے معیار پر ہے ۔ ان تمام امور میں ہمارا ملک پیچھے ہے ۔ اس لئے ہمارے ملک میں دواؤں کی اضافہ پیداوار کی بہت زیادہ ضرورت ہے لیکن معاشی اعتبار سے ترقی پذیر ملک کے لئے مالی مسئلہ شدید اہمیت کا حامل ہوتا ہے ۔

دوا کا شمار تعیشات میں نہیں ہوتا بلکہ یہ اہم ضرورت ہے اس لئے حکومت کا فرض ہے کہ دواؤں کو عام آدمی کی پہنچ تک لانیکی تدابیر معلوم کرے ۔ حکومت نے ماہر کمیٹیوں کے توسط سے اس مسئلے کی جانچ کی ہے ۔ ان میں کی سب سے حالیہ کمیٹی ہتھی کمیٹی ہے ۔ ہتھی کمیٹی نے حسب ذیل عام اصولوں کی اساس پر چند سفارشات پیش کی ہیں ۔

(۱) تجارتی ناموں کے استعمال کو رو کتے ہوئے اہم دواؤں کی قیمت میں کمی کرنا ۔ پیٹنٹ دواؤں کی فروختگی میں اشتہار بازی ۔ نمونے جات کی تقسیم کے باقاعدہ سسٹری کی ضرورت ہوتی ہے اور اس پر کافی خرچ آتا ہے ۔

(۲) زیادہ مقدار میں دوائیں تیار کرنے کے لئے سرکاری شعبے کی شرکت میں اضافہ اور خانگی شعبہ سے مسابقت کے لئے سرکاری شعبے جات میں نسخہ کی تیاری اسطرح خانگی شعبہ کو قیمتوں میں کمی کرنے کے لئے مجبور کرنا ۔

(۳) بعض کارآمد مقامی دوائیں جو سائنٹیفک معلومات کے بغیر مروجہ طور پر استعمال کی جاتی تھیں انہیں دوبارہ دریافت کرنے کے لئے مقامی طریقہ علاج کی باقاعدہ جانچ کرنا چونکہ اس طریقہ علاج پر تحقیق اور اسکی ارتقا کی کافی گنجائش ہے ۔

(۴) سنٹرل انڈیجینس میڈیسنل پلانٹس آرگنائیزیشن کی جانب سے تحقیقی کام کو آگے بڑھانا ۔ کم خرچ پر دواؤں کی تیاری کے لئے طبی اہمیت کے پودوں کو کام میں لانا ۔

تیز رفتار ترقی ۔ گذشتہ ۲۰ سال کے دوران طبی صنعت میں آندھرا پردیش نے تیزرفتار ترقی کی ہے سرکاری شعبے میں قائم کردہ سنتھیٹک ڈرگس پراجکٹ کی بدولت آندھرا پردیش ہندوستان کے طبی نقشہ میں اہمیت حاصل کرچکا ہے جہاں تک دواؤں کی صنعت کا تعلق ہے آندھرا پردیش ملک کی پانچویں بڑی ریاست ہے ۔

خانگی شعبے میں سات بڑے یونٹ بنیادی دواؤں اور نسخہ جات کی تیاری میں مصروف ہیں جبکہ ۱۲۰ سے زیادہ چھوٹے یونٹ مختلف اقسام کی دواؤں بشمول پیٹنٹ دواؤں اور عام طور پر طب میں استعمال ہونے والی ادویات جیسے گولیاں ۔ عرق کیپسول اور انجکشن وغیرہ کی تیاری میں لگے ہوئے ہیں ۔ آندھرا پردیش میں چھوٹی صنعتوں کے شعبے کی جانب سے بھی بنیادی دواؤں کی تیاری میں قابل تعریف کام انجام دیا جارہا ہے ۔

گذشتہ دو دھوں میں دواؤں کی تحقیق اور ترقی سے متعلق ٹھوس کام کیا گیا ہے اعلی اور موثر قسم کی دواؤں کی تلاش جاری ہے ۔ آجکل دواؤں کے اثر اور انکی خصوصیت و نیز طریقہ استعمال پر زور دیا جارہا ہے ۔ یہ بات عام مشاہدہ میں ہے کہ انسان اعلی قسم کی دوائیں کم قیمت پر حاصل کرنے کے لئے سخت کوشش میں لگاتار مصروف ہے ۔

* * * * *

قومی بچتیں

ملک میں قومی بچتوں کی تحریک نے نمایاں ترقی کی ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ چوتھے پلان کے دوران ان بچتوں کے ذریعہ ۱۳۸۵ کروڑ روپئے کی رقم اکٹھی ہوئی جو کہ اس سلسلے میں مقرر کئے گئے نشانے سے ۳۸۵ کروڑ روپئے زیادہ تھی۔ اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ۷۵-۱۹۷۴ع میں ذاتی بچتوں کے ذریعہ اکٹھی ہونے والی رقم کل بچتوں کا ۶۲ فیصد حصہ تھی جبکہ ۷۳-۱۹۷۲ع میں یہ نسبت ۴۹ فیصد اور ۷۴-۱۹۷۳ع میں ۵۶ فیصد تھی۔ یہ بات ہمارے اس مقصد کے عین مطابق ہے جس کا مدعا لوگوں میں بچت کی عادت کو فروغ دینا ہے۔

ایمرجنسی اور اس کے ساتھ ہی اقتصادی ترقی اور سماج کے پچھڑے ہوئے طبقوں کی بہبود کے لئے ۲۰-نکاتی پروگرام کے اعلان سے ملک بھر میں ایک نئی فضا پیدا ہوگئی ہے جو کہ چھوٹی بچتوں کے ذریعہ اندرونی وسائل کو بروئے کار لانے کے موافق ہے۔

چھوٹی بچت کی اسکیمیں

بھارت سرکار کی چھوٹی بچتوں کی اسکیموں کا بڑا مدعا چھوٹے کسانوں، کارخانوں میں محنت کرنے والے محنت کشوں، اوسط گھرانوں کی عورتوں اور اس طرح کے دوسرے افراد کی چھوٹی چھوٹی بچتیں کرنے میں حوصلہ افزائی کرنا ہے۔ قومی بچتی ادارہ جو اس سلسلے کی مختلف اسکیموں کو چلا رہا ہے وہ ملک بھر میں ۱,۱۶,۸۰۰ ڈاک گھروں کے ذریعے لوگوں کی چھوٹی بچتوں کی رقوم فراہم کرتا ہے۔ ان میں سے ۹۰ فیصد سے زیادہ ڈاک گھر دیہات میں ہیں۔

یہ بچتی اسکیمیں اس ڈھنگ سے تیار کی گئی ہیں کہ مختلف زمروں کے لوگ ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔ پہلی اسکیم ڈاک گھر کا سیونگز بنک ہے جس کی شروعات کا تعلق ۱۸۳۳ع میں قائم کئے گئے گورنمنٹ سیونگز بنک سے جوڑا جاسکتا ہے وقت پاکر ڈاک گھر سیونگز بنک میں جمع شدہ رقوم بڑھتی گئیں اور اب یہ رقم ۱۲۷۴ کروڑ روپے تک پہنچ چکی ہے۔ ابھی تک یہ لوگوں کا ہی سیونگز بنک ہے کیونکہ اس میں ۵ روپے کی معمولی رقم سے کھاتہ کھولا جا سکتا ہے اور بعد میں ایک روپے تک کی نقد رقم بھی جمع کرائی جا سکتی ہے۔

ڈاک گھر سیونگز بنک کے کھاتوں پر ملنے والا سود ہمیشہ انکم ٹیکس سے مستثنیٰ رہا ہے۔ ٹیکس دہندگان کے لئے بھی ایسی اسکیمیں تیار کی گئی ہیں کہ وہ بھی چھوٹی بچتوں کی اسکیموں، قابل ادائیگی ٹیکس سیکوریٹیز میں جن پر شرح سود زیادہ ہے (۱۰،۲۵ فیصد سالانہ تک) روپیہ لگائیں۔ ان تمام اسکیموں کے تحت شرح سود کمرشیل بنکوں کی طرف سے دئیے جانے والے سود کے برابر ہے لیکن چھوٹی بچتوں کی اسکیموں پر کچھ خاص رعائتیں بھی دی جاتی ہیں جیسا کہ سود پر ٹیکس سے چھوٹ، دولت ٹیکس سے چھوٹ، قابل ادائیگی ٹیکس آمدنی میں رعایت اور کچھ اور تحفظاتی رعائتیں

ڈاک گھر سیونگز بنک کے علاوہ اب چھوٹی بچتیں کرنے والوں کے لئے دس مختلف اسکیمیں چل رہی ہیں۔ ان میں سے آٹھ قسم کی اسکیمیں اکٹھی رقم جمع کرانے سے متعلق ہیں جو ایک، دو، تین، پانچ اور سات سالوں کے بعد واجب الادا ہوتی ہیں اور دو اسکیمیں ماہانہ بچتیں کرنے والوں کے لئے ہیں جو ایک خاص عرصے میں ہر مہینے مقررہ رقوم جمع کرانے کے بعد انہیں معہ سود واپس لے سکتے ہیں۔ ایک پبلک پراویڈنٹ فنڈ اسکیم بھی شروع کی گئی ہے یہ اسکیم اسٹیٹ بنک آف انڈیا کے ذریعے چلائی جارہی ہے اور اس کا مقصد اپنا کاروبار کرنے والے ڈاکٹروں، وکیلوں اور چھوٹا موٹا دھندہ کرنے والے لوگوں سے ان کی باقاعدہ بچت کی صورت میں رقم اکٹھی کرنا ہے۔ اینوٹی سرٹیفیکیٹوں کی ایک اور اسکیم ان لوگوں کے لئے ۱۹۷۵ع کے آخر تک شروع ہوجائے گی جو اب رقم جمع کر کے کچھ برسوں کے بعد ماہانہ ادائیگی پانا چاہتے ہیں۔

بچتی رقموں میں اضافہ:

پلاننگ کمیشن نے یہ محسوس کیا کہ چھوٹی بچتوں کے ذریعے ملک کی ترقی کے لئے وسائل فراہم کرنے کے بھاری امکانات موجود ہیں۔ چنانچہ پہلے پلان میں چھوٹی بچتوں کے ذریعے ۲۲۵ کروڑ روپئے اکٹھے کرنے کا نشانہ مقرر کیا گیا۔

چھوٹی بچتوں کو فروغ دینے کے لئے کچھ خاص قدم اٹھائے گئے جیسا کہ نئے سیونگز سرٹیفیکٹوں کا اجراء، مختلف ریاستوں میں رقم جمع کرنے کے نشانے مقرر کرنا، ایجنسی سسٹم کو نئے سرے سے قائم کرنا وغیرہ۔ پہلے پانچ سالہ پلان کے دوران چھوٹی بچتوں کے ذریعہ فراہم کی گئی خالص رقم ۲۴۲ کروڑ روپے تھی جبکہ اس کا نشانہ ۲۲۵ کروڑ روپے تھا۔ یہ خالص رقم کل جمع ہونے والی رقم اور اس میں سے نکلوائی گئی رقم کے فرق کے برابر ہوتی ہے۔ اس سے اگلے تین پلانوں میں اس طرح اکٹھی ہونے والی خالص رقم علی الترتیب ۴۰۰ کروڑ روپے، ۵۷۵ کروڑ روپے اور ۱,۳۸۵ کروڑ روپئے رہی جبکہ اس سلسلے کے نشانے ۵۰۰ کروڑ روپئے، ۶۰۰ کروڑ روپئے اور ۱۰۰۰ کروڑ روپے کے تھے۔ پانچویں پانچ سالہ پلان کے لئے اس ضمن کا نشانہ ۱,۸۵۰ کروڑ روپے ہے۔

۳۱۔مارچ ۱۹۷۵ء کو چھوٹی بچتوں کے تحت فراہم ہونے والی کل رقم تقریباً ۳,۶۰۰ کروڑ روپے تھی جو کہ بھارت سرکار کے چالو مارکٹ قرضوں کی ۶,۴۳۵ کروڑ روپے کی رقم کے نصف سے زیادہ تھی اور بھارت سرکار کے پراویڈنٹ فنڈ میں جمع ۱,۲۹۱ کروڑ روپے سے تقریباً تین گنا تھی۔

بچتوں کی حوصلہ افزائی کے نئے اقدامات

چھوٹی بچتوں کی تحریک کی پشت پر ایک معاشی و سماجی نظریہ کام کر رہا ہے۔ ترقیاتی کاموں کے لئے لوگوں کی رضاکارانہ امداد حاصل کرنے پر ہمیشہ زور دیا گیا ہے اور ان پر یہ بات واضح کی گئی ہے کہ انفرادی اور قومی دونوں نقطہ نظر سے چھوٹی بچتیں کس طرح مفید ہیں۔ اس بات کے پیش نظر قومی بچتی ادارے نے کچھ نئی اسکیمیں شروع کی ہیں اور چھوٹی بچتوں میں روپیہ لگانے کی حوصلہ افزائی کے لئے نئی رعایتوں کی پیش کش بھی کی ہے۔ ان میں سے کچھ ایک درج ذیل ہیں:—

(الف) پےرول سیونگز گروپ: یہ ماہانہ اجرت پانے والے افراد کے گروپ ہوتے ہیں جو اجرتوں میں سے چھوٹی بچتوں کی صورت میں ہر مہینے کچھ رقم کٹواتے ہیں ان گروپوں میں قریب قریب تمام صنعتی سیکٹر آجاتا ہے اور ان کی تعداد اب تک ۸۴ ہزار ہے سب سے بڑا گروپ بھیلائی اسٹیل پلانٹ میں ہے جہاں کے ملازمین ۶۰ ہزار کھاتوں کے ذریعے بچت کر رہے ہیں۔ پرائیویٹ سیکٹر میں سب سے بڑا گروپ ٹاٹا آئرن اینڈ اسٹیل کمپنی، جمشید پور میں ہے جہاں کے ۳۶ ہزار ملازمین پے رول سیونگز گروپ کے ممبر ہیں۔

(ب) مہلا پردھان یوجنا: مہلا پردھان کشتریہ بچت یوجنا کا افتتاح پردھان منتری نے اپریل ۱۹۷۲ء میں کیا تھا۔ اس اسکیم کے تحت گرہستی عورتوں سے رابطہ پیدا کرنے گھریلو بجٹ اور بچتوں کے بارے میں انہیں ضروری واقفیت بہم پہنچانے، ان سے بچتی رقمیں اکٹھی کرنے اور انہیں ڈاک گھروں میں جمع کرانے کے لئے خواتین سماجی کارکن بھرتی کی گئیں۔ اس اسکیم سے ایسی بہت سی عورتوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے جو خود ڈاک گھر میں جا کر رقم جمع نہیں کراسکتیں۔ کارکنوں کو جمع کی گئی رقم پر کمیشن ملتا ہے اور اس کمیشن کی شرح حال ہی میں بڑھادی گئی ہے فی الحال یہ اسکیم شہری علاقوں تک محدود ہے لیکن اس میں توسیع کئے جانے کے بھاری امکانات ہیں۔

(ج) سنچائیکا: یہ ایک اور انوکھی اسکیم ہے جو ۱۹۷۱ میں شروع کی گئی۔ اس کا مقصد اسکولوں کے بچوں میں کفایت شعاری کی عادت پیدا کرنا اور انہیں یہ بات سمجھانا ہے کہ پیسے کو ٹھیک ڈھنگ سے خرچ کرنے سے کئی مالی مشکلوں سے بچا جا سکتا ہے سنچائیکا اسکول کے بچوں کا سیونگز بنک ہے جسے وہ خود ہی چلاتے ہیں۔ اس بینک کے افسران بھی بچے ہی ہوتے ہیں اور اس اسکیم کے معاملات کی نگرانی اسکول کے پرنسپل یا ہیڈ ماسٹر، دو ٹیچروں اور دو طالب علموں پر مشتمل ٹرسٹی کرتے ہیں۔ اسکیم کے ممبران سنچائیکا بنک میں رقم جمع کراتے ہیں، پاس بک حاصل کرتے ہیں اور چیک کے ذریعے یا روپیہ نکلوانے کے فارموں کے ذریعے، اپنی جمع شدہ رقم میں سے روپیہ نکلواتے ہیں۔ ہر موقع پر جمع کی گئی بچتی رقوم ایک ڈاک گھر میں جمع کرادی جاتی ہیں۔ اس اسکیم سے بچوں میں با قاعدہ بچت کرنے کی عادت پختہ ہوتی ہے۔ انہیں روپئے پیسے کے خرچ اور بنکنگ کے ضابطہ کے بارے میں واقفیت ملتی ہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ ان میں ملک کی معاشی ترقی کی قومی سرگرمیوں میں شریک کار ہونے کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ ہر سال ۱۵ ستمبر کو سالانہ سنچائیکا دن منایا جاتا ہے اور اس روز کفایت شعاری اور سنچائیکا اسکیم کے طریقہ کار پر تقریروں و مباحثوں اور بچوں میں مقابلوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس وقت ۸۴ ہزار اسکولوں میں سنچائیکا اسکیم چل رہی ہے اور ۷۵-۱۹۷۴ء میں ان کے ذریعے ۵۰,۹۷ لاکھ روپے کی رقم اکٹھی ہوئی۔ کچھ ریاستی سرکاروں نے اپنی ریاست کے تمام اسکولوں میں سنچائیکا اسکیم شروع کرنے کی ہدایات بھی جاری کی ہیں۔

(د) دیہات میں برانچ پوسٹ ماسٹر: دیہات میں چھوٹی بچتوں کے ذریعے رقمیں اکٹھی کرنے کے لئے برانچ پوسٹ ماسٹروں

کی حوصلہ افزائی کے اقدامات کئے گئے ہیں ۔ دیہات کے لوگوں میں چھوٹی بچتوں کی اسکیموں کو مقبول بنانے کے لئے ان پوسٹ ماسٹرں کو بتدریج تربیت دی جا رہی ہے ۔ ۷۵-۱۹۷۴ ع میں ان کے ذریعے ۹۷٫۱۶ کروڑ روپے کی رقم اکٹھی ہوئی ۔

نئے دلکش پہلو

قومی بچتوں کی اسکیموں کو زیادہ دلکش بنانے کے لئے اور ان میں سماجی تحفظ کا پہلو شامل کرنے کے لئے دو خصوصی رعائتیں دینے کا پروگرام بھی شروع کیا گیا ہے ۔ پہلا یہ کہ با تحفظ بچت اسکیم کے تحت پانچ سالہ ریکرنگ ڈپازٹ کھاتوں میں ہر مہینے ۲۰ روپے تک کی رقم جمع کرانے والا کوئی شخص اگر دو سال تک باقاعدہ ماہانہ قسطیں جمع کراتا رہے اور اس عرصے میں کوئی رقم نہ نکلوائے تو اس کی موت ہوجانے کی صورت میں اس کے کنبے کو فی الفور اس کھاتے کی وہ پوری رقم ادا کردی جائے گی جو کہ اسے پورے پانچ سال تک قسطیں جمع کرانے کے بعد ملنی چاہئے تھی ۔ دوسرے یہ کہ جو کھاتے دار ڈاک گھر سیونگز بنک میں ۶ مہینوں کے لئے کم از کم ۲۰۰ روپے کی رقم جمع رکھتے ہیں ان کے کھاتوں کو انعامی ڈرا میں شامل کیا جاتا ہے ۔ یہ ڈرا ہر ۶ مہینے کے بعد نکالا جاتا ہے ۔ ہر ڈرا میں ۱۱,۱۱۶ انعامات ہوتے ہیں ۔ پہلا انعام ایک لاکھ روپے کا ہوتا ہے اور کل انعامات کی رقم ۲ لاکھ ۵۰ ہزار روپے ہوتی ہے ۔ اب تک تین ڈرا نکالے جا چکے ہیں اور ان میں پہلے انعامات فیروز آباد (اتر پردیش) اترور (کرناٹک) اور جگراؤں (پنجاب) کے کھاتے داروں نے جیتے ہیں ۔

ریاستی سرکاروں کے تعاون سے کاشتکاروں سے رابطہ پیدا کرنے کی خصوصی مہمیں شروع کی گئی ہیں تاکہ انہیں اپنے فاضل روپے کا کچھ حصہ چھوٹی بچتوں کی اسکیموں میں لگانے کی ترغیب دی جا سکے ۔ گنا ، کپاس وغیرہ اجناس سے متعلق کواپریٹیو مارکٹنگ سوسائٹیوں کے ساتھ اس امر کے انتظامات کئے گئے ہیں کہ کاشتکاروں کو دی جانے والی رقم میں سے کچھ حصہ چھوٹی بچتوں کی اسکیموں کے تحت جمع کرنے کے لئے کاٹ لیا جائے ۔ قومی بچتی ادارے کی طرف سے صنعتی محنت کشوں کو بھی اس امر کی ترغیب دی جاتی ہے کہ بونس یا اجرتوں کے بقایا جات کی صورت میں انہیں جو رقم ملے اس کا کچھ حصہ وہ چھوٹی بچتوں کی اسکیموں میں لگائیں ۔

چھوٹی بچتوں کی اسکیموں کے تحت مرکزی حکومت کو جو کل رقم ملتی ہے اس کا ایک بڑا حصہ ریاستوں کو ترقیاتی اسکیموں کی تکمیل کے لئے طویل المیعاد قرضے کی صورت میں دے دیا جاتا ہے ۔ اس کے علاوہ چھوٹی بچتوں کے ذریعے زیادہ سے زیادہ رقم اکٹھی کرنے کے لئے ریاستوں کی حوصلہ افزائی کے لئے اور اقدامات بھی کئے جاتے ہیں ۔

پانچویں پلان کے دوران قومی بچتی ادارہ بچت کرنے والے لوگوں کی تعداد کو آبادی کے پندرہ فیصد تک پہنچادینے کا ارادہ رکھتا ہے ۔ فی الحال یہ تعداد آبادی کا ۷ فیصد حصہ ہے ۔ پے رول سیونگز گروپ کی اسکیم سے اس وقت ۲۰ فیصد ملازمین مستفید ہورہے ہیں اور اس تعداد کو ۴۰ فیصد تک پہنچانے کی تجویز ہے ۔ مہیلا پردھان بچت یوجنا کے ورکروں کی تعداد ۴ ہزار سے بڑھا کر ۱۰ ہزار تک کردینے کا ارادہ ہے ۔ اس کے علاوہ سنچائیکا اسکیم کے دائرہ عمل میں ہائی اسکولوں کے کم از کم ایک تہائی طالب علموں کو لانے کی تجویز ہے ۔

بچتوں کی تحریک کی کامیابی کا انحصار لوگوں کے تعاون پر ہے ۔ گذشتہ کار کردگی کو دیکھتے ہوئے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ پانچویں پلان میں چھوٹی بچتوں کے ذریعے ۱۸۵۰ کروڑ روپے اکٹھے کرنے کا جو نشانہ مقرر کیا گیا ہے ہم اس تک پہنچنے میں ضرور کامیاب ہوں گے ۔

یونٹ ٹرسٹ

چھوٹی بچتوں کی سرمایہ کاری کا ایک اہم ذریعہ یونٹ ٹرسٹ ہے ۔ زندگی کے ہر شعبے کے لوگ یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا میں سرمایہ لگاتے ہیں ۔ اس نے جولائی ۱۹۶۴ ع میں کام کرنا شروع کیا اور اب تک تقریباً ۲۰۰ کروڑ روپے کے وسائل کو یکجا کر چکا ہے ۔ یونٹ ٹرسٹ لوگوں کی بچتوں کو پیداوار کارپوریٹ سرمایہ کاری کے لئے استعمال میں لاتا ہے ۔ افراد ، کمپنیاں ، کواپریٹیوسوسائٹیاں اور ٹرسٹ یہ یونٹ خرید سکتے ہیں ۔ ایک یونٹ کی قیمت ۱۰ روپے ہے اور یہ ۱۰ کے حاصل الضرب میں بیچے جاتے ہیں ۔ کم از کم ۱۰ یونٹ خریدے جانے چاہئیں لیکن ان کی خرید کی کوئی بالائی حد نہیں یونٹ ٹرسٹ کے بمبئی ، کلکتہ ، نئی دھلی اور مدراس میں واقع دفاتر سے اور ملک بھر میں کئی بنکوں اور ڈاک گھروں سے بیچے جاتے ہیں ۔

ڈیویڈنڈ

سرمایہ کاری سے جو آمدنی ہوتی ہے وہ ٹرسٹ کے انتظامی اخرجات کو نکال کر یونٹوں کے مالکوں میں بانٹ دی جاتی ہے ۔ یونٹ خریدنے کی تاریخ سے قطعہ نظر تمام یونٹ خریدنے والوں کو پورے سال کا ڈیویڈنڈ دیا جاتا ہے ۔

ٹرسٹ اپنے قیام کے پہلے سال سے ہی ہر سال ڈیویڈنڈ تقسیم کرتا چلا آرہا ہے ۔ ۶۵-۱۹۶۴ ع میں یہ ڈیویڈنڈ ۶٫۱ فیصد تھا جو ۷۵-۱۹۷۴ ع میں بڑھ کر ۸٫۵ فیصد ہو گیا ۔

خاندانی منصوبہ بندی کی کامیابی کے لئے پرزور مہم

۱۹۷۱ ع کی مردم شماری کے مطابق آندھرا پردیش کی آبادی ۴۳۵۰۲۷۰۸ تھی جبکہ پورے ہندوستان کی آبادی ۵۴۷۹۴۹۸۰۹ نفوس پر مشتمل تھی ۔ ہماری ریاست میں پورے ہندوستان کی کل آبادی کا ۷٫۹۳ فیصد حصہ آباد ہے اور کثرت آبادی کے لحاظ سے آندھرا پردیش کا پانچواں نمبر ہے جو علی الترتیب اتر پردیش ، بہار ، مہاراشٹرا اور مغربی بنگال کے بعد آتا ہے ۔

حکومت ہند کی جانب سے مقرر کردہ نشانے کے مطابق ۱۹۸۴ ع کے ختم تک شرح پیدائش کو ۲۵ فی ہزار کے حساب سے گھٹانا ہے اور کنبہ بندی ہمارے پانچسالہ منصوبے میں ایک قومی اہمیت کے پروگرام کی حیثیت سے شامل ہے ۔ اس لئے ہم کو کنبہ بندی سے متعلق سرگرمیوں کی کچھ اس طرح منصوبہ بندی کرنی چاہئے کہ آنیوالے برسوں میں تولیدی صلاحیت میں زیادہ سے زیادہ کمی واقع ہو اور شرح پیدائش ۱۹۸۴ ع تک ایک ہزار میں ۳۵ کے تناسب سے یقینی طور پر کم ہو جائے ۔

پہلے پانچسالہ منصوبے یعنی ۱۹۵۱ - ۵۶ ع کی مدت کے دوران خاندانی منصوبہ بندی پروگرام کی نوعیت تجرباتی اور تحقیقاتی تھی اور اس پروگرام کی جانب کچھ کھاتے پیتے گھرانے اپنی مرضی سے متوجہ ہوئے اور انہوں نے خانگی طبی اداروں میں نس بندی کا عمل کرایا ۔ دوسرے منصوبے کے دوران میں اس سلسلے میں کسی قدر جرائت سے کام لیا گیا لیکن عوام پھر بھی غیر متاثر رہے ۔ تیسرے منصوبے (۱۹۶۱ - ۶۶ ع) کی مدت میں کچھ متاثر کن نتائج برآمد ہوئے جسکی وجہ اس پروگرام کی نوعیت میں تبدیلی اور آئی ۔ یو ۔ سی ۔ ڈی کی مقبولیت تھی لیکن یہ مقبولیت زیادہ عرصہ تک برقرار نہیں رہی ۔

تیسرے اور چوتھے منصوبے کے درمیانی عرصے یعنی ۱۹۶۶ - ۶۹ ع کے دوران میں اس پروگرام کو نشانوں اور وقت معینہ کے تابع کردیا گیا اور ریاست آندھرا پردیش میں جو کام انجام دیا گیا (خصوصاً نس بندی کے سلسلے میں) وہ کافی پر اثر رہا ۔ اس کام کی رفتار کو چوتھے پانچسالہ منصوبے کی مدت کے دوران میں جاری و برقرار رکھا گیا ۔

غرض کہ ۱۹۶۱ ع تا ۱۹۷۱ ع کے درمیان کی دس سالہ مدت کے تین چوتھائی زمانے میں کنبہ بندی پروگرام کی نوعیت زیادہ تر تعلیمی اور منصوبہ بندی سے متعلق رہی اور موثر طور پر اس پروگرام کی عمل آوری کا دور سال ۱۹۶۵ - ۶۶ ع کے بعد سے شروع ہوا ۔ ۱۹۶۷ - ۶۸ ع سے اور اسکے ما بعد چھوٹے چھوٹے نشانے مقرر کرکے ان کی تکمیل کی کامیاب مساعی عمل میں لائی گئیں ۔ دوسری پڑوسی ریاستوں کے مقابلے میں ہمارے یہاں اس پروگرام کی عمل آوری حالانکہ تاخیر سے شروع ہوئی لیکن ہم کو زبردست کامیابیاں حاصل ہوئیں ۔ اس لئے کہ نس بندی کے فوائد کی تشہیر کرنے اور کیمپوں کے قیام کے ذریعہ بڑے پیمانے پر نس بندیاں عمل میں لانے کے سلسلے میں ہماری ریاست کو ملک میں اولین حیثیت حاصل ہے ۔ ہماری ریاست نے بعد کے برسوں میں سال بہ سال لائق تحسین کارنامے انجام دئے اور اپنی اعلی ترین کار کردگی کی بدولت پانچ مرتبہ قومی اوارڈ جیتا ۔

سال ۱۹۷۱ - ۷۲ ع کے دوران میں ریاست کے چار اضلاع سریکاکلم ۔ وشاکھاپٹنم ۔ مغربی گوداوری اور چتور میں مردوں کی نس بندی کے لئے بڑے بڑے کیمپوں کا قیام عمل میں لایا گیا ۔ پھر ۱۹۷۲ - ۷۳ ع میں علاقہ آندھرا کے پانچ اضلاع سریکاکلم ۔ وشاکھاپٹنم ۔ مغربی گوداوری ۔ مشرقی گوداوری اور چتور میں کیمپ قائم کئے گئے اور علاقہ تلنگانہ کے ۹ ضلعوں میں بھی اس کام کو وسعت دی گئی تا کہ سالانہ نشانے کو پورا کیا جاسکے ۔

۱۹۷۳ - ۷۴ ع سے حکومت ہند کے منشاء کے مطابق بڑے پیمانے پر کیمپوں کے قیام کے ذریعہ نس بندیاں کرنیکا عمل موقوف کردیا گیا جسکے نتیجہ میں کنبہ بندی کے سلسلے میں

ریاست کی کارگذاری بہت گر گئی - لیکن ۱۹۷۴-۷۵ ع سے اس پروگرام کے تحت سرگرمیوں میں پھر سے تیزی پیدا ہو گئی اور ۱۹۷۵-۷۶ ع کے دوران میں بھی یہ سرگرمیاں معتدل پیمانے پر جاری ہیں -

جاریہ سال یعنی ۱۹۷۶-۷۷ ع میں کنبہ بندی پروگرام کی عمل آوری میں شدت پیدا کرنے کی خاطر خصوصی اقدامات کئے گئے ہیں اور دوسرے سرکاری محکموں کے علاوہ مقامی مجالس رضاکار تنظیموں اور منظم شعبے کو بھی اس کام میں شریک کیا گیا ہے کنبہ بندی پروگرام کے تحت کار کردگی کی سطح پوری ریاست میں یکساں نہیں ہے اور ریاست کے پورے اضلاع کے درمیان اس سلسلے میں بڑا فرق ہے جس کے مختلف اسباب ہیں اور ان میں کچھ اسباب ایسے ہیں جن پر آنواحد میں قابو نہیں پایا جاسکتا -

اس پروگرام کے آغاز سے آج کی تاریخ تک ۲۰ لاکھ نس بندی آپریشن کئے گئے ہیں اور دوبارہ تولید کی صلاحیت رکھنے والے طبقے کی ۱۹ فی صد آبادی کو محفوظ کردیا گیا ہے -

ماہ اگسٹ ۱۹۷۶ ع کے نصف سے رائے عامہ کو تیار کرنے کے لئے پر زور اور محرکاتی مہمیں چلائی گئیں نوجوانوں کی لیگز اور بعض ثقافتی اور مذہبی یونیٹوں نے بشمول مسلم تنظیموں کے خاندانی منصوبہ بندی کو عوام میں مقبول بنانے کے کام میں آگے آنا شروع کردیا ہے توقع ہے کہ آنیوالے مہینوں میں ان کی کوششوں کی وجہ سے اس پروگرام پر زبردست اثرات مرتب ہوں گے -

بعض دوسری اسکیمات بھی خاندانی منصوبہ بندی کی کامیاب عمل آوری میں ممد و معاون ثابت ہورہی ہیں جن میں اہم اسکیمات یہ ہیں - پوسٹ پارٹم پروگرام یعنی ما بعد وضع حمل خواتین کی نس‌بندی کرنا- طبی اسقاط حمل کا پروگرام جہاں خواتین اسقاط حمل کے لئے آتی ہیں تو انہیں خاندانی منصوبہ بندی پر بھی طبی خدمات کی پیشکش کی جاتی ہے - پروگرام بہبودی زچہ و بچہ وغیرہ -

* * *

(ڈسپلن سے قوم طاقتور بنتی ہے)

جاوید مرزا

کسانوں کیلئے نئی مالی سہولتیں

ہمارے ملک کی آبادی کے اندازاً ستر فیصدی لوگ گاؤں میں بستے ھیں اور وہ اپنی روزی کے لئے زراعت اور متعلقہ کاموں پر ھی انحصار رکھتے ھیں ان لوگوں کو اپنے کام کاج اور خاص خاص موقعوں کیلئے قرضوں کی سہولت کی ضرورت ھے ۔ ماضی میں زمین دار اور گاؤں کے ساھوکار اس صورت حال سے فائدہ اٹھا کر اپنے مقاصد حاصل کرتے تھے اور جو رقم ادھار دی جاتی تھی اس پر وہ بہت زیادہ سود لیتے تھے سخت محنت سے تیار کی گئی فصل ساھوکار اور زمیندار ، معمولی داموں پر خرید لیتے تھے اور اگر بعد میں کسانوں کو ضرورت ھوتی تو وہ اپنے کنبے کے لئے بہت زیادہ مہنگا اناج خریدنے پر مجبور ھوتا تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ ملک کے بہت سے علاقوں میں کسانوں کی قرضوں کی ضرورت سے نا جائز فائدہ اٹھاتے ھوئے قرضوں کی وصولیابی کیلئے جبری محنت کا طریقہ شروع کردیا گیا جو ھر لحاظ سے انسانی وقار کے لئے ذلت آمیز ھے ۔

اگر اس صورتحال کو جاری رہنے دیا گیا ھوتا تو کسان آھستہ آھستہ غریب سے غریب تر ھو جاتا اور وہ ھمیشہ ھی قرضوں میں جکڑا رھتا اگر کسی بھی ملک کی قومی آمدنی کا آدھے سے زیادہ حصہ زراعت سے حاصل ھوتا ھو اور کسان غریب اور ناخوش ھوں تو وہ ملک کبھی ترقی کرنیکی امید نہیں رکھ سکتا اس بات کا احساس آزادی کی جد و جہد کے دور میں ھی کرلیا گیا تھا اور آزادی کے بعد کسان اور سرکار کے درمیان واقع درمیانی آدمیوں کو بیچ سے ھٹا دیا گیا اور دیہی علاقوں میں لوگوں کو قرضوں سے نجات دلانے کے لئے بھی اقدامات کئے گئے لیکن ان تمام اقدامات سے ساری توقعات پوری نہ ھو سکیں اور گاؤوں میں لوگوں کی قرضداری ، ترقی کے راستے میں اب بھی ایک بڑی رکاوٹ بنی ھوئی تھی ، اسی لئے پچھلی جولائی میں جس نئے اقتصادی پروگرام کا اعلان کیا گیا اس میں غریبوں کی ساجی اقتصادی بھلائی کے لئے اور خاص طور پر دیہی علاقوں میں اس طبقے کی بہبود کے لئے اقدامات کو خصوصی اھمیت دی گئی ھے دیہی علاقوں کی مربوط ترقی کے لئے ایک نئی حکمت عملی تیار کی گئی ھے ۔ اس پروگرام کے اعلان کے بعد مرکزی اور ریاستی حکومتوں نے معاشرے کے زیادہ پچھڑے ھوئے طبقوں کو قرضوں سے چھٹکارا دلانیکے لئے کئی قدم اٹھائے ۔یہ قدم ملک کے عوام کو سماجی اور اقتصادی انصاف دلانے کی نئی مہم کا ایک حصہ قرار پائے ۔

مرکز نے ریاستوں سے دیہی قرضوں کی ادائیگی ملتوی رکھنے کے لئے اقدامات کرنے کو کہا ، تاکہ دیہی قرضوں کا خاتمہ کیا جاسکے اس سلسلے میں تقریباً ۲۰ ریاستوں اور مرکزی انتظام کے علاقوں میں قانون بنائے گئے ھیں ۔ ان میں آندھرا پردیش ، بہار ، ھریانہ ، مدھیہ پردیش ، اترپردیش اور چنڈی گڑھ شامل ھیں ۔ جموں و کشمیر سرکار بھی ان ریاستی حکومتوں میں شامل ھے جنھوں نے اس سلسلے میں قانونی قدم اٹھانے کے لئے اصولی طور پر اتفاق کرلیا ھے ۔

لیکن قرضوں سے نجات دلانا ھی کافی نہیں ھے اگر کسان کو قرضوں کی لعنت سے محفوظ رکھنا ھے تو اسے آسان شرائط پر قرضوں کی سہولت فراھم کرنا بھی بہت ضروری ھے اس مقصد کے لئے دیہی علاقوں میں بینکوں کی مزید شاخیں کھولی گئی ھیں اور علاقائی دیہی بینک اور کوایریٹیو سوسائٹیاں قائم کی گئی ھیں ملک کے ۳۳۸ دیہی اضلاع میں سے ۳۳ میں کسانوں کی قرضوں کی ضرورتوں کا اندازہ لگانے کے لئے سروے کئے گئے ھیں اور انہیں بہتر طریقے سے پورا کرنے کے لئے تجویزیں پیش کی گئی ھیں دس دیہی بینک پہلے ھی کھولے جاچکے ھیں اور امید کی جاتی ھے کہ آئندہ برس مارچ تک سارے ملک میں پچاس علاقائی دیہی بینک کام کرنے لگیں گے ۔

* * *

چائے غیر ملکی زرمبادلہ کا اہم ذریعہ

چائے کے ذریعہ بھارت کو کافی زرمبادلہ ملتا ہے ۔ بھارت کو اشیاء کی برآمدات سے جسقدر آمدنی ہوتی ہے اسکا دس فیصد حصہ چائے کی برآمدات سے ملتا ہے ۔ ۱۹۷۵-۷۶ع کے پہلے ۵ مہینوں میں ۸۲ کروڑ ۵۶ لاکھ روپے کی مالیت کی چائے برآمد کی گئی جبکہ ۱۹۷۴-۷۵ع کے مماثل عرصہ میں ۷۳ کروڑ ۵۱ لاکھ روپئے کی مالیت کی چائے برآمد کی گئی تھی ۔ بلحاظ مقدار ۱۹۷۵-۷۶ع کے پہلے پانچ مہینوں میں ۷ کروڑ ۳۰ لاکھ کلوگرام چائے برآمد کی گئی جبکہ سال گذشتہ کے مماثل عرصہ میں ۷ کروڑ ۸۲ لاکھ ۹۰ ہزار کلوگرام چائے برآمد کی گئی تھی ۔ ۱۹۷۵-۷۶ع کے لئے ۲۱ کروڑ کلوگرام چائے کی برآمد کا نشانہ رکھا گیا ہے جس سے ۲ ارب ۳۱ کروڑ روپئے حاصل ہوں گے ۔ بھارت نے ۱۹۷۴-۷۵ع میں ۲ ارب ۲۳ کروڑ روپئے کی ، ۱۹۷۳-۷۴ع میں ایک ارب ۴۴ کروڑ ۸۵ لاکھ روپئے کی ، ۱۹۷۲-۷۳ع میں ایک ارب ۵۰ کروڑ ۹۹ لاکھ روپئے کی اور ۱۹۷۱-۷۲ع میں ایک ارب ۶۰ کروڑ ۹۲ لاکھ روپئے کی مالیت کی چائے برآمد کی ۔ ۱۹۷۴-۷۵ع میں ۲۲۳٫۸۶ ملین کلوگرام ۱۹۷۳-۷۴ع میں ۱۹۰٫۲۷ ملین کلوگرام ۱۹۷۲-۷۳ع میں ۱۹۸٫۲۳ ملین کلوگرام چائے باہر ملکوں کو بھیجی گئی ۔

بھارت میں چائے کی پیداوار میں گذشتہ کئی سال سے مسلسل اضافہ ہورہا ہے ۔ ۱۹۷۱ع میں ملک میں چائے کی پیداوار ۴۳۳٫۳۲ ملین کلوگرام ۱۹۷۲ع میں ۴۵۵٫۰۱ ملین کلوگرام ، ۱۹۷۳ع میں ۴۶۸٫۳۰ ملین کلوگرام اور ۱۹۷۴ع میں ۴۹۱٫۰۰ ملین کلوگرام چائے پیدا ہوئی ۔ ۱۹۷۵ع کے پہلے گیارہ مہینوں میں ۴۶۶٫۸۴ ملین کلوگرام چائے پیدا ہوئی ۔

چائے کی مختلف اقسام مثلاً پیکٹ ٹی ، تھیلوں والی چائے اور انسٹینٹ ٹی پیدا کی جاتی ہیں اور پھر غیر ملکوں کو بھیجی جاتی ہیں ۔ اسطرح سے چائے کی قیمت زیادہ وصول کی جاتی ہے اور غیر ملکی زرمبادلہ کی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے ۔

پیکٹ ٹی

پیکٹ ٹی کی سالانہ پیداوار ۵ کروڑ ۵۰ لاکھ کلوگرام سے ۱۰ کروڑ کلوگرام تک ہے ۔ اس میں سے کم سے کم ۶۰ لاکھ ٹن کلوگرام چائے دیگر ملکوں کو بھیجی جاتی ہے جو چائے کی کل برآمدات کا تین فیصد ہے ۔ ۱۹۷۵-۷۶ع کے پہلے چار ماہ میں بھارت نے ۱۸ لاکھ ۷۰ ہزار کلو گرام پیکٹ ٹی برآمد کی جس سے ۲۸ کروڑ ۸۳ لاکھ روپئے حاصل ہوئے جبکہ ۱۹۷۴-۷۵ع کے مماثل عرصہ میں ۱۶ لاکھ ۸۰ ہزار کلوگرام چائے کی برآمدات سے ۱۸ کروڑ ۸۶ لاکھ روپئے ملے تھے ۔ پیکٹ کی برآمدات اور اس سے ہونے والی آمدنی اسطرح ہوئی ۔

	برآمد کی گئی چائے کی مقدار	آمدنی
۱۹۷۱ع	۴٫۶ ملین کلوگرام	۴ کروڑ ۹۳ لاکھ روپئے
۱۹۷۲ع	۵٫۶ ملین کلوگرام	۵ کروڑ ۱۲ لاکھ روپئے
۱۹۷۳ع	۴٫۹ ملین کلوگرام	۴ کروڑ ۹۸ لاکھ روپئے
۱۹۷۴ع	۵٫۸ ملین کلوگرام	۷ کروڑ ۱۵ لاکھ روپئے

۱۹۷۱ع میں ۸۶ ہزار روپئے کی مالیت کی ۴۲۳۰ کلوگرام تھیلے والی چائے دیگر ملکوں کو برآمد کی گئی ۔ ۱۹۷۲ع کے دوران ۶۸ ہزار کلوگرام سے زیادہ چائے تھیلوں میں دیگر ملکوں کو بھیجی گئی جس سے ۴۱ لاکھ ۵۰ ہزار روپئے ملے ۔ یہ چائے امریکہ ، کنیڈا ، اور برطانیہ جنوبی ایشیا میں بے حد مقبول ہے اور ان علاقوں میں اسکی برآمدات کے امکانات سب سے زیادہ روشن ہیں ۔ ۱۹۷۳ع میں ۱۰۳۹۹۵ کلوگرام چائے تھیلوں میں دنیا کے مختلف حصوں کو بھیجی گئی جس سے ۴۰ لاکھ روپئے ملے ۔ تھیلوں والی چائے کی برآمدات میں ۱۹۷۵-۷۶ع کے پہلے چار ماہ میں نمایاں اضافہ ہوا ۔ اس عرصہ میں ۱۹ لاکھ ۷۰ ہزار روپئے کی مالیت کی ۵۵ ہزار کلوگرام چائے دیگر ملکوں کو بھیجی گئی جبکہ ۱۹۷۴-۷۵ع کے مماثل عرصہ میں ۴۲ ہزار کلوگرام چائے کی برآمد سے ۱۱ لاکھ ۵۰ ہزار روپئے کی برآمد ہوئی تھی ۔

انسٹنٹ ٹی

۱۹۷۵-۷۶ع کے پہلے چار ماہ میں انسٹنٹ چائے کی برآمد سے ۴۰ لاکھ روپئے ملے جبکہ ۱۹۷۴-۷۵ع کے پہلے چار ماہ میں ۳۰ لاکھ روپیے کی مالیت کی چائے برآمد کی گئی تھی ۔ ۱۹۷۵ع کے پہلے چار ماہ میں ایک لاکھ ۱۱ ہزار کلوگرام

چائے برآمد کی گئی تھی - جبکہ ۷۵-۱۹۷۴ء کے پہلے چار ماہ میں ۹۸ ہزار کلوگرام چائے برآمد کی گئی۔ ذیل کے گوشوارے سے چائے کی اس قسم کی برآمدات کے رجحان کا پتہ چلتا ہے -

	برآمد کی گئی انسٹنٹ ٹی	آمدنی
۱۹۷۱ء	۲۳۲۰۶۰ کلوگرام	۵۷ لاکھ ۹۰ ہزار روپئے
۱۹۷۲ء	۲۳۰۷۹۶ کلوگرام	۱۷ لاکھ ۲۰ ہزار روپئے
۱۹۷۳ء	۲۳۲۶۲۲ کلوگرام	۶۷ لاکھ روپئے

یہ چائے زیادہ تر برطانیہ ، روس ، نیدر لینڈز ، افغانستان ، عرب جمہوریہ مصر ، مشرق جرمنی ، امریکہ آئرلینڈ ، سوڈان ، عراق ، ایران ، پولینڈ ، آسٹریلیا ، جاپان ، کینیڈا ، یوگوسلاویہ ، تیونیشیا اور اردن جاتی ہے -

* * *

بین فرقہ جاتی شادی شدہ جوڑے

پی مامبا مورتی اور بی ساوتری

سی - نرسملو اور اے - سنکارما

بی برکیا اور بی راسما

پی - اپالا سوامی اور اے - منی

پی - ایلونا اور اے - کستوری

ہندوستان میں قالین بافی کی صنعت

ہندوستان میں قالین بافی کی صنعت پانچ سو سال پرانی ہے مگر آج جس پیمانے پر اسے وسعت حاصل ہورہی ہے اسکی مثال پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی - اس سلسلے میں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ جس علاقے میں ہاتھ سے قالین بنانے کا کام اتنی تیزی سے ترقی کررہا ہے وہ علاقہ معیاری قالینوں کے لئے کبھی مشہور نہیں رہا اگر ہم قالین بافی کی روایات دیکھیں تو کشمیر کے بنے قالین سب سے بڑھیا سمجھے جاتے ہیں مگر آج باہر کی منڈیوں میں سب سے زیادہ مانگ مرزا پور کے قالینوں کی ہے ان دنوں یہاں جو قالین بن رہے ہیں ان میں ہر لحاظ سے اتنا تنوع ہے کہ پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا - واقعہ یہ ہے کہ مرزاپور، بھدوئی کے بنکر کاریگروں نے اپنے کام مین جو مہارت حاصل ہے اسکی وجہ سے مغربی جرمنی کی مارکٹ میں ہندوستان کے قالینوں کی فروخت نے ایک نیا ریکارڈ قائم کیا ہے یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ قالینوں کی برآمدات کا ۵۰ فیصد مغربی جرمنی کو جاتا ہے اور ہندوستان کے جتنے بھی قالین باہر کی منڈیوں میں فروخت ہوتے ہیں ان کا نوے فیصد اب مرزاپور میں بنتا ہے -

اس صنعت نے جو ترقی کی ہے اسکی وجہ سے یہاں کے ۷۰ ہزار بنکر، مستقبل میں ایک اچھی خوشحال زندگی کی توقع کرنے لگے ہیں - یہاں کے کاریگر اب ایسے اچھے خوبصورت ڈیزائنوں کے قالین تیار کرنے لگے ہیں کہ مغربی جرمنی کی مارکٹ میں جو کہ مشرقی قالینوں کے لئے دنیا کی سب سے بڑی مارکٹ ہے ہندوستان کا حصہ اب پہلے سے بہت زیادہ ہوگیا ہے روایتی طور پر یہاں ایرانی قالین سب سے زیادہ پسند کئے جاتے تھے مگر آجکل ایران کی زیادہ توجہ تیل کی صنعت کی طرف ہے اس وجہ سے مغربی جرمنی کو ایرانی قالینوں کی برآمدات میں پچاس فیصد کی کمی ہوگئی ہے اور ہندوستانی قالینوں کی برآمدات میں تقریباً دوگنا اضافہ ہوا ہے -

قالین بافی کی صنعت کے ایک ماہر مسٹر چارلس جیک سن کا کہنا ہے کہ ایران میں اب پہلے کے مقابلہ میں بہت کم قالین بنائے جاتے ہیں اور ہندوستان میں اس صنعت کے امکانات کو دیکھتے ہوئے امید کی جاسکتی ہے کہ آنے والے زمانے میں ایران کی جگہ ہندوستان لے لے گا - ترقی کی رفتار دیکھتے ہوئے اس بات کا قوی امکان ہے کہ پندرہ برس میں ہندوستان دو ارب روپئے سالانہ کی مالیت کے قالین برآمد کرنے لگیگا - اس وقت ہم سالانہ چالیس کروڑ روپئے کی مالیت کے قالین برآمد کرتے ہیں -

قالین بنانا ایک گھریلو صنعت ہے بیشتر بنکر کاشتکار بھی ہیں اور قالین بافی کے کام سے ان کی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے اس صنعت میں تھوڑے سرمائے سے کافی لوگوں کو روزگار مہیا کیا جاسکتا ہے اسلئے یہ ایک ایسی گھریلو صنعت ہے جو ہماری بہت بڑی دیہی آبادی کے لئے روزگار کے وسائل پیدا کرسکتی ہے ان امکانات کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ قالین بافی کے کام سے ہم مرزا پور، بھدوئی کے سارے علاقے کا نقشہ بدل کے رکھ سکتے ہیں - اندازہ ہے کہ اس سمت میں کوشش کرنے سے یہاں کے لوگوں کو سالانہ ایک ارب روپئے کی آمدنی ہوسکتی ہے -

پچھلے کچھ عرصے میں قالین بنانے کا کام جس پیمانے پر پھیلا ہے اس سے مرزا پور میں ابھی سے ماہر کاریگروں کی قلت محسوس ہونے لگی ہے - اندازہ ہے کہ سالانہ ایک ارب روپئے کمانے کے لئے ماہر کاریگروں کی تعداد میں دس گنا اضافہ ہونا چاہیئے - ماہر کاریگروں کی قلت دور کرنے کے لئے حکومت بہت سے تربیتی مراکز کھولنے کا منصوبہ بنارہی ہے - اس کام کا آغاز کردیا گیا ہے اور جلد ہی اسطرح کے ۷۰ مراکز اتر پردیش میں اور پچاس جموں و کشمیر میں کھولے جائینگے علاوہ اسکے ہینڈلوم کی صنعت سے متعلق وارانسی کے کچھ ادارے قالینوں کے ڈیزائن بھی تیار کرتے ہیں جو بنکروں کو معمولی سی قیمت پر فروخت کردئے جاتے ہیں کام کی رفتار دیکھتے ہوئے امید کی جاسکتی ہے کہ مرزاپور کے لوگوں کے لئے جلد ہی ایک خوشحال زندگی کا دروازہ کھل جائے گا -

* * * * *

44-9

خبریں تصویروں میں

۲

بائیں جانب اوپر :— شری آر۔ ڈی ۔ بھنڈارے گورنر اور شریمتی شکنتلا بھنڈارے ''آچاریہ ناگر جونا ،، ڈرامے کے آرٹسٹوں کے ساتھ جو ۱۵ - اکتوبر کو حیدرآباد میں '' یوم دھرما حکرا پرورتن،، تقاریب کے موقع پر پیش کیا گیا ۔

بائیں جانب مرکز میں :— شری پی رنگاریڈی وزیر فینانس اور اطلاعات نے ۷ - اکتوبر کو حیدرآباد میں رائٹ آنریبل مائیکل فوٹ ایم پی ، لارڈ پریسیڈنٹ آف کونسل اور قائد ایوان عام سلطنت متحدہ برطانیہ کا خیر مقدم کیا ۔

بائیں جانب نیچے :— سوویٹ یونین کا ایک ۲۹ رکنی ''بیلے ٹروپ،، نے ۱۸ - ۱۹ ، اور ۲۰ اکتوبر کو رویندرا بھارتی حیدرآباد میں اپنے فن کا مظاہرہ کیا ۔

دائیں جانب اوپر :— شری پی نرساریڈی وزیر مال ۲۳ - اکتوبر کو جوبلی ہال حیدرآباد میں منعقدہ لائرس کانفرنس میں ۔ شری آصف پاشاہ وزیر قانون بھی دیکھے جا سکتے ہیں ۔

نیچے :— شری کے وی کیشولو وزیر ہینڈلومز نے ۲۲ - اکتوبر کو حیدرآباد میں اسکیم برائے تیاری دستی کپڑا اور جنتا ساڑیوں و دھوتیوں کی فروخت کا افتتاح کیا ۔

دائیں جانب اوپر :- شری جے - وینگل راؤ چیف منسٹر ۱۰ - اکتوبر کو بوچم بلی میں کئی ترقیاتی اسکیموں کے افتتاح کے موقع پر کمزور طبقات کو دیئے جانے والے مویشیوں کا معائنہ کررہے ھیں - شری پی نرسا ریڈی وزیر مال نے تقریب کی صدارت کی - تصویر میں شری وی - پروشوتم ریڈی وزیر آبکاری بھی دیکھے جاسکتے ھیں -

خبریں تصویروں میں

بائیں جانب اوپر :- شری جے - وینگل راؤ چیف منسٹر نے ۱۹ - اکتوبر کو وجیا نگرم انڈسٹریل اسٹیٹ ، وجیا نگرم میں کلپنا ٹیننگ میٹیریلز لمیٹڈ کا افتتاح کیا -

بائیں جانب درمیان میں :- شری جے - وینگل راؤ چیف منسٹر نے ۸ - اکتوبر کو کوتہ گوڑم میں ''اسکول آف مائیز،، کا سنگ بنیاد رکھا -

بائیں جانب نیچے :- شری - جے - وینگل راؤ چیف منسٹر نے ۳۰ - ستمبر کو سریکا کلم میں سری وسا کھا گرامینا بینک کا افتتاح کیا -

دائیں جانب نیچے :- شری - جے - وینگل راؤ چیف منسٹر نے ۲۶ - اکتوبر کو سیتاۓ گوڑم ضلع کھمم میں وینگلارایا ساگر چھوٹی آبپاشی اسکیم کا سنگ بنیاد رکھا -
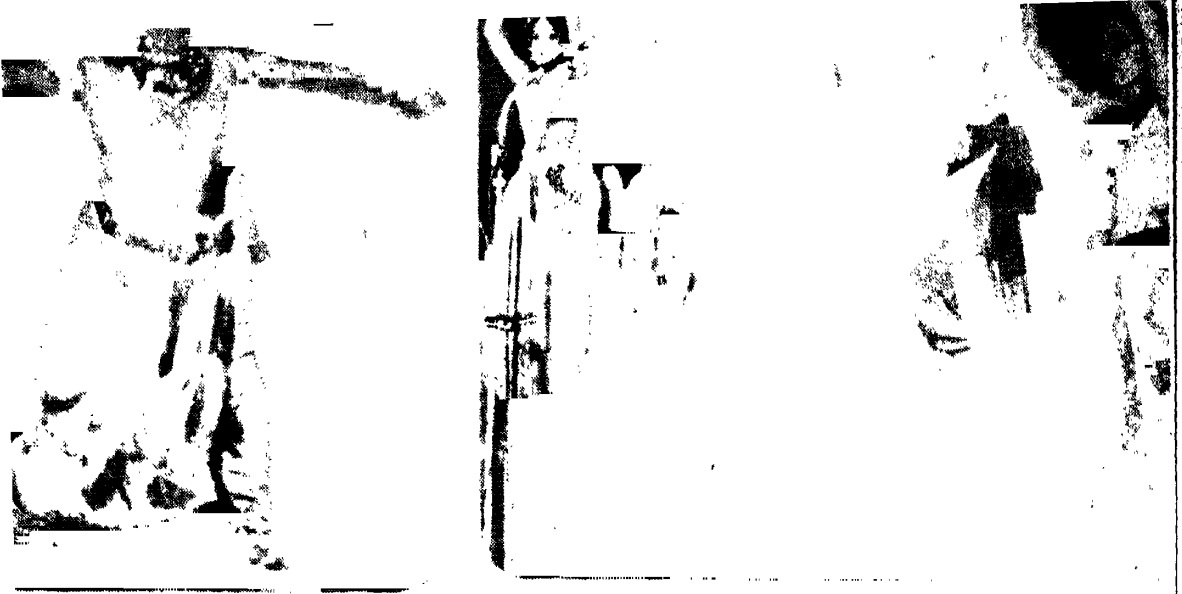
تشکیل آندھرا
آندھرا پردیش بھرمیں
کردہ ترقی کو نمایاں ط
گورنر آندھرا پردیش۔
چیف منسٹر نے جلسے
کی ۲٦۴ صفحات پر س
انجام دی۔

حیدر آباد میں
وم تاسیس
را پردیش کی
تقاریب

یجانے پر ریاستی حکومت نے
ت کی مختلف شعبوں میں حاصل
ی کئے۔ شری آر۔ڈی ۔بھنڈارے
پر ان تقاریب کا افتتاح کیا ۔
س موقع پر رسالہ آندھرا پردیش
وصی اشاعت کی رسم اجرا بھی

ضلعوں کے آنچل سے

رہائشی اراضیات کے پٹے :-

شری - پی- نرساریڈی وزیر مال نے ۵ - اکتوبر کو جنگاؤں میں رہائشی مکانات کے پٹے اور بنجر زمینات کے پٹہ سرٹیفکیٹس تقسیم کرتے ہوئے کہا کہ حکومت اصلاحات اراضی کی عمل آوری کے بارے میں بہت سنجیدہ ہے - کوئی فرد اپنی مقبوضہ حدود اراضی میں رد و بدل کے ذریعے قانون شکنی کرنے کے بعد بچ نہیں سکتا -

انہوں نے بھیڑیں اور دودھ دینے والے جانوروں کے لئے کواپریٹیو سنٹرل بینک کی جانب سے منظورہ ۱,۱۶۰۰۰ روپیوں اور اسٹیٹ بینک آف حیدرآباد جنگاؤں کی جانب سے منظورہ ۰۰۰۰۰ روپیوں کے قرضے بھی تقسیم کئے -

شری یتی راج راؤ یم یل اے اور صدر نشین چیمبر آف پنچایت راج نے مہمان خصوصی کا خیر مقدم کیا -

شری نرسنگ راؤ صدر نشین اے - پی - آر - ٹی - سی نے جلسے کی صدارت کی - شری جگپتی راؤ یم یل اے اور صدر نشین اسٹیٹ کواپریٹیو مارکٹنگ فیڈریشن نے بھی اس موقع پر مخاطب کیا -

کمزور طبقات میں قرضوں اور اراضیات کے پٹوں کی تقسیم :-

شری کے - راجملو وزیر صحت و طبابت نے ۲ - اکتوبر کو کمباڈور میں پرائمری ہیلتھ سنٹر کا سنگ بنیاد رکھا - انہوں نے ڈسٹرکٹ کواپریٹیو سنٹرل بینک کی جانب سے منظورہ ۲,۲۲,۰۰۰ روپیوں اور اگریکلچرل ڈیولپمنٹ بینک کلیان درگ کی جانب سے منظورہ ۱,۳۷,۰۰۰ روپیوں کے قرضے کسانوں میں تقسیم کئے - وزیر صحت نے کلیان درگ سوشیل ویلفیر ہاسٹلوں کے ۵۹ طلباء میں ملبوسات تقسیم کئے -

شریمتی یم - لکشمی دیوی وزیر بازآباد کاری و اسمال سیونگس نے کمباڈور کے ہریجنواڑے میں انگن واڑی سنٹر کا افتتاح کیا -

بچی ریڈی پالم میں کمزور طبقات کی امداد :-

شری - پی - رنگاریڈی وزیر فینانس و اطلاعات نے ۲ - اکتوبر کو گاندھی جینتی کے موقع پر بچی ریڈی پالم کے کمزور طبقات میں ۶۵ دودھ دینے والے مویشی اور ۳۸۷ رہائشی زمین کے پٹے تقسیم کئے -

کمیونٹی میڈیکل اینڈ ہیلتھ کیر :

شری - پی - سی گنگوپادھیائے سکریٹری محکمہ صحت و طبابت حکومت آندھرا پردیش نے ۲۱ - اکتوبر کو کرنول میڈیکل کالج کرنول کے کمیونٹی میڈیکل اینڈ ہیلتھ کیر پروگرام کا افتتاح کیا - یہ پروگرام کرنول ٹاؤن میں ۲۱ - اکتوبر ۱۹۷۶ع سے ۲۸ - نومبر ۱۹۷۶ع تک چلایا جائے گا - محکمہ کا عملہ اور طلباء اس پروگرام میں حصہ لیں گے اور طبی سہولتوں کو غریبوں تک پہنچائیں گے -

گونڈلا سو تو پراجکٹ کے لئے ۳۰ لاکھ روپئے :-

شری - پی - رنگاریڈی وزیر فینانس واطلاعات نے اس بات کا انکشاف کیا کہ حکومت نے گدالور تعلقہ میں واقع گونڈلاسوتو پراجکٹ کے لئے ۳۰ لاکھ روپیے منظور کئے ہیں - انہوں نے یہ بات ۶ - اکتوبر کو گدالور تعلقہ آبپاشی کانفرنس میں بتائی - شری - رنگاریڈی نے محکمہ تعمیرات کے عہدہداروں کو مشورہ دیا کہ وہ کمبم روی پاڈو روڈ آیا کٹ کو ۲۰ - نکاتی فارمولے کی اسکیم میں شامل کریں - چونکہ زیر تالاب کاشت کرنے والے کسانوں کو زمینات کاشت کرنے اور پیداوار کو منتقل کرنے میں دشواری پیش آرہی ہے -

شری رنگاریڈی نے مزید کہا کہ اونگول کواپریٹیو بینک نے تعلقہ کی سوسائٹیوں کو ۴۳ لاکھ روپئے کے قلیل مدتی زرعی قرضے منظور کئے ہیں - انہوں نے انجمنوں کے صدور سے اپیل کی کہ قرضہ جات کی پابندی کے ساتھ ادائی عمل میں لائیں

شری پی ۔ آر ۔ گوپال کرشنا ریڈی چیف انجینیر مائنر ایریگیشن نے جو اس وقت بحث میں حصہ لے رہے تھے وعدہ کیا کہ جہاں کہیں بھی ممکن ہو وہ کاموں کی منظوری دیں گے۔

شری یم ۔ بھاسکر ریڈی نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا ۔

چھوٹے کسانوں اور کمزور طبقات کے خاندانوں کے لئے قرضے :۔

شری ۔ پی بھپیندر ناتھ وزیر مارکیٹنگ نے ۷ ۔ اکتوبر کو چھوٹے اور جزوی کسانوں ، ہریجنوں ، اور دوسرے کمزور طبقات کے خاندانوں میں دودھ دینے والے جانوروں ، ہل چلانے کے بیل، آئیل انجنوں کی خریدی ، نئی باؤلیوں کی کھدوائی اور قدیم باؤلیوں کی درستگی وغیرہ کے لئے ۸٫۵۱ لاکھ روپیے بطور قرض تقسیم کئے ۔ یہ رقم اسمال فارمرس ڈیولپمنٹ ایجنسی اور شیڈولڈ کاسٹ فینانس کارپوریشن کے توسط سے اگریکلچر ڈیولپمنٹ بینک اور ویا سا بینک کھمم نے منظور کی تھی ۔

شری کونڈل راؤ ڈائرکٹر گرامینا بینک نے جلسہ کی صدارت کی ۔

ڈسٹرکٹ کلکٹر نے ضلع میں اختیار کی گئی مختلف سوشیل ملفیر اسکیموں کی وضاحت کی ۔ شری نرسمہا راؤ نائب صدر نشین بینک نے شکریہ ادا کیا ۔

گریجنوں میں اراضیات کے پٹوں کی تقسیم :۔

شری بی ۔ دھرما ریڈی وزیر اسکنہ و اگرو انڈسٹریز نے ۴۷۱ قبائلیوں اور دوسرے طبقات میں مختلف بینکوں کی جانب سے منظور کردہ ۳ لاکھ روپیے کے قرض تقسیم کئے۔ موصوف نے ۷ ۔ اکتوبر کو موضع پاتاپلی کے ۴۷ لمباڑہ خاندانوں میں رہایشی زمین کے پٹے تقسیم کئے ۔

وینگل راؤ کالونی میں شاپنگ کامپلکس اور اسکول کی عمارتیں :۔

یوسف گوڑہ حیدرآباد کی وینگل راؤ کالونی میں ۱۰ ۔ اکتوبر کو شاپنگ کامپلکس اور اسکول کی عمارت کا افتتاح کرتے ہوئے شری جے ۔ وینگل راؤ چیف منسٹر نے کہا کہ حکومت تحدید شہری اراضی کی عمل آوری کے فوری بعد ۳ ہزار ایکر زمین حاصل کرنے کی اور گندی بستیوں کو ہٹانے کے لئے کم لاگت والے مکانات کی تعمیر کی بھاری اسکیم کا آغاز کریگی ۔

شری ۔ پی ۔ دھرما ریڈی وزیر اسکنہ و اگرو انڈسٹریز نے جلسے کی صدارت کرتے ہوئے کہا کہ کالونی میں پانی اور دوسری سہولتیں بہت جلد فراہم کی جائیں گی ۔ انہوں نے کالونی میں رہنے والوں سے اپیل کی ، وہ اپنی کالونی میں درخت لگائیں ۔

شری امجد علی خاں صدر نشین ہاؤزنگ بورڈ نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا ۔

کمزور طبقات کے لئے ۲۹٫۵۶ لاکھ روپئے کے قرض :۔

چیف منسٹر جے ۔ وینگل راؤ نے ۱۷ ۔ اکتوبر کو باپٹلہ میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بعض بد دیانت عناصر قحط سالی کے حالت کا غیرواجبی فائدہ اٹھارہے ہیں انہوں نے کہا کہ ایسے عناصر سے حکومت سختی کا برتاؤ کریگی چیف منسٹر نے کہا کہ حکومت کمزور طبقات کی فلاح و بہبود کی ذمہ دار ہے اور سال رواں کے دوران میں کمزور طبقات کو ۵ لاکھ رہائشی مکانات کی زمین تقسیم کریگی آئیندہ سال معاشی اعتبار سے کمزور تمام طبقات کو مکانات کی اراضی فراہم کرنے کے لئے ایک پروگرام کا آغاز کریگی ۔ انہوں نے ۲۹٫۵۶ لاکھ روپئے بطور قرض تقسیم کئے جو مختلف کمرشیل بینکوں کی جانب سے فراہم کئے گئے تھے ۔ ان قرضوں کی مارجن رقم ضلع گنٹور کی شیڈولڈ کاسٹ اینڈ بیکورڈ کلاسس سرویس کوآپریٹیو سوسائٹی کی جانب سے مہیا کی گئی ۔ چیف منسٹر نے باپٹلا میں ۸ لاکھ روپئے کی لاگت سے تعمیر کی جانے والی بس اسٹیشن کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا ۔ اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ بس روٹس کو قومیانے کا کام آئندہ دو یا تین سال کے اندر مکمل ہوجائیگا ۔ شری ۔ بی نرسنگ راؤ صدر نشین اے ۔ پی ۔ آر ۔ ٹی ۔ سی نے کہا کہ ہر سال بسوں کی تعداد میں ۱۰۰۰ کا اضافہ کیا جارہا ہے ۔ جب تمام ریاست کی بس روٹس کو قومیا لیا جائیگا اسوقت تک بسوں کی تعداد ۹ ہزار تک پہنچ جائیگی ۔

* * * * * * *

علامہ شبلی نعمانی کا سفر حیدرآباد

بدیع الزماں اعظمی

علامہ شبلی نعمانی نے سنہ ۱۸۹۱ء سے سنہ ۱۹۱۳ء تک حیدرآباد کے کئی ایک سفر کئے۔ ان سب کی غایت اور روئداد کا ایک طائرانہ جائزہ اس نہج پر لیا جارہا ہے کہ شبلی کی ہمہ گیر شخصیت پر بھی روشنی پڑسکے اور حیدرآباد کے اس عہدرفتہ کی عظمتوں اور علمی و ادبی قدردانیوں کی بھی ایک جھلک سامنے آجائے۔

پہلا سفر سنہ ۱۸۹۱ء میں :

سنہ ۱۸۹۱ء میں سرسید احمد خاں نے ایم ۔ اے ۔ او کالج علیگڈھ کی مالی امداد کے لئے ہندوستان کے مختلف شہروں کا دورہ کرنے کا ایک منصوبہ بنایا ۔ اس کے لئے انہوں نے ایک وفد کی تشکیل کی اور اخباروں میں اسکی اطلاع دے دی ۔ ارکان وفد میں علامہ شبلی کی شمولیت پر بقول مولانا عبدالحلیم شرر لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ مولانا شبلی بھی سر سید کی ٹولی کے ایک خاص بزرگ اور نامور پہلوان ہیں ۔ اس وقت علامہ شبلی علیگڈھ کالج میں فارسی اور عربی کے پروفیسر تھے ۔ کالج میں انکی ملازمت کے تقریباً دس سال پورے ہوچکے تھے ۔ علی گڈھ کے اس دس سالہ قیام میں انہوں نے اپنی تصنیفات (المامون، 'مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم ، 'رسالہ بدرالاسلام ، 'الجزیہ ،) سے سارے ہندوستان میں دھوم مچا رکھی تھی اور اپنی انشا پردازی کا لوہا منوا چکے تھے ۔ مثنوی 'صبح امید ، اور علی گڈھ کالج کے مختلف جلسوں میں اپنے فارسی قصائد سے اپنے شاعرانہ کمالات کا بھی سکہ بٹھا چکے تھے ۔ والیان ریاست یا سربراہان ریاست کا ورود علی گڈھ میں برابر ہوتا رہا ۔ حیدرآباد کی مخصوص شخصیتیں بھی وقتاً فوقتاً علی گڈھ پہنچتی رہیں ۔ علامہ شبلی ہر موقعہ پر ایک قصیدہ پیش کر کے اپنی قادرالکلامی کا ثبوت دیتے رہے ۔ چنانچہ سنہ ۱۸۸۸ء میں جب آسمان جاہ بہادر وزیر اعظم حیدرآباد (دکن) علی گڈھ تشریف لائے تو علامہ شبلی نے ان کی شان میں رود کی کے مشہور قصیدہ کے طرز پر ایک قصیدہ کہا اور پڑھا ۔ اسکے صرف ایک شعر سے قصیدہ کی شگفتگی اور روانی ملاحظہ ہو :—

آسمان جاہ از سوئے ملک دکن * جانب ھندوستان آید ھمی

مولانا نے جب یہ قصیدہ اپنے خاص انداز میں پڑھنا شروع کیا تو ایک سماں بندھ گیا اور حاضرین جلسہ جھومنے لگے۔

جس طرح شمالی ہند میں سرسید کے شموس ستہ اپنی ضیا باری سے علم و آگہی کا نور بکھیر رہے تھے اسی طرح حیدرآباد میں شموس آصفیہ حیدرآباد کے افق پر جگمگا رہے تھے ۔ ان میں سے چند تو اعلی عہدوں پر فائز بھی تھے اور علی گڈھ کالج کے سچے ہمدرد بھی تھے ۔ ان شمسوں میں آسمان جاہ بہادر وزیر اعظم حیدرآباد (دکن) نواب فخرالملک بہادر وزیر تعلیمات ، نواب افسرالملک بہادر سپہ سالار آصفیہ ، نواب عماد الملک بہادر مولوی سید حسین بلگرامی معتمد تعلیمات ، نواب صدریار جنگ بہادر ، مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی ، نواب محسن الملک مولوی مہدی علی خاں صاحب ، نواب وقارالملک ، مولوی اشفاق حسین صاحب ، اور مولوی سید علی بلگرامی صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ ان میں سے چند حضرات تو مولانا شبلی نعمانی سے ذاتی طور پر واقف تھے اور کچھ انکی اعلی عالمانہ تصانیف اور ان کے محققانہ مضامین کی وجہ سے غائبانہ طور پر ان کے قدردان بھی تھے ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ سب کے سب ملاقات کے لئے بیتاب تھے ۔ بالخصوص بلگرامی برادرس کے شوق دید کی کوئی انتہا نہ تھی ۔ مولوی سید علی بلگرامی نہ صرف اردو، فارسی اور عربی کے ماہر تھے بلکہ سنسکرت ، ہندی ، مرہٹی ، تلگو اور گجراتی بھی خوب جانتے تھے ۔ وہ انگریزی کے گریجویٹ بھی تھے اور لاطینی ، فرنچ اور جرمن زبانوں میں بھی دسترس رکھتے تھے ۔ ان کے بڑے بھائی نواب عمادالملک سید حسین بلگرامی معتمد تعلیمات کو سرسید احمد خاں نے وفد کی روانگی کے قبل علامہ شبلی کی تصنیفات میں سے 'المامون، اور مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم ، کے نسخے ارسال کردئے تھے جن کے مطالعہ کے بعد وہ غائبانہ طور پر علامہ شبلی سے متعارف ہوچکے تھے اور مشتاق دید تھے ۔

وفدکی روانگی کے وقت مولانا شبلی اپنے وطن مانوف اعظم گڈھ میں تھے انہیں پروگرام سے مطلع کیا گیا مولانا اعظم گڈھ سے چل پڑے ۔ خیال یہ تھا کہ جھانسی میں سرسید کے قافلہ میں شامل ہوجائیں گے مگر ٹرین لیٹ ہونے کی وجہ سے بچھڑ گئے اس لئے تنہا حیدرآباد تک کا سفر طے کرکے ٹولی میں شامل ہوگئے حیدرآباد میں سرسید اور انکے رفقاً کا شایان شان خیر مقدم کیا گیا ۔ شاہی مہمانوں کی حیثیت سے بڑی آؤ بھگت ہوئی اعلی حضرت میر محبوب علی خان نظام دکن نے ارکان وفدکو شرف قبولیت بخشا سرسید اور دوسرے اکابرین نے تقریریں کیں مولانا شبلی نے فارسی میں مولانا حالی نے اردو میں قصائد کہے یہ قصائد ایک عام جلسہ میں پڑھے گئے جسکی صدارت نواب اقبال الدولہ وقارالامرا نے کی ۔ مولانا شبلی نے اپنے قصیدہ میں بہت ساری باتوں کا احاطہ کیا جیسے سفر کی غرض و غایت ، مسلمانوں کی علمی ، اخلاق اور معاشرتی پستی ، علی گڈھ تحریک ، اور درباری آداب کا مرقع ۔ درباری آداب کی عکسی قصیدہ کے ان اشعار میں ملاحظہ ہو :—

بس بفرمودہ دانش ز علی گڈھ آخر
کاروان شد سوئے اقلیم دکن راہ گرائے
بہ نیابش بہ در دولت سلطان رفتیم
ہم بہ فرمان ادب پشت نمودیم دو تائے
از پس کرنش و تسلیم بہ آداب نیاز
عرض مطلب بنمودیم وستادیم بہ جائے
شاہ از لطف اشارت بہ نشستن فرمود
امر چون فوق ادب نشستیم بہ جائے

(حیات شبلی)

علامہ شبلی نے جب یہ قصیدہ پڑھنا شروع کیا تو ساعتیں گونج براواز تھے ۔ واہ ! واہ ! سبحان اللہ ! کی ملی جلی صدا سے جلسہ گاہ گونجتا رہا اور حاضرین پر وجد کی کیفیت طاری ہوتی رہی نواب وقارالامرا نے اپنے محل فلک نما میں ایک مخصوص نشست منعقد کی اور مولانا شبلی اور مولانا حالی کے قصائد دوبارہ سنے اور بے حد متاثر ہوئے ۔ اعلی حضرت نظام دکن نے خوش ہو کر علی گڈھ کالج کو دی جانے والی امداد کو ایک ہزار روپئے ماہانہ سے بڑھا کر دو ہزار روپئے ماہانہ کردیا ۔ اس طور پر سرسید احمد خاں کا یہ سفر حیدرآباد کامیاب رہا ۔

واپسی پر یہ قافلہ بھوپال ہوتا ہوا علی گڈھ پہنچا ۔ بھوپال میں نواب صدیق حسین خان صاحب کے چھوٹے صاحبزادے حسام الملک صفی الدولہ نواب محمد علی حسن خان صاحب شبلی کی ' المامون، اور ' مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم ، کا مطالعہ کرچکے تھے اسلئے علامہ شبلی سے انکی عقیدت بہت بڑھی ہوئی تھی اور غائبانہ طور پر انکے پرستار بھی بن گئے تھے ۔ چنانچہ سرسید کے وفد میں علامہ شبلی کی شمولیت کے خیال سے انہوں نے منشی محمد امتیازعلی صاحب وزیر ریاست بھوپال کے توسط سے والئی بھوپال نواب شاہجہاں بیگم کوعلی گڈھ کالج کی امداد کے لئے راضی کرلیا ۔ بیگم صاحبہ نے دس ہزار روپئے کی رقم اپنی طرف سے دی اور دس ہزار روپئے اپنے جاگیرداروں کی جانب سے عنایت کئے ۔ سرسید کی ٹولی تو خوش خوش علی گڈھ کے لئے روانہ ہوگئی مگر علامہ شبلی کو ان کے قدردان نواب محمد علی حسن خان صاحب نے اسلئے روک لیا کہ بھوپال کے علماً ادباً ، اور شعراً علامہ شبلی سے نیاز حاصل کرنے کے لئے بے قرار تھے ۔ پھر کیاتھا ملاقاتیوں کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا جو کئی دن تک قائم رہا ۔ بھوپال میں چند دن قیام کے بعد علامہ شبلی علی گڈھ کے لئے روانہ ہوگئے ۔

علی گڈھ پہنچ کر مولانا بیمار پڑگئے ۔ صحت ہوجانے کے بعد تبدیل آب و ہوا کی غرض سے کشمیر جانے کا پروگرام بنا ہی رہے تھے کہ انہیں یہ اطلاع ملی کہ ان کے دوست اور ساتھی ، استاد اور شاگرد ، پیر اور مرید پروفیسر آرنلڈ انگلستان جارہے ہیں تو مولانا نے کالج سے چھ مہینے کی رخصت لے لی اور وہ ٢٦ - اپریل سنہ ١٨٩٢ع کو مصر ، شام اور روم کے سفر کے لئے روانہ ہوگئے ۔ بمبئی میں پروفیسر آرنلڈ کا ساتھ ہوا اور ایک ہی جہاز پر دونوں نے اپنے بحری سفر کا آغاز کیا ۔ پورٹ سعید تک ساتھ رہا ۔ اسکے بعد مولانا قسطنطنیہ جانےوالے جہاز پر سوار ہوئے ۔ ٢٣ - مئی سنہ ١٨٩٢ع کو قسطنطنیہ پہنچ گئے ۔ اس سفر میں مولانا نے قسطنطنیہ کے کتب خانوں سے 'الفاروق، کے لئے کافی مسالا اکٹھا کیا ۔ انہوں نے وہاں کی تعلیم گاہوں کو دیکھا ۔ نصاب ، درس تدریس اور طریقہ امتحانات کا جائزہ لیا ۔ اکابرین حکومت ، علماً اور ادباً سے ملاقاتیں کیں مولانا کا یہ سفر جیسا خالص علمی اور تعلیمی مقاصد کے لئے تھا ویسے ہی سلطان ترکی نے تمغہ مجیدی عطا کرکے مولانا کی قدردانی کی ۔ مولانا نومبر سنہ ١٨٩٢ع میں علی گڈھ واپس آگئے ۔

مولانا کو جو شہرت ہندوستان اور بلاد اسلامیہ میں ہوئی اسے دیکھکر برٹش حکومت نے بھی ٦ - جنوری سنہ ١٨٩٤ع کو مولانا کو شمس العلماً کے خطاب سے نوازا ۔ ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے مولانا کو مبارکباد کے تار اور خطوط وصول ہوئے ۔ علی گڈھ کالج میں ١٦ - جنوری سنہ ١٨٩٤ع کونواب محسن الملک مولوی مہدی علی خان صاحب کی صدارت میں ایک بڑا جلسہ

ہوا جس میں مولانا کو کالج اور قوم کی طرف سے مبارک باد دی گئی۔

سنہ ۱۸۹۰ع میں نواب اقبال الدولہ وقارالامراء بہادر مدارالمہام حیدرآباد (دکن) علی گڈھ تشریف لائے۔ مولانا شبلی نے ایک قصیدہ لکھا اور جلسہ میں پڑھا جس کے ابتدائی اشعار ملاحظہ ہوں :—

درجہاں چوں سخن ازشوکت و ازشاں گذرد
نام دستعد دکن بر سر عنواں گذرد
صدر جم مرتبہ نواب وقار الامراء
آنکہ گردوں بدوش بندۂ فرماں گذرد
اے خوشا بخت کہ آں داور جمشید حشم
بسر مدرسہ بایں سر و ساماں گذرد
ایں دبستاں بہ مثل تازہ گلستا نے ہست
خواجہ ابریست کہ برطرف گلستاں گذرد
(حیات شبلی)

حیدرآباد کا دوسرا سفر سنہ ۱۸۹۶ع :

پہلے سفر اور دوسرے سفر کے درمیان مولانا شبلی عالمگیر شہرت کے مالک بن گئے تھے۔ اسی دوران مولانا کی مایہ ناز تصنیف 'الفاروق' بھی طبع ہوکر منظر عام پر آگئی تھی۔ کالج کی اندرونی سیاسی کشمکش سے بیزار ہوکر مولانا کالج کو چھوڑدینا چاہتے تھے۔ اس وقت حیدرآباد میں نواب وقارالامراء بہادر کی وزارت تھی جن سے مولوی سید علی بلگرامی کے خاص تعلقات تھے۔ موصوف کو جب مولانا کی بددلی کا علم ہوا تو انہوں نے مولانا شبلی کو حیدرآباد آنے کی دعوت دی۔ مولانا انکی دعوت پر سنہ ۱۸۹۶ع میں حیدرآباد آئے۔ نواب وقارالامراء بہادر کی سفارش پر اعلی حضرت نظام الملک میر محبوب علی خاں نے مولانا کو ایک سو روپیہ ماہوار کا وظیفہ منظور فرمایا۔

حیدرآباد کے امراء، اکابر اور اہل دانش نے مولانا کی قدردانی میں کمی نہ کی۔ چنانچہ کاسماپولیٹن ہوٹل میں جناب مولوی خدا بخش خاں صاحب چیف جسٹس کی صدارت میں ایک خیر مقدمی جلسہ کا انعقاد ہوا۔ جلسہ میں مولانا کی خدمت میں ایک سپاسنامہ پیش کیا گیا جس پر بڑے بڑے امراء، علماء اور وکلائے ہائیکورٹ کے دستخط تھے۔ اس سپاسنامہ کی نقل ملاحظہ ہو :—

بخدمت فیضدرجت جناب فضیلت انتساب شمس العلماء مولوی محمد شبلی نعمانی صاحب تمغہ مجیدیہ دام افضالکم

جناب عالی

ہم لوگ جنہیں آپ کے ہم ملت ہونے کا افتخار حاصل ہے اس موقع پر جبکہ آپ اس شہر فرخندہ بنیاد حیدرآباد میں تشریف فرما ہوئے ہیں آپ کے خیر مقدم کے لئے حاضر ہوئے ہیں اور ان احسانوں کو یاد کرکے جو آپ نے قوم اور ملک پر اپنی عالمگیر تصنیفات کے ذریعہ کئے ہیں شکرگذاری کا اظہار کرنا چاہتے ہیں۔ آپکی پرجوش مثنوی 'صبح امید' نے سب سے پہلے ایک نئے مگر دلربا انداز سے قومی ترقی کے آفتاب کے طلوع ہونے کی خوشخبری سنائی اور 'مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم' نے ہمارے علمی عروج و دماغی ترقی کی خوشگوار داستان سناکر ہمارے دل میں یہ خیال پیدا کردیا کہ جب ہمارے اجداد نے اس تاریکی کے زمانہ میں یہ کچھ کیا تو ہم اس روشن زمانہ میں کیا کچھ نہیں کرسکتے۔ آپکی مورخانہ تحقیق نے مامون الرشید کے حالات اس خوبی سے جمع کئے ہیں کہ اس کی سلطنت و جبروت اور دربار خلفاء کی شان و شوکت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا اور وہ اسباب جن کے لحاظ سے اس زمانہ میں مسلمان دوسری قوموں سے میدان تہذیب و شائستگی میں آگے تھے خود بہ خود ظاہر ہوگئے۔ آپ نے 'سیرت النعمان' میں نہ صرف ایک ایسے پیشوائے مذہبی کے متبرک حالات سے ہم کو آشنا کیا جسکی بے لوث زندگی بعد میں آنے والوں کے لئے ایک عمدہ نمونہ تھی بلکہ یہ بھی ثابت کردیا کہ شریعت غرائے مصطفوی جس طرح نجات اخروی کے لحاظ سے صراط مستقیم ہے اسی طرح دنیاوی معاملات کے لئے بھی ایک عمدہ دستورالعمل ہے اور یورپین مصنفوں کا یہ خیال کہ وہ رومن جورس پروڈنس، کا ممنون احسان ہے۔ راستی سے کس قدر بعید ہے۔ آپ نے کتب خانہ اسکندریہ کے متعلق نہایت عالمانہ تحقیق سے کام لیکر اس دھبہ سے اسلام کے دامن عزت کو بالکل پاک و صاف کردیا جسے عیسوی تعصب نے ایسے اصرار سے لگایا تھا کہ ایڈورڈ گبن جیسے نامور مورخ کی پرجوش کوششیں بھی اسکو مٹا نہ سکیں۔

آپ نے دراصل تاریخ سے اسکی بوسیدہ ہڈیوں میں روح تازہ پھونک کر ایک ایسا کام لیا ہے جو ہمارے خیال میں بھی نہ تھا۔ اس لحاظ سے اردو لٹریچر ہمیشہ آپکا ممنون احسان رہے گا آپ نے صرف اپنے قلم اور دماغ ہی سے امت مرحوم کی حمایت نہیں کی ہے بلکہ آپ کے علمی ذوق اور اسلامی جوش نے ایک دور دراز سفر اختیار کیا اور وہاں سے ایک بیش بہا تحفہ ساتھ لائے جسے ہماری ذخیرہ معلومات میں معتدبہ اضافہ کرنے کے علاوہ ہماری قومی ہمدردی کو وسیع کرکے ٹرکی سے ہمارے رابطہ اتحاد کو اور بھی مضبوط کردیا۔ اگرچہ سلطان المعظم اور سرکار عظمت مدار اور خود ہماری سرکار ابد پائیدار نے آپکی بے لوث

کوششوں کی قدردانی ہے ، غفلت نہیں کی لیکن آپ جیسے بزرگوں کی اصلی قدردانی وھی ھے جو پبلک کی طرف سے ھو - آپکی تصنیفات سے ھم حیدرآبادی بھی اسی طرح مستفیض ہوئے ھیں جس طرح ھندوستان کے دوسرے خطہ کے لوگ ھوسکتے ھیں - اسلئے ھم پھر اس موقعہ پر اپنی دلی احسانمندی کا اظہار کر کے خدا سے دعا کرتے ھیں کہ آپ مدت دراز تک اسلام اور قوم کی خدمت گذاری کے لئے زندہ و برقرار اور ھمارے لئے باعث صد افتخار رھیں - آمین ! ثم آمین ! ! فقط

اس سپاسنامہ کے جواب میں مولانا نے دو بندوں کا ایک ترکیب بند اپنے خاص پر اثر لہجے میں پڑھا - یہ ترکیب بند لوگوں کو اتنا بھایا کہ اسے حفظ کرلیا - اسکے آخری اشعار ملاحظہ ھوں :-

یارب آں باد کہ ایں تخت گہہ دولت و دیں
سبز و خرم بود از فیض سلیماں دکن
میر محبوب علی خاں نظام آصف جاہ
تاجدار دکن و قیصر و خاقان دکن
صدر جم مرتبہ نواب وقار الامراء
آنکہ صدپایہ فزوداز شرفش شان دکن
واں دگر صدر نشینان و عزیزان وطن
کہ بود از دم شاں زینت ایوان دکن
ھمہ را بزم طرب با سرو ساماں باشد
شبلی خستہ ھم از حاشیہ بوساں باشد
(حیات شبلی)

مولانا ایک ماہ کے قیام کے بعد علی گڈھ واپس چلے گئے -

حیدرآباد کا تیسرا سفر اور قیام سنہ ۱۹۰۱ع تا ۱۹۰۵ع :

سنہ ۱۸۹۸ع میں سرسید احمد خاں کی وفات کے بعد مولانا کالج سے مستعفی ھوکر اعظم گڈھ چلے گئے اور تصنیف و تالیف میں مشغول ھوگئے - اسی دوران والد ماجد نے ۲۱-نومبر سنہ ۱۹۰۰ع کو داعی اجل کو لبیک کہا - والد مرحوم کی وفات کے بعد ساری ذمہ داری مولانا کے سر آگئی - جسکی وجہ سے وہ بے حد پریشان ھوگئے اور اسی پریشانی میں حیدرآباد کا رخ کیا - مولوی سید علی بلگرامی کے ساتھ قیام کیا - نواب مدارالمہام بہادر وزیر اعظم نے بوقت ملاقات مولانا کو حیدرآباد رہ جانے کے لئے اپنی خواھش کا اظہار کیا اور سررشتہ علوم و فنون کی نظامت کے عہدہ کی پیش کش کی - مولانا نے منظور کرلیا - ۲۲ - مئی سنہ ۱۹۰۱ع کو دو سو روپئے ماھانہ پر تقرری ھوگئی - ۲۷ جولائی سنہ ۱۹۰۱ع کو چارسو روپئے ماھوار اور پھر پانچ سو روپے ماھوار کا فرمان جاری ھوگیا - مولانا کا قیام حیدرآباد میں فروری سنہ ۱۹۰۵ع تک رھا - اس قلیل مدت میں مولانا نے مندرجہ ذیل کتب تصنیف کیں - اس سے مولانا کے تبحر علمی اور انکی قادرالکلامی کا اندازہ ھوتا ھے :-

۱ - الغزالی سنہ ۱۹۰۱ع میں -
۲ - علم الکلام سنہ ۱۹۰۲ع میں -
۳ - الکلام سنہ ۱۹۰۳ع میں -
۴ - موازنہ انیس و دبیر سنہ ۱۹۰۴ع میں -
۵ - سوانح مولانا روم سنہ ۱۹۰۵ ھوچکی تھی اور پریس کو بھیجی جا چکی تھی -

دارالعلوم ندوہ - لکھنو کے روح رواں مولوی محمدعلی کانپوری کے استعفاء کے بعد جب ندوہ کی حالت خراب ھونے لگی تو مولانا علوم و فنون کی نظامت سے مستعفی ھوکر فروری سنہ ۱۹۰۵ع میں لکھنو چلے گئے اور ندوہ کو اپنے ھاتھ میں لے لیا - استعفاء منظور ھوا مگر سو روپئے کا ماھانہ وظیفہ برقرار رھا -

حیدرآباد کا چوتھا سفر سنہ ۱۹۰۸ع :

جب پنجاب یونیورسٹی نے سنہ ۱۹۰۷ع میں دارالعلوم حیدرآباد کے طلبہ کو امتحانات میں شرکت کرنے کی اجازت منسوخ کردی تو نظامت تعلیم کے لئے یہ ایک اھم مسئلہ بن گیا چنانچہ ایک نئے نصاب کی تشکیل اور امتحانات نظم و نسق کے لئے نواب عمادالملک بہادر ، مولوی سید حسین بلگرامی ناظم تعلیمات نے سرکار عالی میں ایک کمیٹی بنانے کی سفارش کی جو مولانا شبلی اور دوسرے ماھرین فن پر مشتمل ھو - سرکار کی منظوری کے بعد نواب صاحب نے جون سنہ ۱۹۰۷ع میں مولانا شبلی کے پاس ایک سرکاری مراسلہ بھیجا - یہ مراسلہ مولانا کو اس وقت ملا جب وہ اپنے پیر کے حادثہ سے نقل و حرکت کرنے سے معذور تھے - علامہ شبلی نے اپنی معذوری ظاھر کی - جب مولانا کو صحت ھوئی تو انہیں پھر حیدرآباد آنے کی دعوت دی گئی - مولانا جون سنہ ۱۹۰۸ع میں عازم حیدرآباد ھوئے - وھاں چند ھفتہ رہ کر ایک ایسا نصاب ترتیب دیا کہ جس کے فارغ التحصیل طلبہ علوم مشرقی اور مغربی دونوں کے گریجویٹ ھوں - اس نصاب پر غور کرنے کے لئے ستمبر سنہ ۱۹۰۸ع میں ایک کمیٹی ھونے والی تھی مگر مولانا کو ندوہ کی اشد ضرورت سے لکھنو جانا پڑا - ۲۳ - جنوری سنہ ۱۹۰۹ع کو مولانا حیدرآباد آئے اور ارکان کمیٹی کے سامنے نصاب پیش کیا - اس کمیٹی میں مولوی عزیز مرزا ھوم سکریٹری ، نواب عمادالملک مولوی سید حسین بلگرامی سابق ناظم تعلیمات، ڈاکٹر سراج لحق صاحب

ناظم تعلیمات ، مولوی عبدالحلیم صاحب شرر مددگار ناظم تعلیمات ، مولوی انواراللہ خاں صاحب استاد حضور نظام ، شمس العلماء ڈاکٹر سید علی بلگرامی اور سید ابو بکر شہاب یمنی تھے ۔ نصاب پر غور و فکر کیا گیا ۔ معمولی ترمیمات کے بعد نصاب منظور کرلیا گیا ۔ اسکے بعد مولانا شبلیؒ ندوہ واپس چلے گئے ۔

حیدرآباد کا آخری سفر سنہ ۱۹۱۳ع :

نواب عمادالملک کی دعوت پر سنہ ۱۹۱۳ع میں جب مولانا شبلی حیدرآباد گئے تو معلوم ہوا کہ نئے نصاب پر ابھی تعلیم شروع نہیں ہوئی ۔ مولانا سے دارالعلوم کی ذمہ داری سنبھالنے کی پیش کش کی گئی مگر مولانا ندوہ کے خیال سے راضی نہ ہوئے نصاب کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مولانا نے اپنے ماموں زاد بھائی اور اپنے شاگرد رشید مولانا حمیدالدین فراھی کا نام اس نئے کالج کے پرنسپل کے لیے پیش کیا ۔ موصوف کی تقرری کا حکم بھی ہوگیا ۔ نواب عمادالملک نے اعلی حضرت میر عثمان علی خاں بہادر نظام دکن کی سرکار میں مولانا کے وظیفہ میں اضافہ کی تجویز پیش کی ۔ اعلی حضرت نے دو سو روپیے ماھوار کا وظیفہ اضافہ فرمایا ۔ اس طور پر تین سو روپئے ماھانہ وظیفہ مولانا کی وفات کے بعد بھی دارالمصنفین کو ملتا رھا ۔

ندوہ کے خیال سے مولانا لکھنو واپس چلے آئے مگر وھاں کے حالات سے بددل ہوکر اسکی خدمات سے سبکدوش ہوگئے ۔ اعظم گڈھ آکر دارالمصنفین اس مقصد سے قایم کیا کہ قوم میں مصنفین کی ایک جماعت پیدا ہوسکے ۔ شعرالعجم کی تکمیل کے بعد مولانا کی سب سے آخری اور معرکۃالارا تصنیف سیرۃالنبی زیر تالیف تھی ۔ کچھ اجزاء تیار ہوچکے تھے اور کچھ باقی تھے کہ پندرہ روز کی علالت کے بعد ۱۸ ۔ نومبر سنہ ۱۹۱۴ع کو علم و ادب کا یہ تابندہ آفتاب اگرچہ ھمیشہ کے لئے غروب ہوگیا مگر اسکی منقلب شعاعیں شبلی اکاڈمی کے افق پر شفق کی لالی بن کر دنیائے علم و ادب کو جگمگا رھی ھیں اور شبلی کے نام اور کام کو زندہ کئے ہوئے ھیں ۔

* * * * *

شری ۔ وی ۔ ودیا ساگر کو بینک آف بڑودہ ورنگل کی جانب سے خودروزگار اسکیم کے تحت ۲ سیکلوں کی خریدی کے لئے ۱۰۰ ۲روپیے دئے گئے ۔

عقیل ہاشمی

اردو غزل کا ارتقاء

" شاعری دراصل وہ جذبہ پنہاں ہے جو فی الواقعی فطری یا قدرتی کہلائے جانے کا مکلف ہی نہیں بلکہ یہ ودیعت الٰہی کا مظہر ہے صحیح معنوں میں یہ صلاحیت اگر اکتسابی صورت میں ہو تو وہ اتنی پر اثر اور حاسل وجدان نہیں ہوتی جتنی کہ ذوق سلیم و طبع رسا کی مضمون آفرینی طبیعت میں پائی جاتی ہے۔ مانا کثرت مطالعہ پرواز تخیل دانشمندانہ افکارو نظریات زبانی سلاست ،اس کی شستگی وشگفتگی کو نکھارتی ہے تاہم اس پر ایک ذاتی و فطری جذبہ تخلیق اور آمد کا اطلاق نہیں کرسکتی کیونکہ جذبات نگاری کو شعور کی پختگی مشاہدہ اور قوت متخیلہ سے گہرا ربط ہے ۔ یوں تو جذبات کسی کے پابند نہیں لیکن قوت تخیل کے ذریعہ محاکات ، نظریات ، محاررات ، تشبیہات ، استعارے و کنائے کا صحیح استعمال روح کی بیداری اخلاق کی استواری وجدان طبع کی رسائی کے ہمراہ سادگی و پرکاری الفاظ کی صوری اور معنوی حیثیت کی بلندی ، تمیز فطرت کے لحاظ سے مضمون آفرینی علم عروض کی اصطلاحی پابندی یا بندش کوائف عالم مشاہدات پر تجربات کے التزامات کے ساتھ ساتھ اختصار اور ادبی ندرت کلام میں چاشنی ، شیرینی و جاذبیت کا پیدا کرنا ہی اصل شاعری ہے ۔ "

اردو شاعری میں غزل کی ماہیت کے بارے میں یہ نکتہ واضح ہے کہ اردو شاعری کو بہ اعتبار اصناف سخن دو وسیع حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے قسم اول کی بنیاد ہیئت پر رکھی گئی ہے جس میں رباعی ، مستزاد ، مسدس اور مثنوی وغیرہ شامل ہیں اور دوسری قسم موضوع کے محرکات اور اس کا لحاظ کرتے ہوئے مرثیہ ، قصیدہ ، واسوخت اور شہرآشوب وغیرہ پر مشتمل ہوگی ۔ غزل اپنی نوعیت سے دونوں میں مشترک ہے۔ غزل کی اپنی ہیئت بھی مخصوص ہے اور موضوع بھی یہ اپنی جگہ انفرادی و اجتماعی دونوں لحاظ سے ایسی عالی قدروں کی حامل ہے کہ سوائے قافیہ کے التزام و پابندی کے قصیدے کو چھوڑ کر تمام اصناف سخن کی شکلوں میں منفرد ہے دراصل یہی قافیہ کی پابندی یا بندش غزل کی داخلی وخارجی اثرات میں موسیقیت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے جو ہر طرح سے اس کے لئے ناگزیر ہے

اسی تعین و التزام کے اطلاق خوش آہنگ تحریک نے غزل کو جذبات و کذبات کا حقیقی آئینہ دار بنادیا ۔ غزل کی ایک اور امتیازی خصوصیت اس کی ریزہ کاری بھی ہے یعنی منزل کا ہر شعر معنی اور مفہوم کے اعتبار سے مکمل ہوتا ہے یہ خاصیت صرف غزل ہی کا خاصہ ہے لغوی معنوں میں غزل کے معنی عورتوں سے بات چیت کرنے کے ہیں ۔ لیکن یہ امر مسلمہ ہے کہ اردو غزل گوئی جس کی خالصا بنیاد فارسی ادب پر رکھی گئی ہے اس میں صنف نازک یا جنس لطیف کی گفتگو راز و نیاز کے علاوہ ایران میں ترک غلاموں کی وجہ سے " امرد پرستی " کا رجحان بھی ملتا ہے یعنی ایران میں دستور کی مطابق بادہ و جام کی صحبت عیش میں عورتوں کے علاوہ حسین غلام بھی ساقی ہوا کرتے تھے اور اس حالت سکر میں ان کا حسن خال و خط اور بھی زیادہ دلفریبی کا باعث ہوتا یہی امر شاعری اور غزل کی بنیاد بنا اس کے علاوہ سلاطین سلف کی غلاموں سے غیر معمولی محبت نے بھی درباری شعراء کو ان کے غلاموں کی مداح و تعریف پر محض بادشاہوں کی خوشنودی اور تقرب کے حصول کے لئے اکسایا چنانچہ عنصری نے ایاز کی تعریف میں بے شمار شعر کہے ہیں متاخرین نے اسی اساس پر غزل کی بنیاد کو محض صنف نازک تک محدود نہ رکھا ۔

غزل کے عنوان کے تحت دھلی یا اس کے اطراف و اکناف جہاں کہیں بھی اردو شاعری موجود تھی وہاں ولی دکھنی کے دیوان کی ضیاء پاشی نے نئے نئے گل کھلائے ۔ ولی سے قبل دھلی کے شعراء میں نئے مضامین و نئے رجحانات کا کہیں پتہ نہیں ملتا ۔ گویا رفتہ رفتہ غزل گوئی صنف نازک ، اسکی ادائیں اسکی سحر طرازی کے ساتھ ساتھ مسائل اور بعد میں زندگی کے حقائق کو ، سمونے کی خوگر ہوتی چلی گئی غرض جس اردو شاعری کا آغاز حضرت امیرخسرو سے ہوا تھا وہ غالب تک پہنچتے پہنچتے مختلف الخیال شعراء اور ان کے افکار سے استفادہ کرتے ہوئے کئی ایک انقلابات سے دوچار رہوئی یعنی ولی دکنی نے شعرائے اردو کو جس صاف اور موثر انداز بیان سے روشناس کرایا تھا وہ آگے چلکر موثر تو ضرور ہوا لیکن سادگی اور سلاست سے

کنار نہ ہو سکا - چنانچہ غالب کی تشبیہوں کی غیر معمولی اور
ریباً پیچیدہ محاکات و تمثیلات اردو غزل کو مسجع و مقفی تو ضرور
کر گئی لیکن سادگی اور صاف انداز بیان کا پہلو پنہاں ہونے لگا
گر یہ بات بھی یہاں واضح کردوں کہ بجز غالب کے اس کے
م عصر شعراء میں سادگی اور ہنرکاری کے انداز ملتے ہیں -
یسے سوسن اور انشاء وغیرہ یہ کس قدر ناانصافی ہوگی اگر ہم
الب کے طرز سخن میں نئے رجحانات کا پتہ نہ ڈھونڈیں اس
انے میں جبکہ شاعری کی قدریں ہنوز پرانے طریق کی پابند تھیں
ن میں جدت یا پھر موضوعات فکری و نظری کا کوئی واضح
مین نہ تھا - غالب نے عام روش سے ہٹکر اپنی ایک ڈگر بنائی
نے خیالات سے اس تقلید کہن کی زنجیریں کاٹ دیں جو فرسودہ
وایت کی خوگر ہوچکی تھیں - یقیناً اس سے اردو شاعری میں
یک عظیم انقلاب برپا ہوا جو انیسویں صدی کی آخری چوتھائی
صے کا عکس تھا - غدر کے اندوہناک واقعات نئے رجحانات کی
سلسل تگ و دو، تہذیبی اور ثقافتی کشمکش قدیم و جدید
ظریات کا گہرا تصادم نئے اقدار اور علامات کا تضاد زبان اور بیان
یں بیرونی اختلاط و آویزش جہاں ایک ہنگامہ پرور امتزاج
ھا وہیں امور داخلی سے اردو غزل کی نوعیت خطرہ میں پڑگئی
ھی - چنانچہ ولی دکنی سے غالب دہلوی تک کی درمیانی مدت
ی اردو غزل صوفیوں ، سنتوں کے ہاتھوں سے ہوتے ہوئے اس
ختلافی دور میں داخل ہوئی تھی - اپنے صوفیانہ دور میں اردو
زل ہمیشہ کی طرح باہمی رواداریوں میں میل جول کی تلقین
اہد مجازی اور شاہد حقیقی اصطلاحوں اور عنوانات کے زیرنگیں
ھی جہاں اس کا دامن حیات روحانی اور اخلاق معرکوں سے
ُہ گیا تھا - غدر کے ہنگاموں کے بعد اردو غزل پر ایک دور
یسا بھی آیا جہاں مایوسی - نا امیدی اور یاس و حرماں نصیبی
کے سواء کچھ بھی نہ تھا گو کہ اس زمانے میں بھی غزل کی
یئت بگڑ نہ سکی مگر اب اس کے خط و خال اپنا بانکپن کھوچکے
ھے کہ کچھ ہی عرصے بعد آزادی کی تحریک نے اس میں
یک نئی روح پھونکدی - آزادی کے متوالے مجاہدین شعراء ایک
اصی تعداد میں اس جانب متوجہ ہوئے اور زور قلم صرف کرنے
گے کہ اس سے ایک طرف تو پڑھنے والے کو واسوخت و شہر
شوب کا مزہ آئے تو دوسری طرف جوش و ولولہ انگیزی کو بھی
ہمیز ہو - اسی زمانے میں غالب کے شاگرد رشید حالی پانی پتی
ے اردو غزل میں نیچرل شاعری کی بناء ڈالی جو یقیناً ان کی
بیعت اور غزل کے میلان کے لئے سازگار تھی حقیقت یہ ہے کہ
الی کے ان نئے تجربات نے جو فی الواقعی غالب اور سر سید کی
یت کے اثر سے مغلوب تھے ، اردو غزل کو نئے تقریبات سے
و چار کیا - اب شبستان ادب میں (شاعری) شمع سخن
تاپنا کی نے اردو شاعری خصوصاً غزل کو اس منزل پر
لا کھڑا کیا جہاں اس کو عشق و محبت حسن و جمال ہجر و
وصال شراب و کباب ساقی و میخانہ شیخ و مشیخت واعظ و
ناصح رہبر و رہزن برق و آشیاں گل و بلبل غرض ان تمام
استعاری چکروں سے نکال کر زندگی کی حقیقی وسعتوں کی
پنہائیوں میں ڈالدیا جہاں روزمرہ کے واقعات و حادثات کو
نظم کرنا انکو غزل کے سانچوں میں ڈھالنا سکھایا گیا نت نئے
استعارے کنائے اور تشبیہات استعمال کئے جانے لگے اور یوں
غزل کا جمالیاتی پہلو قریب قریب معدوم ہوگیا اور یہ کھلی
حقیقت ہے کہ اردو شاعری کے ان تمام اصناف میں صرف
غزل ہی کا دامن کچھ اس قدر کشادہ وفراغ ثابت ہوا کہ
جہاں یہ سارے جرائت مندانہ اقدامات یہ انوکھا طرز تحریر فکری
و نظری انبساط و اقتباس سما سکا - پھر دیکھتے ہی دیکھتے اردو
غزل حالی کے بعد اقبال جیسے مفکر اور شاعر کے یہاں
پہونچی - جن خیالات کی آمیزش نے اقبال کے ذہن کو بنایا
تھا وہ ان کے ہم عصر شعراء اور مفکرین میں مفقود تھے
وہیں سے اردو غزل میں ایک نئے شعور اور نئے رجحان کی
نشاندہی ہوئی اور وہ تھا قومی شعور - قومی شعور کا تصور گو
بڑا قدیم تھا یا یوں کہئے بقول پروفیسر احتشام حسین -

'' اردو کا وطن ہندوستان ہے جہاں یہ پیدا ہوئی پلی
بڑھی اور پروان چڑھی یہ اپنی طبیعت اور مزاج سے ہمیشہ
سیکولر رہی اس نے ہمیشہ یک جہتی اور ہم آہنگی کی فضاء کو
بنائے رکھا اب بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک فرقہ
یا جماعت کی زبان کہلائے اور پھر جب کبھی فیصلہ کن معاملہ
کیا جائیگا اردو کا بنیادی رنگ قومی یک جہتی ، جذباتی ہم آہنگی
اور وطن پرستی ہی قرار پائیگا - تفریق پسند اور رجعت پسند
عناصر کبھی اردو شعر و ادب میں اپنی واضح جگہ نہیں بناسکے
اردو ادب ہر دور میں قومی شعور کی ترجمانی کرتا رہا - یہ بھی
یاد رکھنے کی بات ہے کہ ہندوستان کی دوسری زبانوں کو ان
خارزاروں سے نہیں گزرنا پڑا جن سے اردو کے ادیب و شعراء
گذر رہے ہیں وہ خواہ ہندو ہوں کہ مسلمان ، سکھ ہوں کہ
عیسائی مذہب پرست ہوں کہ لا مذہب سیاسی شعور کو اہمیت
دینے والے ہوں کہ ادب و سیاست کو الگ رکھنے والے
ہر ایک کے یہاں تنوع کے ساتھ ساتھ قومی شعور کا ایک
وسیع النظر باب کھلا ملے گا حب الوطنی آزادی اشتراک قومی
آہنگی امن اتحاد باہمی رواداری ماحول کی ترجمانی اپنے قومی
شعور کے مختلف عناصر اور گونا گوں پہلو ہندوستان کی زبانوں میں
سب سے پہلے اردو میں ملیں گے '' (سیکولر ڈیموکریسی شاعری
نمبر ۷۲ ع)

غرض اردو غزل میں یہ نئی شروعات جو عہد قدیم یعنی
اردو کی ابتدائی دین تھی اس عہد کے شعراء کو متاثر کئے بغیر

نہ رہ سکی اور جلد ہی لوگ اس سے مانوس بھی ہونے اور پھر جیسے ہی وقت کے دھارے بدلے آزادی نے خوشی و مسرت سے ہم کنار کیا اردو غزل کا طرز سخن بھی بدلا قومی شعور کے ساتھ اشتراکیت یا مساویانہ حق کی مانگ نئی نئی تحریکات کے سائے نے اردو غزل کو بھی اپنے ساتھ کرلیا زبان و ادب میں ترق پسند تحریک نے غزل کو بھی اپنا ہمنوا بنالیا اس نئے طرزفکر نے جہاں اردو غزل کو ترقی کی ایک اور راہ دکھائی وہیں اس نے اس بات کی بڑی کوشش کی کہ اس کی ہیئت میں کچھ تبدیلی کی جائے مگر سچ تو یہ ہے کہ ہیئت کے اعتبار سے اس میں کوئی تبدیلی تو نہ ہوئی اس کے برعکس ایک نئے انداز کی شاعری نے اردو غزل کے شانہ بہ شانہ چلنے کی ٹھان لی اور وہ بھی آزاد بحروں میں ۔ ہوا یہ کہ اشتراکی نظام عمل نے غزل میں زیادہ گھن گرج کو مناسب نہ سمجھا اور پھر دھقان و مزدور کے مسائل غزل جیسی صنف نازک کے لئے بالکل نئے تھے بہرحال آزادی کے حصول کے بعد جوش و غضب غم و غصے کی اگلی فضا جو قریب قریب قنوطیت کا شکار ہوچکی تھی وہ بالکلیہ بدل گئی ـ

اقبال ، جوش ، جگر اور فراق وغیرہ نے اردو غزل کو نئے پیراہن میں ملبوس کیا مگر آزادی کے فوراً بعد ترق پسند تحریک کے مقلدین و موئدین نے جلد ہی پیراہن اتار دیا اسکی جگہ مسائل ، علامات ، اور کارخانوں کی گھن گرج معاشی کیفیات اور ایسے ہی لاتعداد ملبوسات سے اردو غزل کو ڈھانک دیا ۔ جیسا کہ اوپر کہہ چکا ہوں کہ غزل کی ہیئت تو بگڑ نہ سکی مگر اسکے داخلی اور خارجی عنصر بڑی حد تک متاثر ہوئے اور آزاد شاعری محیط اور غالب دکھائی دینے لگی ۔ فقط

* * *

شری جے وینگل راؤ چیف منسٹر نے ۲۷ - اکتوبر کو "لوئر سابیرو پراجکٹ" کی دوسری یونٹ کا افتتاح کیا ۔

خبریں تصویروں میں

بائیں جانب اوپر :— شری پی - رنگاریڈی وزیر فینانس و اطلاعات نے ۲ - اکتوبر کو گاندھی جینتی کے موقع پر ہوٹی ریڈی ہال نیلور میں کمزور طبقات کو رہائشی زمینات کے پٹے تقسیم کئے -

بائیں جانب نیچے :— شری - پی - نرساریڈی وزیر مال نے ۶ ستمبر کو اننت پور میں ملی ڈیری پلانٹ کا سنگ بنیاد رکھا -

داہنی جانب اوپر :— شری - پی - رنگاریڈی وزیر فینانس و اطلاعات نے ۲ - اکتوبر کو نیلور میں کووور شوگر فیکٹری کا ساڑھے سات کروڑ روپئے کی لاگت سے تعمیر شدہ ایڈمنسٹریٹو آفس کا افتتاح کیا -

داہنی جانب نیچے :— شری پی - نرساریڈی وزیر مال نے ۱۴ - اکتوبر کو بوٹلا گوڈور ضلع پرکاشم میں ھریجنوں کو زمینات کے پٹے تقسیم کئے

بائیں جانب درمیان میں :— شریمتی یم - لکشمی دیوی وزیر آبکاری و امداد باہمی نے ۲۰ - ستمبر کو واڑپی ضلع پرکاشم میں زمینات کے پٹے تقسیم کئے -

محسن جلگانوی

غزل

ڈوبتے زخم کی گہرائی کو پائے مجھ میں
شام کے ڈھلتے ہی سورج اتر آئے مجھ میں

سر سے بے چاپ گذرتے رہے بے چہرہ قدم
شب کے جنگل نے بہت شہر بسائے مجھ میں

تپتے صحرا کے افق پر ہوں سمندر کی طرح
تشنگی اپنی بجھانے کوئی آئے مجھ میں

آج چوراہے کے پتھر کی طرح ساکت ہوں
زندگی بھر میں رہا خود کو چھپائے مجھ میں

مجھکو یہ ڈر کہ مری جنس تپش ختم نہ ہو
اس کو یہ ضد کہ کسی طرح سمائے مجھ میں

زندگی بخش دے شاداب نگاہی اس کی
رنگ اور نور کا سیلاب بہ آئے مجھ میں

چپ ہوں میں گونگی اجنتا کی گپھاؤں کی طرح
کوئی قندیل صدا اپنی جلائے مجھ میں

میں تو اک دشت ہوں اجڑی امیدوں کا
کون یہ شاخ گل تازہ لگائے مجھ میں

پاؤں روکے مرے آشفتہ مزاجی محسن
ممکنت ورنہ بہت شور مچائے مجھ میں

* * * * *

احمد علی شاب

غزل

اب جو رونق ہے ، رہے گی وہ کہاں میرے بعد
کاٹنے کے لئے دوڑے گا مکاں میرے بعد

میں گذر جاؤں گا رہ جائیں گی سیدھی راہیں
خضر بن جائیں گے قدموں کے نشاں میرے بعد

میرے جانے سے بیاباں میں بہار آئی ہے
خاک اڑتی ہوئی دیکھوگے وہاں میرے بعد

خود نہیں مجھکو خبر یہ کہ کہاں جاؤں گا
ڈھونڈھنے جاؤگے تم مجھکو کہاں میرے بعد

لوح پر بھی کہیں لکھتا ہے قلم حرف غلط
مٹ سکیگا نہ مرا نام و نشاں میرے بعد

آتش تر تری باقی نہ رہے گی ساقی
ابر اڑجائے گا یہ ، بن کے دھواں میرے بعد

کیوں رلاتا ہے کہ اے زود پشیماں اک دن
مجھکو ڈھونڈیں گے ترے اشک رواں ، میرے بعد

شاب قدرت نے بنائیں نہیں یکساں شکلیں
تم نہ پاؤگے کہیں مجھ سا جواں ، میرے بعد

* * * * *

وزیر اسمال اسکیل انڈسٹریز ۲ ۔ ستمبر کو کڑپہ کے ضلع پریشد میٹنگ ہال میں صنعت کاروں کو قرض کی منظوری کے کاغذات تقسیم کررہے ہیں ۔

شری وائی ۔ نارائن سوامی وزیر اسال اسکیل انڈسٹریز منتی مڈوگو ضلع اننت پور میں ایک جلسہ عام کو مخاطب کررہے ہیں ۔

خبریں تصویروں میں

ڈاکٹر سی ۔ بچ دیوانند راؤ وزیر سیاحت گورنمنٹ ویمنس کالج میں حال ہی میں کڑپہ ڈسٹرکٹ لائبریری کمیٹی کی جانب سے منعقد کردہ کتابوں کی نمائش دیکھ رہے ہیں ۔

شریمتی یم ۔ لکشمی دیوی وزیر بازآبادکاری نے حال ہی میں موضع راجندراپورم تعلقہ دارسی میں بجلی کی سربراہی کا افتتاح کیا ۔

محمد رضی الدین معظم

اپنی اور اپنے ملک کی بھلائی کیلئے

اناج کو حفاظت سے رکھنا سیکھئے

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ اشیائے خوراک میں سب سے اہم شئے غلہ یا اناج ہے۔ غلے یا اناج کے ذخائر جمع کرنے اور اسکو حفاظت سے رکھنے کی درد سری بیوپاریوں اور دوکانداروں کے ذمہ ہے عوام انہیں سے غلہ خرید کر اپنے صرفے میں لاتے ہیں۔

دیہات اور قصبات میں خوشحال اور منظم کاشتکاروں کے علاوہ جو اتنا غلہ پیدا کرتے ہیں کہ انکی ضروریات کے لئے کافی ہوجاتا ہے کچھ لوگ ضرورت کے مطابق بازار سے خریدتے ہیں کچھ ایسے ہیں جو حیثیت اور ضرورت کے مطابق فصل کی فصل یا سال کے سال اجناس لے لیتے ہیں۔ شہروں میں غلہ کی خریداری ماہانہ ہوتی ہے یا پھر کچھ کم چوتھائی آبادی ہوٹلوں اور دوکانوں کے پکے پکائے کھانوں پر بسر کرتی ہے۔ جن گھرانوں میں چولہے جلتے ہیں وہاں عموماً قابل بخت اجناس کہیں روزانہ کہیں ہفتہ وار کہیں ماہوار، ہر پہلی تاریخ کو آٹا دال چاول وغیرہ کی خریدی ہوتی ہے شہروں میں عموماً ہر ایک ضرورت بآسانی اور ہروقت پوری ہوسکتی ہے غلہ اور تیار شدہ اجناس کے ذخیرے جمع رہتے ہیں اور وہ بہ سہولت دستیاب ہوسکتے ہیں۔ زیادہ ایام کے لئے اکٹھا خریدنے اور اس کے رکھ رکھاؤ کی زحمت اٹھانے کی ایسی حاجت ہی نہیں۔ شہریوں کی کثیر تعداد کے لئے پیشوں کی مصروفیات غیر مستقل سکونت مکانات کی تنگی تبادلے وغیرہ کی جھنجھٹوں اور دوسری مشکلات میں یہ یکجا خریداری ممکن بھی ہو تو کسی قابل لحاظ فائدہ کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

بعض معزز خواتین غلے اور اجناس کی خریداری سے دلچسپی رکھتی ہیں اور اسکے رکھنے رکھانے کے اہتمام کا انکو شوق بھی ہوتا ہے اور کبھی کبھار کسی غیر معمولی واقعہ کے رونما ہونے کے باعث دور اندیشی اور پیش بینی کے لحاظ سے بعض حالات کے پیش نظر یہ ضرورت بھی لاحق ہوتی ہے کہ اجناس کی کچھ نہ کچھ زائد مقدار خرید کر رکھ لیجائے۔ لیکن کیسے رکھی جائے کہ خراب نہ ہونے پائے اسکے تعلق سے بہت کم واقفیت رہتی ہے بلکہ اکثر نہیں کے مماثل ہوتی ہے اور اس وجہ سے خریداری میں پس و پیش ہونے اور دقتیں پیش آنے کا احتمال رہتا ہے اور ممکن ہے کہ غلطیوں اور بے احتیاطیوں کے سبب کثیر نقصان اٹھانا پڑے۔

سب سے پہلی اور اہم بات یہ ہے کہ جو غلہ رکھا جائے وہ غلہ جس برتن میں رکھا جائے وہ برتن ان دو باتوں کے علاوہ جس جگہ رکھا جائے وہ مقام اندرون بالکل خشک ہو۔ ہوا چل رہی ہو غرض کہ ہر طرح نمی سے محفوظ ہو اور مٹی کے برتنوں میں رکھنے کا اتفاق ہو تو اسے لبالب نہ بھر دیجئے۔ خصوصاً جب کہ برسات ہونے والی ہو تو برتن $\frac{1}{8}$ حصہ خالی رکھئے۔ ہوا ان برتنوں میں کچھ نہ کچھ داخل ہوتی رہتی ہے اور جب وہ برسات میں مرطوب ہوکر پہنچتی ہے تو غلہ میں رطوبت جذب ہوکر دانے وزن اور حجم میں بڑھکر پھیلتے اور زیادہ جگہ چاہتے ہیں۔ اب اگر جگہ نہ ملی تو ان کے پھیلاؤ کے زور میں برتن کے پرزے پرزے اڑجائیں گے۔ دھات کے ظروف مثلاً تانبے کے مٹکے، ٹین اور لوہے کی ٹانکیوں میں جگہ خالی رکھنے کی ضرورت نہیں برتن اس دیوار سے ملا نہ ہو جو دوسری جانب بارش سے بھیگتی رہتی ہو۔

برتن کے پیندے کے نیچے اینٹیں رکھدی جائیں تاکہ پیندا زمین سے نہ لگے برتن میں سوراخ یا تڑک نہ ہو ورنہ ممکن ہے کہ دیمک یا دوسرے کیڑے اندر پہنچ جائیں۔ غلہ خشک ہو تو ہو لیکن گرم نہ ہو دھوپ سے اٹھا کر گرم گرم نہ بورے میں رکھا جائے نہ برتن میں کسی مجبوری سے رکھ ہی دیا جائے تو برتن کا منہ کھلا رکھئے یا کسی سوراخ دار ٹوکرے سے بند کیا جائے تاکہ پسیجے نہیں جب بھاپ نکل چکے اور ٹھنڈا ہوجائے تب اچھی طرح ڈھانک دیا جائے۔

غلہ کی مقدار زیادہ ہو، زیادہ عرصہ کے لئے رکھنا ہو، زیادہ حفاظت منظور ہو یا ظروف کی دستیابی دشوار ہو تو چھوٹے چھوٹے بورے بھی گھروں میں بنائے جاسکتے ہیں سودی خانے

یا کسی اور کمرے کوٹھری میں ایک دو سمت گز سوا گز اونچی اینٹیں لگا کر یا ٹٹیاں لگوا کر حسب ضرورت جگہ گھیری جائے ٹٹیاں گھنی ہوں اور آڑے بانس لگا کر مضبوطی سے باندھ دی جائیں تا کہ گرنے اور جھکنے نہ پائیں پھر اس کے اندر ایک فٹ تک بھوسہ بچھا کر اجناس کے چاروں طرف کم و بیش ایک ہی جگہ خالی رہے جس میں بھوسہ کو بھرتے چلے جائیں تا کہ اجناس اور دیوار یا ٹٹیوں کے بیچ میں بھوسہ کی دیوار ہی حائل رہے اوپری جانب دو فٹ بھوسہ پھیلا کر ڈھک دیا جائے ۔ دو یا کئی اجناس رکھنا ہوں تو بورے کے بیچ میں ٹٹیاں لگا کر یا اینٹوں سے مناسب طول و عرض کے خانے بنالئے جائیں اور مذکورہ بالا طریقے کے مطابق علحدہ علحدہ اجناس رکھی جائیں ۔ بھوسہ کی تہہ دیکر مختلف اجناس اوپر تلے بھی بورے میں رکھی جاسکتی ہیں لیکن اس میں یہ دقت رہے گی کہ نیچے کے اجناس کی ضرورت پڑے تو اوپر کے اجناس کو ہٹانا اور نکالنا ہوگا ۔ دالیں یا اور کوئی چیز گھڑوں میں بھر کر بھی رکھی جاسکتی ہیں ۔ یاد رہے کہ اس قسم کے محفوظ خانے کو '' کھتے ،، کہا جاتا ہے '' کھتے ،، کا پختہ ہونا بہتر ہے ، مکان کچا ہوتو '' کھتے ،، کے طول و عرض کے مطابق پلاسٹر ہو یا پھر اینٹیں بھی لگوا کر کام میں لایا جا سکتا ہے ۔ کچے مکانات میں بغیر پلاسٹر وغیرہ کے کھتے بنتے ہیں بشرطیکہ دیواریں اور فرش اچھی حالت میں ہوں اور مٹی میں دیمک نہ لگتی ہو ۔ بعض زمینات کی خاصیت ہوتی ہے کہ وہاں کی مٹی میں دیمک لگ جاتی ہے جہاں ایسی مٹی پائی جائے وہاں کچے کھتوں میں ہرگز غلہ نہ رکھا جائے ۔ ورنہ کوئی ترکیب کارگر نہ ہوگی ۔ غلہ مٹی بن جائیگا ۔ ایسی جگہ کی مٹی سے اجناس اور بھوسہ بھی صاف ہونا چاہیئے ۔ '' کھتے ،، سے ملحق دیواروں کا بیرونی رخ کھلا ہوا ہو کسی دوسرے کمرے یا دالان میں نہ پڑتا ہو تو اس پر چوڑے چوڑے چھجے لگادئے جائیں ۔ یا پھر کوئی ایسا انتظام کردیا جائے کہ وہ برسات میں بھیگ نہ سکے ۔ واضح ہو کہ اجناس کو ہر جانب کھتے میں بھوسہ سے بند رکھنا غیر ضروری نہ خیال کیا جائے ۔ بھوسہ اجناس کے خشک پودوں کے ٹکڑے اور پتوں کا چورا ہے ۔ جو مویشیوں کی خوراک میں کام آتا ہے ۔ اور جسمیں دوھرے تہرے خول بھی شامل ہوتے ہیں جو دانوں پر الگ غلاف کی مانند چڑھے رہتے ہیں ۔ جبکہ دانے بالوں میں ہوتے ہیں جو دانوں کو رگڑ کھانے غیر ضروری سردی گرمی بارش اور ہوا کی مضرتوں سے محفوظ رکھتے ہیں ۔ تتلیوں کے کھا جانے اور چڑیوں کوؤں کے چگ لینے سے ان کو بچاتے ہیں ۔ یعنی وہ سہل الحصول اور ارزاں شئے ہے جو اجناس کی پیدائش و نمود کا قدرتی ذریعہ اور اس کے دانوں کے تحفظ کے لئے قدرتی عطیہ ہے ۔ مصنوعی طریقہ سے رکھنے میں بھی وہ بیرونی صدمات بعض کیڑوں کی خورد برد اور موسمی تغیرات کے مضر اثرات سے محفوظ رکھتا ہے ۔ اگر خود اجناس میں نمی اور گھن موجود نہ ہو تو بھوسے میں وہ برسوں صحیح سلامت رہ سکتا ہے ۔ جو اور گیہوں کا بھوسہ کھتے میں رکھا جاتا ہے ۔ دو فٹ اونچی اور ڈیڑھ فٹ مربع جگہ میں تین من گیہوں آسکتے ہیں اور اسی قدر دالیں چنے ارہر وغیرہ بھی رکھے جاسکتے ہیں ۔ ہلکی اجناس جو وغیرہ کچھ اور جگہ گھیرتی ہیں لہذا اسی انداز سے کھتے بنائے جاسکتے ہیں ۔

وقتاً فوقتاً اجناس کے بند ذخیرے کو خواہ کھتے میں ہو یا برتنوں میں ضرور دیکھ لیا کریں ۔ اور یہ بھی ہاتھ ڈالکر یقین کرلیا جائے کہ گرم تو نہیں ہوا اور گھن تو نہیں لگ رہا ہے اگر ٹھنڈا ہوتو درست ہے اور اگر گرم نہیں ہوا تب بھی غنیمت ہے لیکن ہاتوں کو آٹا سا لگ جائے اور گرم معلوم ہو تو سمجھ لیجئے کہ اجناس خراب ہو رہے ہیں یا بہت جلد خراب ہونے والے ہیں موسم برسات نہ ہو تو فوراً نکلوا کر صحن یا چھت پر جہاں بھی موقع ملے پھیلا دیجئے جہاں دن میں دوبار الٹ پلٹ دیا جائے اور سات آٹھ روز تک جیسی ضرورت ہو دن رات پڑا رہنے دیا جائے دھوپ اور اوس خوب لگے ۔ اس کے بعد اگر کیڑے لگ رہے ہوں تو یہ دیکھکر کہ وہ نکل چکے ہیں دو روز تک سایہ میں رکھکر پھٹکوا کر رکھدیجے ۔ برسات میں جب دھوپ ہو تو تھوڑا تھوڑا نکالکر سکھا یا جائے لیکن مذکورہ بالا عمل کے لئے خشک موسم کا انتظار کرنا اور اس وقفہ میں جو اجناس خراب یا تلف ہوئے ہوں اس پر صبر ہی کرنا ہوگا ۔ کھتوں اور برتن کی صفائی بھی ضروری ہے ۔ ہلکا برتن ہو تو دھوپ میں سکھایا جائے اور جھاڑ لیا جائے ۔ اور جو برتن دھوپ میں نہ لایا جا سکے اس کے اندر تھوڑا بھو بھل ڈالدیا جائے یا لکڑی کے ٹکڑے جلا کر کسی ہلکی چیز کی ہلکی آنچ دیکر کیڑوں اور انکے انڈوں و بچوں سے پاک کردیا جائے کھتے بھی مناسب طریقہ سے صاف کئے جائیں کیڑے مکوڑوں کے علاوہ چوہوں کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے خصوصاً کچے کھتوں میں انکی دست برد کا سد باب قطعی مشکل ہے لیکن جہاں تک ممکن ہو سکے صاف کیا جائے بلوں کو مضبوطی سے بند کریں چوہے دان لگوالیں بعض دواؤں سے چوہوں کو بھگا دیں غرض جس طرح بھی ممکن ہو ان سے ذخائر اجناس کو بچایا جائے ۔ یہ چوہے جو کھا ... کے کھائینگے اور لیے جا کر بلوں میں ڈھیر لگائیں گے ۔ چوہے ہوں یا دیمک یا اور کیڑے یہ تمام بے زبان جنمیں بعض اندھی بھی ہوتی ہیں حقیر و ناچیز جاندار مخلوقات جو ہمہ وقت سرگرم عمل رہتی ہیں ان میں اکثر بڑی چالاک اور نہایت مستعد رہتی ہیں بھول چوک اور کاہلی کی خامیاں ان میں نہیں ہوتیں ۔ یہ ہم کو

اکثر مات دیتی ھیں اور ھماری چھوٹی سی چھوٹی غلطی اور غفلت سے فوراً بیش از بیش فائدہ اٹھانے ھمارے ذخائر خوراک میں من مانے ساجھے لگاکر ھماری محنت اور توقعات پر پانی پھیردینے سے کبھی نہیں چوکتیں ۔ کھتے بلا ضرورت خصوصاً جب بارش ھورھی ھو نہ کھولے جائیں کھتوں مٹکوں ٹانکیوں بوروں وغیرہ سے روزانہ اجناس نہ نکالے جائیں ھفتہ دو ھفتہ کے خرچ کے موافق مقدار نکالکر چھوٹے چھوٹے برتنوں یا ڈبوں میں رکھ لیں اور ختم ھونے پر پھر نکالتے رھیں ورنہ وقت بے وقت کھولنے سے ھوا وغیرہ پہنچنے اور اجناس کے بگڑجانے کا اندیشہ رھتا ھے۔

ذیل میں چند اھم اجناس کی حفاظت کے بارے میں علحدہ علحدہ تفصیل پیش کیجاتی ھے تاکہ سہولت کا باعث ھو ۔

گندم :

گندم یا گیہوں جس وقت کٹ کر گھر میں آئیے کم ازکم ایک دن ضرور دھوپ دے لیجئے ۔ گیہوں رکھنے کے لئے مناسب یہی ھے کہ ٹین کے ڈرم جو پٹرول اور انجن کے تیلوں کے ھوتے ھیں انکو خرید لیا جائے یا ٹین کی ٹنکیوں کو بنوالیں اسکا خرچ زیادہ آتا ھے لیکن زیادہ محفوظ رھتا ھے ۔ اس سے جنس کی بربادی کا نقصان نہیں ھوتا ۔ ٹانکیاں یا ڈرم لیکر انکو خوب صاف کرلیں اور دھوپ میں تھوڑے روز رکھیں ۔ اس کے بعد نیم کی صاف پتیاں نیچے پیندے میں بچھا دیجئے ۔ پھر گیہوں کا تھوڑا سا بھوسہ گیہوں میں ملا دیجئے بھوسہ آٹھواں حصہ کافی ھے ۔ اسکا لحاظ ضرور رکھا جائے کہ بھوسہ نم نہ ھو ورنہ اسکو بھی دھوپ میں خشک کرلیں ۔ اب نیم کی پتیوں پر گیہوں ڈالئے جب آدھا فٹ اونچا گیہوں بھر جائے تو پھر تھوڑی پتیاں گندم پر پھیلا دیجئے پھر گندم ڈالئے اور پھر پتیاں ڈالئے یہاں تک کہ ڈرم بھر جائے اسکا منہ مضبوطی سے بند کردیجئے ڈرم کو زمین سے دو بالشت اونچا اینٹوں وغیرہ پر رکھئے اسکا لحاظ رکھئے کہ برسات کی ھوا گندم کو نہ لگنے پائے جب نکالنے کی ضرورت ھو نکالکر فوراً بند کردیجئے جنس رکھنے کے لئے ایسی جگہ تجویز کیجئے جہاں ملین نہ ھو اور نہ زیادہ ھوا جاتی ھو اگر آپ نے اس پر عمل کیا تو کبھی گھن نہیں لگیگا اسطرح آپ بآسانی سال ڈیڑھ سال تک گیہوں کو محفوظ رکھ سکتے ھیں ۔ یاد رھے کہ گیہوں کی فصل ربیع کی پیداوار ھے ۔ اگر آئندہ کیلئے اکٹھا کرنا مقصود ھو تو اپریل سے جون تک قبل موسم برسات خریدی کرلیں ۔ ورنہ بعد برسات صرف مہینہ دو مہینہ ھی اکٹھا رکھ سکتے ھیں کیونکہ برسات میں معمولا خریدنے سے نمی کے سبب نقصان ھوتا ھے ۔

چنا :

چنے کی دال میں کبھی گھن یا کیڑا نہیں لگتا ۔ بشرطیکہ خشک جگہ پر رکھی جائے لیکن چنوں میں بہت جلد کیڑا لگ جاتا ھے چنانچہ محفوظ رکھنا ھوتو چنے کی دال سے تھوڑی بھوسی چنے کی صاف کر کے چنوں میں ملادیجئے اور انکو بھی گیہوں کی طرح نیم کی پتیاں ملا کر برتن میں بھروا دیجئے پھر کبھی کیڑا نہ لگے گا ۔ دالیں بنواتے وقت اسکا لحاظ رکھئے کہ صاف بنیں ۔ بھوسی نہ رہ جائے لہذا چنوں کو ھلکا دلوا کر تھوڑا پانی ان میں ملا دیجئے ۔ اور کسی برتن میں بھر دیجئے آٹھ دس گھنٹے بعد دھوپ میں سکھا کر دلوا دیجئے بالکل صاف صاف دال نکل آئیگی چنوں میں پانی صرف اتنا ڈالئے کہ نم ھو جائیں زیادہ ڈالنے کی ضرورت نہیں ورنہ دال خراب ھوجائیگی ۔ چنا بھی ربیع کی پیداوار ھے ۔ اسکو بھی احتیاطاً اپریل تا جون خریدی کرلیں جبکہ ذخیرہ کرنا مقصود ھو ورنہ موسم برسات میں خرید کر ذخیرہ کرنے سے ماہ دو ماہ میں خراب ھوجاتا ھے ۔

ارھر :

ارھر کی دال میں بہت جلد گھن لگ جاتا ھے ارھر جب کٹ کر آئے تو اسکو فوراً ھی ھلکا سا بھنوا لیجئے۔ عموماً شہروں میں کچی ارھر کی دال بنائی جاتی ھے اسکا مزہ بہت خراب ھوتا ھے بھنی ھوئی ارھر کی دال خوش ذائقہ پکتی ھے اور بہت جلد گلتی بھی ھے ۔ ارھر کو بھنوانے کے بعد آپ چار چھ ماہ اسکو محفوظ رکھ سکتے ھیں گھن یا کیڑا بھی نہ لگے گا ۔ یاد رھے کہ اگر دال جلد بنوالی جائے تو بہت عمدہ دال نکلتی ھے ۔ ارھر کو بھی چنا کی طرح ھلکا دلوا کر پانی سے نم کر دیجئے پھر دھوپ میں رکھکر دال بنالیجئے اگر اپنی نگرانی میں کام لیا جائے تو چنے اور ارھر کی دال اوسطاً پختہ نصف کنٹل میں تیس کلوگرام دال بہت صاف نکلتی ھے دو کلو گرام کے قریب کچرا اور سات کلوگرام کے قریب بھوسہ نکلتا ھے ۔ ارھر بھی ربیع کی فصل ھے ۔ اسکو بھی قبل موسم برسات اگر ذخیرہ کرنا ھو تو خریدی کرلیں ورنہ موسم برسات میں یا بعد میں خریدنے سے صرف ماہ دو ماہ تک ھی رکھ سکتے ھیں ۔

مونگ ماش مسور :

ماش میں بھی بہت جلد کیڑا لگ جاتا ھے ۔ اگر ملین کی جگہ رکھی جائے تو ایک ماہ ھی میں ماش برباد ھوجاتی ھے جب ماش رکھیں تو ان میں خشک راکھ چھلنی سے چھنوا کر ملا دیجئے راکھ لکڑی کی کافی ھے جب دال بنوانا ھو ماش کو چھنوا کر دھلوا ڈالئے کسی کپڑے میں رکھکر نچوڑ ڈالئے اور ان میں تھوڑا سا کڑوا تیل لگا کر آدھ گھنٹہ رکھدیجئے اسکے بعد دال بنوالیجئے دال بالکل نہ ٹوٹے گی نصف کنٹل

میں کم از کم ۳۰ کلو گرام دال نکلے گی ۔ اگر دھوئی دال بنانا ہو تو تیل لگا کر رات کو رکھدیجئے صبح دلوا کر ہلکے ہاتھوں سے اوکھلی میں کٹوالیجئے سب بھوسی اتر جائیگی اسی طرح مونگ کی دال بھی بنتی ہے اور ایسی ہی راکھ میں ملا کر مونگ بھی رکھئے۔ ماش اور مونگ ہم وزن رکھئے البتہ دو انگل موٹی تہہ جمادیجئے ۔ اگر کمہار کے آوے کی راکھ ہو تو زیادہ مفید ثابت ہوتی ہے ۔ مسور کو بھی راکھ میں ملا کر رکھ دیجئے ورنہ جلد گھن لگ جاتا ہے ۔

چاول :

(۱) چاول کو کبھی دھوپ میں نہ رکھنا چاہئیے دھوپ لگنے کے بعد جب چاول پکایا جاتا ہے تو کھانا بیٹھ جانا یعنی کھانا کافی گل جائے گا ۔ چاول کٹوا کر جب صاف کیا جاتا ہے تو اسمیں آٹا ایسا نکلتا ہے جسکو کونڈا یا کن کہتے ہیں ۔ لہذا چاول میں کونڈا یا کن ملا کر برتن میں بھر دیجئے اور برتن کا منہ بند کردیجئے سلین یا برساتی ہوا نہ جانے پائے چاول میں ایک تو کیڑا نہ لگے گا دوسرے پرانا ہوتا جائیگا ۔ خوشبو پیدا ہوتی جائیگی ۔ اگر عمدہ قسم کے چاول ہیں تو ہر سال چاول کو چھنوا کر کونڈہ یا کن نکلوا دیجئے اور دوسرا تازہ کونڈہ ملادیجئے ہرسال اسی طرح کرتے رہیئے تین سال میں نہایت عمدہ پلاؤ کا چاول تیار ہوجائے گا اسطرح آپ برسوں رکھ سکتے ہیں جتنا پرانا ہوتا جائیگا چاول زیادہ نفیس بنتا جائیگا یاد رہے کہ چاول خراب ہونے لگیں، سرسریاں لگ جائیں تو سائے میں پھیلا دیجئے دھوپ میں ہرگز ہرگز نہ سکھائیے ورنہ چورا چورا ہو کر کسی مصرف کے نہ رہیں گے ۔ چاول میں املی کے پتے ملا کر رکھنے اور اوپر تلے انہیں پتوں کی تہہ لگانے سے کیڑے کم لگتے ہیں ۔

گیہوں عموماً مشین یا گرنیوں میں پسوایا جاتا ہے لیکن بہتر آٹا وہی ہے جو چکی میں عورتیں ہاتھ سے پیس کر تیار کریں اس لئے کہ گرنیوں میں اسکا جوہر جل جاتا ہے ۔ دیہات میں عموماً ہاتھ کے آٹے کا رواج تھا مگر اب یہاں بھی یہ طریقہ چھوٹتا جا رہا ہے ہماری غذا کچھ اس قدر مصنوعی ہوتی جارہی ہے کہ بس سے سوائے پیٹ بھرنے کے بہت کم جسم کو فائدے پہنچتے ہیں بعض چیزیں عنقا ہوتی جاتی ہیں مثلاً خالص گھی ، خالص تیل ، خالص دودھ وغیرہ لیکن بعض چیزیں ایسی ہیں جنکو ہم اپنے ہاتھوں کھو رہے ہیں ۔ اس ضمن میں اکثر دوست احباب سوال کرتے ہیں کہ آخر دوسرے ممالک کے لوگ بھی مصنوعی چیزیں استعمال کرکے بھی صحت مند رہتے ہیں آخر ہم میں یہ کمی کیوں ہے ۔ اسکی سب سے بڑی وجہ اور صحیح جواب تو یہ ہے کہ وہ لوگ ایک چیز کی کمی دوسری چیز سے پوری کرلیتے ہیں جیسے انکو اگر آٹا، چاول خراب ملتا ہے تو اسکی کمی سبزی سے یا دوسرے وٹامن بھرے میوہ وغیرہ سے پورا کرتے ہیں ۔ اگر ہم صرف سبزی ہی کا زیادہ خیال رکھیں تو اسکو نمک مرچ مصالحہ وغیرہ ملا کر بیکار کرنے کی بجائے بہترین غذا بنا سکتے ہیں لہذا ہمیں چاہیئے کہ اجناس میں اسکا خاص طور پر خیال رکھیں کہ اسکا وٹامن ضائع نہ ہوجائے ۔

اپنی اور اپنے ملک کی بھلائی کے لئے اپنے اناج کو حفاظت سے رکھئے اور کوشش کیجئے کہ آپکا اناج بارش ، نمی ، چوہوں ، اور کیڑوں سے محفوظ رہے ۔ اسکے لئے درج ذیل چند ہدایات پر عمل کرلیں تو ایک نعمت عظمی ثابت ہوگا ۔

(۱) اناج کو دھوپ میں سکھائیے اور صاف کیجئے ۔

(۲) بوریوں کو لکڑی کے چبوتروں پر یا ''پالیتھین،، کی چادروں پر دیواروں سے ہٹا کر رکھئے ۔

(۳) گوداموں میں ''انٹی کو آگونسٹ،، زہر کو رکھکر چوہوں کا صفایا کیجئے ۔

(۴) گھر اور کھیتوں میں چوہوں کے بلوں میں ''فاسفائن،، گولیوں سے دھواں دیتے رہیئے ۔

(۵) دیواروں اور بوریوں کی سطح پر ''میلا تھین،، چھڑکتے جائیے ۔

(۶) اناج کے کیڑوں کا صفایا کرنے کے لئے دھواں دینے والی دوا ''ای ڈی بی ۔ ایمپیول ،، کو استعمال کیجئے ۔ مفت تربیت اور مشوروں کے لئے '' اناج بچاؤ مہم ،، محکمہ خوراک ، کرشی بھون نئی دھلی یا ان پتوں پر ربط پیدا کیا جاسکتا ہے ۔

(۱) نمبر ۶۶۶-۳-۶ ، پنجہ گٹہ مین روڈ حیدرآباد بتوسط ڈپٹی ڈائرکٹر اناج بچاؤ مہم ۔

(۲) پوسٹ باکس نمبر ۲۲ ، باپٹلہ ، آندھرا پردیش ۔

(۳) پوسٹ باکس نمبر ۱۰ ، ہاپوڑ ، اتر پردیش ۔

(۴) پوسٹ باکس نمبر ۶۶ ، غازی آباد ، اتر پردیش ۔

(۵) پوسٹ باکس نمبر ۴۰۱۹ ، مدراس ۔

(۶) پوسٹ باکس نمبر ۱۵۸ ، لدھیانہ ۔

(۷) پوسٹ باکس نمبر ۵۲۱۳ ، بمبئی ۔

(۸) پوسٹ باکس نمبر ۹۰۵ ، پٹنہ ۔

(۹) ڈپٹی ڈائرکٹر ، اناج بچاؤ مہم ، نمبر ای - ۴۰۱۰۸ اریرا کالونی ، بھوپال ۔

* * * *

مہدی پرتاب گڑھی

پیام

(خاندانی منصوبہ بندی سے متاثر ہوکر)

شمع فکر و نظر جلاؤ یارو
ہر تیرگی غم کو مٹاؤ یارو

بھٹکے ہوؤں کو راہ پہ لاؤ یارو
جو خواب میں ہیں ان کو جگاؤ یارو

جل جائیں گے نظروں میں بھی الفت کے چراغ
سینوں کی کدورت تو مٹاؤ یارو

اس دور کو ہیں کتنے مسائل در پیش
حل ان کا کوئی سوچ کے لاؤ یارو

تعلیم کی دولت کرو سب میں تقسیم
ہر فرد کو انسان بناؤ یارو

وقت آئے تو غنچے بھی کھلانا لیکن
اس دور میں گلشن کو بچاؤ یارو

ابنائے وطن پھرتے ہیں ننگے بھوکے
یہ روگ کسی طرح مٹاؤ یارو

بڑھتے ہوئے انبوہ میں کھو جائے گا
انساں کو کسی طرح بچاؤ یارو

ہے کثرت اولاد کی خواہش بے سود
بیکاری کی لعنت تو مٹاؤ یارو

گنجائش اب اوروں کی کہاں باقی ہے
جو آچکے خیر ان کی مناؤ یارو

دھرتی پہ بڑھاؤ نہ اب انسان کا بوجھ
دنیا کو تباہی سے بچاؤ یارو

پوتوں پھلنے کا وقت باقی نہ رہا
بہتر ہے کہ دودھوں ہی نہاؤ یارو

چونکو! کہ بہت تیز ہے رفتار حیات
تم پیچھے کہیں چھوٹ نہ جاؤ یارو

* * * *

PRINTED BY THE DIRECTOR OF PRINTING, GOVT. OF ANDHRA PRADESH, AT THE GOVT. CENTRAL PRESS HYDERABAD
PUBLISHED BY THE DIRECTOR OF INFORMATION & PUBLIC RELATIONS ANDHRA PRADESH, HYDERABAD.

Regd. No. H./HD-76.

کسی بھی ملک کے لئے جمہوریت بے حد اہم ہے لیکن جمہوریت بذات خود کوئی مقصد نہیں ہے بلکہ یہ کچھ مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہے اور ہم اپنے ملک میں کن مقاصد کے حصول کے لئے کوشاں ہیں؟ ہم اس بات کی کوشش کر رہے ہیں کہ ۶۰ کروڑ کی آبادی والے ملک کو ایک دور سے نکال کر ایک نئے دور میں داخل کردیں - ہم اپنے عوام کی مادی اور جسمانی زندگی کو محض بہتر بنانا ہی نہیں چاہتے بلکہ انہیں اس سے بھی کچھ زیادہ دینا چاہتے ہیں — ایک ایسی نئی زندگی جس میں ان کی شخصیت کو پوری طرح فروغ حاصل ہو سکے -

— اندرا گاندھی

RUDRARAM
FOUNDATION STONE LAID
BY
INDIRA GANDHI

چیف ایڈیٹر
وی۔ وی مانکیالا راؤ
ایڈیٹر
ملک محمد علی خاں
دسمبر ۱۹۸۰
اگسر اھلیت۔ پادشی سنہ ۱۹۰۲
جلد نمبر: ۲۵ ● شمارہ نمبر: ۹

● سرورق کا پہلا صفحہ
وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی ۴ر نومبر کو
ردرارم جلسہ عام سے خطاب کر رہی ہیں
وزیر اعلیٰ جناب ٹی انجیا بیٹھے ہوئے ہیں۔

● سرورق کا دوسرا صفحہ
پسماندہ طبقات کے لئے
ہاؤزنگ کالونی کا ایک منظر

● سرورق کا تیسرا صفحہ
تاسیس آندھرا پردیش کی سلور جوبلی
تقاریب کے سلسلہ میں ۱۴ر نومبر کو
منعقدہ یوم اطفال کے موقع پر
بچوں کی ریالی

● سرورق کا چوتھا صفحہ
وزیر اعظم کے ہاتھوں پینے کے پانی کی
سربراہی کی اسکیم کا افتتاح

ترتیب

● اس شمارہ میں اہل قلم حضرات نے انفرادی طور پر جن خیالات کا اظہار کیا ہے اُن سے لازمی طور پر حکومت کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔
● زر سالانہ : ۶ روپے ، فی پرچہ ۵۰ پیسے ۔ زر سالانہ ذریعہ منی آرڈر روانہ کیجئے۔ منی آرڈر ناظم اطلاعات و تعلقات عامہ کے نام روانہ کیجئے
● مضامین بھیجنے کا پتہ : ایڈیٹر اردو ماہنامہ "آندھرا پردیش" محکمۂ اطلاعات و تعلقات عامہ ، گرہا کلپا ، مکرم جاہی روڈ ، حیدرآباد ۵۰۰۰۰۱ (اے پی)
● ناظم اطلاعات و تعلقات عامہ حکومت آندھرا پردیش نے شائع کیا ● طباعت : گورنمنٹ سنٹرل پریس ، چنچل گوڑہ ، حیدرآباد۔

اداریہ

اپنی بات

یکم نومبر سے ۲۵ نومبر تک تاسیس آندھرا پردیش سلور جوبلی تقاریب تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہوتی رہیں اور ہر تقریب میں عوام کی کثیر تعداد نے شرکت کی اور وزیر اعلیٰ، وزراء اور عہدہ داروں کی تقاریر، ریاست کی ترقی سے متعلق اعلانات کا بھرپور خیر مقدم کیا گیا۔

۲ نومبر کو وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کا عوام نے شاندار خیر مقدم کیا اور اس دورے سے ہماری نئی سرکار کو نیا حوصلہ ملا ہے وزیر اعلیٰ جناب ٹی انجیا جہاں بھی جاتے ہیں عوام انہیں ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں اور اپنے مسائل و مشکلات سے واقف کرواتے ہیں۔ وزیر داخلہ جناب کے پربھاکر ریڈی، وزیر عمال و سیول سپلائز جناب جی وینکٹ سوامی نے بھی عوامی مسائل و مشکلات کو پیش نظر رکھتے ہوئے غذائی اجناس شکر و روغن گیاس کی سربراہی، امن و ضبط کے مسائل پر فوری توجہ کی ہے اور کئی اصلاحی اقدامات کا اعلان کیا ہے اور ان اعلانات کا عوام نے پرجوش خیر مقدم کیا ہے۔

وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کے بیس نکاتی معاشی پروگرام اور آنجہانی سنجے گاندھی کے پانچ نکاتی پروگرام کی عمل آوری کے لئے حکومت پوری خلوص کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے اور اس کا مقصد پچھڑے طبقات، پسماندہ طبقات ہریجنوں اور معاشی طور پر کمزور طبقات کی بہبودی و ترقی ہے۔ اور توقع ہے کہ ریاست کی تعمیر و ترقی کے لئے حکومت کو عوام کا بھرپور تعاون حاصل رہے گا۔

گذشتہ ماہ سے "آندھرا پردیش" (اردو) کے خریداروں میں قابلِ لحاظ اضافہ ہوا ہے اور اردو داں حلقوں میں آندھرا پردیش اردو کے نئے روپ کو کافی سراہا جا رہا ہے پھر ایک بار میں اپنے تمام قارئین اور قلمی معاونین سے اپیل کر رہا ہوں کہ وہ "آندھرا پردیش" اردو کی خریداری مہم میں حصہ لیں اور زیادہ سے زیادہ حضرات کو خریداری کے لئے متوجہ کریں۔

"آندھرا پردیش" آپ کا اپنا رسالہ ہے

ملک محمد علی خان

یکم نومبر ۱۹۸۰ء کو آندھرا پردیش اپنے کامیاب وجود کے ۲۴ سال مکمل کر چکا ہے۔ ۱۹۵۶ء میں اپنی تاسیس کے بعد سے آندھرا پردیش نے شاندار ترقی کی ہے۔ علاقائی احتجاج جیسی مصنوعی رکاوٹیں طوفانوں اور خشک سالی کی شکل میں آنے والے آفات سماوی کے باوجود یہ ریاست ترقی کی سمت قدم بڑھاتی رہی۔ ریاست میں بسنے والے تقریباً ۵ کروڑ عوام کی آبادی میں یکجہتی اور اتحاد کے جذبات پہلے سے آج کہیں زیادہ ہیں۔ نئی ٹیم کی زیر قیادت اور انتظامی رہنمائی میں ریاست مستقبل میں مزید کامیابیوں کے حصول کی تیاری کر رہی ہے۔ اور اب وہ دن دور نہیں جبکہ آندھرا پردیش ملک کے ترقی یافتہ صوبوں کی صف میں شامل ہو جائے گا۔

آندھرا پردیش بنیادی طور پر زرعی ریاست ہے اور جنوبی ہند کے غلہ گودام کی حیثیت سے اپنی شہرت کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔ ابتدا میں یہاں کی غذائی پیداوار ۲ ، ۵۶ لاکھ ٹن تھی جو ۷۹-۱۹۷۸ء میں تقریباً دوگنی ۷ ، ۱۰۶ لاکھ ٹن تک پہنچ گئی۔ اور سال رواں کے دوران میں بھی توقع ہے کہ یہ پیداوار ۱۰ ملین ٹن کے نشانہ کو عبور کرے گی۔ دوسری اور خاص طور پر تجارتی اہمیت کی فصلیں جیسے تیل کے بیج، کپاس، گنا، تمباکو، ہلدی وغیرہ کی پیداوار میں گذشتہ ۲۴ برسوں کے دوران میں اضافہ ہوا۔ زیادہ سے زیادہ آبپاشی سہولتیں، زیادہ فصل دینے والے بیج، کیمیائی کھاد کیڑے مار دواؤں اور کوآپریٹیو اداروں کی جانب سے بروقت قرضوں کی فراہمی کے نتیجے میں یہاں کے کسان زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔

دیو ہیکل ہمہ مقصدی پراجکٹ کا دور جنھیں آنجہانی جواہر لعل نہرو نے "دورِ جدید کے مندر" کے نام سے موسوم کیا تھا آندھرا پردیش بھی اسکی لپیٹ میں آیا۔ ناگرجونا ساگر، سری سیلم، تنگبھدرا، سری رام ساگر اور دوسرے کئی آبپاشی پراجکٹوں کی بدولت خشک اور بنجر اراضیات ہرے بھرے کھیتوں میں تبدیل ہوگئے۔ اس کے علاوہ دریائے کرشنا اور گوداوری پر پہلے سے موجود آنی کٹوں کے تحت زیر کاشت اراضیات کو استحکام ملا۔ ان پراجکٹوں کے نتیجے میں گذشتہ سال ریاست میں آبپاشی کے تحت مجموعی رقبہ ۷ ، ۴۰ لاکھ ہیکٹر تک پہنچ گیا جبکہ ۱۹۵۶ میں ۹ ، ۳۳ ہیکٹر تھا۔ بڑے آبپاشی پراجکٹوں کے آیاکٹوں میں وارابندی نظام کے نفاذ سے کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ ڈپارٹمنٹ نے یہ یقین حاصل کیا ہے کہ پراجکٹ کے تحت واقع سب سے آخری اراضیات کے کسانوں کو بھی انکے حصے کا پانی فراہم ہو جائے۔

برقی توانائی کو جو صنعتوں اور زراعت کے لئے اہمیت کی حامل ہے تمام موازنوں اور سالانہ منصوبوں میں ترجیح دی گئی جس کی بدولت برقی کی تنصیبی صلاحیت سال ۱۹۵۶ میں ۱۳۲ میگاواٹ سے بڑھکر سال ۷۹-۱۹۷۸ء میں ۲۶۷۷ میگاواٹ تک پہنچ گئی۔ اسی طرح

ی توانائی کی پیداوار ۱۹۵۶ء میں ۲۳۹۶.۷ ملین کے ڈبلیو ایچ سے سال ۱۹۷۶-۷۷ء میں ۶۰۵۵.۶ ملین کے ڈبلیو ایچ تک ہوگئی۔

آندھرا پردیش میں صنعتی ترقی کا تاخیر سے آغاز ہوا۔ ابتدائی ...ں میں ریاست کو زرعی ترقی اور اسکے وسیع وسائل کو قابو میں ...نے کے لئے آبپاشی پراجکٹوں کی تعمیر پر توجہ دینی پڑی۔ سال ۶۶ ...صنعتوں پر زیادہ سے زیادہ توجہ دی جانے لگی۔ جس کی بدولت ...ل میں ریاست اس وقت صنعتی ترقی کے میدان میں پانچویں نمبر ...ہے۔ ۱۹۶۰ء تا ۱۹۷۶ء کی درمیانی مدت میں ریاست کی ...نعتی ترقی نمایاں حیثیت کی حامل رہی۔ پیداواری سرمایہ ۲۶۰ کروڑ ...پے سے بڑھکر ۱۰۴۵ کروڑ روپے ہوگیا اور پیداوار بہ اعتبار مالیت ... کروڑ روپے سے بڑھکر ۱۶۲۹ کروڑ روپے تک پہنچ گئی۔ ریاست ...بڑے پیمانے کی صنعتیں ۲۸۲ ہیں۔ ان میں مشغول سرمایہ ۵۸۰ ...روڑ روپے ہے۔ اور صنعتوں میں ۲۶۴.۰ لاکھ افراد کے لئے روزگار ...مواقع پیدا ہوئے ہیں۔

اسمال اسکیل انڈسٹریز کو بھی گذشتہ ۲۲ برسوں کے دوران ...زبردست فروغ حاصل ہوا۔ سال ۱۹۵۶ء میں ریاست میں ۱۲۰۰ ...ھوٹے صنعتی یونٹ تھے جن کی تعداد اب ۲۲۰۰۰ ہزار ہے۔ اور ان ...نعتوں میں مشغول سرمایہ ۱۹۰ کروڑ روپے ہے اور ۲.۳۵ لاکھ افراد ...روزگار مہیا ہوا ہے۔ ان یونٹوں میں تقریباً ۱۱۶۰ چیزیں تیار ...جاتی ہیں۔

ریاست میں صنعتی فروغ کے لئے کی جانے والی کوششوں ...سہارا دینے کے لئے مختلف کارپوریشن قائم کئے گئے جن میں اے ...، انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن، اے پی اسمال اسکیل انڈسٹریل ...یولپمنٹ کارپوریشن، اے پی انڈسٹریل انفرا اسٹرکچر کارپوریشن ...اسٹیٹ فینانشیل کارپوریشن شامل ہیں۔

آندھرا پردیش شاید ملک میں پہلی ریاست ہے جہاں ...صرف کمزور طبقات جیسے درج فہرست اقوام، درج فہرست قبائل اور پسماندہ طبقات بلکہ خواتین کی معاشی بہتری کے لئے علاحدہ کارپوریشن قائم کئے گئے۔ ان کارپوریشنوں نے جو ۱۹۷۴-۷۶ء کے درمیان قائم کئے گئے تھے کمزور طبقات اور خواتین کی معاشی سدھار کے لئے کئی اسکیمات شروع کئے۔ ریاست کی تاسیس سے اب تک ۱۲۸ کروڑ روپے کی قابل لحاظ رقم کمزور طبقات کی بھلائی کی اسکیمات کے لئے خرچ کی گئی اس رقم کا ۳/۴ سے زیادہ حصہ درج فہرست اقوام کی بھلائی کے لئے خرچ کیا گیا جنکا سب سے غریب ترین طبقے میں شمار کیا جاتا ہے۔

تعلیم کے میدان میں نمایاں ترقی ہوئی۔ ۱۹۵۶ء میں ریاست کی ابتداء سے یہاں صرف ۲ یونیورسٹیاں تھیں لیکن اب ۸ یونیورسٹیاں موجود ہیں۔ ڈگری کالجوں، جونیر کالجوں سکنڈری میڈیم اور پرائمری اسکولوں کی تعداد میں طالب علموں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے ساتھ کئی گنا اضافہ ہوا۔ مثال کے طور پر پرائمری اسکولوں کی تعداد ۱۹۵۶ء میں ۲۹۰۶۷ سے بڑھکر اب ۳۹۹۵۵ تک پہنچ گئی۔ سکنڈری اسکولوں کی تعداد میں غیرمعمولی اضافہ ہوا ہے یعنی ۱۹۵۶ء میں صرف ۷۳۳ سکنڈری اسکول تھے اور طلباء کی تعداد ۲۰۹۹۵۸ تھی اور اب ان مدارس کی تعداد ۳۵۹۹ ہے اور طلباء کی تعداد ۷۲۱۳۰۶ ہے۔

عوام کی صحت اور طبی سہولتوں کی جانب بھی کافی توجہ دی گئی۔ آندھرا پردیش کی تاسیس کے موقع پر ریاست میں تمام سہولتوں سے مزین بڑے دواخانوں کی تعداد ناقابل لحاظ تھی اور یہ سہولت صرف ضلع مستقروں کی حد تک محدود تھی۔ لیکن گذشتہ ۲۲ برسوں کے دوران میں ریاست میں پرائمری ہیلتھ سنٹروں کا جال بچھا دیا گیا۔ جس کی بدولت طبی سہولتیں دیہی عوام کے دائرے حدود میں آگئیں۔ ریاست کے وجود میں آتے وقت ریاستی دواخانوں میں بستروں کی جملہ تعداد ۱۲۰۰۰ تھی جو اب تقریباً دوگنی ہوگئی ہے۔ الوپیتھی طریقہ علاج کے اداروں کی تعداد ۱۵۰۰ تک پہنچ گئی اور اس کے علاوہ ۴ ہزار ذیلی طبی مراکز وجود میں آئے (دیہی اعزازی معالجین کی اسکیم) آنریری رورل میڈیکل پراکٹشنرس اسکیم اور سہ مرحلاتی طریقہ علاج کی اسکیم اب طبی میدان کی جدید اختراع ہے۔

افزائش مویشیاں، مرغبانی اور ماہی گیری جیسے دوسرے میدانوں میں نہ صرف ان پیشوں سے وابستہ لوگوں کی معاشی حالت درست کرنے کے لئے بلکہ چھوٹے اور حاشیائی کسانوں کی آمدنی میں اضافہ کرنے اور بے روزگار افراد کو روزگار مہیا کرنے کے لئے زبردست کوششیں کی گیئں۔ اور ان پیشوں کو ترقی دینے کے لئے مختلف کارپوریشنز جیسے اے۔ پی ڈیری ڈیولپمنٹ کارپوریشن، اے پی فیشریز کارپوریشن اے پی میٹ اینڈ پولٹری ڈیولپمنٹ کارپوریشن قائم کئے گئے۔ جن کی بدولت اس قبیل کے پیشوں کو ترقی دینے میں زبردست مدد ملی۔

۱۹۷۳ء میں قانون تحدید اراضیات کے نفاذ کے بعد اصلاحات اراضی کے کام تیزی پیدا ہوی جسکا مقصد دیہی علاقوں میں معاشی عدم مساوات میں کمی پیدا کرنا تھا۔ اس مقصد کے لئے مالکین اراضیات کی جانب سے داخل کردہ ۴۳ء ۴ لاکھ افراد ناموں کی جانچ کے بعد ۸۴ء ۱۲ لاکھ ایکر اراضیات فاضل قرار پائیں۔ قبضوں کی حوالگی کے لئے دستیاب ۴۹ء ۴ لاکھ ایکر اراضی میں سے ۲۱ء ۳ لاکھ ایکر زمینات کے قبضے حاصل کر لئے گئے۔ ۳۰۳،۱۳ ایکر تری اور ۷۱ء ۳۴۰۲ ایکر خشکی زمینات کی حد تک زرعی مقاصد کے لئے تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ مستفیضین کی جملہ تعداد ۹۴۷، ۱۴ ہے جن میں سے بشتیر کا تعلق کمزور طبقات سے ہے۔ اس کے علاوہ ۱۴ء مکانات کی تعمیر کے لئے ۱۴ء ایکر اراضی کی تقسیم عمل میں لائی گئی و نیز ۸۸ء ۲۱ لاکھ ایکر سرکاری بنجر اراضیات بھی کاشتکاری کیلئے غریبوں میں تقسیم کئے گئے۔

پنچایت راج اداروں کے قیام میں آندھرا پردیش ملک کی سب سے پہلی ریاستوں میں سے ایک ہے، ریاست میں پنچایت راج تین اداروں پر مشتمل ہے ضلع پریشد پنچایت سمیتی اور گرام پنچایت، ان اداروں میں عوام کا زیادہ سے زیادہ عمل دخل پیدا کرنے کے لئے حال ہی میں بڑی تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ رائے دہی کی عمر کو ۲۱ سال سے ۱۸ سال کیا گیا۔ پنچایت سمیتی کے صدر اور ارکان عوام کے راست منتخب ہونگے اور درج فہرست اقوام اور درج فہرست قبائل کے لئے کچھ عہدوں کی حد تک تحفظ دیا گیا ہے۔

ریاست آندھرا پردیش نے دیگر مختلف شعبوں میں بے شمار کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اور آنے والے برسوں میں بہتر مستقبل کی توقع رکھنے میں حق بجانب ہے۔

خود مجھے دل کے دھڑکنے کی صدا آتی ہے
کیا کسی یاد کی صورت میں قضا آتی ہے

ہر سحر گوش برآواز اسی امید پہ ہوں
ان کا پیغام لئے باد صبا آتی ہے

ہاتھ اٹھتے ہیں دعا کو تو لرز اٹھتے ہیں لب
ہاتھ کانپ اٹھتے ہیں جب لب پہ دعا آتی ہے

ہائے کس دور میں جینا ہے بہر حال ہمیں
لوگ ہنستے ہیں تو رونے کی صدا آتی ہے

بات لاکھوں نے کہی ہے جو کہی ہے میں نے
میرے گھر آتی ہے جو کوئی بلا آتی ہے

خوگر جور و جفا ہوتے ہیں عاشق کے دل
کس کو دلداری ارباب وفا آتی ہے

کیا مٹائیں گی زمانے کی جفائیں ان کو
جن کو ہر حال میں جینے کی ادا آتی ہے

وہ سنے یا نہ سنے دل سے تو میرے تاباں
لذت کام و دہن بن کے دعا آتی ہے

آندھرا پردیش کی تعمیر و ترقی کیلئے

چیف منسٹر جناب ٹی انجیا اور ارکان کابینہ کے عزائم

فوڈ اینڈ ڈرگس کنٹرول ڈپارٹمنٹ کے لئے تعمیر کردہ نئی عمارت کے افتتاح کے موقع پر چیف منسٹر جناب ٹی انجیا نے کہا کہ ایسے تاجروں کا سماجی مقاطعہ کیا جائے۔ جو ملاوٹ اور دیگر بدعنوانیوں کے مرتکب ہوتے ہیں انہوں نے کہا کہ محکمہ کے عملے کو ملاوٹ کرنے والوں کے خلاف سخت کارروائی کرنی چاہیئے۔

پولیس عہدہ داروں کو چاہیئے کہ وہ سیاست میں نہ الجھیں اور عوام کی خدمت و امن و ضبط کی برقراری پر توجہ دیں۔ پولیس کے کاموں میں سیاسی مداخلت کو ختم کر دیا جائے گا۔

چیف منسٹر جناب ٹی انجیا

ریاستی حکومت نے شاعروں، ادیبوں اور فنکاروں کی حوصلہ افزائی کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔

چیف منسٹر جناب ٹی انجیا

ریاستی حکومت دیہاتی آفس کو ختم کر کے عارفین کو بلانے کی لکڑی کی سربراہی کا انتظام کرے گی۔

وزیر داخلہ مسٹر کے پربھاکر ریڈی

ریاستی حکومت وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی کے ۲۰ نکاتی پروگرام اور آنجہانی سنجے گاندھی کے ۵ نکاتی پروگرام کی عمل آوری کے ذریعہ سماجی و معاشی مساوات کی طرف بڑھ رہی ہے' بے زمین افراد میں بیکار سرکاری اراضی کی تقسیم، کمزور طبقات کے لئے مکانات کی تعمیر کی غرض سے اراضی کی فراہمی، مکفول محنت کی برخواستگی، اقل ترین زرعی اجرتوں کا نفاذ' زرعی اصلاحات کی عاجلانہ عمل آوری' ارزاں فروشی کی دوکانات کے ذریعہ ضروری اشیاء کی تقسیم' دیہی قرضہ جات کی بیباقی اور عوام کے لئے سستے داموں پر کپڑے کی فراہمی کے لئے خصوصی اقدامات کئے جارہے ہیں۔

(ریاستی حکومت کا عزم)

میری حکومت سابقہ حکومت سے زیادہ اردو کی ترقی کیلئے کام کرے گی۔

چیف منسٹر جناب ٹی انجیا

قومی یکجہتی کونسل کی شاخیں تمام اضلاع میں قائم کی جائیں گی اور ممتاز شخصیتوں و تجربہ کار افراد کو ان سے وابستہ کیا جائے گا جب تک میں چیف منسٹر برقرار رہوں گا فرقہ وارانہ کشیدگی کو پھیلنے

کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

چیف منسٹر جناب ٹی انجیا

۱۶ر نومبر ۱۹۸۰ء کو ریاستی کابینہ کے اجلاس میں حسب ذیل فیصلے کئے گئے۔

آندھرا پردیش کابینہ نے فیصلہ کیا کہ ایسے تمام کاشتکاروں کو جن کے زرعی مقبوضے ۵ ایکر تری یا ۱۰ ایکر خشکی سے زائد نہ ہوں انہیں یکم جولائی ۱۹۸۰ء سے مالگذاری سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ چیف منسٹر مسٹر ٹی انجیلنے کابینہ کے اجلاس کے بعد اخباری نمائندوں سے بات چیت کرتے ہوئے یہ اعلان کیا۔ انہوں نے کہا کہ اشتمال اراضی کے تحت کی اراضی کے خشکی جز کو مالگذاری سے مستثنیٰ قرار دیا جائے گا ایسے کسان مالگذاری سس فی روپیہ ۵ پیسے کی رعایت سے ادا کریں گے تلنگانہ علاقہ میں سس کی شرح ۲۵ پیسے فی روپیہ ہے جبکہ آندھرا میں یہ شرح ۳۰ پیسے فی روپیہ ہے۔ اس فیصلہ سے ریاست کے لاکھوں کسانوں کو فائدہ پہونچے گا۔ اور حکومت کے خزانہ کو سالانہ ۴ کروڑ کا بار برداشت کرنا پڑے گا۔

معذورین کے لئے تحفظات

چیف منسٹر نے اعلان کیا ہے کہ حکومت جسمانی معذورین کے لئے تحفظات کی مدت میں مزید ۱۰ سال کی توسیع کرتے ہوئے انہیں ۲۶ر ستمبر ۱۹۹۰ء تک جاری رکھنے کے بارے میں غور کر رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ریاستی حکومت نے اس سلسلہ میں قوانین و قواعد میں ضروری تبدیلیوں کے لئے ریاستی پبلک سروس کمیشن کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے اپیل کی ہے۔

کڑپہ میں سمنٹ فیکٹری

چیف منسٹر نے بتایا کہ حکومت نے کلکٹر ضلع کڑپہ کو موضع چلما کور تعلقہ کملا پورم ضلع کڑپہ میں مجوزہ سمنٹ فیکٹری کے لئے اراضی حاصل کرنے کی ہدایت دیدی ہے جہاں کارومنڈل فرٹیلائزرس سمنٹ فیکٹری قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ کلکٹر کو حصول اراضی کے فوری بعد یہ اراضی کمپنی کے حوالے کر دینے کی بھی ہدایت دیدی گئی ہے تاکہ وہاں عمارتوں کی تعمیر کا کام شروع کر دیا جا سکے۔ چیف منسٹر نے کہا کہ مجوزہ سمنٹ فیکٹری میں سالانہ دس لاکھ میٹرک ٹن سمنٹ تیار ہوگی۔ اس طرح یہ فیکٹری ہو ریاست اور ملک کی سب سے بڑی سمنٹ فیکٹری ہوگی۔ انہوں نے اعلان کیا کہ کابینہ نے کمزور طبقات پسماندہ طبقات درج فہرست ذاتوں و قبائل سے تعلق رکھنے والے یونیورسٹیز ہاسٹلوں میں مقیم طلباء کے بورڈنگ چارجس ادا کر دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

وظیفہ پیرانہ سالی

چیف منسٹر نے کہا کہ حکومت نے وظیفہ پیرانہ سالی کا احیاء کرنے کا فیصلہ کیا ہے یہ وظایف زائد از ۶۵ سالہ افراد اور نادار لوگوں کو ایصال کئے جائینگے چنانچہ شہروں میں مقیم پیرانہ سالوں کو ۳۰ روپے، قصبوں اور ایسے مقامات

ہنے والوں کو جہاں کی آبادی ایک لاکھ سے متجاوز ہو ۲۵ روپے
یگر مقامات پر رہنے والوں کو ۲۰ روپے ایصال کئے جائیں گے
ت پیرانہ سالی کے لئے ویلیج آفیسرس اور سرپنچوں کی تصدیق ضروری ہے

نیشکر کی قیمت میں اضافہ

حکومت آندھرا پردیش نے گنا پیلنے کے جاریہ موسم کے دوران
تیسری مرتبہ نیشکر کی اقل ترین قیمت میں اضافہ کیا ہے۔ ایسے نیشکر
ت جس سے ۸۶۵ فیصد شکر تیار کی جاسکتی ہے۔ ۱۸۵ روپے
ن ہوگی۔ چیف منسٹر نے دیپاولی کے تحفہ کے طور پر اس میں اضافہ کا اعلان
تے ہوئے بتایا کہ نیشکر کے کاشتکاروں نے اس ترخ پر نیشکر شوگر
کو سربراہ کرنے سے اتفاق کرلیا تھا۔ کسانوں نے سربراہی روک
نے کا احتجاج شروع کیا تھا۔ حالانکہ نیشکر کی ملز کو سربراہی کے
وہ قانونی طور پر پابند ہیں۔ گنا پیلنے کا موسم ۲۴ راکتوبر سے شروع
ہے۔ حکومت نے جس قیمت کا اعلان کیا ہے وہ کرناٹک اور مہاراشٹرا
مقررہ قیمت بھی زیادہ ہے حکومت اور کوآپریٹیو شوگر فیکٹریوں کو نقصان
باوجود حکومت نے نیشکر کی قیمت میں اضافہ کیا ہے۔

کابینی سب کمیٹیوں کا قیام

چیف منسٹر نے اعلان کیا کہ مختلف مسائل کا تفصیلی جائزہ لینے کیلئے
ینی سب کمیٹیاں تشکیل دی جارہی ہیں یہ کمیٹیاں کابینہ کے آیندہ
اس تک اپنی اپنی رپورٹ پیش کردیں گی۔ وزراء تعلیم، فینانس، برقی
ز اینڈ بلڈنگس اور سوشیل ویلفیر پر مشتمل ۵ رکنی کمیٹی معاشی اعتبار سے
انده طبقات کے اسکالرشپس کو معقول بنانے کے بارے میں غور
ی سکریٹری محکمہ سوشیل ویلفیر اس سب کمیٹی کے کنوینر ہوں گے۔ وزراء
ے، امداد باہمی فینانس، روڈس اینڈ بلڈنگس، انڈومنٹ و پنچایت

راج پر مشتمل کمیٹی خشک سالی کے حالات اور امدادی کاموں کا جائزہ لے گی
۔ رکنی کابینی سب کمیٹی سٹ دن کی سرگرمیوں کا جائزہ لے گی یہ کمیٹی سٹ دن
کے دائرہ عمل کو وسعت دینے کے علاوہ اسٹیٹ روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن
سے اس کے روابط کا جائزہ لے گی۔ کمیٹی خود آر ٹی سی کی سرگرمیوں کا بھی
جائزہ لے گی۔ وزراء ٹرانسپورٹ، انیمل ہسبنڈری، فینانس، سیول
سپلائز ولیبر، داخلہ، میونسپل اڈمنسٹریشن اسمال اسکیل، انڈسٹریز
وزیر بازآبادکاری اسکے ارکان ہوں گے۔ مسٹر کے آر دینو گوپال کمشنر
فار اسپیشل ایمپلائمنٹ اسکیمس اس کمیٹی کے کنوینر ہوں گے۔
کوآپریٹیو شوگر فیکٹریوں کے کام کا جائزہ لینے کے لئے بھی ایک
کمیٹی قائم کی گئی ہے۔

میری حکومت امن وامان کی برقراری کے لئے تمام احتیاطی تدابیر
اختیار کرے گی اور ساتھ ہی لوگوں کے جان ومال کی حفاظت کرے گی۔
وقت کا اہم ترین تقاضہ یہ ہے کہ تمام فرقوں کے مابین بھرپور ہم آہنگی
اور یکجہتی پیدا ہو اور وزیراعظم کے ۲۰ نکاتی پروگرام و آنجہانی سنجے گاندھی
کے ۵ نکاتی پروگرام کی عمل آوری میں تمام طبقات مدد کریں۔

چیف منسٹر جناب ٹی انجیا

ریاستی حکومت نے چیف منسٹر ٹی انجیا کی قیادت میں چوربازاری
ذخیرہ اندوزی، قیمتوں پر قابو پانے اور صاف ستھرا نظم ونسق مہیا کرنے
کے لئے بھرپور اقدامات کرتے ہوئے عوام میں نئی امیدیں اور اعتماد
پیدا کیا ہے۔

وزیر لیبر جناب جی وینکٹ سوامی

پیداوار میں اضافہ کے لئے ملک میں صنعتی امن کی ضرورت ہے اور ریاستی
حکومت صنعتی امن کو ختم کرنے کی اجازت نہیں دے گی اور بات چیت
کے ذریعہ تنازعات کو طے کرنے کی کوشش کرے گی۔ چیف منسٹر جناب ٹی انجیا

شہریان حیدرآباد کو فرقہ وارانہ اتحاد کی برقراری پر مبارکباد

تاسیس آندھرا پردیش کے موقع پر مشاعرہ۔ مرکزی وزیر داخلہ کی تقریر

مرکزی وزیر داخلہ مسٹر گیانی ذیل سنگھ نے آندھرا پردیش بالخصوص شہر حیدرآباد کے عوام کو اس بات پر مبارکباد دی کہ انہوں نے ملک کے بعض علاقوں میں ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات کا کوئی اثر قبول نہیں کیا۔ اس کے برخلاف انہوں نے اتحاد و یکجہتی کو برقرار رکھا۔ مرکزی وزیر داخلہ ۱۴ر نومبر کو تاسیس آندھرا پردیش کے سلسلہ میں محکمۂ اطلاعات و تعلقات عامہ اور اردو اکیڈیمی آندھرا پردیش کے مشترکہ زیر اہتمام جوبلی ہال میں قومی یکجہتی کے موضوع پر منعقدہ مشاعرہ میں ایک جلسے اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ دنیا فرقہ پرستوں کی نہیں بلکہ خدا پرستوں کی ہے مسٹر ذیل سنگھ نے کہا کہ ان کا خون گندی گلیوں میں بہانے کے لئے نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ مراد آباد میں جو کچھ بھی ہوا وہ باعث شرم ہے بلاوجہ بے گناہ لوگ مارے گئے۔ وزیر داخلہ نے کہا کہ یہ زبان خالص ہندستانی زبان ہے حکومت اس زبان کی ترقی کے لئے ممکنہ کام کر رہی ہے اور کرے گی لیکن چاہے حکومت کچھ نہ کرے اس زبان کو کوئی ختم نہیں کرسکتا۔ بلکہ اور اس میں زندگی آتی رہے گی۔ مسٹر ذیل سنگھ نے شاعروں کو زمانے کی رفتار کے ساتھ خود کو بدلنے اور امیروں کی شان میں قصیدہ خوانی کی بجائے غریبوں اور محنت کش طبقات کو اوپر اٹھانے کے لئے اپنی شاعری سے استفادہ کرنے کا مشورہ دیا۔ شاعروں کو اس ملک سے نفرت کو مٹانے اور محبت اور خلوص بھائی چارگی کو پروان چڑھانے کے لئے کمربستہ ہوجانے کی ضرورت ہے۔ چیف منسٹر مسٹر ٹی انجیا نے صدارتی تقریر میں ہر ممکن حکومت کی طرف سے مشاعرہ منعقد کرنے اور شاعروں کے حالات کو بہتر بنانے کے لئے ممکنہ اقدامات کا یقین دلایا' چیف منسٹر نے اس عزم کا اظہار کیا کہ ان کی حکومت سابق حکومت سے زیادہ اردو کی ترقی کے لئے کام کرے گی۔ مسٹر ایم باگا ریڈی وزیر پنچایت راج و صدر نشین اردو اکیڈیمی، وزیر داخلہ مسٹر کے پربھاکر ریڈی نے بھی مخاطب کیا۔ مسٹر ملک محمد علی خاں نے کارروائی چلائی۔ چیف منسٹر نے تمام شعراء کو شال پیش کی' ابتداء میں مسٹر چندر سری واستو سکریٹری و ڈائرکٹر اردو اکیڈیمی نے خیر مقدمی تقریر کی۔

یوم برقی

چیف منسٹر ٹی انجیا نے اعلان کیا ہے کہ ریاستی حکومت برقی چوری کی کارروائیوں اور عدالتوں میں زیر دوراں مقدمات کی عاجلانہ یکسوئی کے لئے اقدامات کرے گی۔

تاسیس آندھرا پردیش کی سلور جوبلی تقاریب کے سلسلہ میں انسٹی ٹیوٹ آف انجینئرس میں "یوم برقی" کا افتتاح کرتے ہوئے چیف منسٹر نے برقی کی چوری اور سبوتاج کے خلاف ویجلنس سل کو زیادہ مستحکم بنانے پر زور دیا۔ چیف منسٹر نے اس بات کی ستائش کی کہ برقی کی پیداوار میں اضافہ کے سلسلہ میں برقی بورڈ نے نمایاں پیش رفت کی ہے۔ انہوں نے صنعتی اور زرعی ترقی کے سلسلہ میں۔ برقی کی اہمیت و افادیت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ مختلف سمتوں میں برقی کے لئے۔ برقی کی پیداوار میں اضافہ لازمی ہے چیف منسٹر نے برقی سے ناجائز استعمال اور چوری پر سخت افسوس کا اظہار کرتے ہوئے اس کے انسداد کے لئے موثر اقدامات پر زور دیا۔ مسٹر انجیا نے ہر سال دیپاولی کے موقع پر یوم برقی منانے اور تمام دیہی علاقوں کو برقیانے کے سلسلہ میں برقی بورڈ سے تعاون کی اپیل کی۔ وزیر برقی مسٹر اے ویریا نے کہا ان کی دلی خواہش ہے کہ ریاست کے ہر موضع اور ہر جھونپڑے کو برقی روشنی سے منور کردیا جائے انہوں نے یقین دلاتے ہوئے کہا کہ یہ سال جو کہ "خدمت صارفین سال" ہے صارفین کو درپیش تمام مسائل کو حل کرنے ممکنہ کوشش کی جائے گی۔ مسٹر این رادھا کرشنا مورتی سکریٹری الکٹریسٹی بورڈ نے کہا کہ ریاست کی برقی پیداوار جو سال ۱۹۵۶ء میں صرف ۹۸ میگاواٹ تھی اب بڑھکر ۱۰۰۰ میگاواٹ ہوئی ہے۔

گذشتہ ۱۷ برسوں کے دوران برقی پیداوار میں ۳۰۰ گنا مثالی اضافہ ہوا ہے
صدرنشین برقی بورڈ ڈاکٹر این تاتا راؤ نے کہا کہ اس سال برقی چوری کے
واقعات کا انسداد کردیا جائے گا۔ انہوں نے کسی خلل کے بغیر برقی سربراہی
کا عوام کو تیقن بھی دیا۔

"یومِ اطفال"

آنجہانی وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو کی یاد میں ۱۴ر نومبر ۱۹۸۰ء
کو ریاست میں "یوم اطفال" رنگا رنگ انداز میں منایا گیا۔ اس سلسلہ میں
ایک مرکزی ریالی نظام آرٹس کالج گراؤنڈ پر ہوئی جس میں شہر کے ۵۰ منتخب
مدارس کے دس ہزار طلباء و طالبات نے پرجوش انداز میں حصہ لیا۔
ریالی کے مہمان خصوصی ریاستی چیف منسٹر مسٹر ٹی انجیا تھے۔ ریاستی وزیر تعلیم
مسٹر پی وینکٹ رام ریڈی نے صدارت کی۔ معتمد تعلیم حکومت آندھرا پردیش
مسٹر گوپال کرشنیا نے خیر مقدمی تقریر کی۔ ڈائرکٹر اسکول ایجوکیشن
مسٹر آدی نارائن اور ڈسٹرکٹ ایجوکیشن افسر حیدرآباد مسٹر محبوب علی نے
مہمانوں کی گلپوشی کی۔ چیف منسٹر نے انٹرمیڈیٹ امتحان ۱۹۸۰ء میں ریاست
بھر کے امیدواروں میں پہلے پندرہ طلباء کو اور چیف جسٹس آندھرا پردیش
ہائیکورٹ مسٹر جسٹس گلاڈی کپوسوامی نے ایس ایس سی امتحان مارچ ۱۹۸۰ء
کے اولین دس کامیاب طلباء کو اسٹیٹ میرٹ ایوارڈز دیئے۔ اسی
طرح ایس ایس سی امتحان ۱۹۸۰ء میں ریاست بھر میں اولین طلباء کو بھی
ایوارڈز دیئے گئے۔

ریالی میں سب سے پہلے مارچ پاسٹ ہوا چیف منسٹر نے سلامی
لی۔ بعد میں جسمانی ورزش کے مظاہرے ہوئے۔ سینٹ اینس روزری
کانونٹ، ہنومان ویایام شالا اور مدرسہ اعزہ کے طلباء طالبات
کے مظاہروں کو بہت پسند کیا گیا اور بھانگڑا ڈانس کو پسندیدہ
قرار دیا گیا۔ ریاستی گورنر مسٹر کے سی ابراہام نے اس موقع پر گوکھلے
سنٹرل اسکول میں سالار جنگ میوزیم کی موبائیل نمائش کا افتتاح
کیا۔ وشاکھاپٹنم میں بھی یوم اطفال تقاریب جوش وخروش سے
منائی گئیں۔ مدارس کے پانچ ہزار سے زائد طلباء نے رقص اور ڈرل کا شاندار
مظاہرہ کیا اور آتشبازی پر یہ تقاریب اختتام کو پہونچیں۔

ڈنر کی بجائے خشک سالی امداد

چیف منسٹر نے کہا کہ ایسے وقت جبکہ ریاست کے اکثر حصوں
میں خشک سالی کا دور دورہ ہے اور عوام مشکلات و مسائل سے
دوچار ہیں ان کے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ ظہرانہ، ڈنر جیسی
دعوتیں اڑائیں اور نہ ہی متعلقین کو یہ بات زیب دیتی ہے کہ وہ موجودہ حالات
میں ان کے اعزاز میں ظہرانہ اور ڈنر جیسی دعوتیں ترتیب دیں انہوں نے ڈنر مصارف
کو امدادی فنڈ میں دینے کی اپیل کی۔

عوام سے احتجاج سے احتراز کی اپیل

چیف منسٹر آندھرا پردیش مسٹر ٹی انجیا نے عوام کے تمام حلقوں
سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنے مشکلات اور مسائل کے تصفیہ کے لئے ایجی ٹیشن
کا راستہ اختیار نہ کریں۔ چیف منسٹر نے کہا کہ ان کی حکومت عوام
کی حکومت ہے اور وہ ہر مسئلہ پر بات چیت کے لئے ہمہ وقت تیار ہیں۔
بات چیت کے ذریعہ مسئلہ کا خوشگوار حل ڈھونڈ نکالنے کی کوشش کریں گے
مسٹر انجیا نے کہا کہ ان کی حکومت ایڈمنسٹریشن اور عوام کے کسی بھی حلقہ کے
جائز مطالبات کی تکمیل کے لئے ہمیشہ تیار ہے اس لئے بھی ایجی ٹیشن کرنے
کی ضرورت پیش نہیں آنی چاہیئے۔

آلوین واچ کیس پلانٹ کا افتتاح۔ چیف منسٹر کی تقریر

چیف منسٹر مسٹر ٹی انجیا نے کہا کہ وہ آندھرا پردیش میں
تیز رفتار صنعتی ترقی کے لئے ایک انجنیئرنگ کامپلکس کے قیام کے
خواہاں ہیں۔ تاہم چیف منسٹر نے اس مجوزہ انجنیئرنگ کامپلکس
کی مزید وضاحت نہیں کی۔ چیف منسٹر ۵ ر نومبر کو ایک کروڑ (۸۰)
لاکھ روپے کے مصارف سے قائم کئے گئے آلوین واچ کیس پلانٹ

کا افتتاح کر رہے تھے۔ مسٹر پرتاب ریڈی پرنسپال سکریٹری انڈسٹریز نے صدارت کی مسٹر انجیا نے ریاست میں بیروزگاری کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت ۲۶ لاکھ افراد بے روزگار ہیں انہیں روزگار سے لگانے کے لئے حکومت کی ساری مشنری مزدوروں اور انجینیروں کو سرگرم کام کرنا ہوگا۔ انہوں نے مزدوروں کو ہڑتال سے اجتناب کرنے اور سخت محنت سے کام کرنے کا مشورہ دیا۔ مسٹر انجیا نے اس موقع پر تالیوں کی گونج میں کہا کہ جب تک وہ اس ریاست کے چیف منسٹر ہیں مزدوروں کی فلاح و بہبود کا ہر وقت خیال رکھیں گے۔ انہوں نے کہا کہ مزدوروں کا لیڈر اس ریاست کا چیف منسٹر بنا ہے اور وہ مزدوروں کو کس طرح ہڑتال کرنے کا موقع دیں گے۔ چیف منسٹر نے آلوین کو تیز رفتار ترقی کے لئے مسٹر اجیت سنگھ کی خدمات کی ستائش کرتے ہوئے کہا کہ وہ آر ٹی سی کو نقصانات سے بچانے کے لئے پھر ایک بار مسٹر اجیت سنگھ کی خدمات سے استفادہ کرنے کے خواہاں تھے لیکن آلوین میں ان کی بہترین کارکردگی کی وجہ سے وہ انہیں یہاں سے ہٹانا نہیں چاہتے۔ انہوں نے مسٹر اجیت سنگھ کو کنٹراکٹ کا طریقہ ختم کرتے ہوئے تمام عارضی مزدوروں کو مستقل کرنے کا مشورہ دیا۔ چیف منسٹر نے آلوین کی ترقی کے لئے ہر ممکنہ تعاون کا یقین دلاتے ہوئے امید ظاہر کی کہ ایک وقت آئے گا جبکہ آلوین کے مزدوروں کی تعداد جو اس وقت چار ہزار ہے بڑھ کر ایک لاکھ ہو جائے گی۔

مسٹر سنجے گاندھی کے ۵ نکاتی پروگرام کی عمل آوری کیلئے چیف منسٹر کی اپیل

چیف منسٹر مسٹر ٹی انجیا نے انڈین نیشنل ٹریڈ یونین کانگریس کے کارکنوں سے اپیل کی کہ وہ مسٹر سنجے گاندھی کے پانچ نکاتی پروگرام کی موثر عمل آوری کے ۱۴ دسمبر سے آغاز کے لئے پروگرام مدون کریں۔ ۱۴ دسمبر کو سنجے گاندھی کا یوم پیدائش ہے مسٹر انجیا نے کہا کہ ملک کی بھلائی کیلئے مسٹر سنجے گاندھی کے پانچ نکاتی پروگرام کی عمل آوری ہر ایک کا رضاکارانہ فرض ہے۔

ایک دفعہ کی بات ہے

چھ اندھوں نے یہ جاننا چاہا کہ ہاتھی کیسا ہوتا ہے
ایک نے اس کی سونڈ ٹٹولی، دوسرے نے اس کا کان، کسی نے
اس کی ٹانگوں پر ہاتھ پھیرے
تو کسی نے اس کے پیٹ پر۔
ہر ایک کے دماغ میں اس کی الگ الگ تصویر آئی۔
ہاتھی کی صحیح شکل تبھی ان کے ذہن میں آئی جب انھوں نے
اپنے اپنے خیال ایک دوسرے کو بتائے۔

اگر آپ اپنی ریاست، اپنی ذات یا مذہب
کے بارے میں ہی سوچتے رہے تو آپ بھارت
کی اصلی صورت نہ دیکھ پائیں گے۔
چونکہ مختلف پہلوؤں پر مشتمل ایک واحد بھارت ملک ہے۔
جو کوئی اسے ایک مرکب قوم کی شکل میں نہ دیکھ پائے گا
وہ ایک متحد قوم کی عظمت کے احساس سے عاری رہے گا۔

پورے ملک کے بارے میں سوچیا اور تمام بھارتیوں کو اپنے بھائی سمجھنا سیکھئے۔

قلمی معاونین

سے گذارش ہے کہ اپنی تخلیقات کے خاتمے پر یا پشت پر اپنا مکمل پتہ، پن کوڈ نمبر کے ساتھ ضرور تحریر فرمائیں۔ مضمون کاغذ کے صرف ایک ہی طرف خوش خط لکھیں اور قلمی نام کے ساتھ اصل نام بھی تحریر فرمادیں۔

"ایڈیٹر"

جی وینکٹ راما راؤ

ہندوستان کی تحریک آزادی کے ہر مرحلہ پر ہندو اور مسلمانو
برابر حصہ رہا ہے۔ اس دور کے جتنے ہی کانگریسی قائدین گذرے
ہندو مسلم یکجہتی کے قائل تھے۔

کانگریس کا نصب العین

کانگریس ہندوستان کے تمام بسنے والوں کی بلا تفریق
ہب ونسل، رنگ وزبان ووطن ایک جماعت رہی۔ جو اہل ہندوستان
ے فطری اور ملکی حقوق سلب شدہ کو واپس لانا فریضہ سمجھی
ندوستان کو انگریزی اقتدار سے آزاد کرنا اسکا نصب العین تھا
ہندوستانی اسکا ممبر ہوسکتا ہے۔ ۷ مسلمان، ۲ عیسائی،
پارسی، باقی ہندو اس عظیم جماعت کے صدر ہو چکے ہیں۔

سلسلہ	نام صدر	سنہ
۱۔	رحمت علی محمد سائنی	۱۸۹۶ء
۲۔	نواب سید محمد بہادر	۱۹۱۳ء
۳۔	حسن امام	۱۹۱۸ء
۴۔	حکیم اجمل خاں	۱۹۲۱ء
۵۔	مولانا محمد علی	۱۹۲۳ء
۶۔	ڈاکٹر ایم اے انصاری	۱۹۲۷ء
۷۔	مولانا ابوالکلام آزاد	۱۹۲۳ء

۱۹۳۹ء اور ۳-۳۶ء

خلافت اور ترک مواصلات

۱۹۲۰ء میں میرٹھ میں خلافت کانفرنس چل رہی تھی۔ گاندھی جی نے اپنا مشہور ترک مواصلات کا نعرہ خلافت اجلاس میں ہی دیا۔ بدیشی کپڑوں کا بائیکاٹ' برٹش سرکار کے دیئے ہوئے خطابوں کو اور اسناد کی واپسی' برٹش حکومت کی ملازمتوں کو ترک کر دینا اور قومی مدارس قائم کرنا۔ یہہ چار اصول تحریک مواصلت کے اہم فریضے تھے۔

مولانا محمد علی جو اس کانفرنس میں شرکت کر رہے تھے گاندھی جی کے حسب منشاء اپنا ٹائی پھینک کر سودیشی کپڑوں کے استعمال کا اعلان کر دیئے۔

اُن دنوں علی گڈھ یونیورسٹی تحریک خلافت کا مرکز تھا چونکہ تحریک خلافت کانگریس کا اہم جز بنکر رہ گیا تھا۔ اسی لئے علی گڈھ سودیشی اندولن میں بھی اپنا اہم حصہ ادا کرنے لگا۔

دوران آزادی تحریک میں جیل جانے والے مسلم قائدین میں تصدق احمد شیروانی پہلے قائد تھے۔ انکے بھائی امین کے شیروانی سرکاری نوکری ترک کرنے والوں کے صف میں اول تھے۔

مظہر الحق

مظہر الحق بیرسٹر تھے۔ انکی کمائی خوب تھی۔ ایک نواب کی طرح' ایک راجا کے مانند بڑی خوش و خرم زندگی بسر کرتے تھے۔ ہر وقت اعلیٰ قیمتی کپڑے پہنتے تھے۔ جب ان پر گاندھی جی کا اثر پڑا۔ بدیشی کپڑے سب خاکستر کر دیئے۔ معمولی کرتا اور پاجامہ پہننے لگے۔ وسکی تو پہلے خوب پیتے تھے وہ بھی بند کر دیئے۔ پٹنہ کا مشہور صداقت آشرم آپ ہی کی قائم شدہ ہے۔

مولانا محمد علی۔ کہاں شیر کہاں بلّی!

مولانا محمد علی جب علی گڈھ یونیورسٹی کے طالب علم تھے۔ انگریزی میں کافی ہوشیار تھے۔ انکے انگریزی استاد مسٹر ٹپنگ TIPPING محمد علی پر بہت اعلیٰ منصوبے باندھ لئے تھے' لیکن محمد علی اپنے استاد کے منصوبوں پر پانی پھیر کر خلافت میں اور کانگریس میں شریک ہو گئے۔

۱۹۲۱ء میں مہاتما گاندھی' اور علی برادران پٹنہ کے دورہ پر آئے۔ مہاتما جی مظہر الحق کے مہمان رہے۔ اور علی برادران سید محمد کے۔ محمد علی صاحب نے علیگڈھ کے انگریزی استاد اب پٹنہ کالج کے پرنسپل بنکر آئے۔ محمد علی صاحب کا خیال ہوا کہ وہ اپنے پرانے استاد سے مل لیں۔ جب وہ اپنے استاد کے گھر پہنچے تو محمد علی کو دیکھتے ہی مسٹر ٹپنگ آگ بگولہ ہو گئے۔ اور گالی گلوج تک کر دی۔ محمد علی نہایت اطمینان کے ساتھ یہہ سب سنتے رہے اور ہنستے بھی رہے۔ جب استاد بات تک نہ کی تو محمد علی صاحب رخصت چاہی۔

طالب علمی کے زمانہ میں محمد علی شیر کے مانند ہر ایک سے لڑتے جھگڑتے تھے کودتے پھرتے تھے۔ جب پرنسپل صاحب اپنے طالب علم میں یہہ غیر معمولی فرق پایا تو بہت متاثر ہونے اور دوسرے ہی دن محمد علی سے ملنے سید محمد کے گھر پہنچے۔

استاد نے یکایک پوچھ ہی لئے " اے محمد تم شیر تھے اب کیسے بلّی ہو کر رہ گئے" محمد علی نے کہا " یہہ گاندھی جی کی تربیت کا اثر ہے"۔

جب تم کل میرے پاس آئے تو میں غصہ میں آپے سے باہر ہو گیا تھا کیونکہ میں تمہاری ترقی چاہتا تھا۔ تم نے میرے امیدوں کے برخلاف "پرجا سیوا" کی زندگی اختیار کرلی۔ اس غصہ میں میں نے تمہیں چائے تک نہیں دی۔ کل مجھ سے جو غلطی ہو چکی ہے اسکا معافی دینے کے لئے میں اور لیڈی ٹپنگ اب حاضر ہوئے ہیں' تم ہمکو معاف کردو"

اپنے استاد کے یہہ غیر معمولی رویہ سے مولانا صاحب کے آنکھوں سے خوشی کے بوند ٹپکنے لگے۔

"گاندھی کیسے تمہارے لیڈر؟"

ایک مرتبہ لارڈ نارتھ کلف NORTH CLIFF نے سید محمد (نہرو وزارت میں امور خارجہ کے اسٹیٹ منسٹر) سے پوچھے "مسٹر گاندھی سے تمہارا کیا رشتہ ہے"۔ "وہ ہمارے لیڈر رہیں" سید محمد نے جواب دیا۔

یہہ کیسے ہوسکتا ہے؟ گاندھی تو ہندو ہیں اور تم مسلمان ہو؟"

"یور لارڈ شپ! یہہ آپ کیوں بھول رہے ہیں کہ ہم دونوں ہندوستانی ہیں" وہ تمہیں نقصان پہنچائینگے، نقصان پہنچائینگے اور نقصان پہنچائیں گے" لارڈ نارتھ کلف نے تین مرتبہ اپنے الفاظ دہرائے تاکہ اسکا اثر کچھ پڑے۔

میں یقین نہیں کرتا ایسی بڑی زبردست غلطی ہندو بھائی ہم سے کرینگے۔ اگر وہ بہرکیف کربھی دینگے تو میں یہہ سمجھوں گا کہ ایک بڑا بھائی تقسیم جائیداد میں اپنے چھوٹے بھائی کی حق تلفی کر رہا ہے" یہہ سنکر لارڈ نارتھ کلف بیزار ہوئے۔

نیتا جی

نیتاجی سبھاش چندربوس نے اپنی ایک وار کونسل بنائی جسکے سپریم کمانڈر وہ خود تھے۔ انہوں نے گیارہ فوجی افسروں کا ایک وار کونسل بنائی تھی جسمیں پانچ مسلمان آفیسر تھے جنکے نام یہہ ہیں:-

کرنل ایم زیڈ احمد، کیانی، لفٹننٹ کرنل احسان قادر، کرنل عزیز احمد اور کرنل حبیب الرحمان خاں۔

۲۶ ستمبر ۱۹۴۳ء کو سبھاش بابو نے رنگون میں ہند کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کے مزار پر ایک جلسہ کو خطاب کیا۔ انہوں نے کہا عجیب اتفاق ہے بلکہ یہہ تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے۔ ہندوستان کا آخری تاجدار برما میں اور آزاد برما کا آخری تاجدار ہندوستان میں دفن ہیں۔ ہم یہاں کھڑے ہوکر ناقابلِ تسخیر عزم کا اعادہ کرتے ہیں۔ ہماری آزادی کا آخری پروانہ انسانوں کا شہنشاہ تھا شہنشاہوں میں ایک انسان۔ لہذا ہم انسان کے مرقد کے کھڑے ہوکر آزاد ہند کی آواز بلند کرتے ہیں۔ اور ہم جلد اس سرزمین کو آزاد کرائیں گے۔ میں اپنے عزم کو دوبالا کرنے کے لئے بہادر شاہ ظفر کے شعر پر اختتام کرتا ہوں۔

نمازیوں میں بو رہے گی جب تلک ایمان کی
تخت لندن تک چلے گی تیغ ہندوستان کی

یہہ بھی عجیب اتفاق کی بات ہے جس جہاز میں سبھاش بابو سفر کر رہے تھے جسکو حادثہ ہوا تھا اور سبھاش بابو مر گئے اس جہاز میں بریگیڈیر حبیب الرحمان سبھاش بابو کے ساتھ تھے اور سخت زخمی ہوئے۔

سبھاش بابو جب رنگون میں اپنا ایک پھول مالا ہراج کروا رہے تھے تو بولی ہوئی۔ ایک لاکھ - دو لاکھ اور پھر سے ایکدم پانچ لاکھ۔ یہہ پانچ لاکھ روپے بولنے والے رنگون کے کمسٹ (حبیب کمسچرل مالک) حبیب تھے۔ یہہ حبیب آخردم تک سبھاش بابو کے ساتھی رہے اور اپنی ایک کروڑ ملکیت کی تمام کمائی جو زندگی بھر کی کوشش تھی سبھاش بابو کے قدموں پر ڈالدیئے۔

یہہ مسلمانوں کے چند کلمے ہیں جو تحریک آزادی کے داستان بن گئے

غزل

کسی نے دل کے عوض دے کے اختیار مجھے
یہ کائنات کا سونپا ہے کاروبار مجھے
غمِ حیات سے گھبراؤں یہ نہیں ممکن
مزاجِ وقت پہ حاصل ہے اختیار مجھے
ہر ایک چہرہ پہ دھوکہ تمہارے چہرے کا
یہ کس مقام پہ لایا ہے اعتبار مجھے
ہزار جلوے زمانے نے مجھکو دکھلائے
مگر رہا ہے ہمیشہ تمہیں سے پیار مجھے
ہر ایک آنسو میں پوشیدہ اک کہانی ہے
کسی کے غم نے کیا ایسا اشکبار مجھے
میں حالِ ترکِ تعلق کا کیا بیاں کروں
قدم قدم پہ ستاتا یا خیالِ یار مجھے
زمانہ سمجھے گنہگار تو کیا ہوتا ہے
سراج انکے کرم پہ ہے اعتبار مجھے

سراج قادری

دیارِ ہند میں امن و امان کا دور آیا

گیا وہ دور کہ اپنے بھی جب پرائے تھے
سحر کی گود میں بھی تیرگی کے سائے تھے
چمن میں فصل بہاراں کا احترام نہ تھا
بہار میں بھی گلوں کا کوئی مقام نہ تھا
نظر تھی قید تماشا اسیر دام ہوس
دوائے ہوش جو دیتے تھے وہ بھی تھے بے بس
یہ حال دیکھ کے اک آفتاب کی بیٹی
چمن کے صحن میں مہکی گلاب کی بیٹی
نظر میں پیار، جبیں پر وقار آزادی
وجود جس کا ہے خود اعتبار آزادی
نسیم صبح کی رفتار لے کے چمن میں چلی
شمیم گل کی طرح پیار سے چمن میں پلی

قریب جا کے گلوں کا سبب ملال سنیں
بچشم نم سبھی آگے بیان درد کریں
دلاسہ دے کے سسکتی ہوئی بہاروں کو
غضب کی آنکھ سے دیکھا جو خارزاروں کو
مزاج وقت کی ناسازیوں کو ٹھکرا کر
قدم اٹھا جو نئے حوصلے کا شہ پا کر
فساد و قتل کی طاقت کا حوصلہ ٹوٹا
ستم کا ظلم کا ثروت کا حوصلہ ٹوٹا
ہر ایک جھوٹی ریاست کا حوصلہ ٹوٹا
رقابتوں کا شرارت کا حوصلہ ٹوٹا
سکون قلب ملا اطمینان حال کا دور آیا
دیار ہند میں امن و امان کا دور آیا

راز عابدی

محمد رضی الدین معظّم

آندھرا پردیش

ہر ذی شعور اور ذی علم پر سفر کے فوائد واضح ہیں بغیر سفر کے شعور پختہ نہیں ہوتا اور نہ علم کامل۔ انسان جب پیدا ہوتا ہے تو وہ بے حس ہوتا ہے اور اس کو کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ بتدریج اپنے ادراک سے تجربہ حاصل کرتا ہے۔ غالباً حس پہلا ادراک ہے جو اس کو نصیب ہوتا ہے بعد میں ذائقہ اور بصارت اور قوت شامہ۔ ان سے وہ تجربات حاصل کرتا ہے پہلے پہل تو ماں کی گود میں پرورش پاتا ہے بعد میں جب رینگنے لگتا ہے تو مکان کے اندر کا تجربہ اسے حاصل ہوتا ہے جب چلنے لگتا ہے تو مکان کے باہر کی حالت معلوم کرتا ہے اور جب بڑا ہو جاتا ہے اور اس میں قدرت ہوتی ہے تو سفر کرتا ہے یہ جتنا سفر کرتا ہے اتنا ہی طاق ہوتا جاتا ہے

ع بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

سفر سے صرف دوسرے مقامات کا معائنہ نہیں ہوتا بلکہ دوسرے افراد اور اقوام کے عادات و اطوار معلوم ہوتے ہیں۔ سفر سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا کے کسی گوشہ میں جاؤ وہاں ہم جیسے انسان ہی بستے ہیں کھانے پہننے میں محبت میں سب یکساں ہیں صرف ظاہری فرق پایا جاتا ہے تو رنگ، زبان، نسل اور رہن سہن کا۔ اگر انسان سفر کرے اور مختلف لوگوں سے ملے اور انکو سمجھنے لگے تو باہمی نزاع کا خاتمہ اور اتحاد قائم ہو سکتا ہے۔ دنیا میں جو آئے دن جنگ ہوا کرتی ہے وہ موقوف ہو جائے اور بین الاقوامی صلح جس کے لئے بنی نوع انسان کوشاں ہے قائم ہو جائے۔

قیام آندھرا پردیش: سابق ریاست مدراس کے تلگو بولنے والے علاقوں کو ملا کر سنہ ۱۹۵۳ء میں آندھرا اسٹیٹ کا قیام عمل میں لایا گیا تھا اور یہ ہندوستان کی پہلی لسانی ریاست تھی لیکن تین برس بعد ریاستوں کی لسانی تنظیم جدید ہوئی تلنگانہ کے (۹) اضلاع کو ملا کر اسے آندھرا پردیش میں تبدیل کر دیا گیا۔

ریاست آندھرا پردیش اب (۲۳) اضلاعوں پر مشتمل ہے۔ آبادی کے لحاظ سے یہہ ریاست ہندوستان کی چوتھی بڑی ریاست اور بلحاظ رقبہ پانچویں بڑی ریاست ہے، اسکی سرحدات شمال میں مدھیہ پردیش واڑیسہ سے، مشرق میں خلیج بنگال سے جنوب میں مدراس ومیسور سے اور مغرب میں مہاراشٹرا ومیسور سے ملتی ہیں۔ اس کا رقبہ ۱،۰۶۰ ۱۰۶ مربع میل پر اور آبادی تقریباً پانچ کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ ریاست کا رقبہ ہندوستان کے مجموعی رقبہ کے ۴۶.۸ فیصد کے مساوی ہے۔ جہاں تک مواصلاتی نظام کا تعلق ہے یہہ ریاست بڑی کلیدی اہمیت کے حامل ہے۔ کیونکہ دہلی سے ٹریونڈرم تک اور بمبئی سے مدراس تک تمام اہم سڑکیں ریلیں اور ہوائی جہاز اسی راستہ سے ہوکر گزرتے ہیں۔ آندھرا پردیش کو طبعی خصوصیات کے اعتبار سے تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے پہلا حصہ پہاڑی خطہ یعنی رائلسیما کے نلا ملائی اور ایرا ملائی علاقہ اور اضلاع سرکار پر دوسرا حصہ سطح مرتفع یا بلند حصہ یعنی پورے علاقہ تلنگانہ اور مابقی رائلسیما اور تیسرا حصہ ڈیلٹائی خطے اور ضلع نیلور پر مشتمل ہے۔ آندھرا پردیش کی بلند ترین چوٹی چندراگری ہے جو سطح سمندر سے ۴۹۲۰ فٹ، بلند اور بالکل شمالی حصہ میں ہے اس ریاست کے اہم دریا گوداوری کرشنا اور پنیار ہیں جن کی لمبائی علی الترتیب (۹۰۰) (۸۰۰) (۳۷۰) میل ہے اس ریاست کا جنگلاتی علاقہ ایک کروڑ ۴۰ لاکھ ایکڑ پر مسطح ہے۔

تلگو زبان اس ریاست کے عوام کی غالب اکثریت کی زبان ہے اور ہندوستان کی اس زبان کو اسکی شیرنی اور لطافت کے اعتبار سے مشرق کی اطالوی زبان کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ایک قریبی اندازہ کے مطابق تلگو بولنے والے تقریباً زائد از چار کروڑ ہیں۔ وہیں شہر حیدرآباد اور تلنگانہ کے اضلاع میں اردو دوسری سب سے بڑی زبان ہے شہر حیدرآباد تو اردو زبان کے لئے ایک عظیم مرکز ہے۔ آندھرا پردیش کا صدر مقام حیدرآباد ہے۔ یہہ ریاست اپنے خوبصورت قدرتی مناظر شاندار آثار قدیمہ اور قدیم وجدید تہذیب کے حسین امتزاج کی بدولت سیاحوں کے لئے اپنے اندر بے پناہ کشش رکھتی ہے۔ اب ہم سب سے پہلے شہر حیدرآباد چلیں گے۔

شہر حیدرآباد : شہر حیدرآباد کی تاریخ اسکی پرکشش تہذیب کے عوامل وعناصر کی ایک داستان ہے۔ اسکے مکینوں کی اس سے محبت تو فطری ہے لیکن ملک کے دوسرے حصوں سے آنے والے اور بیرونی سیاح بھی اعتراف کرتے ہیں کہ حیدرآباد بڑے ہی سکون کی جگہ ہے یہاں کے پانی میں فرحت بخش مٹھاس ہے۔ شہر حیدرآباد کی عمر دنیا کے قدیم شہروں کے مقابلہ میں زیادہ نہیں تاہم اس نے (۳۹۰) برس ختم کر لئے ہیں۔ سلطان محمد قلی قطب شاہ پنجم نے سنہ ۱۵۹۱ء میں شہر حیدرآباد کی سنگ بنیاد رکھی جہاں اب چارمینار واقع ہے پہلے یہاں موضع چچلم آباد تھا جس میں ممتاز روایات کے مطابق بھاگ متی رہتی تھی اور محمد قلی قطب شاہ والئ گولکنڈہ اسکی محبت میں گرفتار ہوا تو اسکی محبت کی یادگار کے طور پر بھاگ نگر کو بسایا اور بعد کو اس کو حیدر محل کا خطاب عطا کیا تو شہر کا نام بدل کر حیدرآباد رکھدیا گیا۔ محمد قلی قطب شاہ نے سب سے پہلے شہر کے وسط میں چارمینار کا سنگ بنیاد رکھا۔

چارمینار : سیاحوں کے لئے سب سے اولین پرکشش شے چارمینار ہے جس وقت شہر کی بنیاد پڑی تو محمد قلی نے سنہ ۱۵۹۰ء ہی میں پہلے چارمینار کی تعمیر کرائی جو مسجد اور تعزیہ (تابوت) کے شبیہ ہے۔ یہہ مربع عمارت شہر کے عین وسط میں پتھر اور چونے سے بنائی گئی اس کے چاروں رخ چاروں سمات کے موافق قائم کئے گئے ہیں اسکی ہر سمت ۶۰ فٹ عریض اور ۴۲ فٹ بلند ہے وسطی عمارت چار عظیم الشان محراب دار دالانوں پر مشتمل ہے۔ جنکا ارتفاع ۲۴ فٹ اور عرض ۳۰ فٹ ہے ان دروں کے بالمقابل چار بڑی شاہراہیں ہیں۔ اوپر آمد ورفت کے لئے کئی زینے بنے ہیں اور بالائی عمارت دو منزلہ ہے جنکا بیرونی رخ خوشنما محرابوں سے معمور ہے۔ اوپر کے چاروں گوشوں پر چار بلند مینار چار درجوں پر منقسم ہیں اور ہر مینار کا ارتفاع ۸۰ فٹ ہے چاروں میناروں کی بلندی سطح زمین سے ۱۶۰ فٹ ہے۔ عہد قطب شاہی میں اس کی پہلی منزل پر مدرسہ اور دارالاقامہ تھا دوسری منزل پر مسجد اور خزانۂ آب تھا سنہ ۱۸۸۹ء میں اسکی دوسری منزل پر چاروں جانب گھڑیاں نصب کی گئیں خاص تقاریب کے موقعہ پر یہہ عمارت بقعہ نور بن جاتی ہے۔ چارمینار کی مغربی سمت رخ

...ب دلفریب دلکش حسین و رنگین منظر نظر آتا ہے اس
...لاڈ بازار" کہلاتا ہے جہاں ان گنت چوڑی فروش
...ل موہ لیتے ہیں اور سیاح یہاں آکر چوڑیاں خریدتے
...کا ایمبرائڈری ورکس کی بیشتر دکانیں اپنا ایک نیا ڈھنگ
... اس روڈ سے کچھ دور آگے بڑھنے کے بعد شہر حیدرآباد کی
...مسجد چوک" نظر آتی ہے جو محلہ شاہ گنج میں واقع ہے
...خان نامی شخص نے ذاتی صرفہ سے سنہ ۱۸۱۷ء میں تعمیر
...مسجد کا نظارہ رمضان المبارک میں ایک خاص منظر پیش
...کرتی رہتی ہے۔

مکہ مسجد : مکہ مسجد چارمینار کے جنوبی سمت
...یہ عظیم الشان مسجد کی تعمیر سلطان محمد قطب شاہ سادس
...ء میں کرائی اور اسکی تعمیر شہنشاہ اورنگ زیب کے زمانہ میں اختتام
...اس مسجد کی آغاز تعمیر کی نسبت مشہور ہے کہ سلطان محمد قطب شاہ
...کو دعوت عام دے کر فرمایا کہ جس شخص کی نماز قضا نہ ہوئی
...مسجد کا سنگ بنیاد رکھے لیکن ہزارہا حاضرین میں سے کوئی سامنے
...بادشاہ خود یہ کہکر کہ بارہ سال کی عمر سے اس وقت تک
...تہجد بھی کبھی قضا نہ ہوئی ہے اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا
...شان دکھا دیا یہ اس قدر عظیم التربت مسجد ہے کہ بوقت
...ہزار مصلی نماز ادا کر سکتے ہیں مسجد کی عمارت (۲۲۵) فٹ طویل
...عریض اور (۷۵) فٹ بلند ہے بیرونی احاطہ مستطیل وسیع کا
...چبوترہ (۳۶۰) فٹ مربع ہے چھت کے نیچے تین قطاریں پندرہ
...کی ہیں اور ہر قطار کے آخر میں شمالی جنوبی گوشوں پر سو سو فٹ
...مسجد تین دالان در دالان پر مشتمل ہے جن کے اندر (۱۵) اور
...بنی ہیں۔ سامنے کے رخ کے دو مینار اور صدر دروازہ عہد
...کا ہے مسجد کے صحن میں کنارہ پر ایک حوض ہے جس پر وقت
...سے زائد افراد وضو کر سکتے ہیں اس مسجد کے بلند ستون ایک
...ہیں۔ صحن کے ایک حجرے میں موئے مبارک اور دوسرے
میں تبرکات محفوظ ہیں' بادشاہ نے اس مسجد کا تاریخی نام **بیت العتیق** (۱۰۲۳ھ / ۱۶۱۴ء) رکھا تھا لیکن اورنگ زیب کے زمانہ میں اس کا نام مکہ مسجد مشہور ہوگیا بادشاہ نے مکہ معظمہ سے مٹی منگوا کر اس کی اینٹیں بنا کر نصب کرائے تھے چنانچہ وسطی کمان کے اوپر یہ اینٹیں آج بھی ہیں۔

چارکمان : چارمینار کے محاذی چار کمانیں واقع ہیں جسے سلطان قطب شاہ ششم نے بنوایا ہے۔ عام طور پر چاروں کمانیں جلوخانہ شاہی کے نام سے موسوم تھیں آج ان تمام سے پکاری جاتی ہیں۔ شمالی جانب کی مچھلی کمان ' جنوبی جانب کی چارکمان ' مشرقی جانب کالی کمان جہاں جہاں مشہور و معروف گورنمنٹ ہائی اسکول دارالعلوم واقع ہے۔ اور مغربی جانب کمان کے اندر سے شہر کے چاروں طرف چار شاہراہیں ان کمانوں کی بلندی کا یہ حال ہے کہ ایک بلند ترین ہاتھی عماری کے ساتھ بآسانی ان میں سے گذر جاتا ہے۔ چارکمانوں کے عین وسط میں ایک حوض ہے جس کا نظارہ چاروں سمتوں سے ہوتا ہے اس لئے اس کا نام چارسو (طرف) کا حوض تھا کثرت استعمال سے سوکھا حوض مشہور ہوگیا۔ اب یہ گلزار حوض کے نام سے موسوم ہے یہی وجہ ہے کہ آج اسکے اطراف سونے چاندی کا زبردست کاروباری مرکز قائم ہے۔

سالار جنگ میوزیم : موسیٰ ندی کے کنارے سالار جنگ میوزیم عجائبات عالم کا وہ مجموعہ ہے جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے سارے ایشیاء میں بے نظیر ہے۔ اور اس نظر سے کہ یہ ایک شخص کا جمع کردہ عجائب خانہ ہے نواب میر یوسف علی خاں سالار جنگ سوم نے ساری زندگی اپنی دولت نوادرات کے فراہم کرنے میں صرف کر دی اور انکی تنہا کوششوں نے ملک کے لئے ایک ایسا سرمایہ مہیا کر دیا جس پر تاریخ ناز کرتی ہے۔ میوزیم کے ہر شعبہ میں نوادرات کی کثرت انوکھا پن اور دلفریبی دیکھنے والوں کو محو حیرت کر دیتی ہے۔ سالار جنگ میوزیم آندھرا پردیش کے لئے سرمایہ افتخار ہے اور ملک کے لئے عظمت و وقار کا سرمایہ۔ اگر کوئی بھی تحقیق و جستجو سے کام لے تو معلوم ہوگا کہ دنیا میں جتنے بھی میوزیم ہیں

عجائب گھر ہیں وہ سب اجتماعی کوششوں کا نتیجہ ہیں جسمیں حکومت وسربراہان ملکوں کا نمایاں ہاتھ رہا ہے لیکن سالار جنگ میوزیم اس خصوصیت کا حامل ہے جو صرف ایک شخص واحد کے بے نظیر جسارت یعنی عظیم شوق کے باعث ممتاز و معظم ہے۔

قلعہ گولکنڈہ

: کوہ نور کی شہرت کا حامل پرانے پل سے مغربی سمت میں دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ گولکنڈہ حقیقت میں نہایت قدیم قلعہ کا نام ہے۔ یہ قلعہ ایک پہاڑی پر بنا ہوا ہے۔ جو (۴۰۰) فٹ بلند ہے سلطان محمد قلی نے صوبہ دار ہونے کے بعد پتھر چونے سے حصار اور قلعہ سے نیچے حصار کے باہر پہاڑی کے اطراف مکانات اور بازار بنوائے اور ایک مسجد جامع بھی تعمیر کی جو مسجد صفا کے نام سے مشہور ہے اسی مسجد میں سنہ ۹۵۰ھ ۱۵۴۳ء میں میر محمود بخشی نے سلطان قلی قطب شاہ کو بحالت نماز شہید کر دیا۔ پہاڑی پر قلعہ کے اندر شاہی محلات انبار خانے اور اسلحہ خانے کی عمارات اور بارود گولی کے کوٹھے بنے ہوئے تھے جنکے شکستہ آثار اس وقت بھی موجود ہیں۔ محلات کے پہلو میں ایک زمین دوز دروازہ ہے۔ یہاں سے حیدرآباد تک زمین کے نیچے سرنگ کے ذریعہ گوشہ محل تک جانے کے راستے تھے اور ان ہی راستوں سے قطب شاہی بادشاہوں نے حیدرآباد سے گولکنڈہ آیا جایا کرتے تھے۔ قلعہ تاریخی پر فضا اور قابل دید مقام ہے۔

قطب شاہی گنبدیں

: پٹن چرو دروازہ سے ایک ہزار قدم کے فاصلہ پر محصور احاطہ میں شاہان گولکنڈہ کے گنبدیں واقع ہیں۔ فی الحال یہ مقام قطب شاہی گنبدوں کے نام سے مشہور ہے۔ سلطان قلی قطب شاہ نے گنبد کو جس میں وہ مدفون ہیں اپنی زندگی میں ہی تعمیر کرالیا تھا یہ مقبرہ ایک مربع چبوترہ پر بنا ہوا ہے۔ اس گنبد کے اندر تین قبور اور بیرونی چبوترہ پر ۲۱ قبور سنگ سیاہ کی ہیں، شاہان گولکنڈہ کے ان مقبروں کو اس لحاظ سے خاص امتیاز حاصل تھا کہ تمام مقبرے اس قدر متبرک متصور تھے کہ جب کوئی مجرم ان میں داخل ہوتا تو خواہ اس سے کیسا ہی جرم سرزد ہو معاف کر دیا جاتا تھا۔ قطب شاہی زمانے میں یہ گنبد فرش و فانوس سے آراستہ رہتے تھے۔ بادشاہوں کی گنبدوں کے کلس پر بطور نشان امتیاز کے طلال نصب ہوتا تھا اس زمانہ میں ان گنبدوں کے اندر کسی کا گذر مشکل تھا، جب ان کی حالت ابتر ہوتی گئی تو سالار جنگ نے ان کے اطراف حصار بنواکر گنبدوں کی صفائی اور مرمت کرادی آج محکمہ آثار قدیمہ اس کی حفاظت تن دہی سے کرتا ہے سیاحوں کے لئے جو محو حیرت ہے جب انکو یہ دیکھتے ہیں تو انکی نظریں خیرہ ہو جاتی ہیں۔

نہرو زوالوجیکل پارک

: پرانے پل کی جنوبی سمت حیدرآباد کے نہرو زوالوجیکل پارک کا شمار دنیا کے سب سے عظیم اور حسین چڑیا گھروں میں شمار ہوتا ہے جو تین سو ایکڑ رقبہ پر پھیلا ہوا ہے یہاں خندقوں کے ذریعہ حصار بندی کے طریقہ کو اپنا کر جانوروں کو قدرتی ماحول میں رکھا گیا ہے اور مزہ تو یہ ہے ہر دیکھنے والا جھجک قریب سے دیکھکر لطف اندوز ہوتا ہے۔ اس کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اسمیں ایک "پری ہسٹری پارک" کے شعبہ میں دیو ہیکل جانوروں کے ڈھانچے ہیں جو اب بھی اپنی اصلیت ظاہر کرتے ہیں۔ حال میں ایک "لائن سفری پارک" کا اضافہ عمل میں آیا ہے جسمیں شائقین ایک پنجرہ نما گاڑی میں سوار ہوکر ببر کے قریب جاکر اسکا قدرتی ماحول سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ جو ہندوستان اور جنوبی مشرقی ایشیا میں سب سے نمایاں مقام رکھتا ہے۔ اسکے علاوہ یہاں حیات قدیم کا میوزیم اور تاریخی میوزیم، بچوں کی ریل گاڑی سیاحوں کے لئے پرکشش ہیں۔

عثمانیہ یونیورسٹی

: ۱۹۱۷ء میں نظام آف حیدرآباد کے فرمان کے ذریعہ جامعہ عثمانیہ کا قیام ایک عہد آفرین قدم ہے اور اسکی عالیشان عمارت پہلی ہی نظر میں سیاحوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ کیونکہ جدید ہندوستان میں پہلی بار ایک ہندوستانی زبان اردو کو اعلیٰ تعلیم کے حصول کا ذریعہ بنایا گیا تھا۔ بعد میں اردو ذریعہ تعلیم ہونا برخاست ہوگیا۔ اور آج صرف انگریزی میں جوابات دینے کا لزوم ہے۔

فلک نما

: دور آصفیہ کی یہ عمارت بھی تاریخی اہمیت کی حامل ہے سلطان قلی قطب شاہ نے محل "کوہ نور" کے نام سے سہ منزلہ عمارت اس مقام پر تعمیر کی تھی جہاں اب فلک نما ہے جسکو

۔ اس محل کا ہر ایک چیز تفریح طبع کا عمدہ ذریعہ ہے اور صناعی
... یشں کا نمونہ ہے فلک نما پر سے بائیں طرف کو ایک ٹیلے پر کے
... میر عالم کا خوبصورت تالاب نظر آتا ہے اور یہاں سے پورا شہر
... کا منظر دکھائی دیتا ہے۔ گولکنڈہ سے بلارم تک کوئی جگہ نظروں سے
... نہیں رہتی اسکے علاوہ محل کی شاندار بلند خوبصورت عمارت ہے جو
... آباد کی دوسری تمام عمارتوں سے جداگانہ حیثیت رکھتی ہے اس کے
... شاندار اور وسیع کمرے طویل اور عریض شہ نشین اور خوبصورت برج تعمیراتی
... سے خصوصیت کا حامل ہے ایک اور خصوصیت خوشنما حسین آراستگی
... آراستگی میں فرنیچر شیشہ کے آلات فوٹو مصوری اور آرٹ کے
... ونے وغیرہ سیاح کا دل موہ لیتے ہیں بلکہ اس محل کو دیکھنے والا اپنی بھوک
... پیاس تک بھول جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اک پرشاہ مرداں کی تجلی ہے۔

آندھرا پردیش میں سیاحوں کی دلچسپی کے مقامات صرف حیدرآباد ہی تک محدود نہیں بلکہ ساری ریاست میں پھیلے ہوئے ہیں بخوف طوالت ذیل میں کچھ مشہور و معروف مقامات کا تذکرہ پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

بھدراچلم : سری رام چندرجی کے نام کا مندر بھدراچلم گوداوری کے کنارے رام داس جی نے ابوالحسن تانا شاہ کے زمانہ میں بنوایا تھا مشہور ہے کہ سیتا جی کے ہدست ہونے کے بعد رام چندرجی یہاں بھدرا نامی سادھو سے بھینٹ کئے اسی یاد میں یہ مندر تعمیر ہوا اور ہزار ہا یاتری اسکے درشن سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

ہنمکنڈہ : تاریخ میں ہنمکنڈہ کو بھی کافی اہمیت حاصل ہے کیونکہ یہاں کا ہزار ستون کا دیول ایک عظیم الشان نمونہ ہے اس دیول کا بانی راجہ پرولے راج تھا - اس مندر کے ستون نہایت سڈول ہونے کے ساتھ ساتھ اس عظیم الشان مندر کی ... کے ساتھ متناسب ہیں۔ عام منادر کے مقابلہ میں اس مندر کا اندرونی ... وسیع ہے۔ اس کے نقش و نگار سے آراستہ ستون منقش ... دروازے خوشنما جالدار سنگی اوٹ اور ایک ڈالی پتھر کے

تراشیدہ "نندی" قابل دید ہیں۔ سنہ ۱۱۶۲ء میں اسکی تکمیل ہوئی اس مندر کی تعمیر شیو، وشنو اور سوریہ کی پرستش کے لئے ہوئی تھی۔

قلعہ ورنگل : راجہ گنپتی دیوا نے یہاں قلعہ کی تعمیر کی قلعہ کے اندر دو بڑی باؤلیاں ہیں اندرونی باولی سنگی اور بیرونی مٹی کی ہے اسکے چار دروازے ہیں شمالی و جنوبی دروازے بند رہتے ہیں اور مشرقی و مغربی دروازے کھلے ہیں جن کے دونوں طرف بیر کے مجسمے کندہ ہیں اور دروازوں کے دونوں طرف کئی سو گز کی لمبی سیڑھیاں برجوں پر جانے کے لئے بنی ہوئی ہیں۔ قلعہ کے وسط میں ایک نامکمل دیول ہے جو سنگی ستونوں اور تراشیدہ چار دروازوں پر مشتمل ہے۔ قلعہ کے اندر کئی چھوٹے دیول پھیلے ہوئے ہیں یہاں سیاحوں کی نظریں خیرہ ہو جاتی ہیں۔

رامپّا تالاب : ورنگل میں رامپّا کا تالاب خاص طور پر قابل دید ہے اس کا مندر بھی ہے جو دیول رامپا کہلاتا ہے اس میں ایک حجرہ ہے جس میں دیوی رکھی ہے اسکے سامنے ان گنت ستونوں کا وسیع دالان ہے اسکی خصوصیت یہ ہے کہ ستونوں کے بالائی گوشوں سے مورتیاں نکل کر مندر کی چھت کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ دیکھنے والے محو حیرت بن جاتے ہیں۔

لکشمی نرسمہوا سوامی بھونگیر کا مندر ۔ یہ بھونگیر کے موضع یادگار پلی میں ایک مرتفع پہاڑ پر واقع ہے جہاں کئی دھرم شالے ہیں یہاں ایک مدرسہ بھی ہے اسکے سالانہ جاترا کے موقع پر زائرین کے لئے مندر کی جانب سے مفت کھانے کا انتظام ہوتا ہے۔

مندر جوتکور : شنکر پلی ۲۳ میل شمالی جانب ایک تراشا ہوا خوبصورت مندر ہے جس کے تعمیر کی خوبی یہ ہے کہ اوپر کے پتھر کے سِل میں ایک چھوٹا سا موسل بنا کر نیچے کے پتھر میں اسی کے برابر اوکھلی میں موسل بٹھا کر پوری عمارت کی تعمیر چونے کی بندش کے بغیر کی گئی ہے، جو دیکھنے کے قابل ہے۔

مندر گھنپور : میدک سے ۹ میل جنوب

مغربی سمت لگایت فرلنگ کے دو مندر ہیں آمیں نندی کا مجسمہ ہے یہ راجیشور مندر اور اگیشور سوامی مندر کے نام سے منسوب ہیں۔ قابلِ دید ہے۔

مسجد کوماٹور: میدک سے ۲ میل کے فاصلہ پر ایک نفیس مسجد مصفا پتھر کی چونا کی بندش کے بغیر پتھر کی سِل پر سِل رکھکر تعمیر کی گئی ہے قابلِ دید ہے۔

مندر ناگ سال پلی: میدک سے سات میل دو مانجرا ندی کے کنارے چٹان کے پہلو میں ایک غار ہے جسمیں ڈاگما دیوی کی مورتی ہے شیوراتری کے موقع پر ہزار ہا یاتری اس کے درشن کرتے ہیں۔

کلیگور: ضلع میدک کے اس قصبہ میں چھ مندر ہیں جسمیں ایک کاشی ناتھ کا مندر ہے جو سنگراشی و گلکاری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ یہاں سے تھوڑی دور پر ایک چبوترہ ہے جسکی سنگی چھت آٹھ ستونوں پر کھڑی ہے۔

سری سیلم: یہ ضلع کرنول میں دریائے کرشنا کے جنوبی ساحل پر رشبا نامی پہاڑی پر ایک مشہور مندر ہے جو شیواجی سے منسوب ہے یہ ویدوں کے زمانہ سے پہلے قائم تھے اس میں ملک ارجن سوامی کا تب خود ساختہ تصور کیا جاتا ہے اس کی تعمیر کاکتیہ خاندان کے عظیم حکمرانوں کی سرپرستی سے ہوئی تھی۔

تروپتی: ضلع چتور کے چندراگری تعلقہ میں تروپتی ایک اور مشہور مندر ہے کہا جاتا ہے کہ تروپتی کا یہ مندر ہندوستان کے قدیم مندروں میں سے ایک ہے ہندوؤں کے پرانوں اور شاستروں میں اس مندر کی تعریف ملتی ہے کہا جاتا ہے کہ اس مندر کے دیوتا شری وینکٹشور اسوامی کی پوجا ہی کسی زائر کو مکمل نجات ملتی ہے عہد عتیق میں سادتھ انڈیا کے پلوا چولہ اور پانڈیا راجاؤں کی سرپرستی حاصل تھی۔ یہ مندر دراصل سات چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کا مجموعہ ہے یہ پہاڑیاں پرانوں کی روایت کے مطابق ناگ دیوتا آدی شیش کا جسم کہلاتی ہیں جس پر محافظ عالم دیوتا وشنو جی نے آرام کیا تھا ان پہاڑیوں کی چوٹیاں ناگ دیوتا شری آدی شیش کے سات پھن تصور ہیں جن پر دنکٹ چلتی محو رقص ہیں۔ یہ سب کا زبردست توجہ کا مرکز ہے زائرین کا عقیدہ ہے کہ اس کے درشن سے دلی مرادیں برآتی ہیں اور خطرات و آفات سے محفوظ رہتے ہیں۔

لیپاکشی: ہندوپور ریلوے اسٹیشن سے ... کے فاصلے پر لیپاکشی ایک چھوٹا سا خوبصورت مندر ہے وجیانگر ... کا یہ خوبصورت مندر اپنی نوعیت کے اعتبار سے منفرد اور سیاحوں کی توجہ کا مرکز ہے۔ یہاں شیو اور وشنو ایک جگہ ہیں اسکی تراش خراش دیدہ زیب ہے یہاں ایک عظیم الشان بیل کا مجسمہ ہے جو بیس فٹ اونچا اور ۲۷ فٹ لمبا ہے۔

وجئے واڑہ: یہاں بھی سیاحوں کے لئے دلچسپی کا نیا مرکز قائم ہوگیا ہے جو گاندھی کا حسین مجسمہ نصب ہے اور جہاں آواز اور روشنی کے پروگرام پیش ہوتے ہیں۔ یہاں کا کنکا درگا مندر بھی سیاحوں کے لئے توجہ کا مرکز ہے اسکے علاوہ کرشنا بیاریج دیکھنے کے قابل ہے۔

بندرگاہ وشاکھاپٹنم: یہ بندرگاہ بھی بھارت کی قدرتی بندرگاہ ہے جو ریل و ہوائی جہاز کے ذریعہ دوسرے شہروں سے مربوط ہے آج کل یہ اہم اور صنعتی مرکز بنتا جا رہا ہے اور برآمداتی تجارت کے لئے کافی پیش رفت ہو رہی ہے ہندوستان شپ یارڈ آئیل ریفائنری اور آندھرا یونیورسٹی کے باعث اسکی رونق اور چہل پہل خوب بڑھ گئی ہے اور سیاحوں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے اس کا ساحل بہت ہی خوبصورت ہے اس سے ۱۶ کلومیٹر دور اراکو وادی اپنے حسین و جمیل مناظر کے لئے خوب شہرت رکھتی ہے۔

ھارسلی ھل اسٹیشن: آندھرا پردیش میں ایک چھوٹا سا لیکن نہایت ہی دیدہ زیب فرحت بخش حسین و جمیل ہل اسٹیشن ہارسلی ہلز واقع ہے جسکی وادیاں پُرفضا اور خوش منظر ہیں جو مدن پلی سے ۱۵ کلو میٹر پر واقع ہے یہاں سیاح گرمیاں گذارنے آتے ہیں اور جنت کے تصور میں کھو جاتے ہیں۔

الغرض آندھرا پردیش اتنی وسیع تاریخی ریاست ہے کہ اس میں بے پناہ تاریخی مقامات مشہور قلعہ جات، فن تعمیر کے نادر نمونے

غزل

ڈاکٹر نریش

[illegible] کو سیئے صاحب
[illegible] ہو تو دیکھئے صاحب

دیر تک ہونٹ آپ نے سی دیں گے
تلخ ہے سچ نہ بولیئے صاحب

[illegible]ت کو بہت ہے دیدۂ تر
[illegible] نہ دامن بھگوئیے صاحب

دل اب ایسا جنوں پسند نہیں
بے سبب اب نہ روٹھیئے صاحب

آج تازہ ہوا کا خدشہ ہے
آج کھڑکی نہ کھولیئے صاحب

دورِ حاضر میں خود وفا کی نریش
خودکشی کی نہ سوچیئے صاحب

[illegible]اشب گھر قدرتی مناظر بڑے بڑے دریا خوبصورت آبشار ہر مذہب کی عبادت گاہوں سے مالا مال ہے اپنے اس مختصر سے [illegible] میں ہر ایک کی تفصیل بیان کرنا ممکن نہیں سیاحت یا [illegible]ازم ایک اہم صنعت ہے جسکے ذریعہ کافی زرمبادلہ حاصل ہوتا ہے اس طرح آندھرا پردیش واقعی سیاحوں کے لئے ایک جنت ہے [illegible] دیکھکر دل ہرگز نہیں بھرتا اور سیاح اس جنت کو چھوڑنے پر ہمیشہ ملول رہتے ہیں۔

حکومت آندھرا پردیش عموماً اور محکمۂ سیاحت [illegible] اطلاعات و تعلقات عامہ خصوصاً سیاحوں کو ہر ممکنہ امداد [illegible] پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے ●●

قومی یکجہتی

معین فیاضی

یہ ہے میرا وطن
میرا ہندوستان
اس میں مسجد بھی ہے
کلیسا کے مینار بھی ظوفشاں
اس میں مندر بھی ہے
گردوارہ بھی ہے
اس میں ناقوس بھی ہے
اذاں کی صدائیں بھی ہیں
لوگ مائل بہ رب ہو رہے ہیں
اس میں گھنٹے کی آواز بھی ہے
گردوارہ بھی وحدت کے گن گا رہا ہے
سب کا مقصد ہے اک
سب کی منزل بھی یکساں - یہاں
سب کے سب پر خدا کی محبت کا یکساں اثر
ایسے ماحول میں
سب ہیں پیارے مجھے
ان کی انسانیت سے عبارت رہا
یہ معینؔ کی دعا ہے
یہ وطن میرا ہندوستان
شاد آباد رہے
اور یہ ہم وطن
سراپا شانتی رہے
امن کی
پیار کی

اردو ادب میں آج بھی ادبی لطائف خصوصی توجہ کے محتاج ہیں یوں تو ادبی لطائف کا آغاز بیسویں صدی کی ابتداء ہی سے شروع ہوچکا تھا، ضمنی طور پر خواجہ الطاف حسین حالی اور محمد حسین آزاد نے اپنی شاہکار تصانیف "آب حیات" اور "یادگار حالی" میں کچھ لطائف جمع کئے تھے اس کے بعد عبدالباری آسی نے اپنی تصنیف "خندۂ گل" میں کچھ ظریف شعراء کے لطائف کو یکجا کر کے شائع کیا تھا۔ نریش کمار شاد مرحوم کافی عرصہ تک ہند و پاک کے مقتدر رسائل میں مختلف شعراء اور ادبا کے لطائف جب تک وہ بقید حیات تھے لطائف شائع کراتے رہے۔

علامہ اقبال کا جشن صد سالہ سالگرہ پوری دنیا میں دھوم دھام سے منایا گیا۔ علامہ اقبال کی شخصیت اور شاعری پر کئی کتابیں لکھی گئیں اور علامہ کے فن کو نئے نئے زاویوں سے پرکھا جا رہا ہے۔ میں اب ذیل میں علامہ اقبال کے کچھ لطائف درج کر رہی ہوں۔

وطن کی بہنیں

علامہ اقبال کے ہاں مولوی انشاء اللہ خاں مدیر "اخبار وطن" یا جایا کرتے تھے ان دنوں ڈاکٹر صاحب انار کلی میں قیام فرما تھے۔ انار کلی میں کشمیری طوائفیں بھی رہتی تھیں۔ میونسپلٹی نے طوائفوں کے لئے دوسری جگہ تجویز کی اور انہیں وہاں سے اٹھوا دیا گیا اس زمانے میں مولوی انشاء اللہ صاحب کئی مرتبہ ڈاکٹر صاحب سے ملنے گئے آئے لیکن ہر مرتبہ یہی معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب باہر گئے ہوئے ہیں۔ اتفاق سے ایک دن جب مولوی صاحب آئے تب ڈاکٹر صاحب گھر پر موجود تھے مولوی صاحب نے پوچھا

جب سے طوائفیں انار کلی سے اٹھوا دی گئی ہیں آپ کا دل بھی یہاں نہیں لگتا ہے تو ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا

"مولوی صاحب آخر وہ بھی تو وطن کی بہنیں ہیں"۔

میموں کا سایہ

شیخ محمد حبیب اللہ سیدن پور ضلع بارہ بنکی یو۔پی کے معروف و مشہور تعلقہ دار تھے اور اودھ کے دوسرے تعلقہ داروں کی طرح زیادہ تر لکھنؤ میں رہا کرتے تھے ان دنوں بچوں کی ولایت بھیج کر تعلیم حاصل کرانا بڑے فخر کی بات سمجھی جاتی تھی چنانچہ علی بہادر بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ عالم کم سنی میں لندن بھیج دئے گئے آٹھ سال کی عمر میں لندن جانا اور پورے پندرہ سال بعد وہاں سے وطن واپس ہوئے۔ اس زمانے میں پندرہ سال کا عرصہ بڑی غیر معمولی بات تھی سوجھ بوجھ کے ساتھ سیاسیات میں حصہ لینا بھی شروع کیا جب وہ مسلم لیگ کے کارکن کی حیثیت سے لاہور آئے اور ڈاکٹر اقبال سے بطور خاص ملاقات کی

تو ڈاکٹر صاحب نے ان سے دریافت کیا

"کیوں بھئی ولایت ہو آئے"

اس کے جواب میں وہ فخریہ انداز میں بولے۔

"جی ہاں میں تو آٹھ سال کی عمر ہی میں انگلینڈ چلا گیا تھا"

اس جواب کو سن کر ڈاکٹر صاحب کی رگ ظرافت پھڑک اٹھی اور وہ یک لخت یوں بول اٹھے۔

"پھر آپ کو یوں کہنا چاہیئے۔

"میموں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں"۔

تہذیب کا پیمانہ

ایک مرتبہ تہذیب و تمدن کے متعلق باتیں ہو رہی تھیں ایک شخص نے کہا تہذیب بڑی نمایاں ترقی کر رہی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا ذرا مجھے بھی تو بتائیے کہ آپ نے تہذیب کو کس پیمانے سے ناپ کے یہ معلوم کیا ہے کہ وہ برابر ترقی کرتی جا رہی ہے۔ اگر آپ کے پاس تہذیب کو ناپنے کا کوئی پیمانہ نہیں تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ دور حاضر میں تہذیب رو بہ تنزل ہے۔

شاعر کی آنکھیں

ایک مرتبہ فقیر وحید الدین نے زمانہ کی قدر شناسی کا ذکر کیا اور کہا کہ لوگ اپنے ملک کے بڑے بڑے شاعروں قومی رہنماؤں اور عظیم المرتبت انسانوں کی زندگی میں ان کی قدر نہیں کرتے ڈاکٹر صاحب اس سوال سے بہت متاثر ہوئے اور کسی قدر تامل کے بعد فرمایا تم غور کرو تو معلوم ہوگا کہ جب شاعر کی آنکھیں کھلی ہوئی ہوتی ہیں تو دنیا کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں اور جب شاعر کی آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہو جاتی ہیں تو دنیا کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور وہ صدیوں تک اسکی تعریف و توصیف کے گیت گاتی رہتی ہے۔

کُتّے

سید واجد علی کو کتے پالنے کا بڑا شوق تھا ایک مرتبہ فقیر وحید الدین صاحب سید واجد علی کے ساتھ علامہ اقبال سے ملنے انکی کار میں آئے۔ کار میں واجد علی صاحب کے کُتّے بھی تھے۔ اور

وہ ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کرنے اندر چلے گئے اور کتوں کو کار ہی میں چھوڑ آئے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد علامہ اقبال کی بیٹی منیرہ دوڑتی ہوئی آئی اور کہنے لگی

"ابا جان موٹر میں کتے آئے ہیں"

ڈاکٹر اقبال واجد علی صاحب اور فقیر وحید الدین صاحب کو دیکھ کر کہنے لگے

"نہیں بیٹا یہ تو آدمی ہیں"

کاڈیور آئل

لارڈ کچنر جو ایک زمانہ میں ہند کا کمانڈران چیف تھا وہ بڑے مشہور برطانوی جرنیلوں میں سے تھا۔ پہلی عالمگیر جنگ کے دوران وہ ڈوب چکا تھا جس طرح آج ہٹلر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ زندہ ہے اور دنیا کے سامنے آنے کے لئے مناسب موقع کا منتظر ہے اسی طرح کچنر کے متعلق بھی یہ افسانہ تراشا گیا تھا کہ وہ ڈوبا نہیں زندہ ہے۔

ڈاکٹر اقبال ایک روز والد بزرگوار کے ساتھ محو گفتگو تھے اتنے میں ایک خوش فکر بزرگوار نے کہا۔

"سنا ہے کچنر زندہ ہو گیا ہے"

تب ڈاکٹر اقبال نے یک لخت جواب دیا، ممکن ہے کاڈیور آئل کی صورت میں آگیا ہو۔

بیاڈ پوئٹری

۱۹۱۸ء کا ذکر ہے کہ گورنمنٹ کالج لاہور میں ایک مزاحیہ مشاعرہ ہوا۔ ڈاکٹر محمد اقبال صدر مشاعرہ تھے۔ اس مشاعرہ کی خصوصیت یہ تھی کہ سنجیدہ اور فکر آمیز شاعری کی بجائے بے تکلفانہ انداز میں ظرافت آمیز شاعری سے سامعین کی تواضع کی جائے۔ ریاض قریشی صاحب اس وقت ایف۔ اے کے طالب علم تھے۔ وہ مہری چند اختر مرحوم کی ایک نظم پر پیروڈی کہہ لائے۔ اور انہوں نے اسٹیج پر اس انداز کے شعر پڑھے۔

کہا تھوڑی سی ہے پی لوں کہا تھوڑی سی ہے پی لو
کہا قرآن کا ڈر ہے کہا قرآن تو ہوگا

کہا میں جھوٹ بھی بولوں کہا تم جھوٹ بھی بولو
کہا ایمان کا ڈر ہے کہا ایمان تو ہوگا

ان اشعار نے مشاعرہ گاہ کو دیوار قہقہہ بنا دیا لوگ ہنسی کے مارے لوٹے جا رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے ریاض قریشی کو BAD POETRY کا پہلا انعام مرحمت فرمایا۔ ●●

وقت بے وقت آزمانا کیا
ہم کو سمجھا نہیں زمانا کیا

برق کچھ تو رکھے وقار اپنا
چار تنکوں کا آشیانا کیا

ذکر رخسار کے مقابل میں
پھول کیا پھول کا فسانا کیا

آنکھ والوں کے سامنے آؤ
آنکھ سے چھپ کے آزمانا کیا

ضبط غم کے طریقے اور بھی ہیں
یہ کچھ ضروری ہے مسکرانا کیا

چشم گل میں ہیں شبنمی آنسو
سن لیا ہے مرا فسانہ کیا

جاگ اٹھا ہے شعور سجدہ شکیل
آگیا اس کا آستانا کیا

لیلیٰ لکھنوی

آج بڑے بڑے انکشافات ہو رہے تھے۔ وہ راز جو اندھیرے اور بند کمروں اور گرمیوں کی تپتی چھتوں پر چوری چوری ہوتے تھے ایک ایک کر کے روز روشن کی طرح عیاں ہو رہے تھے۔ گھر بھر میں کھلبلی سی مچ گئی ــــ لیکن شیداں کی نگاہوں میں اس لمحے بھی کسی قسم کی شرمندگی یا ندامت کا دور دور تک کہیں گذر نہ تھا۔ وہ ہمیشہ کی طرح بے حیائی سے آنکھوں میں آنکھیں ڈالے گھر بھر کے سامنے کھڑی تھی جیسے جو کچھ ہوا تھا وہ آج بھی وہی سب کچھ تھا جو موقع ملنے پر آئے دن چھپ چھپ کر ہوا کرتا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ پہلے گھر والوں کی لاعلمی میں یہی سب ہوتا تھا اور آج وہ اُن کے علم میں تھا۔ ورنہ واقعہ کی نوعیت میں کوئی خصوصیت یا اہمیت نہ تھی۔

شادی کا نیا سرخ جوڑا جگہ جگہ سے مسکا ہوا تھا اور اس کے اندر سے اس کا سپردِ قرار لوٹ لینے والا حسن اور پتلی کمر کی دلربائی صاف نظر آ رہی تھی۔ وہ ڈھٹائی کے ساتھ سینہ تانے کھڑی تھی جیسے کوئی بڑا معرکہ فتح کر کے آئی تھی۔ [illegible] سے اس کا سارا بدن اور

فضا بوجھل ہو رہی تھی۔ گہرے سانولے چہرے پر روپہلی و سنہری افشاں بے ترتیبی سے بکھری ہوئی تھی جس کو رات میں بڑی فن کاری کے ساتھ اس کی مانگ، پیشانی اور آنکھوں کے پپوٹوں پر لگایا گیا تھا۔

سسرال سے شیداں کی اچانک آمد اور اس کی ساس کی مختصر سی تحریر نے گھر کے ماحول میں عجب سنسنی سی پیدا کر دی تھی۔ ہر ایک کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ بیگم رضا نے لرزتے ہاتھوں اور ڈبڈبائی آنکھوں سے وہ خط پڑھا۔

مجھے یہ لکھتے ہوئے سخت شرمندگی اور ندامت ہے کہ جس لڑکی کو ہم بڑے ارمانوں سے اپنے گھر کی زینت اور عزت سمجھ کر اپنی بیٹی کی طرح لائے تھے وہ اس گھر میں قدم رکھنے سے قبل اپنی عصمت اور آبرو کھو چکی تھی ہم لوگ غریب ضرور ہیں مگر اس بے عزتی اور ذلت کو ہمارا بیٹا اور ہم برداشت نہیں کر سکتے ہیں۔ لہٰذا شیداں کو واپس بھیج رہی ہوں۔ طلاق نامہ مع جہیز کے شام تک آپ کے یہاں پہنچ جائے گا۔

بیگم رضا سکتے کے عالم میں خط کی عبارت کو بار بار پڑھ رہی

تھیں۔ ان کے چہرے پر ایک رنگ آتا تھا اور ایک رنگ جاتا تھا انہیں یہ کبھی وہم وگمان بھی نہ تھا کہ جس یتیم و اسیر لڑکی کو انہوں نے اس قدر محبت وخلوص سے پالا وپرورش کیا اور تعلیم دلائی وہ لڑکی ان کی اور ان کے خاندان کی رسوائی اور بدنامی کا باعث ثابت ہوگی۔ یاس حسرت سے کھڑی شمی بوا نے فقرہ کسا۔ آج وہ شیداں سے جنم جنم کے بدلے لینا چاہتی تھیں اور یہ موقع تو بہترین تھا۔

" ارے بیگم صاحب! مجھے تو پہلے ہی اس کے طور طریق دیکھکر شک تھا کہ یہ ایک نہ ایک دن کوئی گل ضرور کھلائے گی۔ ہائے ایسی بے عزتی کرنے سے پہلے یہ نامراد مرکیوں نہ گئی؟ ایسی عبادت گزار اور نیک ماں کی ایسی بدکار اولاد! جب دیکھو جب آئینے کے سامنے کھڑی بن سنور رہی ہے۔ گالوں پر پاؤڈر اور کریم تھوپ رہی ہے۔ صبح سے شام تک فلمی عاشقیہ گانے گا رہی ہے۔ بھلا یہ شریف لڑکیوں کے چلن ہیں؟ جب بڑے سرکار کے کانوں تک یہ خبر جائے گی تو اس کی ہڈی پسلی کا سرمہ بنا دیں گے۔ اتنے ذی مرتبہ گھر پر کلنک کا ٹیکا لگا دیا حرافہ نے۔"

یہ حقیقت تھی کتنے چاہ و پیار سے بیگم رضا نے شیداں کی شادی کے موقع پر دینے کے لئے ایک سے ایک کپڑے سلوائے تھے' اس کی پسند کے زیورات خریدے تھے جن کو دیکھ کر وہ کھل اٹھی تھی۔ بار بار وہ ایک ایک زیور کو اٹھا اٹھا کر دیکھتی اور کہتی " ہائے اللہ کتنے پیارے ہیں" پھر اس کی التجائیں اس کی آنکھوں میں سمٹ آتیں۔ " اللہ بی بی..... جھمکے ابھی پہننے کے لئے دیدیجئے۔" بیگم رضا کا دل پسیج جاتا " تیری شادی پر دینے کے لئے بنوائے ہیں ابھی سے پہنکر خراب کردے گی۔" اور وہ اُن کے قدموں سے چمٹ جاتی ——— " بی بی سچ کہتی ہوں اپنی جان سے زیادہ خیال رکھوں گی کیا ممکن جو خراب ہوں" اور اس نے ان کے جواب کا انتظار کئے بغیر جھٹ جھمکے سرخ کیس میں سے نکال کر کانوں میں پہن لیے اس دن وہ جڑاؤ چمکتے جھمکے پہنے بڑی شان اور عشوہ ادائی کے ساتھ گھر بھر میں اتراتی پھری۔ بار بار آئینے میں اپنا چہرہ دیکھ دیکھ کر مسکراتی رہی جس کو دیکھ کر شمی بوا نے جل کر کہا تھا " یہ لڑکی کچھ کرکے رہے گی بھلا یہ شریفوں کے چلن ہیں" ——— اور اس نے ان کا فقرہ سن کر تپ کر تڑاخ سے جواب دیا تھا۔

" اے شمی بوا ذرا اپنی زبان کو لگام دو ورنہ پھر میں بھی ایسی کھری کھری سناؤں گی کہ تمہیں چھٹی کا دودھ یاد آجائے گا بہت زبان نہ چلاؤ" اگر درمیان میں بیگم رضا بیچ بچاؤ نہ کرتیں تو لڑائی بہت طول پکڑ لیتی وہ گھر بھر کی چہیتی اور منہ چڑھی تھی۔ کیا بڑے سرکار اور کیا شاہد بھیا۔ اس میں اثر انداز ہونے کی بڑی قدرت تھی۔ اپنی نفاست پسندی' سلیقہ مندی اور پھرتیلے پن سے اس نے سب کا دل جیت لیا تھا۔ جیسے وہ ایک سحر تھی جو ہر فرد پر مسلط تھا ——— کیا اپنے کیا غیر سبھی اس کی زلف کے اسیر تھے۔

اسکول کی واپسی پر وہ ہرنی کی طرح چوکڑیاں بھرتی پھرتی کبھی بیگم رضا کے کمرے کی صفائی کرتی' کبھی بڑے سرکار کے اور کبھی شاہد بھیا کے۔ کیا ممکن تھا کسی شے پر گرد نظر آجائے' کسی کمرے میں کوئی چیز ادھر ادھر پڑی ہو یا پھول دان خالی ہوں۔ گھر میں جب دعوتیں ہوتی تھیں تو ان کا سارا انتظام شیداں کے سپرد ہوتا۔ ایک سے ایک وہ مختلف کھانے بنانے میں ماہر تھی۔ ایک بار جب بیگم رضا کو ٹائیفائیڈ ہوگیا تھا تو شیداں نے ساری رات جاگ جاگ کر سحر کردی تھی۔ وہ بت کی طرح اُن کے سرہانے بیٹھی ان کی صحت کی دعائیں کیا کرتی تھیں لیکن اسی دوران ایک رات وہ خود ایسی پڑی کہ دو دن تک پلنگ سے اٹھ نہ سکی' نہ بخار تھا نہ کوئی مرض بس پڑے پڑے کراہتی رہتی۔ صبح بیگم رضا کو شیداں کے اچانک بیمار ہوجانے کی خبر ملی لیکن خود اُن میں اتنی سکت نہ تھی کہ وہ اس کے کمرے میں جاکر اس کا حال پوچھیں بس ہر ایک سے کہتی تھیں " کیا ہوگیا ہے شیداں کو ابھی شام تو اچھی بھلی تھی۔ شاید میری تیمارداری کی مسلسل جاگ نے اسے بیمار کردیا " اُن کے بے حد اصرار سے بڑے سرکار اس کے کمرے میں اُسے دیکھنے گئے تھے ——— شاہد تو ہر وقت اس کے کمرے کے چکر لگاتے تھے۔

کچھ دن بعد بیگم رضا رو بصحت ہوگئیں اور شیداں حسب معمول گھر کا کام کاج کرنے لگی لیکن اب اس میں ایک زبردست تغیر آگیا تھا ——— اس

کا سر سے ڈوپٹہ سرک کر گلے کا ہار بن گیا' اس کے جسم کے مخصوص حصے بڑی بے حیائی سے دعوتِ نظارہ دینے لگے۔ اسے اب کسی کا نہ لحاظ تھا اور نہ پاس خواہ وہ بڑے سرکار ہوں یا شاہد۔ وہ اُن سب کے سامنے سینہ تان کر چلتی، ہنسی مذاق کرتی، گنگناتی اور اٹھلاتی پھرتی ——— شرم و حیا کے بجائے اس کے چہرے پر شادمانی اور خوشی کی چمک دمک ہوتی۔ وہ شاہد کی بات بات پر قہقہے لگاتی۔ وہ اُن کے صرف ایک اشارے کی منتظر رہتی کہ وہ کب اس کو کسی کام کے لئے آواز دیں اور وہ وہاں پہنچ جائے اور پھر وہی بے فکری کے قہقہے! لیکن یہ شوخ و شریر قہقہے بڑے سرکار کے کمرے میں نہیں سنائی دیتے تھے وہاں صرف سرگوشیاں ہوتی تھیں

ان حالات سے مجبور ہوکر بیگم رضا جلد از جلد شیداں کی شادی کر دینا چاہتی تھیں لیکن وہ جب بھی بڑے سرکار سے کسی پیغام کے بارے میں ذکر کرتیں تو وہ اس لڑکے میں پچاسوں عیب نکال دیتے اور کہتے "آخر بیٹھے بٹھائے تمہیں اس کی شادی کی اس قدر کیوں فکر لاحق ہوگئی ہے ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے؟ اور پھر مجھے تمہارا بھی خیال ہے شیداں کی شادی کے بعد تمہیں اس کے بغیر بہت تکلیف ہوجائے گی۔"

تو کیا میں اپنی راحت کے لئے اسے زندگی بھر بٹھائے رکھوں گی مجھے شاہد کے ساتھ اس کا اس طرح ہنسنا بولنا پسند نہیں۔" جس کو سن کر بڑے سرکار کے چہرے پر فکر و پریشانی چھا جاتی۔

آخر ایک دن بیگم رضا نے بیشمار پیغامات میں سے حامد کو شیداں کے لئے منتخب کر ہی لیا۔ لڑکا تعلیم یافتہ تھا' برسرِ روزگار تھا اور خاندانی تھا۔ رخصتی کے وقت بیگم رضا شیداں کے ساتھ ساتھ روئیں بھی لیکن پھر بھی انہیں خوشی تھی کہ ایک یتیم لڑکی کے فرض سے وہ ادا ہوگئی تھیں۔ یتیموں کے ساتھ سلوک کرنا بہت عظیم کارِ خیر ہے۔ لیکن دوسرے دن صبح شیداں کی اچانک آمد اور اس کی ساس کے خط نے ان کی ساری خوشی خاک میں ملادی۔ انہوں نے کانپتی آواز میں شیداں سے پوچھا "کون تھا وہ جس نے تمہاری آبرو لوٹی تھی؟ لیکن وہ پتھر کی طرح ساکت اُن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑی رہی۔

بولتی کیوں نہیں؟ کیا اسی دن کے لئے میں نے تیری پرورش کی تھی بیٹیوں جیسا پیار دیا تھا۔ کبھی تجھے یتیمی کا احساس نہ ہونے دیا کبھی تیرا دل نہ دکھایا۔ کیا یہی میرا صلہ تھا؟ جس کے جواب میں وہ بچوں کی طرح چیخیں مار کر رو پڑی۔ زندگی میں پہلی بار بیگم رضا کا ہاتھ اٹھا اور شیداں کے چہرے کو گلنار کر گیا۔

"شیداں تجھے اپنی مرحومہ ماں کی قسم بتا وہ لٹیرا کون تھا؟"

زمین پر سسکتی شیداں نے گھٹی گھٹی آواز میں رُک رُک کر کہا ———

"بڑے ——— سرکار" ———

بیگم رضا کے چہرے پر مردنی چھا گئی' سر جھک گیا۔ ایک لمحے کے لئے انہیں اپنا دل رکتے ہوئے محسوس ہوا جیسے اب غم سہنے کا حوصلہ نہیں رہا تھا۔ سارا ماحول بجھا بجھا سا سوگوار سا لگنے لگا۔ شیداں کے الفاظ کھولتے ہوئے لاوے کی طرح آتش فشاں دہانے سے بہہ نکلے جنہوں نے آن کی آن میں اُن کے وقار کے نام و نشان کو جلاکر راکھ کر دیا۔ عہدِ رفتہ کی یادوں نے سر اٹھایا انہیں اپنے دل میں کسک سی محسوس ہوئی۔ بڑے سرکار جو فراغت' ذہنی و جسمانی راحت کی زندگی گزارنے کے عادی تھے۔ اپنی ساری عمر دنیا جہاں کی عورتوں کو دادِ عیش دیتے رہے تھے' وہ اُن مردوں میں سے نہیں تھے جو ایک عورت پر صبر و قناعت کرتے ہیں۔ بڑے سرکار دل' دل لگی کے لئے لگاتے تھے ساتھ دینے کے لئے نہیں ——— لیکن بیگم رضا کا خیال تھا کہ عمر کے ساتھ ان کا ہرجائی پن جاتا رہا تھا اور وہ اب بے حد پرہیزگار اور عبادت گزار ہوگئے تھے لیکن آج کے انکشاف سے اُن کے اوسان خطا ہوگئے، مگر انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ "شیداں میں کلام پاک کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ تیری آبرو کی قیمت بڑے سرکار کو ادا کرنی ہی پڑے گی اور انہیں تجھ سے نکاح کرنا ہی ہوگا ورنہ اب میں اس دہلیز کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دونگی۔" ●●

اختر شاہجہاں پوری

۲۰ نکاتی پروگرام

نورِ سحر ہے بیس نکاتی پروگرام
خلدِ نظر ہے بیس نکاتی پروگرام

منزل اسی طرف نظر آتی ہے دوستو
یعنی جدھر ہے بیس نکاتی پروگرام

سمجھیں نہ اسکو کس لئے سرمایۂ حیات
لعل و گہر ہے بیس نکاتی پروگرام

اب تو ہر ایک فردِ بشر کی زبان پر
شام و سحر ہے بیس نکاتی پروگرام

آؤ بلا رہی ہے ہمیں راہِ زندگی
اذنِ سفر ہے بیس نکاتی پروگرام

جس میں چھپی ہوئی ہے مسرت کی داستاں
ایسی خبر ہے بیس نکاتی پروگرام

تخریب کے جو دار تھے بیکار ہو گئے
یعنی سپر ہے بیس نکاتی پروگرام

جس کے جلو میں روشنیاں تابناکیاں
وہ رہگزر ہے بیس نکاتی پروگرام

ایوانِ دشمنانِ وطن کے جلا دیئے
اِک وہ شرر ہے بیس نکاتی پروگرام

کیوں جان و دل سے اندرا جی پر نہ ہوں نثار
کیا با اثر ہے بیس نکاتی پروگرام

اختر اسے بنانا ہے مل جل کے کامیاب
جب معتبر ہے بیس نکاتی پروگرام

ساغر مظہری

حیدرآباد دکن میرا نگر بھی ہے تو ہی
یاں کے ہر باشی کا منظورِ نظر بھی ہے تو ہی

کتنی صدیوں سے ہے تو گہوارۂ امن و امان
ثبت ہے قلب و جگر پر تیری انمٹ داستاں

نور چشموں میں ترے بھرپور ہے الفت کا رنگ
وہ کشن پرشاد ہوں چاہے وہ ہوں سالار جنگ

ذات پات اور دین و مذہب قسمتوں کا کھیل ہے
گھر کے باہر دیکھئے شیر و شکر کا میل ہے

راکھیاں بہنوں نے باندھی ہیں یہاں ہر بھائی کو
باہیں تھامے سب چلے ہیں انجمن آرائی کو

عید دیوالی کرسمس اور بیساکھی کے دن
نا منائی عید کوئی بھائی نے بھائی کے بن

فرض ہے ہم پر سدا تیری روایت کا قیام
تاکہ الفت میں پروئے پھول خوشبو دیں مدام

بھائی بھائی میں بھی آجاتا ہے گاہے اختلاف
چشم پوشی درگزر سے دل ہوا کرتے ہیں صاف

ہے لبوں پر ساغرِ مخلص کے ہر دم یہ دعا
رودِ موسیٰ کے کنارے یہ چمن پھولے سدا

غزلیں

جمیل نظام آبادی

یہ کیسے کہیں کوئی خیالوں میں نہیں ہے
یہ بات الگ ہے کہ نگاہوں میں نہیں ہے

وہ شے کہ زمانے میں خوشی نام ہے جس کا
شاید میرے ہاتھوں کی لکیروں میں نہیں ہے

نہ چاند نہ تارے نہ چراغاں نہ تو جگنو
تاریکی مگر پیار کی راہوں میں نہیں ہے

جو پیار میرے گاؤں کے لوگوں میں ہے پیارے
وہ پیار تیرے شہر کے لوگوں میں نہیں ہے

دل غم سے جو بھر آتا ہے بھر لیتا ہوں آہیں
شکوہ تو کسی کا میری آہوں میں نہیں ہے

آتے ہیں جمیلؔ میری طرف دور سے پتھر
دشمن تو کوئی چاہنے والوں میں نہیں ہے

محمود عشقی

اجڑے گلشن کو بہر حال سنوارا جائے
بڑھ کے ناراض بہاروں کو پکارا جائے

حادثے راہ میں پیروں سے لپٹ جاتے ہیں
ایسے نادانوں کو کس طرح سدھارا جائے

بند کمرے کی طرح کیوں ہے فضاؤں میں گھٹن
گوشِ گل سے مرا پیغام گزارا جائے

اب تو ناقابلِ برداشت ہے ساحل کا سکوت
کیوں نہ غرقاب سفینوں کو ابھارا جائے

سنگ و آہن سے حائل بھی ہیں کچھ تند مزاج
ایسے افراد کو پھولوں سے نہ مارا جائے

گرتی چھت کو تو سہارا دیا شہتیروں نے
بے سہاروں کو مگر کیسے سہارا جائے

سب خطاکار ہی سولی پہ چڑھے ہیں عشقیؔ
کس خطاکار کو سولی سے اتارا جائے

رؤف رحیم
ایم اے

جگر، دل خون میں تر، دیدۂ تر خون میں تر ہے
کروں میں کیا کہ دامانِ مقدر خون میں تر ہے

کوئی دیوانہ شاید آج تیری راہ سے گزرا
ستم گر! آج تیرے در کا پتھر خون میں تر ہے

جہاں سایے سے اپنے ڈر کے ناحق چونک جاتا تھا
اسی معصوم کے ہاتھوں میں خنجر خون میں تر ہے

جو بعد قتل میرے اس نے میری آرزو سمجھی
گلے لپٹا لیا ہے گو ستم گر خون میں تر ہے

مسیحا بن کے ایسے وقت آئے ہیں عیادت کو
جگر چھلنی ہے میرا، قلب مضطر خون میں تر ہے

جمالِ لالہ و گل میں نہ پاؤ گے یہ رنگینی
ذرا دیکھو ادھر بھی چشم احقر خون میں تر ہے

بہ فیضِ عشق میں ہوں رازدانِ جرم "انا الحق" کا
جہاں منصور کا بھی دار پہ سر خون میں تر ہے

شہیدانِ وفا کو اس نے مارا اور یوں مارا
نہ دامن خون میں تر ہے نہ خنجر خون میں تر ہے

غزل میں بے تکلف سرخیٔ مضموں سے ہے ظاہر
رحیمؔ خستہ دل! فکرِ سخن ور خون میں تر ہے

زبیدہ تحسین

مرنے کا مجھے غم ہے نہ جینے کی خوشی ہے
یہ زندگی کس موڑ پہ اب آ کے رکی ہے

اک فرق سا دامن میں گریباں میں ابھی ہے
شاید کہ ابھی جذبِ محبت میں کمی ہے

کیفیت شعلہ بھی ہے شبنم بھی ہے دل میں
ہونٹوں پہ تبسم ہے نہ آنکھوں میں نمی ہے

آباد ہے اک درد کی دنیا مرے دل میں
کھلتا نہیں کب اور کہاں چوٹ لگی ہے

دیوانے کا تم نے جو مجھے نام دیا ہے
اس نام سے دنیا مجھے پہچان رہی ہے

وہ نقش وفا ہم سے مٹائے نہیں مٹتے
آئینہ ادراک پہ کچھ گرد جمی ہے

تھا درد کا رشتہ جو کسی دل سے ہے باقی
ٹوٹی ہوئی یہ شاخ ابھی تک بھی ہری ہے

وہ رت ہے نہ برسات نہ ساون نہ نشیمن
تحسین دلِ دیوانہ کا انداز وہی ہے

خواجہ شوق

ایک بے حاصل طلب بے نام اک منزل بنا
ٹوٹنے کے بعد ہی دل درحقیقت دل بنا

منزلیں ہی کیا نیا ہر جادۂ منزل بنا
لیکن اپنے آپ کو پہلے کسی قابل بنا

ہم فریبِ رنگ و بو کھا کر بھی آگے بڑھ گئے
کم نگاہوں کیلئے ہر مرحلہ مشکل بنا

ہر مقامِ زندگی پر تھا میرا عالم جُدا
میں کہیں طوفاں کہیں کشتی کہیں ساحل بنا

غم سے نامانوس رہنے تک تھیں ساری تلخیاں
رفتہ رفتہ غم ہی اپنی عمر کا حاصل بنا

کسقدر عہد آفریں عالم ہے تیری ذات کا
جو تیری محفل میں آیا وہ خود اک محفل بنا

پی گئے کتنے ہی آنسو ہم بنامِ زندگی
ایک مدت میں کہیں دل درد کے قابل بنا

جذبۂ منزل سلامت راستوں کی کیا کمی
ہم جدھر نکلے نیا اک جادۂ منزل بنا

تبصرے کرنے لگے ہیں لوگ حسبِ حوصلہ
شوق آسانی سے میں کچھ اور بھی مشکل بنا

تنقید و تبصرہ

تبصرہ نگار: یوسف ندیم

ماہنامہ شاعر

خلیل الرحمٰن اعظمی نمبر

ایسے میں جبکہ دو سو صفحات پر مشتمل (۱۶/۱ کراؤن) کلاس روم لیکچرر کی تنقید کے نام پر ۳۲ روپے قیمت رکھنے کی وبا عام ہو اور اس طرح عام ہو اور اس طرح عام قاری تو کجا ادب کو سلکٹیڈ قاری کی دسترس سے بھی پرے کرنے کا سلسلہ دراز ہو اگر ایک اردو ادارہ (ماہنامہ "شاعر" بمبئی) ۸/۱ کراؤن سائز کے ۲۸۰ صفحات کا ایک ضخیم و مبسوط نمبر پیش کرتا ہے اور اس کی قیمت "صرف" سات (۷) روپے رکھتا ہے تو میرے خیال میں اس سے بڑی خدمتِ اردو ادب اور کوئی نہیں ہو سکتی "خلیل الرحمٰن اعظمی نمبر" کو ماہنامہ "شاعر" بمبئی کا ایک دستاویزی کارنامہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ یوں بھی ماہنامہ شاعر جس کے بانی علامہ سیماب اکبر آبادی تھے اور جسے ماضی قریب تک علامہ سیماب مرحوم کے صاحبزادے جناب اعجاز صدیقی مرحوم کی عظیم مدیرانہ نگرانی حاصل تھی کے ۵۰ سالہ دورِ حیات میں بے شمار نمبر (کرشن چندر نمبر، غالب نمبر، معاصر اردو ادب نمبر اور ناولٹ نمبر وغیرہ) منصۂ شہود پہ آئے اور لاکھوں قارئین سے اوارہ سے خراج تحسین حاصل کیا۔

زیرِ نظر نمبر کو سال رواں کے اپریل مئی اور جون کا شمارہ قرار دیا گیا ہے۔ اور افتخار امام صدیقی اور تاجدار احتشام صدیقی کے زیرِ ادارت یہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہوا ہے۔ اس نمبر میں عصمت چغتائی، ڈاکٹر حامدی کاشمیری، شاذ تمکنت، وقار خلیل، مجنوں گورکھپوری، ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر وزیر آغا، علی سردار جعفری، باقر مہدی، ظ انصاری اور کمار پاشی جیسے کئی مشاہیر اساطینِ اردو ادب نے بلند پایہ نقاد شاعر و صحافی اور ادیب خلیل الرحمٰن اعظمی مرحوم کی فکر و فن اور ذات کے بے شمار گوشوں پر منظوم و منثور تاثرات قلمبند کئے ہیں۔ یوں تو خلیل الرحمٰن اعظمی کے فن و شخصیت پر لکھا ہر نثر پارہ اور نظم اپنی جگہ منفرد اور اہم ہے لیکن حامدہ مسعود کا بیگم خلیل الرحمٰن محترمہ راشدہ سے لیا گیا انٹرویو میری نظر میں نمبر کا ماحصل ہے۔ اس نمبر کی کتابت اور طباعت ماہنامہ "شاعر" کے مخصوص ڈھنگ کی ہے اور عمدہ و نظر افروز ہے۔ مدیرانِ شاعر بجا طور پر قارئین کے ہزاروں شکریوں کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس کساد بازاری میں بھی خدمتِ ادب کے معتبر جذبوں کا بڑا مظاہرہ کیا۔ یہ نمبر ماہنامہ "شاعر" مکتبۂ قصر الادب، پوسٹ بکس ۴۵۲۶ بمبئی ۸ کے علاوہ ہر بڑے کتب فروش کے ہاں سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ■■

ہندوستانی گاؤں

۲۱×۱۴ سنٹی میٹر کے ۲۶۵ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ترقی

اردو بیورو ویسٹ بلاک ' ۸ آر کے پورم نئی دہلی ۲۲ ۱۱۰۰ سے شائع ہوتی ہے انتہائی نظر نواز کتابت اور شاندار فوٹو آفسیٹ طباعت کے باوجود اتنی ضخیم اور جامع کتاب کی قیمت صرف دس روپے ۵۰ پیسے ہے اس ریڈی ریفرنس کتاب کے مصنف ڈاکٹر شیام چرن دوبے ہیں۔ جبکہ انوار العلوم کالج کے ایک فاضل لکچرر ڈاکٹر محمد عبدالقادر عمادی نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اس لائق مطالعہ کتاب کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ ترقی اردو بیورو نے اردو والوں کو اس کی اشاعت کے ذریعہ سالِ رواں کی ایک دستاویزی علمی سوغات دی ہے تو غلط نہ ہوگا ڈاکٹر عمادی کے ترجمہ کا کمال یہ ہے کہ اس کتاب میں جو مانوس سلیس اور رواں زبان استعمال کی گئی ہے اس سے یہ پتہ بھی نہیں چلتا کہ یہ ترجمہ ہے بلکہ پڑھتے وقت تصنیف کا سا لطف ملتا ہے۔

اصل میں یہ کتاب تلنگانہ کے ایک گاؤں حیدرآباد وسکندرآباد سے ۲۵ میل کے فاصلہ پر واقع شاہ میر پیٹھ کے بارے میں اسٹیڈی اور ریسرچ ورک کی مفصل اور تحقیقاتی رپورٹ ہے اور اس لحاظ سے بظاہر ایک خشک موضوع پر خامہ فرسائی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن بعد مطالعہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتاب کسی بھی طرح ایک دلچسپ ترین ناول سے کم نہیں ہے۔ اس کا سہرا بلاشبہ ڈاکٹر شیام چرن دوبے اور مترجم ڈاکٹر عمادی کے سر جاتا ہے اس کتاب کا مقدمہ امریکا کا نیویارک کی کارنل یونیورسٹی کے پروفیسر موریس ایڈورڈ اوپلر نے لکھا ہے۔

۱۹۵۱-۵۲ء میں عثمانیہ یونیورسٹی کی ایک تحقیقاتی ٹیم نے جس میں بیشتر شعبوں کے ریسرچ اسکالرز تھے مصنف کے زیر قیادت شاہ میر پیٹھ میں قیام کیا اور اس گاؤں کے کلیاتی اور جزیاتی پیرائے پر اسٹیڈی اور ریسرچ کی اور بعد ازاں رپورٹ تیار کی۔ اس کتاب کی پیشکشی کا کمال یہ ہے کہ ڈاکٹر دوبے کی قیادت میں ہر شعبہ کے ماہرین نے جو کچھ دیکھا سنا اسے بے کم و کاست قلمبند کیا ہے۔ اپنی طرف سے کوئی اضافہ نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اس کتاب کے ذریعہ متذکرہ موضع کی ہو بہو مکمل اور واضح تصویر دیکھ سکتے ہیں۔

ہندستان ۴ لاکھ ۷۵ ہزار گاؤوں پر مشتمل ہے اور ہر گاؤں قدرے فرق سے پورے ہندستان کی نمائندگی کرتا ہے۔ خوشی کا مقام ہے کہ یونیورسٹی کے ارباب مجاز نے تحقیقاتی مقاصد کے لئے جنوبی ہند کے اس غیر معروف موضع کو منتخب کیا اور جس کے تحقیقاتی نتائج نے ہر قاری کے آگے ہندستان کے ماضی حال اور مستقبل کو تمام مسائل کے ساتھ واقف کروا دیا ہے۔ دو صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اور ترقی اردو بیورو بھی کہ اردو میں ایک اچھوتے موضوع پر شاندار اضافہ ہوا۔ یہ کتاب حیدرآباد میں اردو اکیڈمی آندھرا پردیش ۱۱-۴-۶۳۷ اے سی گارڈز حیدرآباد ۴ کے بک ... سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

غزل

نشتر خانقاہی

کب کا ہوا تمام، وہ دستک کی آس میں
یاروں کا صبح تک پسِ دیوار جاگنا

آشفتگی میں ہوش کا دامن نہ چھوڑنا
آنکھوں کو آبلوں کی تہہ خار جاگنا

کل تک طویل نیند تھی اور رات مختصر
اب مختصر سی رات میں سو بار جاگنا

کب جانے چل بسے کوئی بیمار رات کا
سورج طلوع ہونے تک اے یار جاگنا

یوں دیکھتے ہیں خواب کہ آنکھیں کھلی رہیں
سوتے ہوئے بھی ہم کو لگاتار جاگنا

آخر کو ہم نے موند لیں آنکھیں یہ سوچ کر
شب بھر ترے خیال میں بیکار جاگنا

خبریں تصویروں میں

لال بہادر اسٹیڈیم فتح میدان پر ریاستی گورنر مسٹر ... ابراہام آندھرا پردیش کی سلور جوبلی تقاریب کا افتتاح کرتے ہوئے مخاطب کر رہے ہیں۔ تصویر میں مسٹر اے ... ریا۔ وزیر ... رقی، مرکزی وزیر مملکتی داخلہ مسٹر وینکٹ سبیا۔ چیف منسٹر آندھرا پردیش مسٹر ٹی۔ انجیا وزیر لیبر مسٹر جی۔ وینکٹ سوامی وزیر اطلاعات و نشریات مسز روجنی بلاریڈی اور وزیر داخلہ مسٹر کے پربھاکر ریڈی بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

چیف منسٹر مسٹر ٹی انجیا نے صنعت نگر میں آلوین واچ کیس پلانٹ کا افتتاح کیا۔ تصویر میں صدر نشین و منیجنگ ڈائرکٹر مسٹر اجیت سنگھ بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

چیف منسٹر مسٹر ٹی انجیا نے بی بی کے علم پر ڈھٹی چڑھائی۔ تصویر میں مسٹر ایم اے عزیز
مسٹر ایم آر شیام راؤ بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔
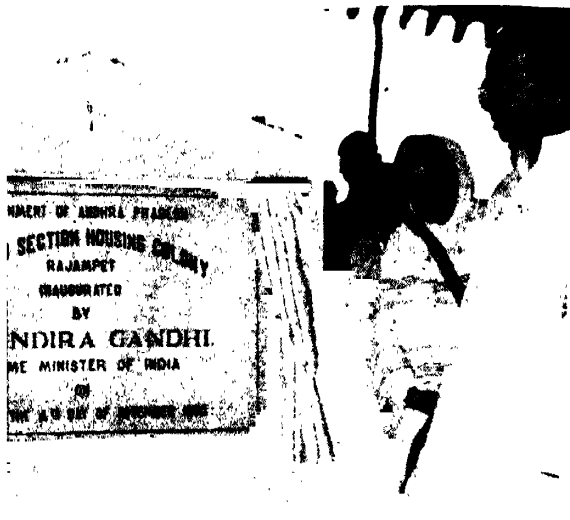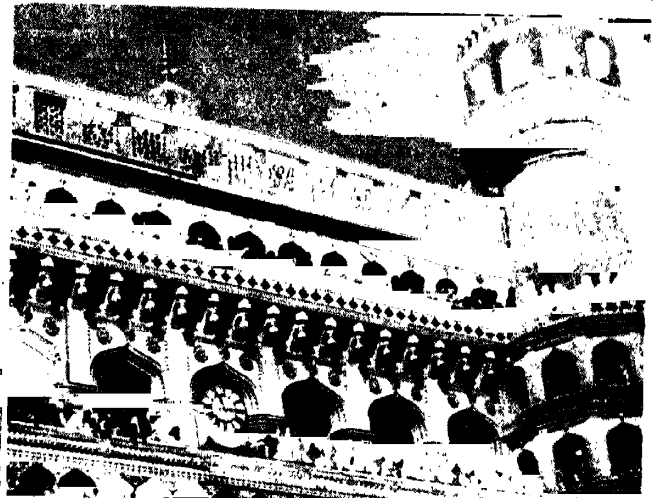
بی بی کے علم کا ایک منظر

راجم پیٹ ضلع میدک میں وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی
کمزور طبقات کی ہاؤزنگ کالونی کا افتتاح کر رہی ہیں۔ تصویر میں
وزیر فینانس مسٹر راجہ رام بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے فتح پور سیکری، آگرہ (یوپی) میں مزار شریف حضرت سلیم چشتیؒ پر چادر گل پیش کی۔

سردار ولبھ بھائی پٹیل نیشنل پولیس اکیڈیمی میں سردار پٹیل کے مجسمہ کی نقاب کشائی کے بعد وزیر اعلیٰ جناب ٹی۔ انجیا عہدہ داران پولیس سے خطاب کر رہے ہیں۔
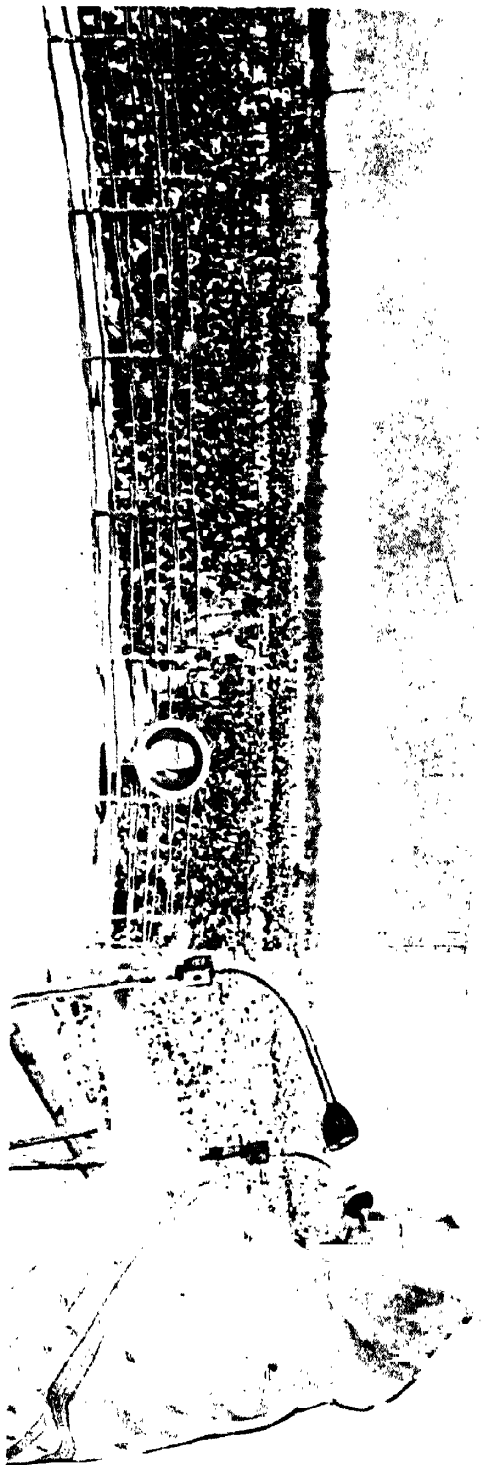
وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی ۴ رنومبر کو راجم پیٹ ضلع میدک میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے

چیف منسٹر ٹی انجیا تلنگانہ کلکٹرس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے تصویر میں وزیر لیبر و سیول سپلائز مسٹر جی وینکٹ سوامی بھی دیکھے جاسکتے ہیں

۴ نومبر کو پٹن چیرو میں آلوین سیکو واچ کمپنی کے سنگ بنیاد کی تقریب۔ وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی مخاطب کر رہی ہیں۔ شہ نشین پر چیف منسٹر ٹی انجیا، جاپانی سفیر مسٹر ایم کانازوا اور سیکو کے مینجنگ ڈائریکٹر مسٹر ٹی ادا اور صدرنشین آلوین مسٹر اجیت سنگھ

۵ نومبر ۱۹۸۰ء کو قومی یکجہتی کونسل کے افتتاحی اجلاس سے مرکزی داخلہ جناب گیانی ذیل سنگھ خطاب کر رہے ہیں۔ وزیراعلیٰ شری ٹی انجیا وزیر داخلہ شری کے۔ پربھاکر ریڈی بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

چیف منسٹر مسٹر ٹی انجیا ملک پیٹ میں گونگوں اور بہروں کے اسکول میں یوم جسمانی معذورین کے موقع پر معذور افراد میں رکشا کی تقسیم۔ مسٹر کے رنگا راؤ وزیر جسمانی بھلائی دیکھے جا سکتے ہیں

جوبلی ہال میں دیپاولی عید ملاپ کے جلسہ میں نواب میر اکبر علی خاں تقریر کر رہے ہیں
چیف منسٹر مسٹر ٹی انجیا اور سلطان صلاح الدین اویسی ایم ایل اے کے علاوہ دوسرے معززین دیکھے جاسکتے ہیں

۴ رنومبر کو جوبلی ہال میں سلور جوبلی تقاریب ، تاسیس آندھرا پردیش کے سلسلہ میں منعقدہ مقصدی مشاعرہ میں جناب گیانی ذیل سنگھ مرکزی وزیر داخلہ مخاطب کر رہے ہیں یہ مشاعرہ محکمۂ اطلاعات وتعلقات عامہ اور اردو اکیڈیمی آندھرا پردیش کے زیر اہتمام منعقد کیا گیا تھا۔
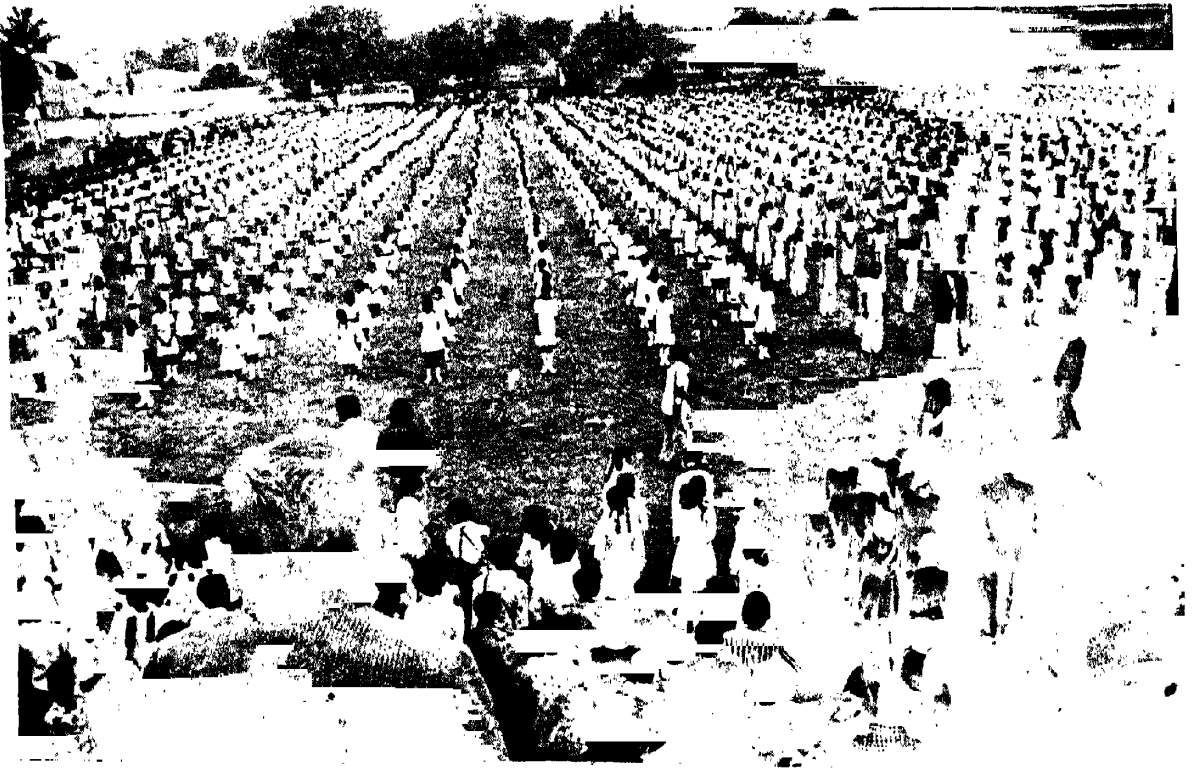
نظام کالج گراؤنڈ میں یوم اطفال کے موقع پر ڈرل ڈسپلے کا ایک منظر ۔ تصویر میں چیف منسٹر مسٹر ٹی انجیا بھی دیکھے جا سکتے ہیں

چیف منسٹر مسٹر ٹی ۔ انجیا این سی سی پریڈ کی سلامی لیتے ہوئے
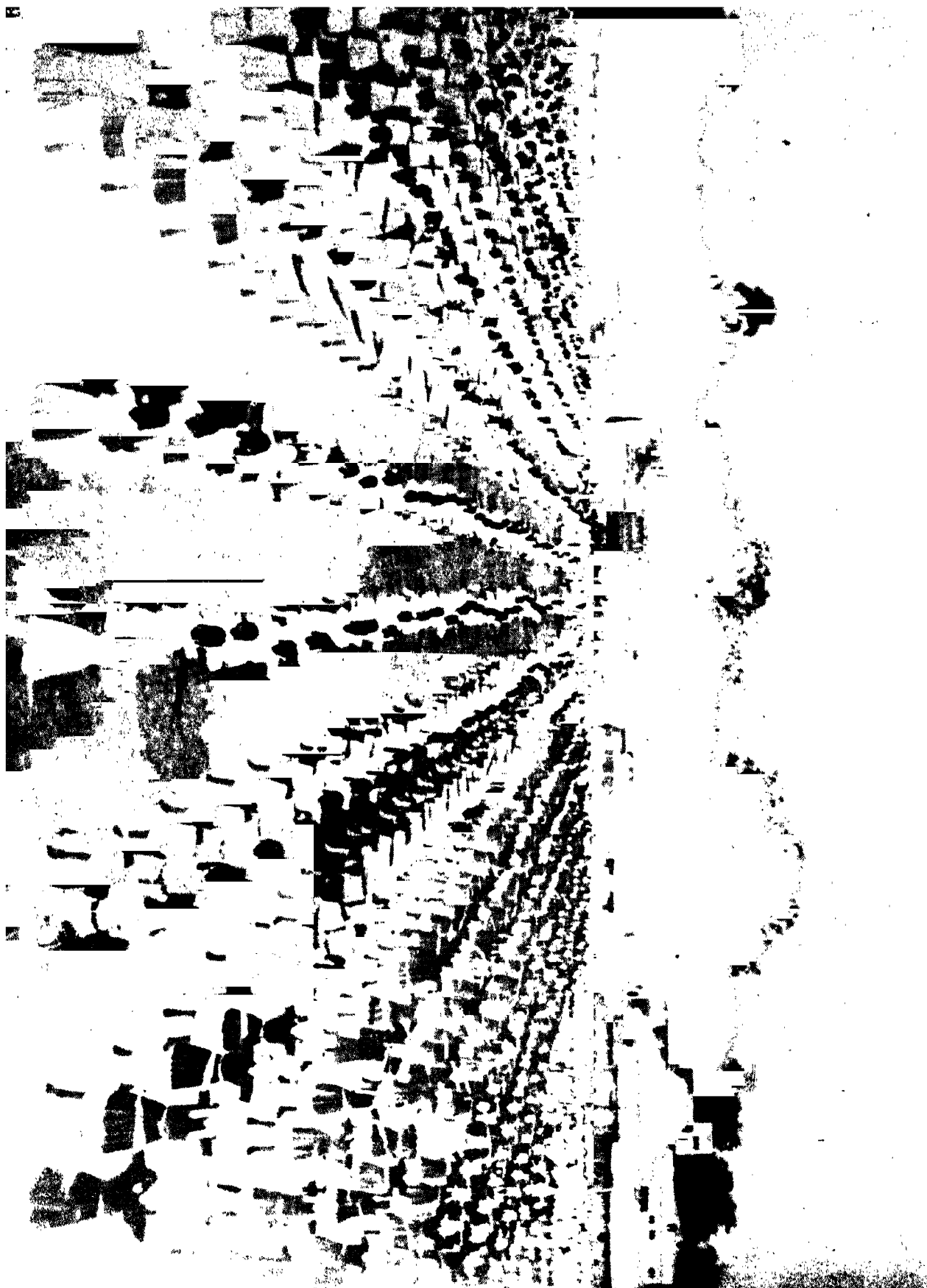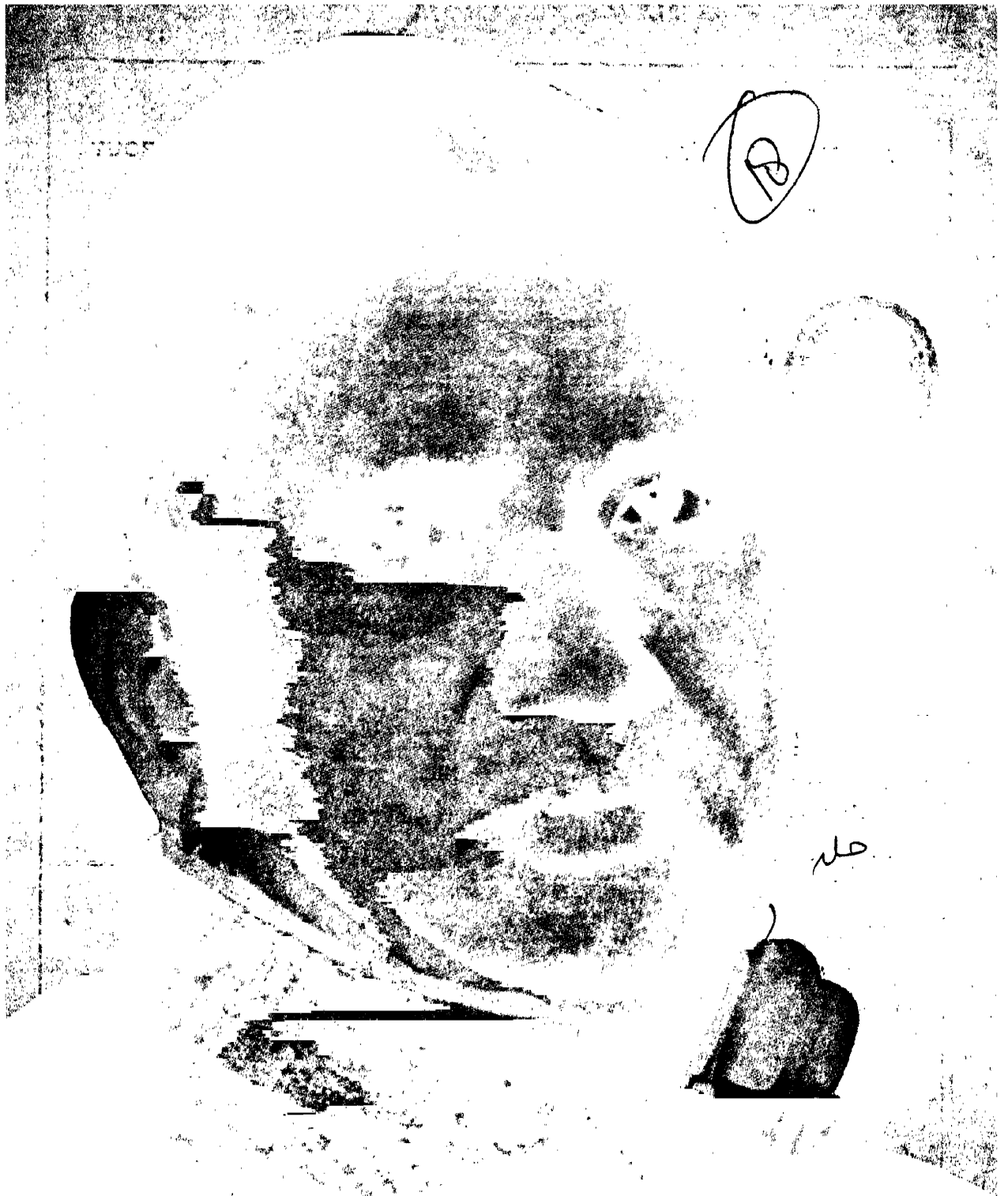
STATEMENT ABOUT OWNERSHIP AND OTHER PARTICULARS ABOUT "ANDHRA PRADESH"

FORM-IV

(See Rule 8)

Place of Publication	:	Hyderabad.
Periodicity of Publication	:	Monthly.
Printer's Name	:	Director, Government Printing
Nationality	:	Indian.
Address	:	Chanchalguda, Hyderabad
Publisher's Name	:	Srirajyam Sinha.
Nationality	:	Indian.
Address	:	Director, Department of Information and Public Relations, Hyderabad, A. P.
(Chief) Editor's Name	:	Srirajyam Sinha
Nationality	:	Indian.
Address	:	Director, Departmnet of Information and Public Relations, Hyderabad, A. P.
Name and address of individuals who own the Newspaper and partners or shareholders holding more than one percent of the total capital.		NIL.

I, Srirajyam Sinha, hereby declare that the particulars given above are true to the best of my knowledge and belief.

(Sd.) **SRIRAJYAM SINHA.**
Signature of the Publisher.

PRINTED BY THE DIRECTOR OF PRINTING, GOVT. OF ANDHRA PRADESH, AT THE GOVT. CENTRAL PRESS, HYDERABAD.
PUBLISHED BY THE DIRECTOR OF INFORMATION & PUBLIC RELATIONS GOVT. OF ANDHRA PRADESH, HYDERABAD.

آندھرا پردیش

ترتیب	صفحہ

ایڈیٹر انچیف

شریمتی سری راجیم سنہا

★

مارچ ۔ اپریل ۱۹۷۸

پالگن ۔ چیترا شاکھا ۱۸۹۹

جلد نمبر (۲۲)

شمارہ نمبر ۵

★

سرورق کا پہلا صفحہ

ہمارے چیف منسٹر

سرورق کا تیسرا اور چوتھا صفحہ

بہتر مستقبل کے لئے

آندھرا پردیش (اردو) ماہنامہ

زر سالانہ چھ روپئے ۔ فی پرچہ ۵۰ پیسے

وی ۔ پی ۔ بھیجنے کا قاعدہ نہیں ۔

چندہ منی آرڈر کے ذریعہ روانہ کیا جائے۔

ناظم اطلاعات و تعلقات عامہ

حکومت آندھرا پردیش نے شائع کیا۔

64—I

چیف منسٹر کا اگادی پیام

ڈاکٹر ایم ۔ چنا ریڈی چیف منسٹر آندھرا پردیش نے
اپریل ۱۹۷۸ کو " دور درشن کیندرا "، سے تقریر نشر کرتے
ئے ریاست کے عوام کو اگادی کی مبارکباد پیش کی اور توقع
ر کی کہ ترقیاتی اسکیموں کی عمل آوری کے لئے ان کو عوام کی
ت و تائید حاصل رہے گی ۔ چیف منسٹر کی نشری تقریر کا متن
ذیل ہے ۔

" آج ہم پوری ریاست میں اگادی کا تہوار منا رہے ہیں ۔ اگادی
تہوار تلگو عوام کے لئے سال نو کے آغاز کا نقیب ہے اور یہ
ار زمانے قدیم سے ہم تک پہنچا ہے ۔ اگادی کو ہم بہت ہی
س تہوار تصور کرتے ہیں ۔ اس لئے کہ یہ ہمارے روایات اور
م و رواج کو نمایاں کرتا ہے جو دوسری ریاستوں کے عوام کے
م و رواج سے مختلف ہیں ۔ مہاراشٹرا اور کرناٹک کے عوام بھی
تہوار کو مناتے ہیں ۔

نئے سال کے آغاز کا وقت ہمارے لئے پچھلے سال کے دوران کئے
ے اعمال کے محاسبے کا موقع فراہم کرتا ہے ۔ یہ مستقبل کے لئے
بہتری پروگرام تیار کرنے اور ان ذرائع اور وسائل کی تلاش
جستجو کا بھی وقت ہوتا ہے جنکی مدد سے ہم اپنی آرزوں اور
اؤں کی پابجائی کرسکتے ہیں ۔ یہ سال " کلایوکتی "، کہلاتا
۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میں ۶۰ سال پہلے کلایوکتی
ل میں پیدا ہوا تھا اور اس سال اسی " کلایوکتی "، میں مجھے
است کے چیف منسٹر کی حیثیت سے آندھرا پردیش کے عوام کو دلی
ارکباد پیش کرنیکا موقع ہمدست ہوا ہے ۔ آپکی دعاؤں کی
ولت ریاست کی ہمہ گیر ترقی کے لئے کام کرنیکی ذمہ داری
رے کاندھوں پر رکھی گئی ہے ۔ اس مقدس موقع پر میں ایک
تبہ پھر آپکی دعاؤں کا طلبگار ہوں تا کہ میں اپنی ذمہ داریوں
کامیابی کے ساتھ عہدہ برآ ہوسکوں ۔

ہماری ریاست کو بہت سے مسائل درپیش ہیں ۔ بنیادی طور
پر یہ ایک زرعی ریاست ہے ۔ ہمارا یہ مطمح نظر ہونا چاہئے کہ
مختلف زیر تعمیر آبپاشی اور برق پراجکٹوں کی تکمیل کے ذریعہ
غذائی پیداوار میں اضافہ کیا جائے ۔ ہم کو مختلف قسم کے دوسرے
پروگراموں کو بھی شروع کرنا ہے ۔ ہمیں دیہی علاقوں سے بیروزگاری
اور جزوی روزگاری کے حالات کو ختم کرنیکی خاطر دیہی صنعتوں
کی ترقی پر توجہ دینی ہے ۔ ہم کو اس امر کا خیال رکھنا ہے کہ
دیہی عوام کی فلاح و بہبود ہی میں در اصل ہماری ریاست اور ملک
کی بھلائی ہے ۔ چنانچہ اس امر کو پیش نظر رکھتے ہوئے ریاستی
حکومت ان تمام پروگراموں کو ترجیح دے گی جنکا مقصد دیہی
عوام کی فلاح اور بہتری ہے ۔ زرعی ترقی کے ساتھ ساتھ ہم کو
بڑی صنعتوں کے ارتقاع کو بھی اہمیت دینی چاہئے ۔

ہمارا اہم مقصد یہ ہونا چاہئے کہ ریاست میں بیروزگار
نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد کے لئے ذرائع معاش فراہم کئے
جائیں ۔ اسمبلی کے حالیہ اجلاس کے دوران میں گورنر کے خطبے میں
بیروزگاروں کے لئے روزگار کے مواقع پیدا کرنیکے سلسلہ میں کچھ
تجاویز پیش کی گئی ہیں ۔ اس سلسلہ میں ہریجنوں ۔ قبائلیوں سے
تعلق رکھنے والے نوجوانوں اور پڑھے لکھے بیروزگاروں کو ترجیحی
موقف دیا جائیگا ۔ ہماری یہ دلی تمنا ہے کہ کم سے کم پسماندہ اور
معاشی طور پر پسماندہ طبقات میں سے کچھ کے لئے روزگار کے مواقع پیدا
کئے جائیں اس اسکیم کی تفصیلات تیار کی جارہی ہیں ۔ مجھے یقین ہے کہ
یہ کام مستقبل قریب میں مکمل کرلیا جائیگا ۔ ان بیروزگاروں میں سے
کچھ کے لئے اس سال تربیت اور رقمی امداد کا انتظام عمل میں
آجائیگا ۔ ہم اس امر کو پیش نظر رکھیں گے کہ انھیں ریاستی
حکومت میں یا عوامی شعبے یا نجی شعبے کی صنعتوں میں روزگار
کے مواقع میسر ہوجائیں ۔ اور وہ اپنے پیروں پر آپ کھڑے ہونیکے

قابل بن جائیں ۔ ریاستی حکومت اس اسکیم پر ۵ کروڑ یا دس کروڑ جتنی بھی رقم درکار ہو خرچ کرنیکے لئے تیار ہے ۔ اس بات سے تو آپ واقف ہیں کہ ڈھائی ایکڑ تا ۵ ایکر اراضی رکھنے والے چھوٹے کسانوں کے مقبوضوں کو محصول مالگزاری سے مستثنی قرار دیا گیا ہے ۔ بہت سے ترقیاتی پروگرام مدون کئے جار ہے ھیں ۔ مجھے اس امر میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ریاست کے عوام اتحاد و بھائی چارے سے اور سمجھ بوجھ کے جذبات کے ساتھ پیش قدمی کرینگے ۔ ہم کو اپنے تمدنی ورثہ کے تحفظ کو بھی اہمیت دینی چاہئے ۔ ہماری جمہوریت صرف اس وقت مستحکم بن سکتی ہے جبکہ ہمارے عوام کی فطری اور جبلی قوتوں سے بھرپور استفادہ کیا جائے ۔ میں بات کو کہہ ھی چکا ہوں کہ ہماری ریاست کو ایک بڑی تعداد میں مسائل درپیش ہیں ۔ ان مسائل کو حل کرنیکے لئے ہمکو انتظامی تبدیلیاں لانی چاہئیں اور فرسودہ طریقہ کار ترک کردینا چاہئے ۔

ان تمام امور کے لئے عوام کا تعاون اور ان کی ہمدردی حکومت کے لئے ضروری ہے ۔ مجھے یقین ہے کہ اس '' کلایوکتی ،، سال کے دوران میں ہماری ریاست تمام شعبوں میں آگے بڑھ جائیگی اور ملک کی دوسری ریاستوں میں اپنے لئے ایک خصوصی مقام بنالے گی ۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اس کا فضل و کرم ہماری مساعی کے ساتھ رہے ۔ اگادی کے اس مبارک موقع پر میں آپ تمام کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ آپ میں سے ہر شخص خوش رہے ۔ اپنی زندگی کو بہتر بنانے اور ایک دوسرے کی مدد کرنیکے موقف کا حامل بن جائے ۔ میں ایک مرتبہ پھر آپ سے سب کو اپنی بہترین اور نیک تمنائیں پیش کرتا ہوں ۔

* * * * *

نئی کابینہ کے وزرا

۱ - ڈاکٹر ایم چنا ریڈی چیف منسٹر :- جنرل ایڈمنسٹریشن ڈپارٹمنٹ ، سرویسس ، لا اینڈ آرڈر ، اصلاحات اراضی ، شعبہ درج فہرست اقوام و درج فہرست قبائل ، انڈسٹریز ، (ماسوا شوگر انڈسٹری اوراسمال اسکیل انڈسٹری) ، اطلاعات و تعلقات عامہ سینما ٹوگراف ، اکاموڈیشن ، اربن سیلنگ اور اکسائیز -

۲ - شری ین ام ناتھ ریڈی :- کوآپریشن -

۳ - شری - یم - باگا ریڈی :- پنچایت راج ، دیہی آبرسانی اور یوتھ سرویسس -

۴ - پی - وی - جودھری :- ٹیکسٹائیل بشمول تمام ٹیکسٹائیل اور اسپننگ ملز (ماسوا اولن ملز اور سیری کلچر)

۵ - شری - سی - داس :- شوگر انڈسٹری ، نظام شوگر فیکٹری ، کوآپریٹیو شوگر فیکٹریز اور کھانڈسری یونٹس اور کین ڈیولپمنٹ -

۶ - شری - پی - گنگاریڈی :- زراعت ، غذائی پیداوار ، کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ - زیر زمین آبی وسائل - اور ایگرو انڈسٹریز کارپوریشن -

شری - یم - یم ہاشم - داخلہ ، پولیس ، پاسپورٹس ، آرمس ایکٹ - جیلیں اوزان و پیمانا جات -

۸ - شری - ٹی - ہیگراواچاری بندرگاہیں ، تجارت ، برآمدات کی ترقی - اے - پی اسٹیٹ ٹریڈنگ کارپوریشن اور ٹیکنیکل ایجوکیشن -

۹ - شری ین - جناردھن ریڈی محکمہ مال - مالگذاری ، رجسٹریشن اینڈ اسامپس ، جائیداد تخلیہ کنندگان ، عطیات ، جاگیر ایڈمنسٹریشن ، ڈیٹ سیٹلمینٹ بورڈ اور الکشن -

۱۰ - شری - مدن موہن :- ہیلتھ اینڈ میڈیکل بشمول انڈین میڈیسن -

۱۱ - شری - مانک راؤ - ہائی ویز ، عمارات و شوارع ، پبلک ورکس ، پی ڈبلیو ڈی ورکشاپ ، ریلوے پوسٹ اینڈ ٹیلیگراف سے متعلقہ امور -

۱۲ - شری - وی - ناگیشور راؤ :- افزائش مویشیان ، ڈیری ڈیولپمنٹ وغیرہ -

۱۳ - شری کے - بی - نرسا - اسمال اسکیل انڈسٹریز ، اسمال اسکیل انڈسٹریز ڈیولپمنٹ کارپوریشن ، دیہی صنعتیں ، خود روزگار ٹیکنو کراٹ اسکیمات ، لیدر انڈسٹریز ڈیولپمنٹ کارپوریشن ، ویلیج انڈسٹری ، کھادی اور ویلیج انڈسٹری بورڈ اور اولن ملز -

۱۴ - شری کے - اوبل ریڈی :- اوسط آبپاشی ، فلڈ کنٹرول ، ایریگیشن ڈیولپمنٹ کارپوریشن اور چھوٹی آبپاشی -

۱۵ - شری - جی - راجہ رام :- فینانس ، برق ، اسپورٹس اینڈ اسپورٹس کونسل -

۱۶ - شری - بی - رام دیو :- میونسپل ایڈمنسٹریشن ، بشمول میونسپل کارپوریشن آف حیدرآباد ، اربن ڈیولپمنٹ ، اربن اتھارٹی - ٹاون پلاننگ -

۱۷ - شریمتی روڈا مستری :- سیاحت ، کلچرل ڈیلیگیشن ،عوامی کتب خانہ جات ، رویندرا بھارتی سالار جنگ میوزیم ، بہبودیٔ خواتین و اطفال ، اپلائیڈ نیوٹریشن پروگرام ، بال واڈ یٹر بالا وھارس اور جواھر بال بھون -

۱۸ - شری جی - وی سدھاکر :- بڑی آبپاشی و کمرشیل ٹیکس -

۱۹ - شری - وی - وینکٹ نارائن - مذھبی اور چیرٹیبل اینڈومنٹس -

۲۰ - شری - بی - وینکٹ رام ریڈی :- پرائمری - سکنڈری اور کالیجیٹ ایجوکیشن - ادبی و سائنسی انجمنیں بشمول اکیڈیمیز ، ثقافتی امور ، اسٹیٹ کونسل آف ایجوکیشن ، ریسرچ اینڈ ٹریننگ - اقامتی مدارس ڈیولپمنٹ آف ماڈرن لینگویجس اور آفیشیل لنگویجس ، تاریخ تحریک آزادی ، اوراے- پی بالالا اکیڈیمی -

۲۱ - شری - وائی - وینکٹ راؤ منصوبہ بندی - محکمہ اقتصادیات و اعداد شمار ، قانون عدالتیں ، اسٹیشنری و پرینٹنگ -

۲۲ - شری جی - وینکٹ سوامی :- لیبر اینڈ ایمپلائمنٹ ، انڈسٹریل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹس اور ای -ایس - آئی -

۲۳ - شری احمد شریف :- جنگلات -

۲۴ - شری - ین - بھاسکرراؤ :- لیجسلیٹیو امور بشمول لیجسلیٹر ہاسٹل -

۲۵ - شری - نظام علی :- وقف ، ریلیف و باز آباد کاری - اسمال سیونگس اور آندھراپردیش راجیہ سینک بورڈ -

۲۶ - شری کے- وی - آر- ایس پدمانابھا راجو :- بہبودی قبائل -

۲۷ - شری - یم - یس - وی پرساد راؤ :- مارکیٹنگ - ویرھازینگ - ویرھازینگ کارپوریشن -

۲۸ - جی - راما سوامی :- سیول سپلائیز اینڈ راشننگ -

۲۹ - شری کے- رنگا راؤ- ہریجن ویلفیر-

۳۰ - شری - پی - شیشاوتارم :- دیہی ترقیات - یس - یف - ڈی -اے یم - ایف - اے- یل - ڈی - اے ڈی -پی - اے- پی دیہی قرضہ جات، رقمی قرضے - زرعی قرضوں کی امداد اور دیہی امکنہ -

۳۱ - شری اے - وینگل ریڈی :- ٹرانسپورٹ -

۳۲ - شری - اے-ویرپا :- سمکیات و پسماندہ طبقات -

۳۳ - یس - وینکٹ ریڈی :- مائینز اینڈ جیالوجی بشمول مائننگ کارپوریشن -

خبریں تصویروں میں

بائیں جانب اوپر :- شریمتی شاردا مکر جی، گورنر آندھرا پردیش ۳ - فروری کو لیبر قوانین میں جامع ترمیم ،، کے عنوان سے حیدرآباد میں منعقد کئے جانے والے دو روزہ ریاست گیر سیمینار کا افتتاح کیا -

بائیں جانب درمیان میں :- شیڈولڈ کاسٹ ویلفیر اسوسی ایشن کی ریاستی کانفرنس کا گورنر نے ۲۲ - جنوری کو نظام آباد کالج میں افتتاح کیا -

بائیں جانب نیچے :- گورنر نے ۲۸ - جنوری کو حیدرآباد میں آندھرا پردیش خواتین ادیبوں کی نویں کانفرنس کا افتتاح کیا -

دائیں جانب اوپر :- گورنر وزیراعظم فرانس کی رفیق حیات مادام باوے کے ساتھ -

دائیں جانب نیچے :- وزیر اعظم فرانس کی رفیق حیات مادام باوے ۲۷ - جنوری کو بیگم پیٹھ ایر پورٹ پر چیف سکریٹری کے ساتھ -

آندھرا پردیش میں کامرانیوں اور کامیابیوں کی داستان

آندھرا پردیش ملک کی پانچویں سب سے بڑی ریاست ہے جسکا رقبہ ۲۷۶۸۱۴ مربع میٹر اور آبادی ۵ کروڑ کے قریب ہے - قدرت نے آندھرا پردیش کو تمام وسائل بڑی فیاضی کے ساتھ عطا کئے ہیں - ملک کے عظیم ترین دریاؤں میں سے دو دریا کرشنا اور گوداوری آندھرا پردیش کے پورے علاقے میں سے ہو کر بہتے ہیں اور آبپاشی کے مقاصد کے لئے نیز برق قوت کی پیداوار کے لئے وافر مقدار میں پانی سہیا کرتے ہیں - یہ ریاست بیش بہا کوئلے کی کانیں، بکثرت معدنی وسائل، کاشتکاری کے لئے وسیع گنجائش، بڑے بڑے جنگلات اور انتہائی خوشگوار آب و ہوا رکھتی ہے ایک عظیم تمدن اسکو ورثے میں ملا ہے - ریاست کی اہم زبان تلگو ہے جو صوتی اعتبار سے ایک انتہائی شیریں زبان ہے اور ہندی کے بعد ہندوستان میں عوام کی سب سے بڑی تعداد یہ زبان بولتی ہے -

ایک مختصر عرصے کے لئے گورنر راج کے قیام کے بعد ڈسمبر ۱۹۷۳ء میں جب میں نے یہاں عوامی حکومت تشکیل دی تو اس وقت یہ ریاست عملی طور پر افراتفری کے حالات کا شکار تھی - یہاں دو بدترین قسم کے احتجاج ہوچکے تھے - ایک علحیدہ تلنگانہ کے لئے اور دوسرا علحیدہ آندھرا کے لئے - میرے لئے یہ ضروری نہیں ہیکہ ان اسباب کی تفصیلات میں جاوں جو ان احتجاجوں کا باعث بنے اور جنکی وجہ سے خود ریاست کی سالمیت کو ہی خطرہ لاحق ہوگیا تھا - یہاں صرف اتنا بتا دینا کافی ہوگا کہ ان دو احتجاجوں کی وجہ سے ریاست کی معیشت انتہائی خراب ہوچکی تھی - ترقیاتی سرگرمیاں عملی طور پر ساکت و جامد ہوگئیں تھیں اور ریاست کی مختلف میدانوں میں ترقی بیس سال پیچھے ہوگئی تھی -

اتحاد و یکجہتی

مذکورہ بالا حالات کے پس منظر میں میری حکومت کے لئے فکر مندی کی سب سے اہم یہ بات تھی کہ کسی بھی قیمت پر ریاست کی سالمیت کا تحفظ کیا جائے - اور تمام تلگو بولنے والوں کے دلوں سے کمتر اہمیت کی باتوں کے باعث پیدا شدہ رنجشوں کو دور کرکے ان میں اتحاد و یکجہتی کے جذبے کو فروغ دیا جائے -

آج چار سال بعد ماضی پر نظر ڈالتے ہوئے مجھے بڑا فخر محسوس ہوتا ہے کہ میری سرکردگی میں قائم حکومت اپنے اس عزیز اور دلی مقصد کے حصول میں کامیاب رہی ہے - ہم نے نہ صرف ریاست کے تلگو عوام میں ثقافتی ہم آہنگی اور جذبہ اتحاد کو تقویت دی ہے بلکہ پورے ملک کے اور پوری دنیا کے مختلف حصوں میں آباد تلگو بولنے والے عوام کو ایک پلیٹ فارم پر لانے میں بھی ہم کامیاب رہے ہیں - اپریل ۱۹۷۵ میں منعقدہ اپنی نوعیت کی اولین تلگو کانفرنس ایک سنگ میل اور تاریخ ساز حیثیت کی حامل تھی - جسکی بدولت ہرجگہ کے تلگو بولنے والے عوام میں مکمل طور پر جذباتی ہم آہنگی اور یکجہتی پیدا ہوگئی -

معیشت

ساتھ ہی ساتھ حکومت کو انتظامیہ کے سدھار اور عام معاشی حالات کی بہتری کے لئے جان توڑ مساعی کرنی پڑیں - آندھرا پردیش بنیادی طور پر ایک زرعی ریاست ہے اور اسکو ملک کے اندر زرعی معیشت میں ایک اعلیٰ اور ارفع مقام حاصل ہے - لیکن محض زراعت کروڑھا عوام کو روزگار فراہم نہیں کرسکتی ہے - اس لئے اگر اس ریاست کو ستائش کے لائق کچھ ترقی کرنا ہے تو زراعت کے ساتھ ساتھ ممکنہ حدتک عاجلانہ صنعتی فروغ ناگزیر ہے - اس ضرورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے حکومت نے زرعی معیشت کو مستحکم بنانے کے لئے اقدامات کے ساتھ ساتھ عاجلانہ صنعتی فروغ کی مساعی کو بھی اولین اہمیت دیتے ہوئے جاری رکھا -

اولین اہمیت

زراعت ہو یا صنعت دونوں کے لئے برق قوت سب سے اہم اور اٹل ضرورت ہوتی ہے - اس لئے حکومت نے اپنے آبی وسائل کو قابو میں لاکر برق توانائی میں اضافہ کرنے کو اولین اہمیت دی - گذشتہ چار برسوں میں برق اور آبپاشی کے شعبوں پر جو اخراجات

یہ عمل لائے گئے ہیں ۔ ان پر ایک نظر ڈالنے سے حکومت نے اس سلسلے میں جو کچھ کیا ہے وہ خود بہ خود ظاہر ہوجائیگا ۔

برقی قوت اور آبپاشی پر کیے جانیوالے اخراجات کے لئے چوتھے منصوبے میں ۳۰۷ کروڑ روپیوں کی گنجائش تھی جو بڑھکر پانچویں منصوبے کے دوران ۷۰۰ کروڑ روپیوں تک پہنچ گئی ہے۔ گذشتہ چار سال کے عرصہ میں ۴۴۳ کروڑ روپیوں کے مساوی رقم آبپاشی کی بڑی اوسط اور چھوٹی اسکیمات پر خرچ کی گئی ہے اور ان اسکیمات کی بدولت ۴۴۰۵ لاکھ ایکڑ زائد رقبے کو زیر کاشت لے آیا گیا ہے۔ یہ ایک ایسا کارنامہ ہے جسکی نظیر گذشتہ ۲۱ سالہ آندھرا تاریخ میں نہیں ملتی ہے۔

برق کے لئے ۷۴-۱۹۷۳ میں مختص کردہ رقم کی مقدار ۳۶۲٫۲۷ کروڑ روپیہ تھی جو ۷۸-۱۹۷۷ میں ۱۳۵ کروڑ روپیہ ہے ۔ ۱۹۷۴ میں برق پیدا کرنے کی تنصیبی صلاحیت ۶۸۸ میگاواٹ تھی جو بڑھکر ۱۹۷۷ میں ۱۲۲۸ میگاواٹ ہوگئی ہے اور آیندہ برسوں میں ہر چھ ماہ بعد ۲۰۰ میگاواٹ توانائی کا اضافہ ہوگا ۔ اس امر کا یقین ہے کہ ۸۰-۱۹۷۹ تک برقی قوت پیدا کرنیکی صلاحیت ۲۰۰۰ میگاواٹ کے نشانے سے تجاوز کرکے ۸۳-۱۹۸۲ تک ۳۰۰۰ میگاواٹ ہوجائیگی جبکہ منصوبے کے مطابق موجودہ تمام پراجکٹ تکمیل کو پہنچ جائیں گے اور کام کرنے لگیں گے ۔

دیوھیکل پراجکٹس

ناگرجونا ساگر پراجکٹ ۔ پوچم پاڈ پراجکٹ ۔ گوداوری بیریج اور وسادھر جیسے دیوقامت پراجکٹس جو برسوں ٹال مٹول کی حالت کا شکار رہے اب اضافہ فنڈس کی فراہمی کی بدولت اپنی رفتار تکمیل کے مختلف مراحل میں ہیں۔ تنہا ناگرجوناساگر کنال کے تحت ہی گذشتہ تین برسوں میں ۴ لاکھ ایکڑ اضافہ رقبے کو آبپاشی کے لائق بنادیا گیا ہے ۔ اور تجویز یہ ہے کہ آئیندہ دو برسوں میں مزید ۸ کروڑ روپیہ خرچ کرکے پانچویں منصوبے کے ختم تک اس پراجکٹ کے کنال سسٹم کو مکمل کرلیا جا ئے۔ اس طرح پوچم پاڈ پراجکٹ پر پورے چوتھے منصوبے کی مدت کے دوران خرچ کردہ رقم ۱۶ کروڑ روپیوں کے مقابلے میں پانچویں منصوبے کے پہلے ۳ برسوں میں ہی ۵۰ کروڑ روپیوں کے اخراجات عمل میں لائے جاچکے ہیں اور باقی کے آئیندہ دوبرسوں میں مزید ۴۰ کروڑ روپیے خرچ کئے جائیں گے۔ ہم اپنی پڑوسی ریاستوں خاص کر مہاراشٹرا اور کرناٹک کے ممنون ہیں جنھوں نے گوداوری کے پانی سے استفادہ کا معاهده طے کرنے میں ہم سے تعاون کرکے ہم کو بہت سی نئی اسکیمات شروع کرنے اور موجودہ مختلف اسکیمات کی عمل آوری جاری رکھنے کے قابل بنایا ۔

زراعت

چوتھے منصوبے کے دوران زرعی پیداوار کی مقدار میں جو کمی ہوگئی تھی اسکا ازالہ گذشتہ چار برسوں میں کرلیا گیا ہے ۔ اور ریاست نے چاول کی پیداوار کے سلسلہ میں ملک کے اندر اپنا اهم مقام دوبارہ حاصل کرلیا ہے ۔ ۷۷-۱۹۷۶ میں ہم نے ۷۴٫۲۷ لاکھ ٹن چاول پیدا کیا جو ایک همه وقتی ریکارڈ ہے اور ہماری ریاستی حکوست کی جانب سے مرکزی ذخیرے میں ریاست کے حصے کے طور پر دس لاکھ ٹن کی مقدار میں چاول جمع کرائے گئے ۔ ہماری کوشش تو یہ تھی کہ ایک کروڑ ٹن پیداوار کا ریکارڈ قائم کیا جائے اور ہم اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی ہوجاتے لیکن گذشتہ دو برسوں کے دوران قدرتی عوامل ہم پر نامہربان رہے۔ گذشتہ سال ساحل پر ایک کے بعد ایک آنیوالے طوفانوں نے دوسرے علاقوں میں پیدا شدہ خشک سالی کے حالات نے اور اس سال ہزاروں جانیں لینے والے طوفان اور سمندری تموج نے ایک کروڑ ٹن پیداوار کے ریاستی منصوبے کو درهم برهم کردیا ۔ لیکن مجھے بھرپور اعتماد ہے کہ وہ دن دور نہیں جبکہ یہ ریاست نہ صرف اس نشانے کو پورا کرے گی بلکہ اس سے آگے نکل جائے گی۔ ریاست میں زیرکاشت مجموعی رقبہ ریاست کے کل جغرافیائی رقبے کا ۴۷ فیصد ہے اگر اس مجموعی زیر کاشت رقبے کو بڑھا کر جغرافیائی رقبے کے ۷۰ فیصد کے مساوی کردیا جائے تو مجھے پورا یقین ہے کہ موجودہ اور آئیندہ کے لئے مجوزہ آبپاشی کاموں کی تکمیل اور ان سے استفادہ کی صورت میں ہمارا یہ خواب پورا ہوجائیگا ۔

صنعتیں

صنعتوں کے قیام کی همت افزائی کرنے اور جو صنعتی یونٹیں پہلے ہی سے کام کررہی ہیں ان کی مدد کرنیکے لئے حکومت نے مختلف اقدامات کئے ہیں ۔ خود مختار ادارے جیسے آندھرا پردیش انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن۔ اسمال اسکیل انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن ۔ اسٹیٹ فینانشیل کارپوریشن ۔ انڈسٹریل انفرااسٹرکچر کارپوریشن قائم کئے گئے تاکہ صنعتوں کو بڑھاوا دیا جاسکے ۔ ان کارپوریشنوں نے صنعتوں کے قیام کے لئے فضا هموار کرنے میں شاندار کارنامہ انجام دیا ہے ۔ ریاست کی ۸۰ فیصد صنعتوں کو یا تو ریاستی امدادی یا مرکزی امدادی اسکیموں کے تحت لایا جاچکا ہے ۔

گذشتہ چار برسوں میں ۹۰ کروڑ روپیہ کے سرمائے سے ریاست میں بڑی اور اوسط صنعتیں اور ۱۰۰۰ کروڑ کے سرمائے سے مختلف پراجکٹس قائم کئے گئے ہیں ۔ جن میں اهم صنعتیں یہ ہیں ۔ سمنٹ فیاکٹریز ۔ کاغذ کے کارخانے ۔ اسپائیج آئرن پلانٹ ۔ زنک اسمیلٹر پلانٹ ۔ کیمیائی کھاد کے کارخانے ۔ الومنیم پلانٹ اور کاپر اسمیلٹر پلانٹ ۔

ملک میں خود روزگار اسکیمات کے میدان میں بڑے پیمانے پر تجربہ کرنے میں ہماری ریاست صف اول کی حیثیت کی حامل ہے اور آج اس میدان میں ہماری ریاست کو دوسری ریاستوں کے مقابلے میں فخریہ مقام حاصل ہے۔ خود روزگار اسکیموں کے تحت ہماری ریاست میں ۸۰۰۰ یونٹ کام کررہے ہیں جن سے ۳۳۰۰۰ تعلیم یافتہ بیروزگاروں کو روزگار سہیا کیا گیا ہے۔ ان اسکیموں کے تحت مشغول شدہ سرمایہ ۲۰ کروڑ روپیے تک پہنچ گیا ہے۔

دیہات کے کاریگروں اور صناعوں کی مدد کے لئے دیہی صنعتوں کے قیام کو بھی اہمیت دی گئی ہے۔ تعلیم یافتہ بیروزگاروں کو فائدہ پہنچانے کے لئے ایک نیا طریقہ اختیار کیا گیا ہے جو حسب ذیل ہے۔ آٹو ٹیکنیشنوں کے لئے آٹو نگر۔ ذیلی صنعتی اسٹیٹس۔ خود روزگار صنعتی اسٹیٹس ٹیکنو کرایٹس کے لئے ٹیکنو کرائٹس انڈسٹریل اسٹیٹ۔ تاجروں کے لئے کمرشیل کامپلکس وغیرہ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ صنعتی مزدوروں کے لئے ریاستی مکانات کی تعمیر کا آغاز کیا گیا۔ ۱۷ مقامات پر تقریباً ۳ ہزار مکانات تعمیر کئے جارہے ہیں جن پر ۳ کروڑ روپئے کی لاگت آئیگی اور یہ رقم ''هڈکو،، سے بطور امداد حاصل کی جائیگی۔

کمزور طبقات

گزشتہ ۴ برسوں میں کمزور طبقات سے تعلق رکھنے والے عوام کی بہبودی سے بھی ریاستی حکومت کو بہت زیادہ تعلق خاطر رہا ہے۔ دوسرے شعبوں میں جو کچھ بھی نمایاں نتائج حاصل ہوئے ہوں لیکن حکومت کو اس حقیقت کا احساس ہیکہ کمزور طبقات کی بہبودی کے کاموں کو اب تک ثانوی اہمیت دی جاتی رہی۔ اس حقیقت کی اہمیت اور اسکی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے حکومت نے کمزور طبقات بشمول درج فہرست اقوام و قبائل کی ترقی کے لئے مختلف اسکیمات کا آغاز کیا۔ ریاست کے دور دراز علاقوں میں رہنے والے کمزور طبقات کے لئے جو زیادہ تر زرعی مزدور ہیں اور سال میں ۴ ماہ بمشکل روزگار سے لگے رہتے۔ حکومت نے علیحدہ کارپوریشن قائم کئے ہیں جنکی مدد سے کمزور طبقات کی معاشی حالت کو سدھارنے میں مدد لی جائیگی اور ذیلی روزگار فراہم کیا جائیگا۔

گزشتہ ۴ برسوں کے دوران میں کمزور طبقات کی بہبود کی اسکیمات پر ۱۲۵ کروڑ روپئے خرچ کئے گئے ان میں معاشی امداد۔ رہائشی مکانات کےلئے اراضیات کی فراھمی۔ سرکاری زمینات کی تقسیم۔ خواندگی کو عام کرنا وغیرہ شامل ہے۔ ۲۲ لاکھ ایکڑ کے لگ بھگ سرکاری زمینات کو بے زمین غریبوں میں تقسیم کیا گیا جن میں ۵ ایکڑ زمین کو درج فہرست اقوام سے تعلق رکھنے والوں میں تقسیم کیا گیا۔

تاکیدی هدائیتیں

اراضیات کی تقسیم کے علاوہ تاکیدی ہدایتیں جاری کی گئی ہیں کہ کوآپریٹیو اداروں کی طرف سے جاری کئے جانیوالے ۷۵ فیصد قرضے کمزور طبقات کو دیئے جائیں۔ درج فہرست اقوام اور درج فہرست قبائل اور پسماندہ طبقات سے تعلق رکھنے والے ۳۱ء لاکھ خاندانوں میں تقریباً ۱۴ ہزار ایکڑ اراضی رہائشی مکانات کے لئے دی گئی اسکے علاوہ ۱۰ کروڑ روپئے کی لاگت سے هرجنوں کے لئے ۵۰ هزار مکانات تعمیر کئے گئے۔ ۵ لاکھ چھوٹے اور مارجینل کسانوں کی امداد کے لئے تقریباً ۶۵ کروڑ روپئے خرچ کئے گئے۔ انہیں دیجانیوالی اشیاء حسب ذیل ہیں۔ ۲۰ ہزار هل چلانے کے بیل۔ ۳۸ ہزار دودھیارے سویشی۔ ۶۰۰ مرغبانی یونٹ۔ ۱۷ ہزار بھیڑوں کی یونٹیں۔ ۲۲۰۰ سوروں کی یونٹیں۔

قبائلیوں کے تحفظ کے لئے حکومت نے دوهرا طریقہ کار اختیار کیا ہے۔ سب سے پہلے قبائلیوں کو دوسرے طبقات کے استحصال سے محفوظ کرنا۔ دوسرا انکی معاشی حالت سدھارنا ہے۔ ۵۰ کروڑ روپئے کے سرمائے سے قبائلیوں کی بہبود کے لئے ایک ذیلی پلان تیار کیا گیا ہے۔ ۳۰ کروڑ روپئے کے برابر رقم مختلف معاشی امدادی پروگراموں اور زراعت کی ترقی۔ چھوٹی آبپاشی۔ افزائش سویشیاں۔ بجلی اور تعلیم وغیرہ پر گزشتہ چار برسوں میں خرچ کی گئی۔

قبائلیوں کے بچوں کے لئے آشرم اسکول

لڑکپن هی میں تربیت دینے اور ملک کے حقیقی معنوں میں شہری بنانے کے مقصد کے تحت حکومت نے قبائلیوں کی نوجوان نسل کے لئے آشرم اسکول کھولے ہیں۔ یہ اسکول اقامتی ہوتے ہیں۔ یہاں تعلیم ابتدائی مرحلے سے هی دی جاتی ہے۔ یہ اسکول ریاست کے دور دراز جنگل میں رہنے والے قبائلیوں کی سہولت کے لئے قائم کئے گئے ہیں۔ اس وقت ریاست میں ایسے ۴۰۰ اسکول کام کر رہے ہیں۔ یہ تجربہ بہت هی کامیاب ثابت هوا ہے۔ مسرت کی بات یہ هیکہ روائتی طور پر متشکی اور شرمیلے قبائلیوں نے اسکولوں کی تعلیم کو تہہ دل سے قبول کیا ہے۔

سرکاری ملازمین۔

شروع سے میرا نظریہ یہ هیکہ آسودہ حال انتظامی مشنری ویلفیر اسٹیٹ کی مختلف پالیسیوں اور پروگراموں کی عمل آوری کے لئے بیحد ضروری ہے۔ اور حکومت کی لازمی ذمہ داری هیکہ وہ اپنے ملازمین کی ضروریات کو پیش نظر رکھے۔ بر وقت گرانی الاونس کی منظوری۔ بلا

تاخیر تنخواہوں پر نظر ثانی - فیملی بنیفٹ فنڈ اسکیم - لبرالایزڈ رخصتوں - پنشنری اسکیات اسطرح کی گئی اور اسکیات کی بدولت ملازمین اور حکومت کے درمیان خواشگوار فضاء پیدا ہوئی ہے - مجھے خوشی ہیکہ ملازمین نے گزشتہ چار برسوں کے دوران میں حکومت سے بھر پور تعاون کیا -

چوتھے منصوبے کے ختم سے قبل کسی وقت بھی آندھرا پردیش کے سالانہ منصوبے کا سوازنہ ۱۰۰ کروڑ سے آگے نہیں بڑھا - اتنی وسیع و عریض وسائل سے بھر پور ریاست کی معاشی اور مالی خستہ حالی قابل افسوس تھی - ہم نے ریاست کی وسعت کے مناسبت سے سالانہ منصوبے کے اخراجات میں اضافہ کرنیکی کوشش شروع کی - اس شاندار کام کی تکمیل کے لئے بڑے ہی جوش و خروش کے ساتھ کوشش کی گئی اور میں خوش ہوں کہ ریاست کے تمام انتظامیہ نے ہم سے بھر پور تعاون کیا - اوپر سے لیکر نیچے تک تمام ملازمین نے ایک ٹیم کی شکل میں کام کیا جسکے بہترین نتائج برآمد ہوئے - صدر جمہوریہ کے مشیروں نے سال ۱۹۷۳-۷۴ کے لئے منصوبے کے اخراجات کا موازنہ میرے حوالے کیا جو ۹۳ کروڑ روپئے کے برابر تھا -

سال ۱۹۷۴-۷۵ میں یہ موازنہ جست لگاکر ۱۴۷ کروڑ روپئے اور ۱۹۷۵-۷۶ میں ۲۰۲ کروڑ روپئے - ۱۹۷۶-۷۷ میں ۲۹۸ کروڑ روپئے - ۱۹۷۷-۷۸ میں ۳۹۸ کروڑ روپئے تک پہنچ گیا اور اتنی ہی مرکزی امداد آندھرا پردیش کو عملاً حاصل ہو رہی ہے - یہ اس لئے ہوسکا کہ ہم نے ہوشیاری کے ساتھ مالی منصوبہ بندی اختیار کی - وسائل کو متحرک کیا - ٹیکسوں کی وصولی کی لگا تار کوشش کی - میں نے سالانہ منصوبے کے لئے جو سوازنہ متعین کیا ہے وہ ۴۵۰ کروڑ روپئے کے برابر ہے لیکن مجھے یقین ہیکہ یہ موازنہ پانچویں منصوبے کے آخری سال میں ۵۰۰ کروڑ روپئے تک پہنچ جائیگا - اسطرح سال ۱۹۷۸-۷۹ میں سالانہ منصوبے کا موازنہ چوتھے پانچسالہ منصوبے کے مجموعی سوازنے سے بھی زیادہ ہوگا جو ۴۴۰ کروڑ روپئے تھا - پورے پانچویں منصوبے کی مدت کے لئے سوازنے کی رقم تقریباً ۱۵۰۰ کروڑ روپئے کے برابر ہوگئی جو چوتھے منصوبے کے مجموعی سوازنے کی رقم سے تین گنا زیادہ ہے اس سے صاف ظاہر ہوجاتا ہیکہ میری برسر کار مدت کے دوران ریاست میں نمایاں کار نامے انجام دیئے گئے -

* * *

(باتیں کم کام زیادہ)

پانچویں منصوبے میں کلیدی شعبوں پر خصوصی توجہ

ہندوستان کے پانچسالہ منصوبوں کا بنیادی تخیل یہ ہیکہ جمہوری طریقوں اور وسیع عوامی اشتراک کے ذریعہ سوشلسٹ خطوط پر روبہ عمل لائی جانیوالی ترقی سے عاجلانہ معاشی فروغ ۔ روزگار میں وسعت ۔ آمدنی اور دولت کی عدم مساوات میں کمی ۔ معاشی طاقت کی یکجائی کا انسداد اور ایک آزاد اور مساوات پر مبنی معاشرے کے قیام کے لئے درکار اقتدار اور طرز فکر کی تخلیق کے مقاصد حاصل کئے جاسکتے ہیں ۔ اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ مقاصد زبردست اہمیت کے حامل ہیں ۔ ایک ایسے ملک میں جہاں کے عوام غربت کی سطح سے بہت ہی قریب زندگی بسر کرتے ہیں وہاں سماجی انصاف ۔ کام کاج کے لئے برابر کے مواقع اور ایک اقل ترین معیار زندگی کے مطالبات کی پابجائی انتہائی ضروری ہے ۔ چنانچہ ان امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے پانچویں منصوبے میں کلیدی شعبوں کو اولیت اور فوقیت دی گئی تاکہ ترقی کی رفتار کو تیز تر کیا جاسکے ۔

آئیے اس سلسلے میں شعبۂ آبپاشی پر ایک نظر ڈال لی جائے ۔ اس شعبہ کے لئے پانچویں منصوبے میں ۳۹۰,۶۴ کروڑ روپئے فراہم کئے گئے ہیں جبکہ اس رقم کے مقابلے میں اس مد کے تحت چوتھے منصوبے میں ۹۸,۰۰ کروڑ روپئے کے اخراجات عمل میں لائے گئے تھے ۔ پانچویں منصوبے کی گنجائش کا زیادہ تر حصہ زیر تکمیل اسکیموں پر خرچ کیا جائیگا بعض منصوبے میں موجود گنجائش ۳۹۰,۶۴ کروڑ روپئے میں سے ۳۱۷,۰۰ کروڑ روپئے زیر تکمیل اسکیمات پر خرچ ہوں گے ۔

بڑے پراجکٹوں کے لئے فراہم کردہ گنجائشات اسطرح ہیں ۔ ناگر جونا ساگر کے لئے ۱۲۱,۴۰ کروڑ روپئے ۔ پوچم پاڑ کے لئے ۹۱,۰۰ کروڑ روپئے ۔ گوداوری بیریج کے لئے ۴۱,۲۷ کروڑ روپئے ۔ تنگبھدرا پراجکٹ کے لئے ۲۰,۰۰ کروڑ روپئے ۔ اور ومسادھر مرحلہ اول کے لئے ۱۰,۰۲ کروڑ روپئے ۔ منصوبے میں نئے پراجکٹوں کے لئے مقرر کی ہوئی گنجائشات یہ ہیں ۔ سوماسیلا پراجکٹ کے لئے ۱۲,۳۹ کروڑ روپئے ۔ نظام ساگر کی ترقیات کے لئے ۱۰ کروڑ روپئے اور ومسادھر مرحلہ دوم کے لئے ۲,۴۸ کروڑ روپئے ۔ اسطرح یہ ظاہر ہوجاتا ہیکہ ہمارے بڑے بڑے پراجکٹوں کو مکمل کرنیکے لئے پرزور مساعی روبہ عمل لائی جارہی ہیں ۔

زیادہ تعداد میں "بوررویلز"

اس کلیدی شعبے میں ہماری ریاست نے لائق ستائش ترقی کی ہے ۔ بڑی اوسط اور چھوٹی اسکیموں کو بڑھاوا دینے کے ماسوا جہاں کسی قسم کے پراجکٹ نہیں ہیں وہاں "بوررویلز" کھودی جارہی ہیں ۔ جو اخراجات عمل میں لائے جارہے ہیں اور جو سرمایہ مصروف کیا جا رہا ہے اس سے اندازہ ہیکہ تقریباً ۴ لاکھ ہیکٹر اضافہ اراضی کو سیراب کرنیکی گنجائش پیدا ہوجائیگی اور چوتھے منصوبے کے ختم پر موجود جملہ ۴,۷۰ لاکھ ہیکٹرس اراضی کو سیراب کرنیکی گنجائش بڑھکر پانچویں منصوبے کے اختتام پر ۸,۱۰ لاکھ ہیکٹرس ہوجائیگی ۔

اس امر سے تو سب ہی واقف ہیں کہ زراعت اور صنعت کے فروغ میں برق ایک اہم عنصر کی حیثیت رکھتی ہے ۔ پانچویں منصوبے میں اس شعبے کے لئے ۵۴۰,۱۸ کروڑ روپیوں کی گنجائش رکھی ہے جو منصوبے کی جملہ گنجائش کا ۳۸,۳۱ فیصد ہے ۔ چوتھے منصوبے کے تحت برق اسکیمات کی تیاری کے سلسلے میں اس امر کو ملحوظ رکھا گیا ہیکہ ان خامیوں اور کوتاہیوں کو دور کیا جائے جنکے باعث پچھلے منصوبے میں برق قوت کی صلاحیت میں مختص ۶۲,۵ میگاواٹ کا معمولی سا اضافہ ہوا ۔ تجویز کے مطابق منصوبے کے آغاز میں موجودہ بجلی کی تیاری کی صلاحیت ۶۶۸ میگاواٹ میں ڈھائی گنا اضافہ کرکے پانچویں منصوبے کی مدت کے ختم تک ۱۷۹۰ میگاواٹ کر دیا جائیگا ۔

صنعتی شعبہ

آندھرا پردیش کا موقف خام اشیاء کی دستیابی کے نقطۂ نظر سے انتہائی اچھا ہے اور یہاں صنعتی فروغ کےلئے موافق حالات موجود ہیں ۔ صنعتوں کے لئے اخراجات کی گنجائش تقریباً ۵۰ کروڑ روپئے رکھی گئی ہے جس میں سے بڑی اور اوسط صنعتوں کے لئے ۲۲,۲۲ کروڑ روپئے اور چھوٹی صنعتوں

کے لئے ۳۴،۱۲ کروڑ روپئے مختص کئے گئے ہیں ۔ آندھرا پردیش انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن اس ضمن میں انتہائی اہم اور خصوصی کردار ادا کر رہا ہے ۔ پانچویں منصوبے کی مدت میں اس کارپوریشن کی جانب سے شروع کی جانیوالی یا اس سے امداد حاصل کرنیوالی یونٹوں کی تعداد ۳۷ ہے۔ ان یونٹوں پر جملہ ۲۰۰ کروڑ روپئے اصل سرمایہ لگایا گیا ہے ۔ اسطرح آندھرا پردیش صنعتی ترقی کا مستقبل انتہائی تابناک نظر آتا ہے ۔

ہمارے منصوبے میں ابتدائی ۔ ثانوی اور اعلی تمام سطحوں پر تعلیم کی ترقی اور فروغ کو پیش نظر رکھا گیا ہے ۔ تجربات سے یہ بات معلوم ہوئی ہیکہ تعلیم کے لئے محض سہولتوں کی فراہمی اسکولوں میں زیادہ تعداد میں داخلوں کے لئے کافی نہیں ہے ۔ اس لئے اس امر کی ضرورت محسوس کی گئی کہ ۶ تا ۱۳ سال کے بچوں کی کم سے کم ۵۰ فیصد تعداد کو تعلیم کے حصول کی جانب متوجہ کرنیکے لئے کتابوں ۔ کپڑوں اور دو پہر کے کھانوں کی فراھمی کی ترغیبات مہیا کی جائیں ۔ اس مقصد کے لئے منصوبے میں ۸۹ لاکھ روپیوں کی گنجائش رکھی گئی ہے جو بلا شبہ ایک نہایت خوش آئند اقدام ہے ۔

کمزور طبقات

منصوبے میں شامل سماجی بھلائی کی اسکیمات کمزور طبقات پر مرکوز ہیں ۔ درج فہرست اقوام اور دوسرے کمزور طبقات کی فلاح و بہبود کے لئے ۱۶،۱۰ کروڑ روپیوں کی ایک علیحدہ گنجائش فراہم کی گئی ہے ۔ اس طرح کی گنجائش رقمی ۸،۰۹ کروڑ روپئے درج فہرست قبائل کے لئے رکھی گئی ہے ۔ ان طبقات کی سماجی اور معاشی ترقی کے لئے دوسرے شعبوں میں چلائے جانیوالے عام پروگراموں کے لئے جو رقومات مختص کی گئی ہیں وہ مذکورہ بالا رقومات کے علاوہ ہیں ۔

ضرورتمند ہریجن خاندانوں کے لئے رہائشی جگہوں کی فراھمی کا پروگرام ایک اور اہم پروگرام ہے جو پانچویں منصوبے کی مدت کے دوران آغاز کیا گیا ۔ اس مقصد کے لئے منصوبے میں ۱۶ کروڑ روپیوں کی گنجائش رکھی گئی ہے ۔ قبائلی باشندوں کے بھلے کے لئے ایک ذیلی منصوبہ بھی تیار کیا گیا ہے جو ۱۷،۸۴ لاکھ کی قبائیلی آبادی رکھنے والے ۸۰۷۴ مواضعات پر محیط ہے ۔ قبائیلی ذیلی منصوبے پر مصارف کی جملہ گنجائش ۴۰،۳۵ کروڑ روپئے رکھی گئی ہے ۔

آنیوالے برسوں میں ریاست کی ترقی کے لئے نئی راہیں کھل رہی ہیں ۔ آئیے ہم سب اور ہم میں سے ہر ایک ترقی کے پہیے کو متحرک رکھنے میں اپنا حصہ ادا کرے ۔ ہر شہری کو چاہئے کہ وہ مجاہدانہ جوش و خروش سے منصوبے کی عمل آوری میں ہاتھ بٹائے ۔

* * *

گورنر آندھرا پردیش یوم جمہوریہ کی پریڈ کا معائنہ کررہی ہیں ۔

شری جارج فرنانڈیس مرکزی وزیر صنعت " سینھابھی رامم ،، کتاب کی رسم اجراء کے موقع پر مخاطب کررہے ہیں ۔ شریمتی ٹی ۔ ین انسویا دیوی صدر نشین آفیشیل لینگویج کمیشن نے لکھی ہے ۔ یہ تقریب ابوالکلام آزاد اورینٹل ریسرچ انسٹیٹیوٹ میں منعقد کی گئی جسکی صدارت جسٹس اے۔ سامبسیوا راؤ نے کی ۔

خبریں تصویروں میں

ایچ ۔ ای ۔ مسٹر پیوک وزیر مٹلرجی و ہیوی انجنیرنگ حکومت چیکوسلواکیہ سوشلسٹ ری پبلک ۶ ۔ فبروری بیگم پیٹھ ہوائی اڈے پر ۔

ایچ ۔ ای ۔ مسٹر پیوک سے آئی ۔ جے ۔ نائیڈو چیف سکریٹری آندھرا پردیش تبادلہ خیال کررہے ہیں ۔

آندھرا پردیش میں صنعتی ترقی

آندھرا پردیش میں صنعتوں میں سرمایہ کاری کے لئے بڑا ھی ازگار ماحول اور فضاء موجود ھے۔ یہ ریاست صنعتی فروغ کے لئے کار ھر قسم کے وسائل زرعی - جنگلاتی - معدنی اور آبی سے مالا ل ھے اور یہاں بھاری صنعتیں - اوسط صنعتیں - چھوٹی صنعتیں یا ھریلو صنعتیں قائم کرنے کے لئے ضرورت کی ھر شئے دستیاب ھے۔ استی حکومت نے صنعت کاروں کو عاجلانہ طور پر سہولتوں کی اھمی کے لئے مختلف کارپوریشن قائم کئے ھیں - جیسے انڈسٹریل بولپمنٹ کارپوریشن بھاری صنعتوں کے فروغ کے لئے۔ اسمال اسکیل لسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن چھوٹے صنعت کاروں کی ضروریات ، پابجائی کے لئے اسٹیٹ فینانیشل کارپوریشن مالی امداد سہیا رنے کے لئے اور انڈسٹریل انفرا اسٹرکچر کارپوریشن بھیادی فرااسٹرکچر سہولیات کی فراھمی کے لئے - محکمہ صنعت و تجارت نے جو صنعتی سرگرمیوں میں تال میل پیدا کرتا ھے۔ ریاست کو بزی کے ساتھ صنعتی بنانے کے لئے یہاں موزوں اور سازگار ماحول یدا کردیا ھے -

بنیادی طور پر ایک زرعی ریاست ھونیکے باعث ماضی میں اں صنعتی فروغ کو تقریباً نظر انداز کردیا گیا تھا - البتہ گذشتہ بار برسوں کے دوران میں حکومت کی جانب سے زراعت کے ساتھ اتھ صنعتی ترقی اور فروغ کو بھی برتر فوقیت اور اھمیت دی گئی ھے۔ اس حقیقت کو تسلیم کرتے ھوئے کہ چھوٹی یا بڑی کسی ی صنعت کے لئے برقی توانائی ایک بنیادی ضرورت کی حیثیت رکھتی ھے ، حکومت نے برقی کی پیداوار میں اضافہ پر زبردست توجہ دی ھے -

ریاست کا ۸۰ فیصد رقبہ یا تو مرکزی امداد کے احاطے میں ھے یا پھر مرکزی امدادی اسکیات کے تحت ریاستی امداد کے دائرے یں ھے۔ گذشتہ چار برسوں کے دوران میں ۴ ,۹۴ کروڑ روپیوں کی مداد فراھم کی گئی جس سے ۹۰۷ صنعتی یونٹوں کو فائدہ ھوا بکہ ۷۳-۱۹۷۲ تک ۵۰ لاکھ روپیوں کی قلیل رقم تقریباً ۹۰ ونٹوں میں تقسیم کی گئی تھی - ریاست کے ترغیبی اسکیات کے تحت گ بھگ ۱۰۰۰ نئے صنعتی کاروباروں کو فائدہ پہنچا اور ان میں ۲ کروڑ روپیہ تقسیم کئے گئے -

بڑی صنعتیں

گذشتہ چار برسوں کے دوران میں ۲۷ بڑی اور اوسط صنعتوں کا ریاست میں قیام عمل میں آیا - جن میں تقریباً ۹۰ کروڑ روپیوں کا سرمایہ مصروف ھے - زاید از ۳۰۰ اجازت نامے عمل آوری کے منتظر ھیں - ان میں ۱۳ پراجکٹ بالکلیہ طور پر نئے ھیں - جن پر لاگت کا مجوزہ سرمایہ ۸۵۰ کروڑ روپیے ھے اور جن میں ۶۰۰۰۰ افراد کے لئے روزگار کی گنجائش ھے۔ ان میں اھم اور بڑے پراجکٹ یہ ھیں - ۳ سمنٹ فیکٹریاں - ۲ پیپر ملز - اسپنج آئرن پلانٹ اور زنک اسملڈ پلانٹ جن میں ۵۰۰ کروڑ روپیوں کا سرمایہ مصروف کیا جائیگا - پراجکٹوں کے اس سلسلے میں ایک مزید فرٹیلائیزر فیکٹری - امونیا پلانٹ - ایل - ٹی - سی - اور کاپر کنسنٹریٹ بھی شامل ھیں جن پر ۵۰۰ کروڑ روپیہ لاگت آئیگی -

چھوٹی صنعتیں

ریاست میں مختلف زمروں کی تقریباً ۳۰۰۰۰ چھوٹی صنعتیں کام کررھی ھیں - جن میں ایگروپراسسنگ یونٹیں بھی شامل ھیں - گذشتہ چار برسوں کے عرصہ میں ۹۰۰۰ سے زاید چھوٹی صنعتیں قائم کی گئی ھیں - جن پر ۵۰ کروڑ روپیہ کے اخراجات ھوئے ھیں - چھوٹی صنعتوں کی ترقی کے سلسلہ میں ایک اھم پیش رفت برآمدی معیار کی مصنوعات کی تیاری ھے - جو دوسرے ممالک کو برآمد کی جارھی ھیں -

خود روزگار اسکیات

خود روزگار اسکیات کے سلسلہ میں آندھرا پردیش لائق افتخار مقام کا حامل ھے۔ گذشتہ چار برسوں میں چھوٹے کاروباریوں کی جانب سے تقریباً ۶۰۰۵۰ صنعتی کاروبار شروع کئے گئے - ریاست بھر میں اس قسم کے تقریباً ۸۰۰۰۰ یونٹیں کام کررھی ھیں جن کی بدولت قریب قریب ۳۳۵۰۰۰ پڑھے لکھے بیروزگاروں کو روزگار ھملست ھوا ھے۔ اور جن میں ۱۹ کروڑ روپیوں کا سرمایہ مصروف ھے -

دیہی صنعتیں

اس ریاست میں سات دیہی صنعتی پراجکٹ کام کررھے ھیں - ان دیہی صنعتی ترقی پراجکٹوں کے علاقوں میں ۲۰۰۰ صنعتی ادارے

قائم کئے گئے ھیں۔ جنکی بدولت ۲۰۰۰۰ اشخاص کے لئے روزگار کی گنجائش پیدا ھوئی ہے۔ روایتی دستکاریوں اور دیہی صناعوں کو ۱۸۰ لاکھ روپیوں کی مالیت کے قرضے دئے گئے ھیں۔

چھوٹی صنعتوں کے شعبے کے تحت مواضعات میں دیہی صنعتوں کے قیام پر زور دینے کی اپنی جدید ترین حکمت عملی کی مطابقت میں حکومت ہند نے نئی معلومات کی سربراھی اور دیہی اور چھوٹی صنعتوں کی ہمت افزائی کی خاطر ہر ریاست میں پانچ اضلاعی مراکز کے قیام کا ایک حوصلہ مندانہ پروگرام مرتب کیا ہے۔ اس سلسلہ میں حکومت آندھرا پردیش کی پرخلوص مساعی کی بدولت حکومت ہند نے ہر ریاست کے لئے پانچ مراکز کے عام فارمولے سے ہٹ کر خاص طور پر آندھرا پردیش کو ایسے دس مراکز دینے سے اصولی طور پر اتفاق کرلیا ہے۔

شکر کی صنعت

اس ریاست میں موسمی اور فضائی حالات نیشکر کی کاشت کے لئے انتہائی موزوں اور موافق ھیں اس لئے یہاں شکر سازی کی صنعت کو فروغ دینے کی بڑی گنجائش ہے۔ ریاست میں فی الوقت ۱۱ شکر کے کارخانے امداد باھمی کے تحت ھیں جن کی تنصیبی "کرشنگ" صلاحیت ۵۰۰ ٹن ہے۔ اور ۹ کارخانے نجی شعبے کے تحت ھیں جنکی تنصیبی "کرشنگ" صلاحیت ۱۷۹۵۰ ٹن ہے۔ انکے علاوہ امداد باھمی کے تحت ۶ کارخانے جن میں ہر ایک کی تنصیبی کرشنگ صلاحیت ۱۲۰۰ ٹن ہے۔ تعمیر کے مختلف مدارج میں ھیں اور اس شعبے کے تحت دو اور کارخانے قائم ہونیوالے ھیں۔ اندازہ ہے کہ ۷۹-۱۹۷۸ کے موسم کے دوران ریاست میں شکر کے کارخانوں میں ۲۶٫۸۵ لاکھ میٹرک ٹن وزنی گنوں سے رس نکالکر ۲.۲۵ لاکھ میٹرک ٹن شکر پیدا کی جائیگی۔ توقع ہے کہ شکر کی پیداوار کے سلسلے میں ہماری ریاست کو ملک کی دوسری ریاستوں سے آگے نکل جانے میں اب زیادہ وقت نہیں لگے گا۔

آندھرا پردیش انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن

آندھرا پردیش انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن نے پچھلے چار برسوں میں ۵۰ اعانتی اور مشترکہ صنعتی اداروں کے اور ۳۵ امدادی صنعتی اداروں کے قیام میں مدد دی ہے۔ اور تقریباً ۹۱ کروڑ روپیوں کے مساوی مالی امداد بہم پہنچائی ہے۔ کارپوریشن کی جانب سے دی جانے والی مالی امداد کی بدولت مجموعی طور پر ۳۳۰ کروڑ روپیوں کی مقدار میں صنعتی سرمایہ کاری ممکن ھوسکی اور تقریباً ایک لاکھ سے زاید افراد کے لئے روزگار کے مواقع فراھم ھوسکے۔ کارپوریشن کے پاس بڑے بڑے پروگرام موجود ھیں۔ اور اگلے منصوبے میں وہ مالیاتی امداد کی رقم کو بڑھا کر ۱۳۰ کروڑ روپئے کردینے کا ارادہ رکھتا ہے۔ آندھرا پردیش انڈسٹریل کارپوریشن کی جانب سے آغاز کردہ مشترکہ سرمایہ کاری کا طریقہ بہت ھی کامیاب ثابت ھوا۔ اور صنعتی فروغ کے میدان میں ایک اھم اختراعی اقدام تصور کیا جاتا ہے۔

آندھرا پردیش اسمال اسکیل انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن

اسمال اسکیل انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن چھوٹی صنعتوں کی مدد کر رہا ہے اور اسکی خصوصی توجہ کمزور طبقات جیسے درج فہرست اقوام اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے صنعتی کاروباریوں کی امداد اور انکو بعض خصوصی مراعات فراہم کرنے پر مرکوز ہے جیسے سو فیصد امداد بسلسلہ اخراجات (Feasibility Reports) زیادہ سے زیادہ ۱۰۰۰۰ فی اسکیم۔ پلانٹ ٹریننگ وغیرہ میں اوڈی پی کرنے کے لئے ۲۰۰ روپئے ماھانہ وظیفہ کی ادائی۔ دھڑوت کی رقم اور "مارجن منی" سے استثناً۔ ھائر پرچیز اسکیم کے تحت فراھم کردہ مشنری کے سوا دوسری تمام قسم کی ضمانتوں سے استثناً۔ عام طور پر دوسرے صنعت کاروں پر لگائے جانیوالے ۵ فیصد سروس چارجس سے ان طبقات کے افراد کو معافی۔ ۲۵۰۰۰ روپیوں کی حد تک سرمایہ کی منظوری (Feasibility Report) اور انجینرنگ سروسز اور پیشہ ورانہ مشوروں کے سلسلے میں عائد ھونے والے اخراجات کے لئے ۷۵ فیصد تک امداد لیکن زیادہ سے زیادہ ۷۵۰۰ روپیے۔ بیمار یونٹوں کو دوبارہ لائق کار بنانے کے سلسلے میں انکے بینکروں کے لئے قابل قبول مشیروں سے حاصل کی ھوئی رپورٹس کے اخراجات کے لئے صد فی صد امداد۔

آندھرا پردیش اسٹیٹ فینانشیل کارپوریشن

اسٹیٹ فینانشیل کارپوریشن چھوٹی اور اوسط دونوں صنعتوں کے شعبوں میں قائم انواع و اقسام کی صنعتوں کی مدد کر رہا ہے اور خصوصیت کے ساتھ پسماندہ علاقوں کی صنعتوں پر زیادہ توجہ دیتا ہے۔ اسکے پاس فنی گریجویٹس کے لئے نئے فنی گریجویٹس کو ملازمتیں فراھم کرنیوالے صنعت کاروں کے لئے۔ بڑے کارخانوں کی ذیلی یونٹوں کے لئے۔ پڑھے لکھے بیروزگار کے لئے اور ایسے صنعتکاروں کے لئے جو ریاست کے دیہی علاقوں میں صنعتیں قائم کرنا چاھتے ھیں امدادی اسکیمات ھیں۔ اس کارپوریشن نے میعادی قرضوں کے طور پر تقریباً ۹۲ کروڑ روپئے منظور کئے ھیں۔

آندھرا پردیش انڈسٹریل انفرا اسٹرکچر کارپوریشن

انڈسٹریل انفرا اسٹرکچر کارپوریشن جسکے قیام کو بمشکل چار سال ھوئے ھیں ریاست کو تیزی کے ساتھ صنعتی بنانے میں سب سے زیادہ کار آمد عنصر ثابت ھوا ہے پوری

ریاست میں قائم ۱۰ صنعتی اسٹیٹس اور ۴۴ صنعتی ترقیاتی علاقوں کے مقابلے میں اس کارپوریشن نے گزشتہ چار سال کے عرصے میں ۴۵ نئی صنعتی اسٹیٹس اور ۱۹ نئے صنعتی ترقیاتی علاقے قائم کئے ہیں - اس نے گزشتہ چار سال کے مختصر عرصے میں صنعتی کارخانوں کے لئے ۸۶۰ سائبان تعمیر کئے اور ۲۹۰۰ قطعات اراضی کو صنعتوں کے قیام کے قابل بنایا - اس کارپوریشن کا ایک اور قابل توجہ کار نامہ آٹو ٹیکنیشینز کے لئے آٹو نگر - ذیلی صنعتی اسٹیٹس اور خود روزگار اسکیمات کے اسٹیٹس کا قیام ہے - اس نے تاجروں اور بیوپاریوں کے لئے کمرشیل کامپلکس بھی تیار کئے ہیں - کارخانوں کے قریب صنعتی مزدوروں کے لئے رہائشی مکانات کی تعمیر کی ہے - اس کارپوریشن کی نگرانی میں '' ھڈکو '' کی مالی امداد سے ۱۷ مقامات پر ۲۹۶۸ مکانوں کی تعمیر کا کام جاری ہے جن پر ۱۸ء۴ کروڑ روپئے کا بھاری خرچ ہوگا - کارپوریشن کی جانب سے صنعت کاروں کو متعدد خدمات فراہم کی جاتی ہیں جن میں قابل مدتی مالی ضروریات کی تکمیل کے لئے عارضی قرضوں کی منظوری بھی شامل ہے - کارپوریشن نے اب تک تقریباً ۱۶ کروڑ مالیت کے قرضے منظور کئے ہیں اور اسکے علاوہ صنعتی یونٹوں کو برقی کی فراہمی یقینی بنانے کے لئے الکٹریسٹی بورڈ کو ۲ کروڑ روپیوں کی ادائیاں کی ہیں -

* * *

رحمن مین پوری

غزل

آیا خزاں کے بعد بہاروں کا سلسلہ ،
ٹوٹا کبھی نہ وقت کے دھاروں کا سلسلہ

ظلمت کے ساتھ نور مسرت کے ساتھ غم ،
پھولوں کے ساتھ ساتھ ہے خاروں کا سلسلہ

بری نظر میں قوت نظارہ بھی تو ہو
ناداں کہاں نہیں ہے نظاروں کا سلسلہ

یوں دور غم کے بعد مسرت کا دور ہے
جیسے خزاں کے بعد بہاروں کا سلسلہ

دامن میں کائنات کے رنگینیاں تو ہیں
قوس قزح ہو یا ہو شراروں کا سلسلہ

گرداب میں اگر ہے سفینہ تو غم نہ کر
موجوں ہی سے ملے گا کناروں کا سلسلہ

رحمن میں اور ان میں اب اک کشمکش سی ہے
بس چند دن چلا تھا اشاروں کا سلسلہ

* * * *

ریاست میں زراعت کی ترقی

لاکھ ۹۴،۲۷ میں غذائی اجناس کی پیداوار
سال ۱۹۷۵-۷۶
ھی جو گذشتہ برسوں میں کبھی نہیں ہوئی تھی - سال ۷۳-۷۴
پیداوار کی شرح فی ہیکٹر ۱۸،۶ کنٹل تھی جو سال ۱۹۷۵-۷۶
بڑھکر ۲۲ کنٹل تک پہنچ گئی - اگرچہ کہ آندھرا پردیش
ملک کی صف اول کی زرعی ریاست کہا جاتا ہے لیکن چوتھے
سوبے کی مدت کے دوران یہاں زراعت میں نشیب و فراز آگئے اور
اوار کی سطح بہت کم ہوگئی اور زرعی محاذ کی کارکردگی پر
ید کی جانے لگی - مسلسل کوشش کے ذریعہ چاول کی پیداوار
ں ریاست کے امتیازی مقام کو ملک میں پھر بحال کیا گیا اور
است نے سال ۱۹۷۵-۷۶ میں ۱۰ لاکھ ٹن چاول مرکزی
خیرے میں جمع کروائے - اس سے پہلے چاول کی اتنی مقدار کبھی
ہیں دی گئی تھی -

حکومت نے کئی اقدامات کئے جس میں زراعت کے لئے ضروری
شیا - کیمیائی کھادیں - کسانوں کو قرض کی سہولتیں پہنچانا
وغیرہ شامل ہے - لیکن سال ۱۹۷۶-۷۷ اور ۱۹۷۷-۷۸ کے
دوران قدرت ریاست پر نامہرباں رہی - ایک طرف تو
شدید بارشوں اور طوفانوں سے ریاست کو وسیع پیمانے پر نقصان
پہنچا اور دوسری طرف ریاست کے دوسرے علاقے مسلسل خشک
سالی کا شکار رہے - جس کی وجہ سے غذائی پیداوار کو ۱۰ ملین ٹن
تک لیجانے کا ریاستی منصوبہ قدرے درہم برہم ہوگیا -

آبپاشی کے تحت کا رقبہ

لاکھ ہیکٹر قابل کاشت اراضی موجود
ریاست میں ۱۹۷،۳۰
ہے - سال ۱۹۷۵-۷۶ کے ختم تک اوسط اور چھوٹے آبپاشی پراجکٹ
کے تحت ریاست میں ۴۲،۹۰ لاکھ ہیکٹر اراضی سیراب کرنیکی
صلاحیت پیدا کی گئی -

کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ

ریاست میں بڑے - اوسط اور چھوٹے پراجکٹوں کے پانی کے
استعمال اور آبپاشی کے ذرائع مہیا کرنے کے درمیان بڑا خلاء پیدا
ہوگیا تھا جبکہ پراجکٹوں کی تیز رفتار تعمیر آبپاشی کے لئے پانی
کے دستیابی میں ممدومعاون ثابت ہوئی - نہروں کی تعمیر میں تاخیر
کی وجہ سے یہ خلاء پیدا ہوگیا تھا - اور مالی وسائل کی کمی بھی
کسانوں کے لئے زمین کو ترقی دینے میں رکاوٹ بن گئی تھی -
آندھرا پردیش

دوہرے مقاصد میں آبپاشی کے ذرائیعوں کی تعمیر اور انکے پانی
کے استعمال کے درمیانی خلاء کو پر کرنے اور زیادہ سے زیادہ پانی کو
استعمال کرنے کے لئے حکومت نے کئی اقدامات کئے جن میں
پراجکٹ کے خرچ میں شامل کرتے ہوئے کھیتیوں تک پانی پہنچانے
والی نہریں تعمیر کرنا ہے - زرعی پیداوار سے متعلق جدید طریقوں
کی کسانوں کو معلومات بہم پہنچانے - زمین کی مناسبت سے فصلیں
اگانے - پانی کو استعمال کرنے کے بہتر طریقوں سے کسانوں کو واقف
کروانے کی بدولت نئے پراجکٹوں کے تحت پیداوار میں زبردست اضافہ
ہوا ہے - سال ۱۹۷۶-۷۷ کے دوران پوچم پاڈ کمانڈ ایریا کے تحت
پیداوار کا اوسط فی ایکڑ ۱۸،۸ کنٹل تھا - جبکہ ضلع کریم نگر
کی پیداوار کا اوسط ۱۲،۳۰ کنٹل رہا - اس طرح پیداوار میں ۵۳
فیصد کا اضافہ ہوا -

قرض کی سہولتیں

کسانوں کے لئے بر وقت قرض مہیا کرنیکی طمانیت حاصل کرنے
کے لئے حکومت نے خاص احتیاط سے کام لیا ہے - گذشتہ ۴ برسوں
میں کوآپریٹیو اداروں کی جانب سے تقسیم کئے گئے قلیل مدتی اور
طویل مدتی قرضوں میں نمایاں اضافہ ہوا ہے - قلیل مدتی قرضے سال
۷۳-۷۴ میں ۲۶،۴۳ کروڑ سے بڑھکر سال ۱۹۷۷-۷۸ میں
۹۰ کروڑ روپیہ تک پہنچ گئے - اس طرح طویل مدتی قرضے سال
۱۹۷۵-۷۶ میں ۱۸،۶۶ کروڑ روپیہ سے بڑھکر ۱۹۷۷-۷۸ میں
۴۵ کروڑ تک پہنچ گئے -

ذیلی شعبے

دیہی معاشیات کی ملی جلی ترقی کے لئے ذیلی شعبے جیسے
افزائش مویشیان - ڈیری فارمینگ اور ماہی گیری پر مساویانہ
توجہ دی گئی -

پانچ اضلاع اننت پور - کرنول - کڑپہ - چتور اور محبوب نگر
کو خشک سالی سے متاثر ہونیوالے علاقوں کے پروگرام کے
تحت رکھا گیا ہے جبکہ مابقی اضلاع کو اسمال فارمرس
ڈیولپمنٹ ایجنسیوں یا مارجینل فارمرس ڈیولپمنٹ ایجنسیوں
اور اگریکلچر لیبر اسکیم کے تحت کردیا گیا ہے - دیہی علاقوں
کو ترقی دینے چھوٹے مارجینل کسانوں اور زرعی مزدوروں کی

... ایجنسیوں کی جانب سے ۶۵ کروڑ روپئے خرچ کئے گئے جس سے ۵ لاکھ مارجینل اور چھوٹے کسانوں کو کئی انداز سے فائدہ پہنچا - جیسے هل چلانیکے بیل ۲۰ هزار - ۳۸ هزار دودھیارے جانور - مرغبانی کے ۶۰۰ یونٹیں - ۱۷ هزار بھیڑوں کی یونٹیں - ۲۲۰۰ سوروں کی یونٹیں - ۵۸۰۰ زراعتی آلات ۷۵۰۰ پمپ سٹس ان ایجنسیوں نے مہیا کئے - ان ایجنسیوں نے ۱۸۰۰۰ هزار نئی باولیاں کھدوانے - ۱۶۲ چھوٹی آبپاشی وسائل مہیا کرنے - ۵ هزار قدیم باولیوں کو درست کروانے میں مدد دی هے - تقریباً ۷۵ هزار هیکٹر اراضی کو کھیتی باڑی کے قابل بنایا گیا - ۱۲ هزار هیکٹر اراضی پر جنگلات لگائے گئے اور ۱۲ هزار هیکٹر اراضی کو جانوروں کے لئے چارہ اگانے کے لئے تیار کیا گیا -

ڈیری صنعت کو نمایاں مقام دیا گیا هے - اس لئے هی نهیں که دودھ کی زیادہ مقدار دستیاب هو - اور صارفین کو صاف کیا هوا دودھ سربراہ کیا جائے بلکه اس لئے که چھوٹے اور مارجینل کسانوں کو اس سے روزگار کے ذرائع میسر آجاتے هیں اور انکی آمدنی میں اضافه هوتا هے -

چوتھے منصوبے کے اختتام پر فروخت کئے جانیوالے دودھ کی مقدار ۵۴۴ لاکھ لیٹر سے بڑھکر پانچویں منصوبے کے ختم تک ۳۶۴۹ لیٹر هوجائیگی -

ماهی گیری

ماهی گیری کے شعبے میں مختلف پروگراموں کو روبه عمل لانیکے نتیجے میں سمندری مچھلی کی پیداوار ۷۴-۱۹۷۳ میں ۹۸ء۰ لاکھ ٹن سے بڑھکر توقع هیکه پانچویں منصوبے کے اختتام پر ۶٫۳۶ لاکھ ٹن هوجائیگی - جبکه اندرون ملک مچھلی کی پیداوار ۷۴-۱۹۷۳ میں ۸۹ء۰ لاکھ ٹن سے بڑھکر ۳٫۷۶ لاکھ ٹن هوگئی -

علاج و معالجه

ریاست میں صحت و طبابت کی خدمات کو بهتر بناتے هوئے عوام کو مناسب پیمانے پر علاج و معالجه کی سہولتیں بهم پهنچانے کا اهتمام کیا گیا هے - ۴٫۵ کروڑ روپئے کے زائد مصارف برداشت کرتے هوئے حکومت نے طبی اداروں میں ڈاکٹروں کی مقررہ تعداد میں اضافه کیا هے - حکومت کے نئے فیصلے کے مطابق ۳۰ - بستر والے هر دواخانے میں ... ۴ سیول سرجن اور هر ضلع مستقر کے دواخ[انوں میں] هر دو ڈاکٹر متعین کئے گئے هیں -

گزشته ۴ برسوں کے دوران میں ۱۱۷۰ کے برابر بستر کا اضافه کیا گیا - ریاست کے تمام دواخانوں میں ان پیش[نٹس] اور آوٹ پیشنٹ مریضوں کو دی جانیوالی دواؤں کی سربرا[هی] کو بهتر بنایا گیا هے - هر آوٹ پیشنٹ مریض کو فی یوم ۵ پیسے کے حساب سے دوائیں دی جاتی هیں جبکه جنر[ل] هسپتالوں میں ان پیشنٹس مریضوں پر ۴ هزار روپئے دوسر[ے] دواخانوں میں ۲ هزار روپئے خرچ کئے جارهے هیں - اس طرح دواخانوں میں سربراہ کی جانیوالی غذا کی شرح کو ۵ء[۲] روپیه فی یوم سے بڑھا کر ۳٫۰۵ روپئے کردیا گیا هے -

اسپیشلائیزڈ دواخانے

علاج و معالجه کے شعبے میں قابل ذکر بات یه هیکه نظام آرتھوپیڈک هسپتال میں جسے حکومت نے اپنی تحویل میں لے لیا هے انسٹیٹیوٹ آف سوپر اسپیشالیٹیز قائم کیا گیا هے - اس سے هماری ریاست کے عوام کو خصوصی علاج و معالجه کی سهولتیں حاصل هوجائیں گی اور انهیں خصوصی علاج کے لئے دوسری ریاستوں کو جانیکی ضرورت پیش نهیں آئیگی -

دیهی علاقوں کے لئے صحت کی جامع اسکیمات

ریاست کے ۸ اضلاع میں دیهی علاقوں کے لئے صحت کی جامع اسکیمات کو عمل میں لایا جارها هے - ایک طرف همه مقصدی هیلتھ ورکرز اور سوپر وائیزر مقرر کئے گئے اور دوسری طرف کمیونیٹی هیلتھ ورکرز کا تقرر کیا گیا هے تا که دیهی عوام کے لئے ابتدائی طبی امداد اور دوسری طبی ضرورتوں کی تکمیل کی جاسکے -

یه تجویز رکھی گئی هیکه تمام ضلع مستقر کے دواخانوں کو ۲۰۰ بستر کے دواخانوں میں بدل دیا جائے اسکے علاوہ ان دواخانوں میں بشمول اسپیشلسٹز اور شعبے کارڈیالوجی کے جدید آلات مهیا کئے جائیں -

شهر حیدر آباد و سکندر آباد

حیدر آباد و سکندر آباد کے شهروں کی آبادی توقع هیکه ۳۰ لاکھ تک پهنچ جائیگی - اس لئے ریاستی حکومت ۵۰ هزار نفوس کے لئے ڈسپنسری اور هر دو لاکھ نفوس کے لئے ۹۰۰ بستر مهیا کرنے پر غور کر رهی هے -

* * *

چیف سکریٹری آندھرا پردیش نے ۲۰ - جنوری کو جوبلی ل میں ۱۲ وین انڈین آرتھوپیڈک کانفرنس کا افتتاح کیا - کٹر ایس - ین - ساتھر ڈائرکٹر میڈیکل اینڈ ہیلتھ سرویس ; صدارت کی -

شری آئی - جے نائیڈو چیف سکریٹری نے ۲۸ - فروری کو شری لکشمن راؤ ایڈمنسٹریٹر بنگلور سٹی ریاست کرناٹک سے ۶ لاکھ روپیے کا ڈرافٹ حاصل کیا - یہ رقم طوفان زدگان کی امداد کے لئے دی گئی ہے -

خبریں تصویروں میں

مس - یم - چٹوپادھائے ڈائرکٹر اے - پی ایل - آئی - سی - پارلمنٹ نے ڈاکٹر سروجنی نائیڈو کے یوم پیدائش کے سلسلہ میں سالانہ تقاریب کے موقع پر ۱۳ - فبروری کو انفارمیشن سنٹر حیدرآباد میں اہم خطبہ دیا -

چیف سکریٹری نے ۸ - فبروری کو کلا بھون حیدرآباد میں بچوں کی ۱۲ وین کل ہند آرٹ نمائش کا افتتاح کیا -

گلاکاڈنڈی تعلقہ بندر کے ماہی گیروں میں ماہی گیری کی کشتیاں اور نیلان جالے تقسم کئے گئے سائیکلو ریلیف ورکس اسپیشل افسر شری سی ۔ ایس ۔ راؤ اور کلکٹر ضلع کرشنا بھی تصویر میں دیکھے جاسکتے ھیں ۔

الی"مڈو گو ینا ڈی کالونی کلاھستی کا ۱۹ ۔ جنوری کو گورنر نے افتتاح کیا ۔

شری ویرا راجو ویلیج سنصف تاڈے پلی گوڈم میں ناچ کے ایک پروگرام کے بعد لوگوں سے سائیکلون ریلیف فنڈ کے لئے عطیے وصول کر رہے ھیں ۔

شری آئی ۔ جے ۔ نائیڈو چیف سکریٹری نے ضلع کرشنا میں طوفان سے متاثرہ علاقوں کے دورے کے موقع پر یف کے ۔ پالم میں کمیونٹی بورویل کا معائینہ کیا ۔

شری ڈی بھیم راؤ سکریٹری ضلع پریشد نلگنڈہ موضع ایٹور میں کمیونٹی ایریگیشن ویل کو برقیا رہے ھیں ۔

سوگا لینر موضع اینو گونڈہ ضلع چتور کو آندھرا پردیش فارمیشن ڈے تقاریب کے موقع پر بلانکٹس دے گئے ۔

آبپاشی اور برقی کی اسکیات

ق کے لئے مختص کردہ سوازنہ جو سال ۷۴-۱۹۷۳ کے ۳۶٫۲۷ کروڑ روپئے تھا ۔ ھر سال اس میں اضافہ کرتے ۷۸-۱۹۷۷ میں ۱۴۵ کروڑ روپئے کردیا گیا ۔ سال میں برقی پیدا کرنیکی تنصیبی صلاحیت ۶۶۸ میگا وٹ جو ۱۹۷۷ میں ۱۲۲۸ میگاواٹ تک پہنچ گئی ھے ۔ برسوں میں برق کی پیداوار میں ھر ۶ مہینے کے بعد میگاواٹ کی شرح سے اضافہ کیا جائیگا ۔

جونا ساگر

گزشتہ برسوں میں حکومت نے خصوصی طور پر بڑے کٹس کی تکمیل کے لئے زبردست سرگرمی دکھائی ھے ۔ ںت کی جانب سے اختیار کردہ یہ بڑے پراجکٹس مایہ می کی وجہ سے جمود کا شکار تھے ۔ دیو ھیکل ھمہ مقصدی ناگر جونا ساگر اگر چہ کہ چوتھے منصوبے کے اختتام تکمیل کو پہنچ چکا تھا جس میں ۲۲ لاکھ ایکر زمین کو اب کرنیکی صلاحیت ھے لیکن چوتھے منصوبے کے ختم تک کل تمام ۱۰٫۲۶ لاکھ ایکڑ کی حد تک زمین سیراب کی ں ۔ اس دیو ھیکل ڈیم میں ذخیرہ کردہ کثیر مقدار پانی و گزشتہ برسوں کے دوران نہروں کی تعمیر کا کام مکمل نہ نیکی وجہ سے سمندر میں چھوڑ دیا جاتا رہا ۔

پانچویں منصوبے کے پہلے ۳ برسوں ھی میں مسلسل وشش اور تعمیر کے کام کی رفتار میں تیزی پیدا کرکے مزید ۴٫۶۳ لاکھ ایکڑ زمین سیراب کرنیکی صلاحیت پیدا کی گئی بکہ چوتھے منصوبے کے ختم تک بایں کنال کے تحت صرف ۲٫۸ لاکھ ایکڑ زمین سیراب کرنیکی صلاحیت پیدا کی گئی ھی ۔ یہ کنال تلنگانہ علاقے کے لئے پانی مہیا کرتی ھے ۔ مکومت کی پر خلوص خواھش ھیکہ پانچویں منصوبے کے ختم تک نہروں کی تعمیر کے کام کو تکمیل کرلیا جائے اور اس مقصد کے لئے منصوبے کے آخری دو برسوں میں اس کام پر ۸۰ کروڑ روپئے خرچ کرنیکی تجویز رکھی گئی ھے ۔

پوچم پاڈ پراجکٹ

آبپاشی کے دوسرے بڑے پراجکٹ ۔ پوچم پاڈ پراجکٹ پر گزشتہ ۴ برسوں میں خصوصی توجہ مرکوز کی گئی ۔ یہ پراجکٹ مکمل طور پر تلنگانہ اضلاع کو سیراب کرنے کے لئے تعمیر کیا جا رہا ھے ۔ پانچویں منصوبے کے پہلے تین برسوں کے دوران ھی میں اس پراجکٹ پر ۵۰٫۰ کروڑ روپئے خرچ کئے گئے اور منصوبے کے مابقی دو سالوں میں ۴۵ کروڑ روپئے خرچ کرنیکی تجویز رکھی گئی ھے جبکہ اس پراجکٹ پر چوتھے منصوبے کی پوری مدت کے دوران ۶٫۰ کروڑ روپئے خرچ کئے گئے تھے ۔

سال ۱۹۷۶ میں گوداوری ویلی کی ریاستوں کے چیف منسٹروں کے درمیان معاھدہ طے پا جانے کے نتیجے میں ریاست کے لئے یہ ممکن ھوگیا ھیکہ اضلاع نظام آباد ۔ عادل آباد ۔ کریم نگر ۔ ورنگل ۔ کھمم اور نلگنڈہ کی ۱۵ لاکھ ایکر اراضی کو سیراب کرنے کے لئے ۶٫۵ ٹی یم سی پانی حاصل کرسکے ۔ چیف منسٹر نے کہا ھیکہ تلنگانہ کے خشک علاقے کو سر سبز و شاداب اور خوشحال خطے میں بدلنے کے لئے پانی کے استعمال کا پلان بالکل تیار کیا گیا ھے ۔

گوداوری بیریج

گوداوری بیریج پراجکٹ جو علاقے سرکار کا اھم پراجکٹ ھے اسکی تعمیر کا مقصد گوداوری بیریج کے ذخیرہ آب کی صلاحیت میں اضافہ کرنا ھے اور اسکے تحت موجودہ ایاکٹ کو نہ صرف مستحکم کرنا ھے بلکہ مزید اراضی کو زیر کاشت لانا اور دوسری فصل کے لئے پانی مہیا کرنا ھے ۔ یہ پراجکٹ عطیوں کی بنیاد پر شروع کیا گیا تھا لیکن گزشتہ برسوں میں اس کی تعمیر کا کام کمزور پڑگیا تھا ۔ اس پراجکٹ پرخرچ کی رقم سال ۷۴-۱۹۷۳ میں ۹۳ لاکھ روپیوں سے بڑھا کر سال ۷۵-۱۹۷۴ میں ۲٫۱۳ کروڑ روپئے کردی گئی اور سال ۷۶-۱۹۷۵ میں ۶٫۳۹ کروڑ روپئے ۔ سال ۷۷-۱۹۷۶ میں ۷٫۰۱ کروڑ روپئے کردی گئی ۔ اس پراجکٹ کی تخمینی لاگت ۶۰ کروڑ روپئے ھے ۔ ختم جون ۱۹۷۹ تک یہ پراجکٹ مکمل ھوجائیگا ۔

بدقسمتی سے سال ۱۹۷۶ میں اس پراجکٹ میں شگاف پڑجانے کی وجہ سے کام کی پیش رفت کچھ حدتک متاثر ھوئی لیکن ۱۹۷۷ ھی میں یہ شگاف بند کردیا گیا ۔ سال رواں کے دوران میں پہلی

مل کے لئے بغیر کسی دشواری کے حسب معمول پانی مہیا کیا
یا ۔

ومسا دھر

ضلع سریکاکلم میں واقع ومسادھر پراجکٹ ایک حقیقت کاروپ
ھار چکا ہے۔ اس پراجکٹ کی تعمیر سے وھاں کے لوگوں کی دلی
زو کی تکمیل ہوئی ہے۔ پہلے مرحلے کی تکمیل کے بعد سال ۱۹۷۷
ں ۸ ھزار ایکڑ اراضی کو سیراب کرنیکے لئے پانی چھوڑا گیا۔
ں پراجکٹ کی تعمیر ۱۹۶۸ میں شروع کی گئی۔ سال ۱۹۷۲-۷۳
ک اس پر ۲ کروڑ روپیہ خرچ کئے گئے۔ گذشتہ ۴ سالوں کے
وران میں اس پراجکٹ پر ۱۰ کروڑ روپیہ خرچ ہوئے ھیں مکمل
میر کے بعد اس پراجکٹ پر ۴۰ کروڑ روپیہ کی لاگت آئیگی اور
سے ضلع سریکاکلم کے پسماندہ علاقے کی ۱،۵۰ لاکھ ایکڑ اراضی
راب ھوگی ۔

چھوٹی آبپاشی

تعمیر کے لحاظ پر برسوں سے جمود چھایا ھوا تھا ۔ ھزاروں
م عدم تکمیل کی حالت میں چھوڑ دئے گئے تھے ۔ پہلے پہل
کومت نے نامکمل کاموں کی طرف خصوصی توجہ دی اور خشک
لی سے متاثر ھونے والے اور پسماندہ علاقوں میں چھوٹی آبپاشی
کاموں کا آغاز کیا۔ اس سلسلہ میں فایدے کو پیش نظرر کھنے
اصول کو ترک کردیا گیا ۔ حکومت نے اس بات کی حقیقت
و محسوس کیا کہ خشک سالی سے متاثر ھونیوالے اور پسماندہ
لاقوں میں چھوٹی آبپاشی کے کاموں کا وسیع جال پھیلانا ھی عام
می کے مسائل کا حل ہے۔ پانچویں منصوبے کے تحت چھوٹی آبپاشی
کاموں کے لئے ۵۶ کروڑ روپیہ مختص کئے گئے جبکہ چوتھے
صوبے کے دوران میں ان کاموں پر ۵۵ کروڑ روپیہ خرچ کئے
ئے ۔ پانچویں منصوبے کے پہلے چار سال کے دوران میں تقریباً ۳۹
روڑ روپیے خرچ کئے گئے ۔ جبکہ پورے چوتھے منصوبے میں
۱ کروڑ روپیے خرچ کئے گئے تھے ۔

وسط آبپاشی

سال ۱۹۷۶-۷۷ کے دوران ۸۳ کروڑ روپیے کی لاگت سے اوسط
اشی اسکیات کا آغاز کیا گیا ہے۔ اور مزید ۵۰ کروڑ روپیے کی
کیمیں تحقیق کے مرحلے میں ھیں ۔

ری سیلم آبپاشی اسکیم

حکومت نے سری سیلم آبپاشی اسکیم کی تحقیق کا کام شروع
با ہے یہ اسکیم رائلسیما کے لوگوں کے خواب کی تکمیل کریگی ۔
یائے گوداوری کے پانی کو ضلع وساکھا پٹنم کو مہیا کرنیکے
حکومت پولاورم بیریج اسکیم پر بھی غور کررھی ہے ۔چھٹویں

اور ساتویں منصوبوں کی مدت کے دوران میں ۱۲۰۰ کروڑ روپیے
کی اسکیات کو روبہ عمل لانے پر غور کیا جارھا ہے۔

برق پیداوار

گذشتہ چار برسوں کے دوران میں برق پیداوار کو زبردست
ترقی دی گئی ۔ سال ۱۹۷۳-۷۴ میں برق پیداوار کے لئے مختص
کردہ موازنہ صرف ۳۶٫۲۷ کروڑ روپیے تھا جسے ۱۹۷۷-۷۸ میں
۱۴۵ کروڑ روپیے تک بڑھا دیا گیا اور برق کی پیداوار کی تنصیبی
صلاحیت سال ۱۹۷۳-۷۴ میں ۶۶۸ میگاواٹ تھی جو ۱۹۷۷ میں
۱۲۲۸ میگاواٹ ھوگئی۔ (۱۹۷۴-۷۵ میں ۲۲۰ میگاواٹ
۱۹۷۵-۷۶ میں ۱۱۵ میگاواٹ ۱۹۷۶-۷۷ میں ۲۲۵ میگاواٹ سال
۱۹۷۷-۷۸ کے دوران میں کوتہ گوڑم تھرمل اسٹیشن کی دوسری
یونٹ کے چوتھے مرحلے ۔ لوئرسیلرو کی تیسری اور چوتھی یونٹوں
اور ناگرجونا ساگر کی پہلی یونٹ میں برق کی پیداوار کے آغاز کے بعد
ریاست کی برق پیدوار میں سال ۱۹۷۸ میں مزید ۴۵۰ میگاواٹ کا
اضافہ ھوگا۔ سال ۱۹۷۸-۷۹ کے دوران وجے واڑہ کی ۲۱۰ میگاواٹ
والی پہلی یونٹ سے برق پیداوار کے آغاز کا قوی امکان ہے۔

سال ۱۹۷۹-۸۰ تک برق پیدا کرنے کی جملہ صلاحیت
۲ ھزار میگاواٹ کی حد پار کرلے گی ۔ اور سال ۱۹۸۲-۸۳ تک
۳۵۰۰ میگاواٹ تک پہنچ جائیگی ۔ مذکورہ بالا برق پیداوار میں
رام گنڈم سوپر تھرمل پراجکٹ سے پیدا ھونیوالی برق پیداوار شامل
نہیں ۔ اس پراجکٹ کے لئے بہت جلد عالمی بینک کی منظوری حاصل
ھونیکی توقع ہے۔ مزید یہ کہ منگور میں تعمیر کیا جانیوالا
انجم پلی اور بھدرا چلم تھرمل اسٹیشن کی برق پیداوار بھی مذکورہ
پیداوار میں شامل نہیں ہے۔

سری سلم پراجکٹ

حکومت کی جانب سے تعمیر کیا جانیوالا سری سیلم پراجکٹ
بہت بڑا ھائیڈل پراجکٹ ہے۔ پنڈت جواھر لال نہرو نے ۱۹۶۳
میں اسکا سنگ بنیاد رکھا تھا ۔ گذشتہ برسوں میں اس کی تعمیر
میں ٹھیراو پیدا ھوگیا تھا ۔ سال ۱۹۷۳-۷۴ تک بمشکل تمام
اس پراجکٹ پر ۴۰ کروڑ روپیے خرچ کئے گئے اورکام میں بہت ھی
معمولی پیش رفت ھوئی ۔ ۱۹۷۴-۷۷ کے دوران اس پراجکٹ
پر ۵۰ کروڑ روپیے خرچ کئے گئے ۔ ۱۹۷۷-۷۹ کے دوران مزید
۷۵ کروڑ روپیے خرچ کئے جائیں گے ۔ یہ پراجکٹ جسکی تنصیبی
صلاحیت ۷۷۰ میگاواٹ (۴۴۰ میگاواٹ پہلے مرحلے میں ۳۳۰
میگاواٹ دوسرے مرحلے میں) امکان ہے کہ ۱۹۷۹ تک تکمیل
پاجائے گا ۔ سری سیلم ڈیم کے بائیں جانب دوسرے پاور ھاوز
کی تعمیر کے لئے حکومت نے منظوری دیدی ہے ۔ جس سے ۱۳۰۰
میگاواٹ بجلی پیدا ھوسکے گی ۔

مختلف پاور اسکیمات کی عمل آوری اور ...
ت خصوصی توجہ مرکوز کررھی ھے تا کہ ھائیڈل پاور اور
ل پاور کی پیداوار میں توازن قائم رہ سکے تا کہ شدید
ے سالی کے موسم اور مانسون کی ناکامی کے سبب برق کی
اھی متاثر نہ ھو۔

نئے علاقوں میں زیر زمین پانی کی تلاش

زیر زمین پانی کی تلاش کے سلسلہ میں " ڈریلنگ " کا طریقہ
ے اھم عنصر کی حیثیت کا حامل ھوتا ھے ۔ ھائیڈرو جیولاجیکل
جیو فزیکل طریقوں کے ذریعہ سروے کرنے سے صرف یہ
ازہ ھوتا ھے کہ زمین کے اندر کتنی گہرائی پر پانی کی دستیابی
اسکان ھے۔ لیکن پانی کی موجودگی کی توثیق کے لئے نزاعی مقامات
" ڈریلنگ " کرنا ضروری ھے۔ زیر زمین پانی کی تلاش کے سلسلہ
ں دو مقاصد کو پیش نظر رکھا جاتا ھے۔ پہلا یہ کہ پانی کتنی
گہرائی پر واقع ھے۔ زیر زمین اس کی تقسیم کس نوعیت کی ھے ۔
ور وہ کس قسم کا پانی ھے ۔ اور دوسرا مقصد دستیاب ھونے والے
پانی کی خوبی کا پتہ چلانا ھوتا ھے۔

زیر زمین پانی کی تلاش کا کام اب تک چھوٹے چھوٹے علاقوں
کی حدتک محدود رھا ھے۔ اور پانی نکلنے کی گنجائش رکھنے والے
خطوں میں تلاش کی باولیوں کی تقسیم یکسانیت کے ساتھ عمل میں
نہیں لائی گئی ھے۔ ریاست میں ایسے وسیع اور بڑے رقبے موجود
ھیں ۔ جہاں زیادہ گہرائی کی باولیوں کی کھدائی فائدہ مند ھوگی
اور یہ مناسب ھوگا کہ یہاں وھاں بے ترتیبی سے اتھل اور کم
گہری باولیاں کھود نے کے بجائے زیادہ گہری
باولیاں کھود کر زیادہ مقدار میں اور زیادہ عرصہ تک پانی
کے حصول کو ممکن بنایا جائے ۔ ٹیوب ویلز اور بورویلز کی
کھدائیوں کے کسی بھی بڑے پروگرام کی عمل آوری سے قبل یہ
بہتر ھیکہ تحقیقاتی کام انجام دےلیا جائے ۔ اس لئے کہ تحقیقات کی
بدولت کھودی جانیوالی باولیوں کی افادیت کا علم ھوجائیگا اور
کسی شک و شبہ اور تاخیر کے بغیر ان سے بالراست استفادہ کیا
جاسکے گا ۔ تحقیقات سے نہ صرف کسی علاقہ میں ٹیوب ویلز یا بورویلز
کی تعمیر کے لئے موزونیت کا پتہ چلے گا بلکہ یہ انکشاف بھی ھو
جائے گا ۔ کہ مختلف ھائیڈروجیولاجیکل حالات کے تحت باولیوں کا
ڈیزائین کیسا ھونا چاھئے ۔ باولیوں کے درمیان کتنا فاصلہ ھونا
چاھئے اور ان کی گہرائی کتنی ھونی چاھئے ۔

کچھ عرصے سے ایسے زیر زمین پانی کے وسائل کی تلاش اور
ان سے استفادے کی ضرورت کی اھمیت کو تسلیم کرلیا گیا ھے ۔
جو گذشتہ برسہا برس سے زمین کی تہہ میں ساکت اور رواں پانی
سے بے اثر رھتے ھیں ۔ ان آبی وسائل کو صرف ...
ذریعہ ھی کام میں لایا جاسکتا ھے۔ ریاست کے پسماندہ قبائلی علاقوں
میں جہاں خشک سالی کا خطرہ لگا رھتا ھے ۔ اسطرح کے آبی وسائل
سے استفادے کی اھمیت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ۔ اس لئے کہ
کھودی ھوئی باولیوں کے مقابلے میں ٹیوب ویلز اور بورویلز کے
ذریعہ ان وسائل سے حاصل کیا ھوا پانی زیادہ مقدار میں اور عرصے
تک میسر آتا رھتا ھے ۔

ریاستی حکومت کے گراونڈ واٹر ڈپارٹمنٹ کی جانب سے گذشتہ
۳ سال ۶ ماہ کے عرصے میں ھیڈرولا جیکل اور جیوفزیکل سرویز
کے بعد اضلاع اننت پور ۔ کڑپہ ۔ کرنول ۔ کھمم ۔ ورنگل ۔
محبوب نگر ۔ نلگنڈہ ۔ وساکھا پٹنم اور پرکاشم کے چیدہ چیدہ اور
منتخبہ مقامات میں تحقیقاتی ڈریلنگ کا کام انجام دیا گیا ھے اس
تحقیقاتی کام کے نتیجے میں اس امر کا انکشاف ھوا ھیکہ ان علاقوں
میں اگر ۱۰ تا ۱۶ میٹر کی گہرائی والی ٹیوب ویلز اور بوررویلز
تیار کی جائیں تو ایک باولی ۱۰ تا ۳۰ ھیکٹر اراضی کو سیراب
کرسکتی ھے۔ آلات کے محدود تعداد کے باوجود محکمے نے خشک
سالی کا خطرہ رکھنے والے علاقوں اور قبائلی علاقوں میں ٹیوب ویلز
اور بورویلز کے ذریعہ آبپاشی کے امکانات میں اضافے کے لئے تحقیقاتی
کام میں قابل لحاظ کامیابی حاصل کی ھے۔ جسکے نتیجے میں اریگشن
ڈیولپمنٹ کارپوریشن " (آئی ۔ ڈی ۔ سی) نے " ڈراوٹ پرون
ایر یاز پروگرام " (ڈی ۔ پی ۔ اے ۔ پی) اور دوسری ایجنسیوں
نے ان وسائل سے استفادے کے پروگرام شروع کئے ھیں ۔

حال ھی میں گراونڈ واٹر ڈپارٹمنٹ نے ضلع اننت پور میں
الاسورو کے ذیلی تاس میں جو تحقیقاتی کام انجام دیا ھے۔ وہ بڑا ھی
حوصلہ افزا ھے۔ یعنی ۳۰ میٹر کی گہرائی والی بورویلز سے فی گھنٹہ
۶۰۰۰۰ لیٹر کے حساب سے پانی برآمد کیا جاسکتا ھے اور اس سے
۲۰۰ ھیکٹر رقبے پر خشکی فصلوں کو سیراب کیا جاسکتا ھے۔

نومبر ۱۹۷۷ کے ختم تک محکمے کی جانب سے جملہ ۱۹۹
باولیوں کی کھدائی عمل میں لائی گئی ھے۔ یعنی علاقہ تلنگانہ میں
۸۰ ۔ علاقہ رائلسیما میں ۶۱ اور ساحلی آندھرا میں ۵۸ باولیاں جن
میں سے ۱۶۰ باولیاں کارآمد ثابت ھوئی ھیں ۔ اور تقریباً ۲۲۰۰
ھیکٹر رقبے کو سیراب کرنیکی گنجائش رکھتی ھیں ۔ اس بالراست
فائدہ کے علاوہ ان تحقیقات کی بدولت ٹیوب ویلز اور بورویلز کے لئے
نئے نئے علاقے بھی ھمدست ھوئے ھیں ۔ زیر زمین پانی کی تلاش
اور کھوج کا کام جاری ھے۔ اور تجویز ھے کہ بیرون ملک سے مزید
آلات حاصل کر کے اس کام میں مزید تیزی پیدا کی جائے ۔

* * *

انجینیرنگ ریسرچ لیباریٹری

آندھرا پردیش انجینیرنگ ریسرچ لیباریٹری جو پہلے حیدر آباد انجینیرنگ ریسرچ لیباریٹری کہلاتی تھی ۱۹۴۵ میں سابقہ حکومت نظام کی جانب سے قائم کی گئی تھی ۔ ریاست میں عاجلانہ اور روز افزوں ترقیاتی سرگرمیوں سے مطابقت پیدا کرنیکی غرض سے دوسرے پانچسالہ منصوبے کے آغاز کے ساتھ اس لیباریٹری میں تحقیقاتی سہولتوں کو تیزی کے ساتھ وسیع کردیا گیا ۔ اس لیباریٹری کی سب سے اہم سرگرمی سیول انجینیرنگ سے متعلق ان مسائل کی چھان بین اور انکا حل دریافت کرنا ہے جو ریاست میں زیر تکمیل آبپاشی ۔ برق ۔ شاہراہوں عمارتوں اور صنعتی نیز صحت عامہ سے متعلق پراجکٹوں کی عمل آوری کے دوران در پیش آتے ہیں ۔

اس لیباریٹری کے یونٹوں میں جن شعبوں سے متعلق تحقیقات عمل میں لائی جاتی ہیں وہ یہ ہیں ۔ ہائیڈر الکس ۔ سائل میکانکس ۔ انجینیرنگ سائیریل ۔ انجینیرنگ فزکس ۔ انجینیرنگ سیتھمیٹک اور ہائیڈرو میریولوجی ۔ ان تحقیقاتی یونٹوں کے علاوہ لیباریٹری کو ایک انتہائی اچھی لائبیریری اور ورکشاپ کی بھی سہولتیں حاصل ہیں ۔

یونٹوں کے انچارج عہدیدار اپنی اپنی یونٹوں میں جاری فنی سرگرمیوں کے ذمہ دار ہوتے ہیں اور ڈائرکٹر کی عام رہبری و نگرانی میں کام کرتے ہیں ۔ ڈائرکٹر بہ اعتبار رتبہ چیف انجینیر کے مماثل ہوتا ہے اور لیباریٹری کی حد تک صدر محکمہ کی حیثیت رکھتا ہے ۔ لیباریٹری کے عملے کی تعداد بشمول (۱۳۴) انجینیروں اور سائنٹفیک افراد کے ۳۰۴ ہے ۔

ابتداً یہ لیباریٹری '' ریڈ ہلز ،، میں واقع ایک عارضی عمارت میں قائم تھی بعد ازاں حیدر آباد سے تقریباً ۲۰ کلو میٹر کی دوری پر حمایت ساگر تالاب کے نشیبی علاقے میں تقریباً ۲۰۰ ایکڑ اراضی کا رقبہ لیباریٹری کے مستقل محل و قوع کے لئے منتخب کیا گیا تاکہ تحقیقاتی سرگرمیاں پرسکون اور سازگار ماحول میں جاری رکھی جاسکیں اور مستقبل میں روبہ عمل لائی جانیوالی توسیع کے لئے درکار گنجائش ھمدست ہوسکے ۔ فی الوقت لیباریٹری اپنے مستقل جائے وقوع کو منتقل ہوچکی ہے اور اپنی سرگرمیوں میں مصروف ہے ۔

اپنی مفوضہ خصوصی تحقیقاتی سرگرمیوں کے علاوہ انجینیرنگ سے متعلق معلومات کی توسیع اور پیشہ انجینیرنگ کو در پیش آنیوالے دشوار مسائل کے حل کے لئے بھی یہ لیباریٹری بنیادی اور طویل میعادی تحقیقات میں مصروف ہے ۔ یہ لیباریٹری ۱۹۵۶ سے ایک بنیادی اور انتہائی اہم تحقیقاتی اسکیم کی عمل آوری میں مشغول ہے جو مرکزی بورڈ برائے آبپاشی و برق کے اشتراک و تعاون سے وزارت آبپاشی و برق حکومت ہند کی جانب سے شروع کی گئی ہے ۔ حال ہی میں قومی کمیٹی برائے سائنس و ٹکنالوجی نے بھی اپنے پروگرام برائے تحقیقات آبی وسائل کے تحت متعدد پراجکٹس کا آغاز کیا ہے ۔

اس لیباریٹری میں مختلف پراجکٹوں اور تنظیموں کے انجینیرنگ عملے کے لئے بھی عام لیباریٹری مشقوں اور فیلڈ کنٹرول تکنک میں عملی تربیت کا انتظام موجود ہے ۔ لیباریٹری اندرون ملک اور بیرون ملک کے تحقیقاتی اداروں سے قریبی ربط رکھتی ہے ۔ مرکزی بورڈ برائے آبپاشی و برق ۔ انڈین روڈ کانگریس ۔ نیشنل بلڈنگس آرگنائزیشن ۔ انڈین اسٹانڈرڈ انسٹیٹیوشن اور اس طرح کی دوسری تنظیموں سے انکے منعقدہ مباحثوں ۔ سمپوزیا اور سمیناروں میں شرکت کرکے اور انکی فنی کمیٹیوں کی رکنیت اختیار کرکے باقاعدہ طور پر ربط و ضبط برقرار رکھا جاتا ہے ۔ اس طرح انجینیرنگ اور اس سے ملحقہ شعبوں سے تعلق رکھنے والے دوسرے قومی اور بین قومی اداروں سے بھی ربط و تعلق رکھا جاتا ہے ۔

* * *

شری ٹی ۔ وی ۔ انند کمار کلکٹر نظام آباد نے ۱۲ ۔ جنوری کو نظام آباد میں شریمتی سویتا دیوی ٹیچر کو ترکاری کی چھوٹی تھیلی تقسیم کررہے ھیں ۔

س ۔ یف ۔ ڈی ۔ اے ۔ کا کی ناڈا نے دوسرا گدری کے چھوٹے کسانوں اور مارجنل کسانوں کو بیل گاڑیاں اور بیل تقسیم کئے ۔

یس ۔ یف ۔ ڈی ۔ اے ۔ کاکی ناڈا نے موضع سلیم کے چھوٹے کسانوں اور پسماندہ طبقات میں دودھ دینے والے جانور تقسیم کئے ۔

شریمتی شاردا مکرجی نے دھرما ورم میں سلک ساڑیوں اوردوسرے سلک کے مصنوعات کی نمائش دیکھی ۔

شری وینکٹیشور یونیورسٹی کے ین ۔ یس ۔ یس ۔ والنٹرس رود رامپا پورم تعلقہ چراله کے ماھی گیروں کے لئے خاص نمونے کی جھونپڑیاں تیار کررہے ھیں ۔

رنگم پیٹو پنچایت سمیتی میں انٹیگریٹیڈ لینڈ ڈیولپمنٹ پراجکٹ کے تحت یس ۔ یف ۔ ڈی ۔ اے کاکی ناڈا کی جانب سے ھریجن میں اراضیات تقسیم کئے گئے ۔

64—13

از- محمد برہان حسین
سائنٹسٹ - ریجنل ریسرچ لیباریٹری حیدر آباد - ۹

صابن اور ڈٹرجنٹس اور ہندوستان

صابن اور ڈٹر جنٹ ، صفائی کی علامتیں ہیں - اور جد ید
دنیا یا تہذیب کی ضروری ترین چیزوں میں شامل ہیں - ان میں
ڈٹر جنٹ ، صابن کے مقابلہ میں حالیہ دور کی بات ہے - صابن
بودوں سے حاصل کئے گئے تیلوں سے بنتا ہے جبکہ ڈٹر جنٹ
ایک بالکلیہ کیمیائی مرکب ہے ، جسکو سلفون کہتے ہیں -

ہندوستان میں صابن کی تجارتی پیمانہ پر تیاری اس صدی
کے اوائل کی بات ہے - اس صنعت کو چھوٹے پیمانہ پر محض
گاندھی جی کی سودیشی تحریک کے جوش میں قائم کیا گیا تھا -
جبکہ سارے کا سارا صابن یورپی ملکوں سے در آمد ہوتا تھا -
قدرے قابل لحاظ بڑے کارخانے سنہ ۱۹۳۰ ع کے بعد ہی
وجود میں آسکے - لیکن دوسری جنگ عظیم (سنہ ۱۹۳۹ تا
سنہ ۱۹۴۴) کے دوران جبکہ یورپی ممالک جنگ کی لپیٹ
میں رہے اس صنعت کو ہندوستان میں پھولنے پھلنے کا زبردست
موقع ملا - چنانچہ سنہ ۱۹۲۰ ع میں صابن کی جملہ درآمد
۲ کروڑ روپئے تھی تو سنہ ۱۹۴۰ ع میں گھٹ کر صرف
بیس لاکھ رہ گئی - اور ملک کی آزادی کے بعد یعنی سنہ
۱۹۵۰ ع اسکو پورے طور پر بند کردیا گیا - اسکے بعد ترقی کی
منزلیں طے کرتے ہوئے سنہ ۱۹۷۰ ع تک نوبت یہاں تک
آپہنچی کہ ہم صابن برآمد کرنے لگے - !!!

صابن کی صنعت کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے -
ایک تو منظم صنعت ہے اور دوسری غیر منظم - منظم صعنت
میں صابن گرم طریقہ پر تیار ہوتا ہے - بلکہ ان میں کے بہت
سے کارخانوں میں جدید ترین مشینیں لگی ہوئی ہیں - جیسے
صابن سازی کے یونٹس وائیکیویم ڈرائرز ، ملا ڈنگ مشینیں ،
ان میں صابن کاٹنے ان پر مہر لگانے اور کاغذ میں لپیٹنے کا کام
خود کار مشینیں انجام دیتی ہیں - یہ کارخانے ، کپڑے دھونے
نہانے اور دوا آمیز اور کچھ خاص قسم کے صابن تیار کرتے
ہیں - سنہ ۱۹۷۵ ع تک کا زمانہ صابن کی صنعت کا بام عروج
کا زمانہ تھا - کیونکہ اس کے بعد سے صابن کی صنعت کو دو
طرفہ حملہ نے اگر بالکلیہ ختم نہیں کیا تو کم از کم ایک
جگہ پر بڑھنے سے روک دیا ہے - کیونکہ صابن کی تیاری
میں کھانے کے تیل استعمال ہوتے آئے ہیں اور ہندوستان
آندھرا پردیش

میں کھانے کے تیلوں کی بڑھتی ہوئی طلب نے صنعت صابن
سازی کے لئے ان تیلوں کا کال سا پڑ گیا - دوسرے اور تیلوں
جیسے ارنڈی کے تیل سے بنائے گئے صابن نہایت نرم اور چکنے
ہوتے ہیں اور ان کی طلب نہیں ہوتی - دوسری طرف ڈٹر جنٹ
کی ترقی پذیر صنعت کے مقابلہ میں بھی صابن ایک پرانی اور
دقیانوسی شئے بن گیا ہے - منظم صنعت کے تحت سنہ ۱۹۷۲ ع
کے اعداد و شمار کے لحاظ سے ملک میں جملہ صابن سازی
تین لاکھ ٹن رہی اور یہ سب کھوپرے کا تیل ، مونگ پھلی
کا تیل ، ارنڈی کا تیل اور چربی ، مہوا ، السی کا تیل نیم کا
تیل ، چاول کے کونڈے کا تیل ، کسم کا تیل وغیرہ سے
حاصل کیا گیا -

غیر منظم کارخانے در اصل مقامی ضرورتوں کے لحاظ
سے صابن تیار کرتے ہیں یا پھر نہایت بڑھیا قسم کے خوشبو دار
صابن مخصوص طبقات کے لئے - ظاہر ہے ایسی صنعتیں بڑی ہی
مختصر ہوتی ہیں - لیکن ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ یہ
مہاراشٹرا ، مغربی بنگال ، مدراس ، بہار اور پنجاب کے صوبہ
جات میں پھیلی ہوئی ہیں - یہ کارخانے جملہ پیداوار کے لحاظ
سے منظم بڑے کار خانوں سے زیادہ پیداوار اور منافع حاصل
کرتے ہیں - بلکہ غیر منظم صنعت نے سنہ ۱۹۶۹ ع کے
سروے کے لحاظ سے منظم اور بڑے کارخانوں سے کئی گنا زیادہ
مقدار میں یعنی ساڑھے تین لاکھ ٹن صابن تیار کیا اور فروخت
کیا تھا - اس ساڑھے تین لاکھ ٹن صابن سازی کے لئے تیل
کا استعمال ایک لاکھ بیس ہزار ٹن ہوا اور یہ تمام در آمد شدہ
چربی سے حاصل کیا گیا اور ما باقی ضرورت کھوپرے کے تیل
اور دوسرے خوردنی تیلوں سے پوری کی گئی (جملہ در آمد شدہ
چربی کی مقدار پینتیس ہزار ٹن تھی) -

جہاں خوردنی تیلوں کی کمی ملک میں محسوس کی جاری
ہے وہیں صابن کی صنعت بھی اس سے متاثر ہوئی ہے - چنانچہ
صابن سازی کے لئے متبادل راستے اختیار کرنا ناگزیر ہو گیا ہے -
ان میں تیلوں یا چربی کو در آمد کرنا ، کھانے میں نہ آنے
والے تیلوں کو استعمال کرنا یا پھر پٹرولیم پراڈکٹس سے حاصل
شدہ نفتھا (Naphtha) کا استعمال ہے - حکومت نے غیر

ردنی تیلوں کے صابن سازی میں استعمال کی حوصلہ افزائی
خاطر ان صابنوں پر ٹیکس کی نرمی و رعایت کا اعلان کیا ہے ۔
یہ ہی ارنڈی کے تیل کو ہائیڈروجن گیس سے ملا کر گھی
شکل دی گئی جس سے صابن سازی کے بعد صابن میں چکناہٹ
شکایت دور ہوگئی اور وہ چربی یا مونگ پھلی کے تیل کا
ل ثابت ہوسکتا ہے ۔ اسی طرح بعض تیل بہت زیادہ تر
وی خصوصیات کے حاصل ہوتے ہیں جیسے چانول کی کونڈے
تیل یا اور دوسرے تیل ۔ ان تیلوں کو بھی ہائیڈروجن گیس
سے ملانے سے یہ سخت ہوجاتے ہیں اور صابن سازی کے لئے
کام آسکتے ہیں ۔

لیکن ان سب سے ہٹ کر سویٹ یونین نے پٹرولیم سے حاصل شدہ پیرافن کے آکسیڈیشن سے فیاٹی اسیڈس حاصل کرنے کی ٹکنالوجی میں ترقی کی چنانچہ ہندوستان میں بھی انڈین انسٹیٹوٹ آف پٹرولیم (دھرہ دون) میں اس ٹکنالوجی کو کامیابی سے اپنایا گیا اور اس سے صابن سازی کے ایک نئے باب کا آغاز ہوا ۔

صابن سازی کا زائد حاصل شدہ مرکب ہوتا ہے گلیسرین جو خود نہایت اہم صنعتی مرکب ہے ۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ صابن سازی کے بعد محلول میں اسقدر کم مقدار میں ہوتا ہے کہ اسکو اسکے پانی کے ساتھ محلول میں سے حاصل کرنا بڑا سہنگا پڑتا ہے ۔ خصوصیت سے غیر منظم صابن سازی میں اسکو سہولتوں کی کمی کے باعث ضائع کردیا جاتا ہے ۔ حالانکہ ملک کی صنعتی ضروریات کے لحاظ سے ہم اسکو دوسرے ممالک سے در آمد کرتے ہیں ۔ حالیہ دور میں گلیسرین کی دستیابی اور طلب میں اور بھی زیادہ فرق ہوجائیگا کیونکہ صابن سازی کی جگہ کافی حد تک ڈٹر جنٹ سازی نے لے لی ہے، جس میں گلیسرین حاصل نہیں ہوتی ۔ گلیسرین کو مصنوعی طور پر (Synthetic) تیار کیا جاسکتا ہے لیکن یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب ملک میں گلیسرین کی طلب پچاس ہزار ٹن کے لگ بھگ ہوجائیگی ۔

مصنوعی ڈٹر جنٹ (Synthetic Detergents)

ڈٹر جنٹس کا استعمال صابن کی جگہ ہونا ایک حالیہ تبدیلی ہے ۔ ڈٹر جنٹس صابن کی طرح کیمیائی مرکب ہیں ان کا ماخذ پٹرولیم ہے ۔ یہ کیمیاء کی زبان میں سلفونس (Sulphones) ہیں ۔ ہندوستان میں پہلا ڈٹر جنٹ سنہ ۱۹۰۶ ع میں ، سائع کی شکل میں جسکو لکوئڈ سوپ کہا جاتا تھا مارکٹ میں آیا ۔ سنہ ۱۹۵۸ ع میں ڈٹر جنٹس ، کپڑے دھونے کے پوڈر کی شکل میں عام ہونے لگے ۔ اب ڈٹر جنٹس کی صنعت میں کروڑوں روپئے کا سرمایہ لگایا چکا ہے اور بازار میں وہ صابن کے آگے آگے چلنے لگی ہے اور ان کی فیکٹریاں ، صابن سازی کی فیکٹریوں ہی سے ملحق ہیں ۔ ایک سروے کے لحاظ سے طلب اور سپلائی کی تصویر ذیل کی جدول سے ظاہر ہے ۔

SYNTHETIC DETERGENTS—POWDER & BARS—TONS.

	1973	1974	1975
Demand	88,500	115,000	150,000
apacity installed/Likely to be installed	56,000	76,000	114,000
Production	56,000	60,000	75,000
Gap between Demand and Production..	32,500	55,000	75,000

ڈٹرجنٹس کی تیاری میں الکائیل سبزین استعمال ہوتی ہے اور یہ ۱۹۷۵ ع تک درآمد کی جاتی تھی لیکن انڈین پیٹرو کیمیکل لمیٹیڈ جو حکومت کے زیرنگرانی ادارہ بڑودہ میں قائم کیا گیا اس درآمد کو رفتہ رفتہ گھٹانے پر متوجہ ہے ۔

ڈٹر جنٹس کی تیاری میں ذیل کی اشیاء استعمال ہوتی ہیں جو ہندوستان میں بنائی جاتی ہیں ۔ سوڈیم پالی فاسفیٹ ، سوڈیم سلفیٹ ، سوڈیم کار بونیٹ ، ڈٹر جنٹس میں صرف ۲۰ فیصد عامل مٹیریل سوڈیم پالی فاسفیٹ ہوتا ہے اور باقی دوسرے سلیکٹیس اور سلفیٹس ہوتےہیں ۔ اسطرح تیس ہزار ٹن ایلکٹلیٹس (Alkylates) سے ڈٹر جنٹس تقریباً دو لاکھ ٹن حاصل ہوتا ہے بعض الکائل چین کے مرکبات سے اعلی اقسام کے ڈٹر جنٹس بنائے جاسکتے ہیں لیکن ان کا ملک میں دستیاب ہونا ضروری ہے کیونکہ ان کی اونچی قیمتوں نے ان کے استعمال کو بہت محدود کر رکھا ہے ۔

حکومت ہند چاہتی ہے کہ ڈٹر جنٹس کے کارخانے زیادہ سے زیادہ قائم کئے جائیں اور اس مقصد کے لئے استعمال میں آنے والے مرکبات بھی وافر اور سستے دستیاب ہوں ۔ ساتھ ہی ان کے کارخانوں کے قیام کے لئے درکار ڈزائن اور ٹکنالوجی بھی عام صنعت کاروں کی پہنچ میں ہوں ۔ خوش قسمتی سے اسوقت ملک اس پوزیشن میں آچکا ہے اور اس قسم کے کارخانے قائم ہونے لگے ہیں ۔ ڈٹر جنٹس کی صنعت میں خاصی بات یہ ہے کہ یہ فضائی آلودگی یا آبی آلودگی جیسے مسائل نہیں پیدا کرتی اور انسانی یا حیوانی یا نباتی زندگیوں کو اس سے کوئی خطرہ نہیں ہے ۔

اب ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ملک میں اسکے استعمال کو عام کیا جائے اور صابن کی صنعت کے ساتھ ساتھ اسکی صنعت کاری کو فروغ ملے تاکہ خوردنی تیلوں پر سے بوجھ ہٹے ۔

آندھرا پردیش میں
اسمبلی انتخابات کے مناظر

محمد رضی الدین معظم

پان ـ قدرت کا ایک عظیم عطیہ

ھمارے دیس یعنی ہندوستان کے لوگ کب سے پان کا کر رہے ھیں اسکا صحیح علم نہیں لیکن اس بر صغیر ر مذھب کے امیر و غریب سب ھی بان کا استعمال کرتے پچھلی شاھی حکومتوں کے دربار میں پان اور عطر تقسیم اتا تھا ـ بعد ازاں وائسرئیگل لاج میں مہمان کی پان اور سے ضیافت کیجاتی تھی ـ جس سے اظہر من الشمس ھوتا انگریزوں نے بھی مسلمان بادشاھوں کی اس قدیم روایات اقی رکھا ـ گو طرز معاشرت کی تبدیلی نے اسکے بجائے ، یا کافی اور سگریٹ کو رواج دیدیا ھے مگر پھر بھی پان یفک قرار پاتا ھے چنانچہ بعض اصحاب چائے پینے کے جب تک پان نہ کھائیں ایک قسم کی بے چینی سی محسوس تے رہتے ھیں عام طور پر یہ دیکھا گیا ھیکہ کسیی بھی کلف ضیافت میں پان کی تقسیم کے بغیر کوئی ضیافت با ت مکمل نہیں سمجھی جاتی ـ نہ صرف دعوتوں اور ضیافتوں بلکہ عام طور پر لوگ ھر کھانے کے بعد پان کو ضرور مال کرتے ھیں ہندوستان کا کوئی گھر ایسا نہیں ھے جہاں ان اور اس کے لوازمات موجود نہ ھوں ـ اسی لئے شادی ، میں جہاں جہیز کا سامان سجایا جاتا ھے وھیں پاندان لدان کو بھی اولین اھمیت دیجاتی ھے ـ اسکے علاوہ اکثر ھر اپنی شریک زندگی کو مختلف اخراجات کے ساتھ " خرچہ ندان " کے عنوان سے ایک علحدہ رقم بھی دیتا ھے ـ غرض ئی عرصہ سے اچھا پان بنانا خصوصاً عورتوں کیلئے ایک ترین ھنر سمجھا جانے لگا ھے ـ

پان کا بیڑا یعنی گلوری کے اجزائے ترکیبی کی بناء پر گمان ھوتا ھیکہ پہلے پہل کسی وید نے اس نسخہ کو منہ کی بعض شکایات کو رفع کرنے کیلئے ترتیب دیا تھا اور چونکہ اس کے چبانے سے بوق کہفہ (Buccal Carilty) اور ھونٹ (Lips) سرخ ھوکر اچھے معلوم ھوتے ھیں اسلئے عوام نے عموماً اور خواتین نے خصوصاً حسن و جمال کو دو بالا کرنے کیلئے پان استعمال کرنا شروع کئے کہتے ھیں کہ اولین ترکیب میں پان کے اجزاء میں چونا داخل نہ تھا ـ اورنگ زیب کی دختر زیب النساء بیگم نے اس جز کا اضافہ کیا جس سے اسکی حسن افروزی کو چار چاند لگ گئے ـ تمبا کو بھی اسی طرح بعد کا اضافہ ھے ـ اب تو یہ عالم ھیکہ ~~ھیکہ~~ اقسام کے مصالحہ جات اس کثرت سے استعمال کئے جاتے ھیں کہ اسکا بیان کرنا مشکل ھے ـ یہ اضافہ محض حسن و جمال میں اضافہ کے خاطر نہ تھا بلکہ دانتوں مسوڑھوں کی تکالیف ، دلی فرحت وغیرہ کا سبب بنا ـ یہ دیکھا گیا کہ پان سے دانتوں اور مسوڑھوں کی تکلیف وغیرہ میں نمایاں فائدہ ھونے لگا ـ چونکہ اسمیں مختلف اجزاء کے اضافہ سے پیدا ھونے والا رنگ اور بھی شوخ ھوجاتا ھے اسلئے جذبہ خود نمائی سے مغلوب ھوجانے والوں نے اس تلخ زھر کو قبول کرلیا ـ پان اور اس کے مروجہ ضروری اجزاء کے خواص و افعال کے مطالعہ سے پتہ چلتا ھیکہ وہ منہ کے امراض کیلئے نہایت مفید ھے ـ یہ تعجب کی بات ھیکہ اسمیں استعمال ھونیوالی اشیاء اس قدر نفع بخش ھیں کہ کیونکر مضر کہا جاسکتا ھے لیکن یاد رھیکہ اللہ نے ادویات حالت مرض کیلئے پیدا کی ھیں تندرستی کے زمانہ میں یقینی طور پر ان کا استعمال مضر ھے ـ

پان کی ایک گلوری کیلئے ضروری اشیاء حسب ذیل ھیں :

(۱) پان (۲) چونا (۳) کتھا (۴) چھالیا ـ اسی ترکیب کو کسی شاعر نے یوں بیان کیا ھے ـ

چھالیا غم نے مجھے ورنہ میں ایسا کہ تھا
جاؤ بس چوں نہ کرو پان سو گاسی دیدو

لونگ اور الائچی بھی عام طور پر استعمال کئے جاتے ھیں ـ بعض حضرات تمبا کو کے بغیر تو پان کھاتے ھی نہیں دوسری اشیاء جو پان کے مصالحہ کے طور پر استعمال کی جاتی ھے یہ ھیں ـ جوز، جوتری کیوڑہ ، ورق نقرہ اجوائن اور سفوف وغیرہ اسکے علاوہ آجکل کے شوقین اور فیشن کے دلدادہ حضرات بہت سی اشیاء بطور مصالحہ استعمال کرتے ھیں ـ جسکا شمار کرنا ھی مشکل ھے اس موقع پر اصل بحث چونکہ پان سے ھے اسلئے پان (یعنی پان کے پتے) کے خواص

اور افعال کی تفصیل کے علاوہ ان مندرجہ ذیل مصالحہ جات کے
خواص اور افعال بھی مختصراً بیان کئے جاتے ہیں ۔

چونا ، کتھا ، چھالیا ، الائچی ، لونگ ، تمباکو (زردہ)

پان (یعنی پان کا پتا :- ہندوستانی زبان، اردو اور مرہٹی میں
اسکو پان کہتے ہیں ۔ عربی میں اسے فان ، فارسی میں تمبول ،
انگریزی میں بیٹل ، تلنگی میں Tammala Paku کہتے ہیں ۔
یہ ایک بیل دار درخت کا پتا ہے جو مختلف اقسام کا ہوتا
ہے مگر دو قسمیں عام ہیں ایک ہلکا سبزی مائل سفید اور نہایت
ہی خوش ذائقہ ہوتا ہے ۔ لکھنو اور بنارس کی طرف پان اسی قسم
کا بہت ہی نازک ہوتا ہے ۔ اور اترپردیش کے تمام علاقوں میں
بھیجا جاتا ہے ۔ دوسری قسم کا پان سیاہی مائل گہرے سبز رنگ
کا ہوتا ہے ۔ اس کی نسیں موٹی اور سخت ہوتی ہیں اور ذائقہ بھی
اچھا نہیں ہوتا اس میں ایک قسم کی کڑواہٹ پائی جاتی ہے ۔ پان
کو اگر خصوصی احتیاط کے ساتھ رکھیں تو سال بھر تک شاخ سے
علحدہ ترو تازہ رہتا ہے ۔ چنانچہ پان جتنا پرانا ہو اتنا ہی اچھا
ذائقہ دار ہوتا ہے ۔ کیونکہ کل اجزا پختہ ہو کر مکمل ہوجاتے
ہیں عام بول چال میں پان کی مندرجہ ذیل مشہور اقسام ہیں ۔
منگھی پان ، دساری پان ، بنگلہ پان اور وڑم پان وغیرہ ۔

امراض باردہ کیلئے پان کا استعمال

پان کا بیرونی استعمال :-

یونانی اور آیورویدک طریقہ علاج میں پان کی بہت اہمیت ہے
بچوں کے مختلف امراض میں یہ بہت مفید ثابت ہوا ہے کسی متورم
حصہ پر پان کو گرم کر کے باندھنے سے ورم زائل ہوجاتا ہے ۔
کھانسی میں لوگ سینے پر گھی مل کر پان سے سینکتے ہیں تو بہت
فائدہ ہوتا ہے کھانسی بشرطیکہ سردی کی وجہ سے ہو ۔ پان میں
ایک قسم کا روغن ہوتا ہے جو ایک قسم کا تریاقی مادہ ہے اور
کاربولک ایسڈ (Carbolic Acid) سے پانچ گونہ زیادہ
قوی ہے (ڈاکٹروں کے ہاں اس کی خوراک ۲-۳ اونس ہے)
ڈاکٹری رائے میں پان میں دو قسم کے خوشبودار روغن پائے جاتے
ہیں ۔ ایک ہلکا اور دوسرا وزنی ۔ ان روغنوں میں (Caustic
Potash) ملانے سے ایک قسم کی چیز پیدا ہوتی ہے ۔ جسے
کافور تنبول کہتے ہیں اور یہ (Carbolic Acid) کی طرح دافع
جراثیم ہے اس میں ایک جوہر پایا جاتا ہے ۔ جسے اریپیگن
(Arepegan) کہتے ہیں ۔ جو اپنی خاصیت میں کوکین کے مشابہ
ہے ۔ خشک پان کا کوئی خاص اثر نہیں ہوتا البتہ تازے ہرے
پان کا جلد اثر ہوتا ہے اور ورم کو تحلیل کرتا ہے اور دوران خون
کو تیز کرتا ہے یہ اثر اس لطیف روغن کیوجہ سے ہے جو کہ اس
میں موجود ہے ۔ چونا یا تیل لگا کر گرم کر کے کنـ
باندھنے سے درد سر کیلئے سود مند ہے ۔ گلے کے درد میں
پیچھے باندھتے ہیں ۔ اگر زخم پر اس کی پٹی باندھی جائے
بہت جلد اچھا ہوجاتا ہے ۔ چنانچہ اب بھی بعض جراح اور
میں سب ہی پان کے پتوں سے پٹی باندھا کرتے تھے ۔
پان ، یعنی پان کا عرق ، آشوب چشم اوراس کا نیم گرم پانی
کیلئے فائدہ بخش ہے ۔

اندرونی اثرات و استعمال :- خشکی دہن اور پیاس کو
ہے پان اگر اس کے مصلحات کے ساتھ استعمال کیا جائے تو
گندہ دہنی ، اور سو ہضمی وغیرہ کے لئے مفید ہے ۔ منہ کے
ذائقہ کو دور کرتا ہے ۔ ذیابطیس اور گردہ کی سوزش کے
مفید ہے ۔ پان معدہ کی اصلاح کرتا ہے ۔ بھوک بڑھاتا
کے ذائقہ کو درست کرتا ہے ۔ دانتوں کو مضبوط کرتا ہے
سے فاسد مادہ کو نکالتا ہے ۔ منہ اور مسوڑھوں کی رطوبت
کرتا ہے آیورویدک اطبا کی رائے میں پان دل کو ٹھنڈک
ہے پان (بیڑہ) کے جو کچھ بھی نقصانات کا شبہ کیا جاتا
وہ تمباکو یا دوسری مضر چیزوں کی آمیزش سے ہوتے ہیں
پان سے سادہ پان صحت کیلئے ہر حال میں مفید ہے ۔ دل ،
معدہ ، جگر ، حافظہ اور فہم کو قوی کرتا ہے ۔

چونا : LIME :- ڈاکٹری رائے :- ہوا کے ز
اثر کو دور کرنے اور بدبو کو رفع کرنے کیلئے نہایت مفید
مقوی قلب ہے ۔ ہڈیوں کو مضبوط کرتا ہے ۔ خون کے بہنے
روکتا ہے ۔ مسوڑھوں کا ورم اور مسوڑھوں اور زبان کے آبلے
نفع بخش ہے ۔ چونکہ معدہ میں دودھ پھٹنے نہیں دیتا ۔ جلد
اور بال ، دانت کو مضبوط رکھتا ہے ۔ چونے کے پانی سے غ
کرنے سے زبان ، حلق اور مسوڑھوں کے چھالوں اور انکے زخموں
بہت جلد نفع بخشی ہے ۔ چونا ، متلی ، بدہضمی ، درد شکم کی حا
میں انہضام غذا کے لئے نہایت کار آمد ہے ۔ میعادی بخار میں دو
کے ہمراہ دینے سے فائدہ ہوتا ہے ۔ چونا طاعونی جراثیم (lague
کو بھی ہلاک کرتا ہے ۔

یونانی رائے :- اورام کے تحلیل کرنے میں بے مثل ہے آگ
جلنے پر اس کا لیپ روغن کنجد یا روغن کتال میں خوب ملا کر
لگانا بہت مفید ہے ۔

آیورویدک رائے :- خون میں قوت پیدا کرتا ہے ۔ صحت کی
برقراری کیلئے چونا (کیلسیم) ایک ضروری جز ہے ۔ اس کی
کمی سے انسان سیکڑوں امراض کا شکار ہوجاتا ہے ۔ یہ خیال
کیا جاتا ہے کہ پان کے ساتھ جو چونا کھایا جاتا ہے وہ بھی
(Calcium) کی کمی کو پورا کرتا ہے ۔

اثات :- خشکی اور خراش پیدا کرنے کے علاوہ نفوذ کرنے
ی زبردست قوت رکھتا ہے ۔ چنانچہ مسوڑھوں اور دانتوں
رمیان جم جاتا ہے ۔ اور مسوڑھوں کے بالائی حصے
ی طرف دبتے چلے جاتے ہیں جب تہوں کا حجم زیادہ ہوجاتا
ر غذا یا مسواک وغیرہ سے رگڑا کھا کر الگ ہوجاتی ہے
س طرح دانتوں کی جڑیں کھل کر کمزور ہوجاتی ہیں ۔ دانت
لگتے ہیں اور وقت سے پہلے ٹوٹ جاتے ہیں ۔ دانتوں کے کمزور
نے سے ہاضمہ میں جو فتور پیدا ہوتا ہے وہ محتاج بیان نہیں ۔

الیہ : NUT :- ڈاکٹری رائے :- مندمل زخم ہے ۔
کے بہنے کو روکتی ہے ۔ اعضاء تشنج کو روکتی ہے ۔ دانتوں
صاف اور مضبوط کرتی ہے ۔ مگر زیادہ استعمال انکی جڑوں
کمزور کرتی ہے ۔ منہ کی تمام بیماریوں کے لئے مفید ہے ۔ اس
ایک جوہر پایا جاتا ہے ۔ جسکو اریکولین Arecoline
ہیں یہ جوہر معدہ اور آنتوں کی حرکت میں اضافہ کرتا ہے ۔
ی حرکت کو سست کرتا ہے ۔ آنکھ کی پتلی کو سکیڑتا ہے
، آویز ہے ۔ چھالیہ کا برادہ آنتوں کے کیڑوں کو مارتا ہے ۔
یہ کا برادہ اگر زیادہ مقدار میں کھالیا جائے تو اسکے اثر سے
ی کی نالی کی سطح سے میونس (MUCIN) ایک
کا چکنا مادہ بہت زیادہ خارج ہوتا ہے ۔ اور دم گھٹنے لگتا
چھالیہ کا زیادہ استعمال اختلاج بڑھادیتا ہے جس سے آنکھوں
اندھیری چھا جاتی ہے ۔ چکر محسوس ہونے لگتا ہے ۔ اس لئے
ال میں اعتدال ضروری ہے ۔

نانی رائے :- قابض ہے ۔ مواد کو پختہ کرتی ہے ۔ دل ، باہ اور
ی اعضاء کو قوت بخشتی ہے ۔ دماغ پر بخارات چڑھنے کی
ہے ۔ منجن میں استعمال کرنا مقوی دندان ہے ۔

رویدک رائے :- ٹھنڈی ، خشک اور نشہ آور ہے ۔ ہاضمہ
حرارت کو بڑھاتی ہے کف اور منہ کے خراب ذائقہ کو دور
ی ہے ۔

نک :- ڈاکٹری رائے :- دافع جراثیم ہے ۔ درد کو دور کرتی ہے
، اور مسوڑھوں کے زخموں اور چھالوں کو نفع بخشتی ہے دانتوں
درد اور انکے کیڑوں کو مارتا ہے ۔ ریاح کا اخراج کرتا ہے ۔
ہ ، دل اور دماغ کو قوت بخشتا ہے ۔ اور سستی کو
کرتا ہے ۔ فرحت اور چستی لاتا ہے ۔ کھانسی گلے کی خراش
بیٹھی ہوئی آواز کو فائدہ پہنچاتا ہے ۔

نانی رائے :- باطنی اعضاء یکسر و دماغ کو قوت بخشتی ہے ۔
سر کو جو سردی کی وجہ سے ہو دفع کرتی ہے ۔ فالج ، لقوہ ،
اور سکتہ کو مفید ہے ۔ نزلہ اور کل دماغی امراض میں مفید ہے
معدے کو کھولتا ہے ورم کو تحلیل کرتا ہے ۔

آیورویدک رائے :- ہاضم ہے ۔ شہوتی ، پت ، فساد خون ، پیاس
قئے ، دردشکم ، کھانسی دمہ اور ہچکی کو دور کرتا ہے ۔

کتھا :- کلتھا پن پیدا کرتا ہے ۔ قابض ہے ۔ زخموں کو مندمل
کرتا ہے خصوصاً ان زخموں کو جو چونے سے ہوتے ہیں ۔ خون
کے بہنے کو روکتا ہے ۔ مسوڑھوں اور دانتوں کی کمزوری کو دور
کرتا ہے ۔ اجابتوں کو روکتا ہے ۔ مسوڑھوں کے زخموں ، زبان
چھٹ جانے یا اس پر زخم یا آبلے کو دور کرتا ہے ۔

یونانی رائے :- ورم کے مواد کو پختہ کرتا ہے ۔ آنتوں کی خراش
اور زخم کو مفید ہے ۔ اسکا کثرت استعمال ، سنگ مثانہ ، اور ضعف
باہ پیدا کرتی ہے ۔ اجابتوں کو روکتا ہے ۔ مسوڑھوں کو مضبوط
کرتا ہے ۔ منہ کی بدبو کو دور کرتا ہے ۔

آیورویدک رائے :- منہ کے تمام بیماریوں مثلاً آبلے ،
اور قلاع وغیرہ کو مفید ہے ۔

الائچی :- تیز اور خوشبو دار ہونے کی وجہ سے گندہ
دہنی کو دور کرتی ہے ۔ منہ کی بیماریوں کیلئے مفید ہے بھوک
بڑھاتی ہے اور ہاضم ہے معدی رس کو بڑھاتی ہے مخرج ریاح
ہے ۔

یونانی رائے :- روح کو فرحت بخشتی ہے تحلیل ریاح
کرتی ہے اور زخموں کو جلا دیتی ہے ۔ مقوی قلب اور معدہ
ہے ۔ قئے اور متلی وغیرہ کو مفید ہے ۔ گندہ دہنی کو دور
کرتی ہے ۔ ہوا کو خوشبو دار کرتی ہے ۔ گردہ اور مثانہ کی
پتھری کی مخرج ہے ۔

آیورویدک : دمہ ، کھانسی ، بواسیر ، وغیرہ کی
تکالیف کی دافع ہے ۔

تمباکو :- معدہ اور آنتوں وغیرہ کے کیڑوں کو ہلاک
کرتا ہے اسمیں ایک جوہر نکوٹین ہوتا ہے جو قاتل کرم
ہے ۔ ایک اور روغن جسکو نکوٹائین کہتے ہیں یہ بھی قاتل
کرم ہے ۔ جراثیم کو مارتا ہے ۔ نکوٹین پہلے پہل جسم میں
ایک قسم کی چستی پیدا کرتا ہے اور اسکے بعد طبعت میں
ایک زوال پیدا ہوتا ہے ۔ دل کی حرکت کو پہلے تیز کردیتا ہے
اور بعد میں سست کردیتا ہے خون کا دباؤ بعد کی کیفیت میں
کم ہوجاتا ہے ۔ آنتوں کی حرکت کو روک دیتا ہے ۔

زہریلے اثرات :- نکوٹین نہایت ہی طاقتور زہر ہے ۔ تمباکو معدہ اور آنتوں میں خراش پیدا کرتا ہے جبکہ اس کا استعمال زیادہ مقدار میں ہو اسکے زہریلے اثرات قئے ، دست اور اعضا کی کمزوری سے ظاہر ہوتے ہیں نبض پہلے سست اور بعد میں تیز ہوجاتی ہے ۔ تیز اور ہلکے قسم کی سانس (جیسا کہ عموماً کتا لیتا ہے) چلتی ہے ۔ جسم کی حرارت گر جاتی ہے اور آخر کار موت واقع ہوتی ہے ۔ مسوڑھوں کے ورم اور درد وغیرہ کیلئے بعض صورتوں میں مفید ہے ۔

تمباکو کے تیز جوشاندہ کی معتبدہ مقدار انسان کو ہلاک کرسکتی ہے اور اسکی تھوڑی مقدار بھی پھیپھڑے ، دل ، دماغ اور اعصاب کو سخت نقصان پہنچاتی ہے جو اصحاب شب و روز تمباکو پھانکتے رہتے ہیں انہیں یاد ہوگا جبکہ اول اول انہوں نے اسکو نہایت تھوڑی مقدار میں کھایا تو ہچکیاں آنے لگی تھیں دل دھڑکنے اور سر چکرانے لگا تھا سارے جسم میں سخت کمزوری اور سستی پیدا ہوگئی تھی اور اگر فوراً گلاس بھر پانی نہ مل جاتا تو خدا جانے طبعت کا اور کیا حال ہو جاتا ۔ اب ہم خود سوچ سکتے ہیں کہ آیا ایسی چیزیں اس قابل ہیں کہ انسان شب و روز پھانکتا رہے ۔ لیکن کسی نے سچ ہی کہا ہیکہ " تلخی میں بہت مزہ ہے " افیون خور دنیا کی ساری چیزیں چھوڑ سکتا ہے لیکن افیون نہیں چھوڑ سکتا یہی حال تمباکو کھانے والوں کا ہے ۔

خلاصہ

پان اور اسکے مروجہ ضروری مصالحہ جات کے خواص اور افعال کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ منہ کے امراض کیلئے نہایت مفید ہے ۔ یہ تعجب کی بات ہیکہ جو چیزیں نفع بخش ہوں انکو مضر کیونکر کہا جاسکتا ہے ۔ لیکن یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ ادویات کا استعمال مخصوص اوقات میں ہوتا ہے غیر اوقات میں ان کا استعمال کچھ ٹھیک نہیں ۔ بالآخر ہم اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ اگر پان کو درجہ اعتدال پر استعمال کیا جائے تو انسان بہت سے امراض سے محفوظ رہ سکتا ہے اور اسکا استعمال نہایت ہی فائدہ بخش ہے ۔ بالخصوص قروم لثہ ، درد دندان ، گندہ دہنی اور مسوڑھوں کیلئے نہایت نافع ہے اسکے علاوہ اور بھی بہت سے فوائد ہیں مثلاً ذائقہ کا درست ہونا ، زبان اور مسوڑھوں کے زخم مندمل ہونا ، حلق کی خرابی سے محفوظ رہنا ، کھانا کھانے کے بعد منہ کو صاف کرنے اور اسکی تمام کثافت کو دور کرنا وغیرہ پان کے بیڑے کے استعمال سے طبعت کو فرحت ملتی ہے اور خصوصاً موسم سرما میں گرمی پہنچاتا ہے نا مرغوب چیز کے استعمال کے بعد کھانے سے کراھیت دفع ہوجاتی ہے اور منہ صاف ہوتا ہے ۔ کھانے کے بعد پان کا استعمال ایک ٹانک کی حیثیت رکھتا ہے ۔ کھانے کے ساتھ ہم اکثر جراثیم کھالیتے ہیں پان کا عرق اور دوسرے اجزا ان جراثیم کو مار ڈالتے ہیں اور اسطرح بہت سی بیماریوں سے بچ جاتے ہیں ۔ پان کے کھانے کے بعد ہونے والی سرخی کی وجہ سے چہرہ پر خوبصورتی بڑھ جاتی ہے اسلئے لوگ (خصوصاً صنف نازک) اسکو افزائش جمال کا استعمال کرتے ہیں ۔ علاوہ ازیں ہندوستان میں پان ہی ایک ایسی مہذب اور کم خرچ تواضح ہے جسے غریب سے غریب پیش کرکے اپنے جذبات محبت ایک دوسرے پر آشکار کرسکتا ہیں ۔

اوپر بیان کی ہوئی خصوصیات کے پیش نظر پان اعتدال حدود میں نہ صرف استعمال کیا جاسکتا ہے بلکہ دوسروں کو اسکے استعمال کرنے کی ترغیب بھی دیجاسکتی ہے ۔ ہاں البتہ بہ کثرت پان استعمال کرنے والوں کو حق بجانب قرار نہیں دیا جاسکتا ۔ کیونکہ یہ امر مسلمہ ہے کہ ہر ایک چیز خواہ وہ اپنے فوائد میں کتنی ہی اعلی کیوں نہ ہو حد اعتدال سے تجاوز کرکے استعمال کرنا اسکے مفید اثر کو خاک میں ملا دیتا ہے ۔ اور پان بھی اس سے مستغنی نہیں ۔ زمانہ حال میں بعض لوگوں نے پان کو بہت بد نام کیا ہے ۔ لیکن ان نکتہ چینیوں نے اس بات کو پیش نظر نہیں رکھا کہ یہ نقصانات صرف اسوقت پیدا ہوتے ہیں جبکہ اسکے استعمال میں اعتدال کا لحاظ نہ رکھا جائے ۔ خصوصاً جب اسکے ساتھ تمباکو یا دوسری مضر چیزوں کا استعمال کیا جائے ۔

پان کے کثرت استعمال سے نقصانات :- جس وقت لقمہ منہ کے اندر پہنچتا ہے ۔ تو دانت اسے کچلتے ہیں اور لعاب دہن (تھوک) پیدا کرنے والی گلٹیاں رطوبت زیادہ خارج کرنے لگتی ہیں جسمیں ہضم کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے ۔ اسطرح ہضم غذا کا پہلا درجہ منہ کے اندر ہی شروع ہو جاتا ہے اور اسکی وجہ سے معدہ کے ہضم میں مدد بھی ملتی ہے جب پان کثرت سے استعمال کرتے ہیں تو یہ گلٹیاں زیادہ مقدار میں لعاب دہن خارج کرتی ہیں کیونکہ پان کے زیادہ کثرت استعمال سے یہ گلٹیاں بہت زیادہ متحرک ہوجاتی ہیں چنانچہ ہر پان کھانے والا کثرت سے پیک تھوکنے پر مجبور رہتا ہے اسطرح سے ایک کار آمد شئے کو مسلسل برباد کرتے رہتا ہے ایسا عمل مسلسل اور ایک عرصہ تک جاری رہنے سے آخر گلٹیاں کمزور ہو جاتی ہیں چنانچہ کھانا کھاتے وقت یا دوسرے اور اوقات میں جبکہ پان نہیں کھاتے لعاب دہن کم پیدا ہوتا ہے اسکی کمی کی وجہ سے ہضم (Digestion) کا فعل بخوبی

نہیں پاتا - مسوڑھے کمزور ہوجاتے ہیں اور ہوسکتا
، دالت قبل از وقت گر جائیں - بعض لوگ چوبیس گھنٹے
چباتے" رہتے ہیں حتی کے راتوں کو سوتے سے اٹھ کر
کھاتے ہیں اور منھ میں پان رکھ سوجاتے ہیں - صبح
بغیر منھ دھوئے پان کھالیتے ہیں اور ایسے ہی لوگ
میں بکثرت تمباکو استعمال کرتے ہیں - اس سے بجائے
نہ کے نقصان کا احتمال ہوتا ہے - پان کے کثرت استعمال
بھوک میں کمی آجاتی ہے دل کی دھڑکن بڑھ جاتی ہے -
لاج کا ڈر رہتا ہے دماغ کمزور اور اعصاب ضعیف ہوجاتے
ں - پھیپھڑے خشک اور کمزور ہوجاتے ہیں نیند کم
وجاتی ہے اور رفتہ رفتہ صحت گرنے لگتی ہے اور مرض سل
دا ہونے کی استعداد بڑھ جاتی ہے اسکے علاوہ پان کے زیادہ
ستعمال سے انسان کے سایہ پر بھی اثر پڑتا ہے -

ہے اور پان کے بیڑہ کا استعمال واقعی صحت کیلئے ٹھیک ہے -
مگر استعمال میں اعتدال شرط ہے - لہذا پان کے استعمال کا
بہترین طریقہ یہ ہیکہ دن میں دو یا تین مرتبہ کھانا کھانے
کے بعد چونا ، کتھا ہم وزن بطریق معروف، پان پر لگا کر تھوڑی
سی چھالیہ اور الائچی شامل کرکے کھالیا کریں -

اس مضمون کی تیاری کیلئے حسب ذیل کتب سے مدد
لی گئی ہے -

(۱) مخزن حکمت (۲) چشمہ حیات (۳)

(3) Indian Medicinal Plants

(4) Pharmacology and Therapevtixs by Ghosh and

(5) Pharmacology Pharmaco--Therapevtixs by Three Aulhors

* * *

خاندانی منصوبہ بندی وقت کی اہم ضرورت

شوری ـم ـ بی ـ ڈی ـ سکسینہ قمر ـ پیلی بھیتی

کوا

کوا ایک پرندہ ہے اس کا رنگ کالا ہوتا ہے۔ یہ ''کائیں کائیں،، کرتا رہتا ہے۔ اس کی چونچ بہت نکیلی اور تیز ہوتی ہے۔ لوگ اسے'' اتارےستارے'' میں بہت کام میں لاتے ہیں کوئی بہت ہی بیمار ہوجائے یا کسی پر سایہ سپیٹ (بد ارواح کا چھایہ) ہوجائے اور اس کے بچنے کی کوئی امید باقی نہ رہے تو کاگ بھجنگ (انتہائی کالا کوا جس کا رنگ بہت ہی چمکتا ہے۔ یہ کوا کم دستیاب ہوتا ہے اس لئے اس کی قیمت بھی زیادہ ہوتی ہے۔) اس بیمار کے اوپر سے اتار کر کسی چو راستے پر چھوڑ دیتے ہیں۔ کئی بار یہ دیکھا گیا کہ چھوڑتے ہی کاگ بھجنگ مر گیا ہے اور بیمار اچھا ہو گیا ہے کاگ بھجنگ نہ ملنے کی صورت میں یہ کام عام کووں سے بھی لیا جاتا ہے۔ بعض کوے ٹھیک طور سے نہیں اڑنے پاتے تو یہ سمجھ لیجئے کہ یہ اتارا کئے ہوئے ہیں ـ اور ایسے کووں کا گھر میں آنا منحوس سمجھا جاتا ہے ـ انہیں فوراً اڑا دیتے ہیں باز ایک شکاری پرندہ ہے وہ ہوا میں اڑتے ہوئے دوسرے پرندوں کا تو شکار کرتا ہے۔ مگر کوے کا شکار نہیں کرتا۔ اگر ایک کوا مرجائے تو بہت سے کوے کائیں کائیں کرتے ہوئے جمع ہوجاتے ہیں اس عمل کو کوا پکار کہتے ہیں ـ چھو ، چھا ، جھاڑ پھونک ، جادو ، ٹونا ، ٹٹکادشی کرن کے منتر اور بھانا ستی وغیرہ کی سیدھی کرنے میں بھی کووں سے کام لیا جاتا ہے جو اکثر اوقات مر بھی جاتے ہیں ـ مگر یہ بہت ہی بری بات ہے کہ اپنے کسی شوق، اپنی صحت کی برقراری ، اپنی جان کے تحفظ یا کسی مقصد و مطلب کیلئے کسی کی جان لی جائے۔ بہت سے بدمعاش پڑوسی اپنے پڑوسی کو ستانے اور تنگ کرنے کیلئے اسکے مکان کی کھپریل پر سوکھے جھینگے یا سوکھی ہوئی چھوٹی مچھلیاں ڈال دیتے ہیں ـ کوے ان جھینگوں اور مچھلیوں کو کھانے کے لئے اپنی چونچ سے کھپریل الٹ پلٹ کردیتے ہیں اور گرا بھی دیتے ہیں ـ بعض ماہرین و محققین نے لکھا ہے کہ کوے کی مادہ کوی ہوتی ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ کوئل ہوتی ہے بعض نے لکھا ہے کہ مینا ہوتی ہے بعض نے لکھا ہے کہ چیل ہوتی ہے۔ بہر حال اس سلسلہ میں زبردست

ہرا پردیش.

اختلافات ہیں کوے، چوہے، مینڈک ـ کیڑے۔ مکـ اور جانوروں کی سڑی گلی لاشین غلیظ چیزیں اور غـ ہیں ـ لہذا اس غذا کی مناسبت سے ان کی ذہنیت ادنی ہوتی ہے۔ ہنس کا رنگ بالکل سفید ہوتا ہے۔ اور یـ چکتے ہیں ـ اگر سچے موتی نہ ملیں تو بھوکوں مرتو مگر اور کچھ نہیں کھاتے ـ لہذا اس غذا کی مناسبت ذہنیت بہت ہی اعلی اور شریف ہوتی ہے۔ کوئل کا کالا ہوتا ہے۔ لیکن لوگ اسے پسند کرتے ہیں ـ کو رنگ کالا ہوتا ہے۔ لیکن لوگ اسے پسند نہیں کرتے و کہ کوئل کی آواز میں مٹھاس ہوتی ہے اور کوے کی آوا اسی لئے ہندی شاعر نے کہا ہے۔

کوا کاکو دھن ہرے کوئل کا کو دیت
میٹھے بچن سنائے کے جگ اپنو کرلیت

(کوا کسی کی دولت نہیں چھین لیتا اور کوئل کـ کھچ دے نہیں دیتی۔ میٹھے بچن سنا کر یعنی اپنی شریں دنیا کو اپنا بنا لیتی ہے)

گھر کی چھت کے اوپر آکر کوا کائیں کائیں کر یہ بہت ہی اچھا مانا جاتا ہے یعنی یہ کہ اس دن کوئی آنے والا ہے ـ گھر والے ہاتھ اٹھا کر کوے کو یہ کہ دیتے ہیں کہ جا جلدی بلا کر لا ـ ایک نوجوان خو چھبیلی عورت کا پتی(شوہر) کسی کام کے لئے پردیس اس کی یہ پتنی اپنے گھر میں اپنے پتی کی جدائی میں بہ کمزور ، دبلی اور لاغر ہوگئی تھی ـ ایک دن اس کے چھت پر ایک کوا آکر کائیں کائیں کرنے لگا یہ عورت بڑی ہوگئی کہ میرا پتی آرہا ہے اس نے فوراً ہاتھ اٹھا کر سے کہا کہ جا جلدی بلا کر لا جیسے ہی کہ اس نے کے اڑنے کو ہاتھ اٹھایا دبلے ہوجانے کی وجہ سے اس کی سے آدھی چوڑیاں نکل کر کوے کے گلے میں جا گریں ہی میں اس کا شوہر آگیا ـ شوہر کو دیکھتے ہی اس میں موٹا پا آگیا اور اس وجہ سے اس کی کلائی میں جو چوڑیاں رہ گئی تھیں وہ کلائی ہی میں اٹک گئیں ـ اس کو اس دوہے میں کس خوبی سے باندھا گیا ہے ملاحظہ فرما

کا گا اڑانے میں اٹھی آئے پیا اچک
آدھی چوڑیاں کا گا گل آدھی رہیں اٹک

(لاغری سے اچانک و یکایک فربہی آجانا کتنا ناز خیال ہے ـ)

گھر کے آنگن میں آ کر اگر کوا کائیں کائیں کرے تو یہ
نی ہے یعنی اچھا نہیں مانا جاتا جمبو (سیار۔ گیدڑ۔ جیکال)
بولنا (ہواں ہواں کرنا) منحوس مانا جاتا ہے ۔ ایک
اپنے پتی سے ملنے شہر جانے کو اٹھی اس کا اٹھنا ھی
جمبو نے '' ہواں ہواں '' کی ابھی ہواں ہواں کی آواز
ی رہی تھی کہ اسے تار ملا کہ تمھارا پتی بیمار ہے ۔ اشگن
شگونی) ہونے کی وجہ یعنی اس کے مضر اثرات زائل کرنے
ے ذرا سی دیر کو بیٹھی ھی تھی کہ پھر چلنے کو اٹھی
میں کوے نے '' کائیں کائیں '' کی ۔ عورت نے کہا ۔

کچھ کرنی کچھ کرم گت کچھ پر بلے بھاگ
جمبو بولے با بھئی اب کہا کہت ہو کاگ

ھمالیہ پہاڑ کے پاس مانسرو ور جھیل ہے وہاں ھنس رہتے
ے یہ تو ہم ابھی کہہ ھی چکے ھیں کہ ھنس سچے سوتی چگتے
ں لہذا ان کا ظرف اور ذھنیت اعلی ھوتی ہے ۔ ایک دن
ک غریب برہمن جھیل کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا ھنسوں
ے جو اسے دیکھا تو اتنے سچے سوتی اس کو دئے کہ وہ
روڑ پتی بن گیا وہ بہت خوش خوش اپنے گھر آیا ۔ اس نے
ت شاندار عمارتیں وغیرہ بنوائیں اور بڑے ٹھاٹھ آرام اور
ڑے سے زندگی بسر کرنے لگا ۔ کئی سال گزر گئے ۔
ام طور پر انسان ھوس کے بندے اور لالچی تو ھوتے ھی ھیں ۔
ب اسے پھر جھیل کے پاس جا کر ھنسوں سے سچے ھوتی لانے
کا خیال آیا ۔ خیال آتے ھی یہ فوراً وہاں گیا ۔ قسمت پلٹتے اور
زمانہ بدلتے کچھ دیر نہیں لگتی وہاں ھنس تو باقی تھے نہیں
کوؤں کا راج ہو گیا تھا ۔ اور جیسا کہ ہم لکھ چکے ھیں کہ
کوے غلاظت وغیرہ کھاتے ھیں لہذا ان کی ذھنیت ادنی اور
کمینہ ھوتی ہے یہ برہمن جھیل کے کنارے سچے موتی ملنے
کی امید میں کھڑا تھا اسے دیکھ کر جھیل کو رحم آیا ۔ جھیل
نے اس سے بڑی محبت سے کہا ۔

ھنسا سرور سے گئے کاگ بھئے پردھان
جاؤ وپر گھر آپنے جو چاھو کلیان

(یعنی یہ کہ ھنس تو یہاں سے چلے گئے اب کوؤں کا راج
ہے ۔ پنڈت جی ! اگر تم اپنی خیریت چاھتے ھو تو یہاں
سے فوراً چلے جاؤ نہیں تو یہ تمھارا اماس (گوشت) تک کھا
جائیں گے) ۔

ایک عورت کا شوھر پردیس گیا ہوا تھا ۔ عورت اس کی
جدائی میں انتہائی متفکر اور لب دم یعنی جان بہ لب ہو گئی
زمین پر بے حس و حرکت پڑی رہتی اور شوھر کے انتظار میں
بے چین رہتی ۔ کوے اس کے جسم کا ماس (گوشت) نوچ
نوچ کر کھاتے ۔ یہ ان سے کہتی ۔

کا گا سب تن کھائیو چن چن کھیو ماس
دو نینا مت کھائیو ۔ پیا ملن کی آس

(کوا ! میرے جسم کا پورا گوشت کھالو ۔ میری
صرف دو آنکھیں مت کھاؤ ۔ ممکن ہے کہ میرے مرتے وقت تک
میرے شوھر آجائیں اور مجھے ان کے درشن نصیب ھوجائیں) ۔

کوا بہت ھی چالاک ھوتا ہے ۔ ایک پیاسا کوا پانی
کی تلاش میں ادھر ادھر گھوم رہا تھا اسے ایک گھڑا نظر
آیا اس میں پانی تھوڑا تھا کوے کی چونچ پانی تک نہیں پہنچ
سکی ۔ اس نے اس میں کنکریاں لا کر ڈالیں پانی اوپر آگیا کوے
نے پانی پیا اور اڑ گیا ۔

کوا اگر کسی کے سر میں ٹھونگ مار دے تو حسب
استطاعت کچھ دان کر دینا چاھئے ۔

جس طرح عام طور پر طوطے اور کبوتر وغیرہ پالے جاتے
ھیں اسی طرح بعض جنگلی قومیں جو خانہ بدوشی کی زندگی
بسر کرتی ھیں ، کوے پالتی ھیں ان کا خیال ہے کہ
جہاں کوے پلے ھوتے ھیں وہاں بھوت پریت وغیرہ نہیں
آتے ۔ بعض گھروں کے متعلق یہ مشہور ہے کہ ان میں بھوت
رھتے ھیں لہذا وہ مکانات خالی پڑے رھتے ھیں نہ انہیں کوئی
خریدتا ہے اور نہ ان میں کوئی کرایہ دار آتا ہے ۔ ایسے مکانات
میں اگر ایک سو ایک کوے چھوڑ دئے جائیں اور ان کے
دانہ پانی کا انتظام کر دیا جائے تو اکیس دن کے اندر وہ مکانات
بھوت پریت وغیرہ کے اثرات سے پاک ھوجائیں گے ۔

مہاراجہ جیسلمیر کو ایک بھیلیا نے ایک سفید کوا
لا کر دیا ۔ درباریوں نے یک زبان ھو کر یہ کہا کہ کوا سفید
ھو ھی نہیں سکتا یہ اور کوئی پرندہ ھوگا ۔ بھیلیا نے جواب دیا
حضور جب بالکل سفید ریچھ بالکل سفید شیر بالکل سفید سانپ
اور بالکل سفید ھاتھی پائے گئے ھیں ۔ تو بالکل سفید کوے
کے پائے جانے میں کیا شک ہے ۔

ایک بڈھے دادا اپنے بالکل چھوٹے پوتے کے ساتھ
بیٹھک میں بیٹھے کھیلتے رھتے تھے ایک دن ایک کوا بیٹھک
میں آگیا پوتے نے پوچھا بابا یہ کیا ہے دادا نے جواب دیا
بیٹا '' کوا '' ، اب پوتے نے رٹن (رٹ) لگائی بابا کوا ۔ دادا
نے جواب دیا ھاں بیٹا کوا ۔ بابا کوا ھاں بیٹا کوا دونوں میں
کئی گھنٹوں تک یہی بات چیت ھوتی رھتی ۔ وقت گزر گیا ۔
پوتے صاحب پڑھ لکھ کر نوجوان ھو کر کسی بڑی پوسٹ پر
نوکر ھوگئے ۔ دادا اب بالکل ھی بڈھے اور ھولے شولے ھوگئے
تھے جسم کی طرح آنکھیں بھی انتہائی کمزور ھوگئی تھیں ۔
ایک دن دادا اسی بیٹھک میں بیٹھے تھے پوتے صاحب موٹر

میں بیٹھکر دفتر سے گھر آے ۔ دادا کے پاس سے جب گھر کے اندر جانے لگے تو وہاں ایک کوا بیٹھا تھا ۔ دادا نے پوچھا بیٹا یہ کیا ہے پوتے نے جواب دیا '' دادا کوا ،، اب دادا نے کہنا شروع کیا بیٹا کوا ۔ پوتے نے جواب دیا ھاں بابا کوا ۔ دادا نے پھر کہا بیٹا کوا ۔ پوتے نے جھڑک کر جواب دیا کہہ تو دیا کوا ۔ اب بار بار یہ کیا بکواس ہے ۔ دادا نے روکر کہا ۔ بیٹے وہ دن بھول گئے جب تم گھنٹوں کہتے رہتے تھے بابا کوا اور میں جواب دیتا رہتا تھا ھاں بیٹا کوا ۔ اور آج تم میرے دو ھی دفعہ پوچھنے سے غصے میں آگئے ۔ پوتے نے دادا کے پاؤں پکڑ کر کہا بابا مجھے معاف کرو اب میں ایسی غلطی کبھی نہیں کروں گا ۔

بگلے کا رنگ بالکل ھی سفید ہوتا ہے وہ اپنی آنکھیں بند کئے ہوئے تالاب کے کنارے اس طرح بیٹھا رہتا ہے جیسے کوئی تپسوی تپسیا کر رہا ہو ۔ تالاب میں جب کوئی مچھلی پانی کے اوپر آتی ہے بگلا اپنی آنکھیں کھول جھٹ اسے اپنی چونچ میں پکڑ کر کھا لیتا ہے اور پھر اپنی آنکھیں بند کرکے بیٹھا رہتا ہے ۔

دریائے گنگا کے کنارے بیٹھے ایک مہرشی جی تپسیا کر رہے تھے اتنے میں ادھر سے ایک بگلا آیا وہ وھیں بیٹھ گیا ایک کوا بھی آیا وہ بھی بیٹھ گیا مہرشی جی نے کوے سے بڑی محبت سے کہا ۔ کوے مہاراج ادھر آؤ میرے پاس بیٹھو بگلے کو یہ بات بہت ھی بری معلوم ہوئی اسے اپنی خوبصورتی پر ناز تھا اس نے مہرشی جی سے کہا ۔ مہاراج یہ انیائے ہے میں پہلے آیا اس لئے میں سینیر ہوں اور میں بھی ہوں آپ نے مجھے اپنے پاس نہ بلاکر اس کالے کو بلایا جو میرے بعد آیا اس لئے مجھ سے جونیر بھی ہے اور رنگ بھی کالا ہے ۔ مہرشی جی نے ہنس کر جواب دیا ۔ بگلا بھگت تمھارا من بالکل کالا ہے اور تمھارے اعمال بالکل سیاہ ہیں اوپر سے گورے ہوئے تو کیا ہوا ۔ کوے بھی من بالکل کالا ہے اور اس کے بھی اعمال بالکل سیاہ مگر کوا اوپر سے بھی تو کالا ھی ہے اس کا ظاھر و باطن یک ہے مجھے وھی پسند ہیں جن کا ظاھرہ و باطن یکساں ہو یاد رکھو ! تم گوروں سے یہ کاگا بھلے جو باھر بھیتر (اندر) ایک ۔

کوے کو کلیجہ نہیں ہوتا وہ کتنی ھی اوپر سے کر نہ گرے مرتا نہیں اور ویسے بھی اسکی عمر نو سو سال کی ہے ۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس کے انڈے ھلکے ھرے نیلے رنگ کے اور بڑے ہوتے ہیں بعض کا کہنا ہے کہ اس کے انڈے چھوٹے اور ھرے پیلے رنگ پر بادامی دھبے لئے ہوئے ہوتے ہیں ۔ بعض محققین کا کہنا ہے کہ موسم اور جننے کے وقت مناسبت سے ایسا ہوتا ہے مسٹر بھٹا چاریہ نے لکھا ہے جہاں تک میں سمجھتا ہوں چیل کا نر کوا نہیں ہوتا بلکہ گدھ ہوتا ہے ۔ یہ صاحب جانوروں پر کتاب لکھ رہے ہیں اور بہت سا مواد مجھ سے بھی لے گئے ہیں ۔

◆ ◆ ◆

بلقیس شاھین بی ۔ اے ۔ بی ایڈ

امراؤ جان ادا ۔ ایک شاھکار

انسان مدنی الفطرت ہے ۔ وہ آپس میں ملنا جلنا پسند کرتا ہے ۔ یہاں تک کہ وہ جماعت میں جینا اور مرنا بھی پسند کرتا ہے ۔ اسی لئے ایک انسان ، کو دوسرے انسان سے دلچسپی ہے ۔ یہ دلچسپی ہر دور اور ہر مقام پر پائی جاتی ہے ۔ ادب کی بنیاد اسی دلچسپی پر قائم ہے ۔

ناول نگاری ادب کی ایک اہم شاخ ہے جو ہماری زندگی کی مختلف گتھیوں کو سلجھانے میں مدد دیتی ہے ، ناول ایک صنف نثر ہے جس میں نفسیاتی دلچسپی ، ڈرامائی تصادم اور پیچدگی قرین قیاس کردار نگاری کو ایک مخصوص فارم یا سانچے میں ڈھال کر اسطرح پیش کیا جاتا ہے کہ واقفیت کا اثر پیدا ہو ، امراؤ جان ادا ھی اردو کا ایک ناول ہے جو اس تعریف پر ہر طرح پورا اترتا ہے ، امراؤ جان ادا ، اردو ناول نگاری کا سنگ بنیاد ہے اور ھمیشہ مانی جائیگی امراؤجان ادا محض رسوا کا ھی شاھکار نہیں اردو میں فن ناول نویسی کا شاھکار ہے ، یہ ایک فنی چیز ہے اور مرزا رسوا کی فنکاری کا بہترین نمونہ ہے ۔ اس میں بظاھر کوئی دلچسپ بات دکھائی نہیں دیتی نہ کوئی سنسنی خیز واقعہ ہے اور نہ کوئی جاسوسی تلاش ہے ۔ ایک طوائف کا سیدھا سادھا حال ہے جو اس نے خود بیان کیا ہے ۔

امراؤ جان کا پلاٹ نہایت درجہ سڈول اور خوبصورت ہے ۔ یہ اردو کا پہلا ناول ہے جس میں پلاٹ کی تعمیر ہے ۔ اس ناول کا فارم (Picaregue) قسم کا ہے ، اور منظم و سادہ پلاٹ کی بہترین مثال ہے ۔ یعنی اس میں ایک مخصوص فرد امراؤ جان کو لیکر اس کی زندگی کے حالات گزرتے ہوئے زمانے اور بدلتے ہوئے ماحول کے ساتھ ساتھ دکھائے گئے ہیں ، ساخت کے لحاظ سے امراؤ جان ادا پچھلے تمام کارناموں پر فوقیت رکھتا ہے ، سارا ناول تنظیم ، باقاعدگی، توازن ، حسن تشکیل کے اعتبار سے لاجواب ہے ، واقعات میں ترتیب ربط ، اور ارتقاء ہے وہ ایک فطری انداز لئے ہوئے ہیں ۔ آورد یا ساختگی کے احساس سے قطعی مبرا ہے ، مجموعی حیثیت سے فنی ضبط اور احتیاط امراؤ جان ادا کی بہت نمایاں اور قابل تعریف خصوصیت ہے ، جہاں تک موضوع کا تعلق ہے ۔، امراؤ جان بظاھر ایک طوائف کی زندگی کا مرقع ہے ۔ اسکی خلوت نشینی ، عالی دماغی اور اسکا سچا ادبی ذوق مشاعرے ھی میں نمایاں ھوجاتے ھیں ۔ اس کا یہ مطلع ۔

کس کو سنائیں حال دل زار اے ادا
آوارگی میں ہم نے زمانے کی سیر کی

اس بات کی دلیل ہے اسکی سر گزشت ضرور غیر معمولی اور دلچسپ ھوگی ، امراؤ جان ایک طوائف تھی اب تائب ھوچکی ہے شعر و سخن کا ذوق رکھتی ہے ۔ خود شاعرہ ہے ، بچپن متوسط گھرانے میں گذرا یہاں اسکا نام امراؤ جان نہیں کچھ اور ہے دلاور خان کی اس کے باپ سے دشمنی تھی ۔ اسی نے اس معصوم کو گھر کی چار دیواری سے نکال کر ایسی دنیا میں پھینک دیا جہاں دوزخ دھکتے ھیں اور فردوس خاموش ھیں ۔

امراؤ جان کا موضوع زوال ہے ، یہ زوال ایک خاص معاشرت کا ہے ۔ رسوا اس زوال کی تصویر دکھانا چاھتے ھیں ۔ زوال پذیر معاشرت کا مطالعہ کرنے کیلئے خانم کے نگار خانے سے بہتر کوئی اور منظر نہ تھا اور نہ ھوسکتا تھا ۔ خانقاہ میں یہ ھم کو نظر نہ آتے ، نوابین کے ایوانوں میں چند جھلکیاں دکھائی دے سکتی تھیں مگر تصویر نا تمام رھتی ۔ اسی لئے رسوا نے خانم کی دوکان تلاش کی ، ۔

اس زمانے میں خاص و عام کی تفریح کا کوئی ایسا نظام ایجاد نہ ھوا تھا جو ہمارے دور کی تفریح گاھوں میں اپنی معراج کو پہونچ چکا ہے ، لکھنو میں اس ضرورت کی کفیل یہی طوائفیں تھیں ، جن کے نگار خانوں میں احباب جمع ھوتے ، ادبی مباحث پر بحث ھوتی ہے ، شعر و سخن کے کمال دکھائے جاتے ، اور داد وصول کی جاتی ، جام مینا کے دور بھی چلتے ، یہاں موسیقی کے علاوہ صرف و نحو منطق اور فارسی نظم و نثر کی تحصیل پر خاص زور دیا جاتا ، طوائفیں شستہ زبان بولتیں ، لب و لہجہ کی نزاکتوں میں طاق ھوتیں ۔ انسانوں کے مرتبہ

منزلت اور مذاق پہنچانتیں نوابین کے بچوں کی تربیت میں ان کا بڑا ہاتھ ہوتا ۔ معاشرت میں اگر چہ وہ محترم نہ تھیں مگر مقید ہونے کے باعث انہیں شریف خواتین اور بیگمات حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھتیں تھیں۔

اس دور کے انسانی اعمال چند رسموں کی پابندی تک محدود تھے ۔ بیشتر رسموں میں مجرا ایک ضروری جزو کی حیثیت رکھتا تھا ، اس لئے طوائفین اور ڈومنیاں شریف خواتین کی محفلوں کی جان و ایمان بن گئی تھیں عزا داری جو ایک مذہبی فریضہ تھا اور جس میں حد درجہ متانت اور سنجیدگی لازم تھی اس میں بھی طوائفوں نے سوز خوانی کے کمال سے فائدہ اٹھاکر دخل حاصل کرلیا ، اسطرح دنیا ھی نہیں آخرت بھی ان کے ھاتھ میں چلی گئی ۔ زوال کے اثر سے ان طوائفوں کی صحبت سے مولوی ، رند ، امیر غریب کسی کو عار نہ تھا ۔ گویا طوائفین ایک فصیح محاورہ تھیں جسے ہر شخص استعمال کرسکتا تھا ، وہ ایک ایسی تلمیح تھیں جس نے قومی روائتوں میں ایک مقام حاصل کرلیا ہو ، سیر و شکار میں نجی محفلوں میں مذھبی رسموں میں ان کا ہونا ضروری تھا ، یہ اس زمانہ کا مکتب انس زمانہ کا میکدہ اور محفل تھیں ، خانم کے یہاں ہمیں ان کی سچی تصویر دکھائی دیتی ھیں ، بڑھانے کیلئے مولوی ، موسیقی سکھانے کیلئے بہترین استاد ھیں ۔ ان کے ماحول کی جزئیات اور ان کی بود و باش کو دیکھکر ہم آسانی سے اس زمانے پر ایک حکم لگا سکتے ھیں ۔

کردار نگاری کے سلسلے میں بھی رسوا کی ہوشیاری کم نہیں چاھے تخلیقی قوت کچھ کم معلوم ہو ۔ امراؤ جان ادا کا ہر کردار نہایت صاف نمایاں اور سڈول ھے ۔ سب سے اہم کردار خود امراؤ کا ھے ۔ ٹیکنیک کے لحاظ سے یہ اردو میں کردار نگاری کی بہترین مثال ھے ، قسمت نے اسے طوائف تو بنا دیا لیکن فطری طور پر وہ طوائف نہیں وہ ادبی ذوق رکھتی ھے اور مبصر حیات انسانی ھے ۔ وہ اپنی اس سلسلے کی دلچسپی یوں بیان کرتی ھے ۔

” مجھے تو اور کسی چیز سے کام نہیں ، لوگوں کے چہرے دیکھنے کا شوق ھے ، خصوصاً میلے تماشوں میں ، خوش ، ناخوش مفلس تونگر ، بے وقوف ، جاھل ، عقلمند ، شریف ، رزیل ، سخی ، بخیل سب کا حال چہرے سے کھل جاتا ھے ۔

امراؤ ہمارے دلوں کو متاثر ضرور کرتی ھے مگر ہماری روح میں اتر نہیں جاتی ، وہ لکھنو کی قابل قدر عورتوں میں ھے ، مگر آفاقی عورتوں کے دائرے میں نہیں آتی ۔

پھر دوسرا ، کردار خانم کا ھے ، جس میں جمال کم اور جلال زیادہ ھے وہ زمانے کی نبض سے واقف ھے مگر درد محسوس نہیں کرتی ، بلکہ اس سے فائدہ اٹھاتی ھے میں زبردست قوت ارادی ھے ۔ چند روایتی باتوں پر رکھتی ھے مگر اس اعتقاد میں جان نہیں وہ چند روایتی کو دھراکر اپنے گناھوں کی تلافی کرلیتی ھے ۔

ناول کا سب سے زندہ کردار بسم اللہ جان کا ھے ، کی یہ تیز خود غرض اور خود دار لڑکی نہایت کمال کے سا[illegible] کی گئی ھے ۔ اس میں ایک خاص قسم کی بے مروت[illegible] معشوخانہ بے رحمی ھے ، ناول کے سب سے زور دار حصے ھیں جہاں بسم اللہ اپنی پوری فطرت کے ساتھ سامنے آتی جب بسم اللہ ضعیف عالم فاضل چاھنے والے مولوی صاحب اپنی بندریا کو ڈانٹنے کا بدلہ لیتی ھے ۔ کہ قبا ، اتر و پیڑ پر چڑھنے کا حکم دیتی ھے وہ بھی بہت گہرا اثر ر[illegible] ھے پھر ایک دفعہ مولوی صاحب بسم اللہ کے پاس آتے اس کا حال سنئے ۔

بسم اللہ (مولوی صاحب کو دیکھ کر) آٹھ دن سے کم تھے ۔

مولوی صاحب ۔ کیا کہوں نواب کہ ایسی تپ شد لاحق ہوگئی تھی کہ بچنا محال تھا ، مگر تمہارا دیدار دیکو تھا اس لئے جانبر ہوگیا ۔

بسم اللہ :— تو یہ کہئے وصال ہوگیا ہوتا ۔

مولوی صاحب :— جی ھاں آثار تو کچھ ایسے ھی تھے

بسم اللہ :— واللہ اچھا ہوتا ۔

مولوی صاحب :— میرے مرنے سے آپ کو کیا نفع ہوتا ۔

بسم اللہ :— جی آپ کے عرس میں ہر سال جایا کرتے ، گاتے ناچتے لوگوں کو رجھاتے اور آپ کا نام روشن کرتے ۔

اس ناول میں ہر قسم اور ہر طبقہ اور ہر مزاج کے لوگ ھیں ۔ رسوا انہیں بے لوثی کے ساتھ دکھاتے ھیں ۔ آدمیوں کے بارے میں ان کا زاویہ نگاہ وھی ھے جو امراؤ جان کا ھے ۔ یعنی ہر بڑے آدمی بھی بالکل بڑے نہیں ہوتے ۔ چنانچہ ان نوابین میں جو ہر اعتبار سے ناکارہ ہوتے ھیں چند خوبیاں مل جاتی ھیں ۔ نواب جعفر علی خان اور نواب چھبن ایسے طبقے سے تعلق رکھتے ھیں جو آپ اپنے دام میں گرفتار ھے ، رسوا ان خاکوں کے چہرے اس انداز سے دکھاتے ھیں ، نا محسوس طور پر مزاج میں ، بانکپن اور خاصہ ابھر آتا ھے ۔ یوں تو عام طور پر ان خاکوں میں طنز ھے مگر جہاں بھی

صاحبان کے خاکے ہیں وہاں اس رمزیہ طنز میں
نا نکھار پیدا ہو جاتا ہے ۔

اول کی کامیابی اور نا کامی کا انحصار بڑی حدتک اچھے
، پر ہوتا ہے ۔ مکالموں کے ذریعہ ہم کردار کو پہچانتے
اور اس کی روح تک پہونچتے ہیں ۔ سرشار مکالمے اچھے
ے ہیں ، ان کے ذریعہ سے اپنے کردار کو زندہ کرلیتے
۔ شرر بیانات میں زور طبع دکھاتے ہیں ۔ اور ان کے
ماحول کو روشن کرلیتے ہیں ۔ مگر امراؤ جان ادا' ، میں
اور مکالموں کے درمیان نہایت لطیف توازن ہے ۔

رسوا کے نزدیک منظر نگاری ایک خاص اہمیت رکھتی
۔ وہ کہانی کے حصوں کو آراستہ کرنے ، چیزوں کو حقیقت
گ دینے یا ناظر کے دماغ کو تازہ کرنے کیلئے استعمال
ہوتی بلکہ اندرون میں کسی خاص فضا کو جگانے کیلئے
ں کہیں استعارے کے طور پر لائی گئی ہے ۔ کانپور کے بنگلے
منظر ملاحظہ ہو ۔

'' نہر کے کنارے باغ تھا ۔ باغ کی قطع بالکل انگریزی
، ، تھوڑی دیر میں چاند نکل آیا چاندنی پھیل گئی تالاب
پانی مہتاب کا عکس عجیب کیفیت دکھا رہا تھا ۔

جسوقت امراؤ جان گھر سے نکلتی ہے ، دلاور اعجر
بہلی میں ڈالکر روانہ ہوتا ہے ۔ اسوقت کا منظر یہ ہے ۔

'' چاروں طرف اندھیرا تھا جاڑے کے دن تھے ، سناٹے
کی ہوا چل رہی تھی ، میری بوٹی بوٹی کانپ رہی تھی ، دم
نکلا جاتا تھا '' ۔

پھر دوسرے مناظر جیسے عیش باغ کا میلا جہاں جوان
بچے بوڑھے اپنی زندگی کا مظاہرہ کرتے ہیں ، وہ منظر جہاں
متوسط اور ادنی متوسط گھرانے کی تصویر نظر آتی ہے ، یہاں
رسوا ان کا پھوہڑ پن ، روایت پرستی گھر کی چار دیواری میں
حکومت کا تصور اس صفائی سے دکھاتے ہیں کہ ان
کثافتوں میں جو پاکیزگی ہے ، اس پاکیزگی کو ہم آسانی سے
محسوس کرسکتے ہیں ، ۔

امراؤ کی زندگی ایک نرم دریا کی طرح بہتی چلی جاتی
ہے ، اس میں کوئی انقلاب نہیں آتا ، نہ اسے کوئی منزل دکھائی
دیتی ہے ، نہ وہ اپنے آپ سے فرار ہوتی ہے ، خودکشی اور
خانقاہ کے علاوہ بھی کچھ مقامات ہیں اور امراؤ جان ان مقامات
پر کہیں کہیں دکھائی دیتی ہے ۔

* * * *

(محنت سے قوم طاقتور بنتی ہے)

ناخدائے سخن نوح ناروی

تاریخ ادب شاھد ھے کہ اردو کو نکھارنے اور سنوارنے میں سب سے بڑا ھاتھ شعرائے کرام کا رھا ھے۔ ولی ، میر ، سودا ، انشاؔ مومن ، آتش ، ناسخ ، مصحفی ، انیس ، دبیر ، ذوق ، غالب ، امیر وغیرہ مشہور و معروف اساتذہ وقت نے اپنے اپنے رحجان اور اپنی اپنی فکر طبع کے مطابق اردو کو مقبول خاص و عام بنانے میں انتھک کوششیں کی ھیں ۔ اس لئے یہ حضرات تاریخ ادب میں اھم اور نمایاں مقامات کے مالک ھیں مگر فصیح الملک حضرت داغ دھلوی نے اردو شاعری کو جو سلاست وروانی دی اور جس خوبی سے مقبولیت عطا کی وہ اپنی مثال آپ ھے۔ داغ کے یہاں زبان کی سادگی بندش کی چستی ، تراکیب کی دل نشینی ، محاورات کی خوش ادائگی روز مرہ کی بے ساختگی اور تخیل و محاورات کی شگفتگی بدرجہ اتم پائی جاتی ھے۔ یہی وجہ ھے کہ داغ زبان کے بادشاہ سمجھے اور مانے جاتے ھیں ۔ داغ کی جو ادبی خدمات ھیں وہ تو خیر روز روشن کی طرح منور رھیں ھی ، مگر انہوں نے جو اردو ادب کو ماہ پارے دئے ھیں وہ بھی جب تک اردو زندہ ھے دنیائے ادب کو روشن وتابناک رکھیں گے۔ انہیں ماہ پاروں میں سے ایک تاج الشعراؔ فصیح العصر ، ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی ھیں ۔

نوح مرحوم کو تاج الشعراؔ کا خطاب مین پوری انجمن معیار الشعراؔ کی طرف سے ملا تھا اور فصیح العصر کا خطاب اکبر الہ آبادی نے الہ آباد کے ایک مشاعرے میں دیا تھا۔ ناخدائے سخن کا خطاب خود حضرت داغ کا عطا کردہ تھا جو سائل دھلوی کے یادگار مشاعرے میں دیا گیا تھا ۔

نوح مرحوم کا اصل نام محمد نوح تھا اسلئے نوح ھی تخلص کرتے تھے اور کیونکہ نارہ ضلع الہ آباد کے رھنے والے تھے۔ اسلئے ''ناروی،، لکھا کرتے تھے ۔ ویسے آپکی ولادت ۱۸ ۔ ستمبر سنہ ۱۸۷۹ ع بروز جمعہ بھوانی پور تحصیل سلون ضلع رائے بریلی میں ھوئی تھی اور وفات ۱۰ ۔ اکتوبر سنہ ۱۹۶۲ ع کو نارہ میں ھوئی آپ مولوی عبد المجید صاحب سب جج کے خلف رشید تھے لیکن کیونکہ سات آٹھ سال میں سایہ پدری سے محروم ھوگئے تھے ۔ اسلئے اپنے چیرے نانا شیخ نور الھدے صاحب کی پرداخت میں پروان چڑھے ران شریف ناظرہ حافظ قدرت علی صاحب سے پڑھا اور فارسی کی

ابتدائی تعلیم مولوی محمد یوسف صاحب سے حاصل کی اور عربی و فارسی کی تکمیل میر نجف علی صاحب جیسے جید عالم سے کی ۔ ابتدائی کلام پر اصلاح بھی میر نجف علی صاحب سے لی پھر انہیں کے مشورہ پر کچھ غزلیں امیر مینائی اور جلال لکھنوی کو دکھائیں لیکن جب ان دونوں استادوں کی اصلاح سے مطمئین نہیں ھوئے تو سنہ ۱۹۰۰ ع میں حضرت داغ کے باقاعدہ شاگرد ھوگئے اور استاد کی قربت شفقت اور اپنی عقیدت و محبت سے جلدی شاعری کے فن اور زبان و بیان کی باریکیوں سے واقف ھو کر حضرت داغ اور ظہیر دھلوی سے توضیفی سندیں حاصل کیں اور خود بھی مسلم الثبوت اساتذہ کی صف میں آگئے ۔ آپکی اصلاحیں بڑی قابل قدر ھوتی تھیں ۔ ان پر کئی مضامین لکھے گئے لیکن سب سے اھم مضمون نوح مرحوم کے قابل و لائق شاگرد عابد مسیح کا ھے جو نوح مرحوم کے تیسرے دیوان ''اعجاز نوح،، میں شریک اشاعت ھے جس میں اصلاحیں معہ توجیہات دی گئی ھیں اس لئے یہ مضمون نو آموز کیلئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ھے ۔

نوح مرحوم کے کئی سو شاگرد تھے جن میں حضرات دعا ڈبائیوی ، ریاض جیوری ، بسمل الہ آبادی انور پرتاب گڑھی (گوالیاری) رونق گیاوی ، شفق الہ آبادی ، نور نوحی ، عزیز سلونی، زیبانا روی وغیرہ قابل ذکر ھیں ۔ حضرت دعا کو مرحوم نے اپنی حیات ھی میں جانشین ،، مقرر کردیا تھا جس کا شاھد ماھانہ '' رھنمائے تعلیم ،، دھلی ھے ۔

یوں تو حضرت داغ کے بھی سیکڑوں شاگرد ھوئے مگر ان میں سے ، جیسا کہ ھوتا آیا ھے، کچھ نے تو شہرت دوام حاصل کی اور بہت سے گمنام رھے۔ علامہ اقبال، علامہ سیاب اور حضرت احسن مارھروی وغیرہ شہرت دوام حاصل کرنے والے تلامذۂ داغ کی فہرست میں آتے ھیں ۔ جو بذات خودمسلم الثبوت اساتذہ گزرے ھیں اور جن کی ادبی خدمات پر اردو ادب کو ناز ھے۔ ان حضرات نے ''داغ اسکول ،، سے وابستہ ھوتے ھوئے بھی اپنی راھیں الگ الگ بنائیں اور نہایت کامیابی سے منزل مقصود پائی، حضرات بیخود دھلوی ، سائل دھلوی ، ناطق گلاٹیوی ، جوش ملسیانی وغیرہ بھی مشہور ھے ۔ معروف تلامذۂ داغ میں شمار ھوتے ھیں

لیکن ان حضرات نے داغ کے رنگ سخن کو اپنایا اور تھوڑے بہت فرق کے ساتھ صرف استاد کے پیرو کار رہے مگر نوح مرحوم نے اپنے استاد کی تقلید کرتے ہوئے بھی امتیازی نشان حاصل کی اور شہرت دوام پائی ۔ نوح مرحوم کی یہ تقلید ہر لحاظ سے کامیاب اور قابل قدر ہے ۔ جس پر خود حضرات داغ کو ناز تھا ۔ اسی لئے فرمایا تھا کہ ''نوح کے کلام کی عزت میرے کلام کی عزت اور ان کی وقعت میری وقعت ہے ۔ یہ میرے ان شاگردوں میں سے ہیں جو میرے بعد نام کو بڑی عزت کے ساتھ زندہ رکھیں گے ۔ ''

ایک قطعہ میں بھی حضرت داغ نے نوح مرحوم کی فن دانی اور کمالات شاعری کا اعتراف اسطرح کیا ہے ۔

ایک سے ہوتا ہے حاصل ایک کو فیض سخن ''
ذوق سے سیکھا ہے میں نے ، مجھ سے سیکھا نوح نے

حضرت سائل دھلوی جو داغ کے باکمال شاگرد اور داماد تھے وہ بھی نوح صاحب کو بہت عزیز رکھتے تھے جیسا کہ اس قطعہ سے ظاہر ہوتا ہے ۔

نوح استاد کو پیارا تھا مجھے پیارا ہے ''
بولتا دلی کی بولی ہے وطن نارا ہے
میں سمجھتا ہوں اسے قوت بازو سائل
جانشین داغ کا ، آنکھوں کا مری تارا ہے ''

یہی وجہ تھی کہ جو حضرت سائل نے نوح مرحوم کو نہایت محبت و شفقت سے ''جانشین داغ'' کی سند عطا فرمائی تھی ۔ درحقیقت اس اعزاز کے مستحق بھی تھے ۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ نوح صاحب کے کلام میں حضرت داغ کے کلام کی تمام تر خصوصیات موجود ہیں ۔ دلکشی مضامین ، چست بندیش دل نشین تراکیب ، برجستہ محاورات بے ساختہ روزمرہ ، زبان کی سلاست ، بیان کی لطافت فن کا اہتمام ، کونسی ایسی خوبی ہے جو نوح مرحوم کے کلام سے مفقود ہے ۔ چند شعر ملاحظہ فرمائیں ۔

آگئے تھے ہم بھی رستہ بھول کر
رات بسنے کو سرائے دھر میں

وہ بھی تمہاری کا کل شب گوں کو مل گئی
ظلمت بچی تھی جو مرے بخت سیاہ سے

کچھ مروت کچھ محبت چاہئے
یہ نہیں تو کچھ نہیں انسان میں

توبہ توبہ میں تمہیں ظالم کہوں
ایسی گستاخی تمہاری شان میں

وسعت تنظیم قدرت دیکھنا
ایک دل میں دو جہاں کا راز ہے

یہ حال ہے میرے مرقد کا عالم ہے یہ میرے مدفن کا
مر مرنے کسی دن جھاڑو دی ، چھڑکاؤ کبھی شبنم نے کیا

اے محو تماشائی کر غور حقیقت پر
ممکن ہو کہ ہو خالق مخلوق میں پوشیدہ

دم لطف و کرم سوجھی کسی کو ظلم پیہم کی
خوشی کا ابر اٹھا مگر بارش ہوئی غم کی

آداب غم عشق سے بیگانہ نہیں ہے
دیوانہ مری رائے میں دیوانہ نہیں ہے

بیٹھے ہوئے دیتے ہیں وہ دامن کو ہوائیں
اللہ کرے ہم نہ کبھی ہوش میں آئیں

دونوں گھروں کا لطف جداگانہ مل گیا
کعبہ سے ہم چلے تھے کہ بت خانہ مل گیا

واہ کیا کہنا ترا اے مظہر انوار حق
خود مری ہی شکل پر مجھکو ہی شیدا کردیا

کیوں رندی و مستی میں لہرائے نہ میخانہ
بہتا ہوا دریا ہے چلتا ہوا پیمانہ

کچھ ثبوت باغ جنت حضرت زاھد بھی ہے
آپ ہی فرمارہے ہیں یا کوئی شاھد بھی ہے

درج بالا اشعار میں جو سلاست وروانی ، روز مرہ کی بےساختگی محاورات کی برجستگی، زبان کی سادگی ، بیان کی دلکشی اور خیالات کی بلندی ہے نوح مرحوم کی شاعری پر اکثر ناقدین کے ان الزامات کی تردید کرتی ہے کہ

(۱) نوح کی شاعری صرف لفظوں کے الٹ پھیر کی شاعری ہے
۲) مضمون آفرینی اور فکر انگیزی سے عاری زبان کی شا عری ہے
(۳) زندگی کے تجربات و مشاہدات کی بجائے سرسری عشقیہ جذبات کی شاعری ہے اسی لئے سوزو اثر سے دور شوخی اور معاملہ بندی سے پر ہے ۔ ان الزامات میں مکمل طور پر تو صداقت نہیں لیکن کچھ نہ کچھ حقیقت ضرور ہے ۔ اس کی چند خاص وجوہ ہیں ۔اول تو یہ کہ نوح مرحوم ایک مالدار گھرانے کے فرد تھے اور خود بھی ہزاروں روپیے سالانہ آمدنی کی زمین داری رکھتے تھے اور حکومت سے بھی معقول وظیفہ پاتے تھے اس لئے ان کی تمام زندگی

خوشحالی میں گزری وہ مسائل حیات دور غم روزگار سے دو چار نہیں ہوئے اولاد نرینہ سے محرومی اور دو نوعمر بیٹیوں کی ناگہانی موت کا غم ضرور رہا ہوگا لیکن اسے نواسوں کی محبت نے بھلادیا تھا گو یا نوح مرحوم کی زندگی مجموعی حیثیت سے شادکامی اور خوشحالی میں گزری اس لئے ان کی شاعری میں غم روزگار اور مسائل حیات کا ذکر نہ ہونا فطری بات ہے۔ غالباً کہیں کہیں سرسری عشقیہ جذبات کی ترجمانی بھی ان کے کلام میں اس لئے ملتی ہے کہ آپ دوسرے شعرا کی طرح عاشق مزاج نہیں تھے۔ بلکہ نہایت متقی پرہیز گار اور دیانتدار انسان تھے ۔ دوسرے نوح مرحوم نہایت زورگو اور پرگو شاعر تھے ۔ بیسوں شاگردوں کی اصلاح کرنا اور ایک دوغزلیں کہنا روز کا معمول تھا ۔ آپ اکثر چلتے پھرتے شعر کہتے تھے ۔ اور بہت سی غیر ضروری پابندیاں خود پر عائد کر رکھی تھیں ۔ مثلاً دیگر اساتذہ کی مقرر کردہ متروکات کی پابندی کے ساتھ ، زندگانی کو زندگی، افسانہ کو فسانہ ، افسوس کو فسوں آشیانہ کو آشیاں ، آستانہ کو آستاں ، پیغمبر کو پیمبر ، رنگت کو رنگ ، چاہت کو چاہ ، حالت کو ، حال ، پیراھن کو پیرہن پائے مال کو پامال ، شیدائی کو شیدا ، اور داماں کو دامن استعمال کرتے تھے۔ لیکن داماں کو صرف ترکیبی صورت میں روا سمجھتے تھے ۔ قوافی کے استعمال کے سلسلہ میں بھی اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ مطلع میں چمن کسیاتھ انجمن کا قافیہ نہ آئے کیونکہ صرف روی سے قبل دونوں جگہ میم باقی رہتا ہے۔ جیسے نوح مرحوم حسن قافیہ کے منافی سمجھتے تھے ۔ اس طرح اگر مطلع میں دونوں قافیئے فارسی کے ہوں تو کسی شعر میں اردو کا قافیہ لانا عیب سمجھتے تھے ۔ مقطعوں میں بھی نوح کے ساتھ طوفان وغیرہ لانا ضروری خیال کرتے تھے ۔ یقیناً ان تمام پابندیوں کی وجہ سے نوح مرحوم فکرو خیال پر زیادہ زور نہیں دےپاتے تھے ۔ کیونکہ پوری توجہ زبان و بیان پر رہتی تھی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کا سارا کلام شعری لطافت ، فکری معنویت اور غم حیات کی نشریت سے معرا ہے نوح مرحوم کے دواوین میں سیکڑوں شعر ایسے ملینگے جو ھر لحاظ سے بہترین شاعر کہلانے کے مستحق ھیں اور اس میں کیسے کلام ھوسکتا ہے کہ نوح صاحب کی ادبی خدمات ناقابل فراموش ھیں ۔ آپنے تقریباً ستر بہتر سال اردو ادب کی گرانقدر خدمات انجام دیں ویسے تو آپ کا اصل میدان غزلگوئی ھی تھا لیکن آپ نے دیگر اصناف سخن مثلاً نظم، قطعہ ، رباعی، مرثیہ ، تاریخ گوئی اور گیت وغیرہ میں بھی اپنی خدا داد صلاحیت کے جوھر دکھائے ۔ آپکے تین دیوان (۱) سفینہ نوح (۲) طوفان نوح (۳) اعجاز نوح آپکی زندگی ھی میں شائع ھوچکے تھے ۔ چوتھا دیوان ''یادگار نوح،، بھی مکمل تھا) مگر بقول حضرت جوش ملسیانی''وہ چوری ھو گیا اس بات کا افسوس مرحوم کو آخری دم تک رہا ۔ ،، ان کے علاوہ مطلعوں پر منحصر ایک کتاب پاکٹ سائز میں بھی شائع ھوئی تھی ۔ نثر میں بھی آپ کی دو کتابیں ثریا،، اور ھائے ستم ،، شائع ھوئیں جو اب نایاب ھیں اور بقول جناب نادر جاجوی (قلمبند حضرت نوح ناروی)،، تین سو صفحات کی کتاب متروکات سخن کے نام سے فن تنقید پر نا تمام اجزا کے رکھ رکھاؤ میں پڑی ہے۔ ،، اسکے علاوہ نوح مرحوم نے کئی مضامین بھی لکھے جو ابتک کتابی شکل میں منظرعام پر نہیں آئے ھیں ۔ مکاتیب نوح کی اشاعت بھی ضروری ہے کیونکہ ان میں بہت سی اھم اور فن و قواعد سے متعلق باتیں ھونگی ۔کاش شاگردان نوح اسطرف توجہ دیں خاص طورپر نوح صاحب کے دونوں نواسے مجید احمد ناروی اور سہیل احمد ناروی جو خود بھی اچھا ادبی ذوق رکھتے ھیں ۔ اور حضرت نوح کی سرپرستی اور شفقت سے ھمیشہ فیضیاب ھوتے رہے ھیں انھیں چاھے کہ وہ اس طرح پہلی فرصت میں توجہ دیں اور نوح مرحوم کی بکھری ھوئی تخلیقات نثر و نظم کو یکجا کر کے کتب کی شکل میں منظرعام پر لائیں تا کہ مجھ جیسے طالبان ادب ان سے استفادہ کرسکیں ۔

* * *
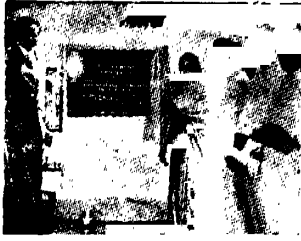
خبریں تصویروں میں

دائیں جانب اوپر - تنگا ترقی بلاک ضلع نلگنڈہ میں شری یم-دامودھر ریڈی پراجکٹ افسر یس - ایف - ڈی - اے کمیونٹی ایریگیشن ویل کو برقی سربراہ کررہے ہیں -

دائیں جانب نیچے - سواضعات سلاورم اور ونڈلا پری کے ہریجنوں میں یوم تاسیس آندھرا پردیش کی تقاریب کے موقع پر مکانات کی اراضیات تقسیم کی گئیں -

بائیں جانب اوپر -شریمتی شاردا مکر جی گورنر آندھرا پردیش نے اسی ساڈوگو پنادی کالونی کلاھستی ضلع چتور کا ۹ ۱ - جنوری کو افتتاح کیا -

بائیں جانب درمیان میں :- شری آئی - جے نائیڈو چیف سکریٹری موضع کڈاواما ڈورو تعلقہ چراله کی خواتین میں سلائی مشنیں تقسیم کررہے ہیں -

بائیں جانب نیچے - یس - آر - شنکرن سکریٹری محکمہ سوشیل ویلفیر سریکا کلم میں ہریجنوں کے لئے تعمیر کردہ مکانات کے افتتاح کے بعد ہریجنوں میں مکانات کے پٹے تقسیم کررہے ہیں -

محمد اسحاق ایم - اے - بی - ایڈ

کیا ہم خوش رہ سکتے ہیں

انسان لازماً حیوان ہے مگر ناطق اور سوچنے والا اسکو دوسرے حیوانوں سے ممیز کرنیوالی شئے اسکی قوت گویائی اور برے اور بھلے کی پہچان ہے - ورنہ عام جانوروں کی طرح اس میں بھی بقائے ذات اور بقائے نسل کے لئے وہی جبلی تقاضے کام کرتے ہیں جو دوسرے جانوروں میں کار فرما ہیں - یوں کہئے کہ عام حیوانوں کے برخلاف انسان میں دو شخصیتیں نمایاں ہیں - ایک طبعی اور دوسری نفسی ، طبعی زندگی میں مثل دیگر عضویوں کے جبلی افعال انجام پاتے ہیں مگر نفسی زندگی مختلف جذبات اور تقاضوں کی اجتماعی صورت ہے - یعنی شخصیت کی مثال ایک بٹی ہوئی رسی کی ہے جس میں متعدد ریشوں کو آپس میں مربوط کیا گیا ہے اگر ان ریشوں کو الگ الگ کردیا جائے تو اسکا وجود ہی ختم ہوجائے - ٹھیک اسی طرح انسانی جذبات مثلاً محبت - ہمدردی - تجسس رنج - حسد - رشک - غصہ - نفرت - ہمت اور خوف وغیرہ جب ایک واحد رشتہ میں منسلک ہوجاتے ہیں تو اسکی نفسی شخصیت جنم لیتی ہے - کہل تو یہ ہیکہ نفسی شخصیت میں اجتماعیت اور انفرادیت کے عناصر پائے جاتے ہیں اور اس صورت گری کا نام " انا " ہے - یعنی وہ کہنے لگتا ہیکہ " میں ہوں - یہ میرا مکان ہے - یہ میری اولاد ہے وغیرہ وغیرہ - جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے انسان ہی ایک مخلوق ہے جسکو اپنے وجود کا پتہ ہے ورنہ جانور یہ نہیں جانتے کہ وہ " ہیں " انسان کو انسان اس لئے کہا گیا ہیکہ اس میں ادراک ہے - وہ اپنی قوت مدرکہ سے معلومات حاصل کرتا اور اس سے استفادے کی کوشش کرتا ہے - اگر کسی وجہ سے انسانی جذبات کی ہم آہنگی میں خلل پڑ جائے تو اس کے انسانی خصوصیات اور اوصاف کو زبردست صدمہ پہنچتا ہے اور وہ ایک بے ربط ڈھانچہ بن کر رہ جاتا ہے اور وہ قدرت کے عظیم مقاصد کی تکمیل سے کوسوں دور ہوجاتا ہے جسکے لئے وہ خلق کیا گیا ہے -

اوپر کی بتائی ہوئی مختصر سی تفصیل اور بیان کے بعد ہم یہ بیان کریں گے کہ کس طرح انسان اپنی حیوانی زندگی کے ساتھ ساتھ پر مسرت زندگی گزار سکتا ہے - ہم مسرت کے لفظ کو وسیع معنوں میں استعمال کریں گے - قدرت نے انسان کو حصول مسرت کے لئے پیدا کیا ہے - مسرت ایک مثبت شئے ہے جو حقیقی زندگی سے وابستہ ہے - جسطرح ہر ذی حیات اپنے ہم جنس کو جنم دیتا ہے ٹھیک اسی طرح اشیاء اور خیالات بھی اپنی نوعیت کے اعتبار سے خود اپنی ہی نسل کا دوام چاہتے ہیں - انسان سے انسان پیدا ہوتا ہے - حیوان سے حیوان - چرند سے چرند - پرند سے پرند - نباتات سے نباتات - ٹھیک اسی طرح محبت سے محبت - نفرت سے نفرت - غصہ سے غصہ - حسد سے حسد -

ہاں تو ہم یہ کہہ رہے تھے کہ قدرت نے ہمیں مثبت خیالات اور مثبت فرائض کے لئے پیدا کیا ہے تاکہ دنیا کے اندر خیر ہی خیر رہے - اور شر کا وجود ختم ہوجائے اور دنیا مسرتوں سے پر ہوجائے مگر عمداً اس دنیا میں دیکھا جارہا ہے کہ ہر کس و ناکس خواہ وہ غریب ہو یا امیر - چھوٹا ہو کہ بڑا کسی نہ کسی ذہنی الجھن اور پریشانی میں مبتلا ہے - آخر یہ پریشانی ہے کیا چیز - ہمارے خیال میں پریشانی ایک منفی ذہنی کیفیت ہے جو انسان کے اعصاب پر اثر انداز ہوکر ان میں انتشار و ہیجان کی کیفیات پیدا کردیتی ہے - جسکی وجہ سے اسکو طرح طرح کی آفات و آلام سے ٹکر لینی پڑتی ہے - پریشانی کا اصلی سبب خوف ہے - اور خوف کی بنیاد عدم واقفیت اور جہالت ہے - کسی شئے کی ہیئت ترکیبی اور اسکے فطری اعمال سے لاعلمی خوف کا باعث بن سکتی ہے - مثلاً جب انسانی شعور نے ارتقاء کے بلند مراتب طے نہ کئے تھے وہ فطرت کی قوتوں - مظاہر قدرت اور امر واقع کو سمجھنے سے قاصر تھا اسلئے وہ ان سے ڈرتا تھا اور سمجھتا تھا کہ وہ انسان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور جب تک انکو خوش نہ رکھا جائے وہ اسکے نقصان کے درپے رہیں گے - مثلاً آگ - پانی - ہوا - سورج - چاند - ستارے - بجلی کی کڑک وغیرہ جیسی غیر معمولی طبعی قوتوں سے وہ خائف اور مرعوب تھا اور اسکو یقین تھا کہ انسانی راحت اور رنج کا دارو مدار ان فطری عناصر پر ہے -

انکو خوش رکھنے میں ہی وہ اپنی سلامتی سمجھتا تھا ۔

اور وہ تمام ذرائع استعمال کرتا تھا جو اسکی دانست میں ان مظاہر قدرت کو خوش رکھ سکتے تھے ۔ مثلاً قربانی ۔ نظر و نیاز وغیرہ وغیرہ ۔ لیکن جیسے جیسے قدرت کے رموز اسپر منکشف ہوتے گئے اور وہ انکی اصلیت اور حقیقت سے واقف ہوتا گیا ویسے ویسے اسکے ذہن سے خوف بھی مٹتا چلا گیا ۔ نا معلوم شئے سے انسان ہو کہ حیوان ہمیشہ خوف زدہ رہتا ہے ۔ خوف کئی قسم کے ہوتے ہیں ۔ اور ان تمام کی جڑ جیسا کہ ہم نے بتلادیا ہے جہالت اور لا علمی ہے ۔

مرنے کا خوف

موت ایک حیاتیاتی حقیقت ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا اس پر قابو پانا انسانی بس سے باہر ہے ۔ اگر آدمی یہ سمجھ لے کہ جو چیز اپنے قابو سے باہر ہے اسکے متعلق سوچ بچار نہ صرف تضیع اوقات ہے بلکہ اپنی ذہنی توانائی کو رائیگاں کرنا ہے کہ خود بہ خود اسکے دل سے موت کا بھیانک تصور غائیب ہو جاتا ہے ۔ اور یوں بھی موت کوئی بری چیز نہیں ہے جب احساس رکھنے والا شعور اور '' انا ،، ہی ختم ہوجائے تو غم کس بات کا ۔ یوں بھی مرنے والے کو اس کا کبھی علم نہیں ہوتا کہ وہ مرچکا ہے ۔ اگر اس میں بظاہر موت کے بعد بھی احساس باقی ہے تو اسکا مطلب یہ ہوا کہ وہ مرا نہیں زندہ ہے یعنی یہ کہ اسنے اپنے وجود کو نہیں کھویا ۔ موت خوفناک چیز نہیں ہے بلکہ موت کا تصور ڈراونا ہے ۔ اگر اس راز کو سمجھنے کی کوشش کی جائے تو انسانی دماغ کو سکون مل سکتا ہے اور وہ خوشی خوشی موت سے ہمکنار ہونے میں کسی قسم کی کلفت محسوس نہ کرے گا ۔ موت کے تصور کے فوری بعد ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ آیا ہم طبعی موت کے بعد بھی روحانی حیثیت سے زندہ رہ سکیں گے ۔ اسکے صرف دو ہی جواب ہوسکتے ہیں ۔ ہاں یا نہیں ۔ اگر آپ کے دماغ نے یہ کہہ دیا کہ '' نہیں ،، تو چلو چھٹی ہوگئی اور آپکی ساری فکر از خود معدوم ہوجائیگی ۔ اور اگر آپکو '' ہاں ،، کا جواب مل جائے تو آپکو اپنے اعمال کی سزا اور جزا کا خیال آجاتا ہے ۔ اگر آپ نے واقعی غلطی کی ہے جسکی آپکو دنیا میں سزا نہ مل سکی اور اب ملنے والی ہے تو اسکے واسطے تیار ہی ہو جانا چاھئیے ۔ اور اگر آپکا یہ خیال راسخ ہے تو آپ خود بخود اپنے اعمال کو درست رکھنے کی کوشش کرینگے اور اب تک کے کئے پر صدق دل سے توبہ کرتے ہوئے مستقبل کے لئے نیکی کا مصمم ارادہ کرلیں گے ۔ اور اگر آپ کے اعمال نیک ہوں تو جزا کا تصور آپکی عملی زندگی میں مسرت کے چار چاند لگا دیگا ۔ سزا ایک اصلاحی امر ہے یا بعض اوقات ناگزیر اور ناخوشگوار معاوضہ ہے .... جزا دوامی مسرت ہے ۔

خرابی صحت کا خوف

خرابی صحت غلط طریقہ زندگی کا نتیجہ ہے ۔ اکثر اوقات غلط غذا ۔ اچھی غذا کے غلط استعمال اور منفی خیالات کی پرورش سے خواہ وہ کسی بھی وجہ سے سطح شعور پر ابھریں ہوں ہماری صحت کو نقصان پہنچاتے ہیں ۔ اگر انسان تھوڑی سی احتیاط اور جدت سے کام لیتے ہوئے سادہ اور صحت بخش غذا استعمال کرلے تو ننوے فیصد اسکے صحتمند رہنے کے امکانات ہوجاتے ہیں ۔ دماغ میں منفی خیالات کا اژدھام بھی خرابی صحت کا باعث بن سکتا ہے ۔ اگر تھوڑی سی سمجھ بوجھ اور قوت ارادی سے کام لیتے ہوئے واقعات اور حالات کا تجزیہ کیا جائے تو پریشانی پر بہت جلد قابو پایا جاسکتا ہے ۔ مگر عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ پریشان آدمی پریشانیوں کو ختم کرنے کے بجائے عارضی طور پر بھول جانیکی کوشش کرتا ہے ۔ اور اس کے لئے وہ نشہ آور اشیاء کے استعمال سے رجوع کرتا ہے ۔ منشیات انسان کو خیالی دنیا میں لے جاتی ہیں اسکا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا یعنی جب تک نشے کا اثر غالب رہتا ہے وہ ایک خیالی دنیا کو حقیقت سمجھ بیٹھتا ہے لیکن نشہ اتر جانیکے بعد اسکو پھر حقیقی دنیا سے واسطہ پڑتا ہے اور تمام مسائل جوں کے توں اپنی پوری توانائی کے ساتھ اسکے سامنے موجود رہتے ہیں ۔ خود میں مقابلے کی تاب نہ پا کر وہ چار و ناچار پھر پرانے عمل کو دھراتا ہے ۔ اس بار بار کے عمل سے اسکے اعصاب مضمحل ہوجاتے ہیں اور مسائل کی برقراری کے ساتھ ساتھ اس کی صحت بھی خراب ہوجاتی ہے ۔ اسکے لئے اب ایک نیا مسلہ نشے کی عادت سے چھٹکارا پانے کا پیدا ہوجاتا ہے ۔

یہ مسئلہ دقت طلب تو ہے ۔ لیکن اس پر قابو پانے کے لئے مصمم ارادے اور مسلسل مشق کے ذریعہ سعی کی جاسکتی ہے ۔ مگر عام طور پر ایسے انسان قوت ارادی کھو بیٹھتے ہیں جیسا کہ ہم نے پہلے ہی بیان کیا ہے کہ منفی عمل سے نفی نتیجہ ہی برآمد ہوسکتا ہے اور کوئی مفید حل سامنے نہیں آتا ۔ منشیات میں عام طور پر الکوہل کا استعمال ہوتا ہے ۔ اگر آپ واقعی پینا چھوڑنا چاہتے ہیں تو نہ پی کر ذرا پئے ہوئے آدمی کے قریب بیٹھ جائیے اور اس کی حرکتوں پر غور کیجیئے ۔ اسکے [illegible] سے آنیوالی بدبو اور اسکی نازیبا حرکات یکدم ناقابل بر داشت بن جائیگی اور بہت ممکن ہے اس طریقے سے آپ پینے کی طرف سے اپنے میلان طبع کو ہٹادیں گے ۔ پھر دیکھیئے آپ کی زندگی میں مسرت کا ظہور کس آب وتاب سے ہوتا ہے ۔

غربت کا خوف

غربت ایک اضافی چیز ہے۔ اور اسی طرح تمول بھی ۔ غربت کا بہت بڑا سبب بیجا ہوس ہے۔ یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ کون غریب ہے۔ اور کون امیر ۔ ایک امیر آدمی اپنی حرص اور لالچ سے ہمیشہ غریب رہ سکتا ہے ۔ اور دولت سے اسکا دل کبھی نہیں بھرتا اسکو ہمیشہ روپیہ اور جائیداد اکھٹا کرنیکی دھن لگی رہتی ہے ۔ نہ صرف یہ بلکہ اسکے تحفظ کی بھی ۔ یہ پریشانی اور فکر خود اپنی بلائی ہوئی ہوتی ہے۔ اس ناپسندیدہ مہمان کو نکال باھر کیجئے ۔ آپکی زندگی پر مسرت بن جائینگی ۔ معاشی اعتبار سے غریب آدمی قناعت کے ذریعہ سکون قلب حاصل کرسکتا ہے۔ قناعت اور استغنا ٔ سے بڑھکر کوئی دولت نہیں ۔

رائے عامہ کا خوف

آپ اچھے ہوں یا برے۔ عوام آپ پر کڑی نظر رکھتے ہیں۔ در اصل دیکھا جائے تو عام لوگوں کو آپ سے کوئی ہمدردی نہیں رہتی ۔ انسان کو سب سے زیادہ دلچسپی اپنی ذات سے ہوا کرتی ہے ۔ آپ کی بربادی اور ذلت و خواری انکے لئے تفریح کا سامان اور آپ کی خوشحالی انکے لئے سوھان روح ہوتی ہے ۔ اسلئے آپ کام کرنے سے پہلے خوب سوچ سمجھکر قدم بڑھائیے ۔ اسکے بعد چاہے کچھ ہو پروانہ کیجئے ۔ اگر آپ ہر وقت رائے عامہ سے خوف کھاتے رہیں گے تو زندگی بھر کوئی کام نہ کر پائیں گے ۔

اوپر بتائی ہوئی اقسام کے علاوہ خوف کی دوسری قسمیں بھی ہوسکتی ہیں ۔ جو غلط اندازوں اور غلط فکر کا نتیجہ ہیں ۔ توھم پرستی بھی انسان کو خوفزدہ کرنیکا ایک بڑا سبب ہوسکتی ہے ۔ لوگ کئی نشانیوں اور واقعات کو بدشگونی سے تعبیر کر کے خواہ مخواہ اپنے اوپر دھشت اور خوف طاری کرلیتے ہیں ۔ ۔ مثلاً دوران سفر میں اگر بلی راستہ کاٹ جائے تو انکے دماغ کو سفر سے واپسی تک یہ خیال ستاتا رھیگا کہ کچھ نہ کچھ غیر معمولی واقعہ پیش آنیوالا ہے۔ لیکن وہ سفر سے واپس بھی ہوجاتے ہیں ۔ اور کوئی نا مبارک واقعہ پیش نہیں آتا ۔ اس طرح خواہ مخواہ اپنے آپ پر ظلم کیا اور خود کو سفر کی مسرتوں سے محروم رکھا ۔ سفر کی ابتدا ٔ کے وقت اگر کسی نے چھینک دیا تو بس سمجھئے کہ آفت آ گئی ۔ سفر بند ۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا ھیکہ لوگوں نے بیوپار اور ملازمتوں کے مواقع کھودئے ۔ مگر ھمارا تجربہ اس سے بالکل مختلف رہا ہے ۔ کسی کی چھینک سے ہم نے سفر کی ابتدا ٔ کی اور ہمیں ملازمت مل گئی بلی نے بار ھا ہمارا راستہ کاٹا لیکن ہمیں آج تک کچھ نہ ہوا ۔ لوگ کوؤں کی جفتی دیکھکر بھی پریشان ہوجاتے ہیں اور جاھل طریقوں سے اسکا کفارا چکانیکی سعی کرتے ہیں اور کمال تو یہ ہے کہ تعلیم یافتہ اصحاب بھی اس مرض میں مبتلا ہیں مگر در اصل وہ پڑھے لکھے ہیں ۔ تعلیم یافتہ نہیں ۔ تعلیم یافتہ آدمی واقعات کی چھان بین اور تجزیئے سے اسباب اور نتائج پر غور کرتا ہے۔ اور اس کے دماغ پر خوف کی پرچھائیاں تک نہیں پڑتیں ۔ وھم اور خوف انسان کے موروثی نفسیاتی امراض ہیں اور اس دور کی دین ہیں ۔ جب انسان کی اور جانور کی دماغی کیفیات تقریباً بین بین تھیں ۔ اب چونکہ انسان دماغی حیثیت سے بالغ ہوچکا ہے۔ اسکو دقیانوسی اور مہمل حرکات سے گریز کرنا چاہئے ورنہ خرابی صحت اور امراض کے لاحق ہونیکا اندیشہ ہے۔ اپنی قوت ارادی اور ذھن رسا سے کام لیجئے ۔

ہم اس طویل بحث کے بعد مسرت کی طرف رجوع ہوتے ہیں ۔ مسرت ایک مثبت ذہنی کیفیت ہے جو باھر سے خریدی نہیں جاتی بلکہ خود آپ میں موجود رہتی ہے۔ صرف آپ کو تھوڑی سی محنت سے اس خوابیدہ کیفیت کو بیدار کرنا پڑتا ہے۔ مسرت کے جذبہ کی بیداری کے فوری بعد تمام منفی خیالات رفوچکر ہوجاتے ہیں ۔ پر مسرت زندگی بسر کرنیکا بہترین طریقہ اپنے آپ کو دلچسپ تعمیری مشغلوں میں مصروف رکھنا ہے۔ جس سے دماغ کو حظ اور تفریح حاصل ہوسکے ۔ دلچسپ مشغلے کئی ایک ہوسکتے ہیں۔ کھیل کود ۔ سینمابینی ۔ اور فنون لطیفہ وغیرہ ۔ کھیل کود ورزش جسمانی کی ہی ایک قسم کہی جاسکتی ہے۔ اس سے آپ کے اعضا ٔ چاق و چوبند رہیں گے ۔ بہتر جسمانی صحت بہتر دماغی صحت کی ضامن ہوسکتی ہے ۔ اور اچھے فلم خواہ وہ المیہ ہوں کہ طربیہ آپ میں تعمیری جذبہ ابھارتے ہیں ۔دن بھر کی بوریت کو ختم کردیتے ہیں اور اپنے آپ کو زندہ انسان سمجھنے لگتے ہیں اب فنون لطیفہ کو لیجئے ان کی کئی ایک اقسام ہیں ۔ ادب جس میں نثر اور نظم ۔ لکھنا پڑھنا دونوں شامل ہیں ۔ جنکو مضامین لکھنے اور پڑھنے کا شوق ہے وہ ایک بہت بڑی نعمت کے مالک ہیں اچھی کتابیں زندگی کی بہترین ساتھی ہیں آپ ذرا پڑھنا شروع کیجئے خود آپ کو تجربہ ہوجائیگا ۔ آپ کی زندگی میں مسرت کی بڑی دلچسپ چیزیں ہیں ۔ اچھے شاعروں اور مصنفوں نے قوموں کی کایا پلٹ کردی ہے۔ فن تعمیر اور فن مصوری انسانی زندگی کی ٹھوس اور جیتی جاگتی تصویریں ہیں ۔ تاج محل اور اہرام مصر ایلورا اجنٹا کی تصاویر اور مجسمے انسانی ذوق لطیف کی یادگاریں ہیں انکے بنانیوالوں کے دل مسرت کے جذبے سے سرشار تھے ۔ اس لئے انھوں نے اپنے آپ کو اور اپنی تخلیقات کو امر بنادیا ۔فن موسیقی کو لیجئے۔ تان سین مرچکا مگر اس نے اپنی تانوں کو زندہ رکھا اب بھی لوگ تان سین کی تانوں کو مختلف سازوں پر گاتے ہوئے سنتے ہوئے سر دھننے لگتے ہیں ۔ بسم اللہ خان کی شہنائی اور روی شنکر کا ستار تو سن لیجئے آپ کی روح پھڑک اٹھے گی اور رقص ۔ کسی اچھے رقص کی محفل میں شرکت کیجئے آپ رقاص یا رقاصہ کے ہر پوز اور اسکے ہر معنے اشارے پر بیخود

ہے۔ آپ بھی کوشش کیجیے اور اس فن

ہوا پائینگے۔ خوش رہنا ایک فن ہے جسے خفیف سی کوشش کے مالک بن جائیے۔

*****

للیتا دیوی شکلا

میرا وطن

دھرتی نہیں ہے ایسی ایسا گگن نہیں ہے
پیارا میرے وطن سے کوئی وطن نہیں ہے

آکاش چومتا یہ پربت ہمالیہ کا
کب سے یوں کھڑا ہے رخ پر تھکن نہیں ہے

دریا تو ہیں بہت سے دیشوں میں بہنے والے
گنگ و جمن میں ہے جو وہ بانکپن نہیں ہے

پھولوں بھری یہ وادی کشمیر کا یہ گلشن
کسی اور گلستاں پر ایسی پھبن نہیں ہے

یہ تاج یہ اجنتا ایلورہ کی یہ رچنا
کیا ان میں مسکراتی دل کی لگن نہیں ہے

ہے سر زمیں وفا کی محفل یہ دوستوں کی
نفرت کی دشمنی کی یہ انجمن نہیں ہے

چشتی ہو یا ہو نانک گوتم ہو یا ہو گاندھی
سب پھول اس چمن کے ایسا چمن نہیں ہے

دنیا پکارتی ہے بھارت جسے للیتا
انمول اس رتن سا کوئی رتن نہیں ہے

****

(مزاحیہ)

ارشد علیخان

مکان دار

ہم بخدا تسلیم کرتے ہیں کہ اگر دنیا میں کسی فرد سے ہم ڈرتے ہیں تو وہ ہے ہمارا مکان دار۔ مکان دار تو اس واہیات آدمی کو اس لئے کہنا پڑتا ہے کہ وہ اس "قبر" کو مکان کہتا ہے جس میں ہم رہتے ہیں۔ بہر حال یہ قبر کا مجاور پہلی تاریخ کا سورج غروب ہوتے ہی ہمارے گھر پر طلوع ہوتا ہے اور ہماری گھگھی بندھ جاتی ہے۔ مکان کا کرایہ لیکر وہ ایک شیطانی مسکراہٹ اپنی صورت پر لاد کر کہتا ہے۔ قبلہ اگلے ماہ سے کرایہ بڑھائیے یا خود بڑھ جائیے اس کے علاوہ سختی سے یہ تاکید ہوتی ہے کہ گھر کو سلیقہ سے استعمال میں لایا جائے۔ اس کے جواب میں ہم صرف اپنی گردن ہلاتے رہ جاتے ہیں اور یہ کمبخت گردن اس کے چلے جانے کے بعد بھی ہلتی رہتی ہے۔

ہزاروں وقت یہ مستحکم ارادہ کرچکے تھے کہ اس دفعہ چھت کی کویلو تبدیل کرانے کی رقم روک لیں گے، سونچا تھا کہ دروازہ تبدیل کرانے کا حکم دیں گے لیکن عین وقت پر سٹی گم ہوجاتی تھی۔

ایک وقت جرأت سے کہدیا تھا کہ جناب بارش کا پانی ہر کمرے میں چلا آتا ہے کویلو تبدیل کیجئے تو جواب میں اس نے کہا تھا "اسکی فکر کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میرا منشاء بھی یہ ہی ہے کہ ہر کمرا صاف و ستھرا رہے"۔ اس پر ہم جھلا کر بول پڑے تھے " اور جناب صدر دروازہ ٹوٹا ہونے کی وجہ سے چھوٹے موٹے جانور جو دندناتے اندر گھس پڑتے ہیں۔ اس پر ترکی بہ ترکی جواب ملا تھا

"جناب جانور جانور ہوتے ہیں ڈنڈا گھمائیے اور انہیں بھگائیے ویسے شکر بجا لائیے کہ غنڈے گھس نہیں آتے ہیں"۔

اب آپ حضرات بھی اس نامعقول مکان دار کی نامعقولیت سے واقف ہوچکے ہوں گے بہر حال یہ "دیو"، ہمارے اعصاب پر کچھ اس بری طرح چھایا ہوا ہے کہ مکان میں داخل ہوتے ہی اسی کی ہیبت طاری ہوجاتی ہے اور یہ حالت مسلسل اگلے ماہ تک جاری و ساری رہتی ہے۔

کاش کہ ہم پیدا ہی نہ ہوئے ہوتے اور اگر ہوئے تھے تو یہ ہمارا اولین فرض تھا کہ ایک عدد مکان بھی ساتھ لائے والد صاحب بھی خود اسوقت کے مکان دار سے عاجز تھے لہذا انھوں نے ہمارے تولد ہوتے ہی ہمارے کان میں جو اذان دی تھی وہ کچھ اس قسم کی تھی۔" اے ضدی لڑکے، تو لاکھ کوششوں کے باوجود پیدا ہوچکا ہے لہذا ہوش کے ناخن پکڑ اور ابھی سے مکان کی تلاش شروع کردے"، لیکن واہ ری قسمت ہم ان کی وفات تک کوئی دوسرا مکان تلاش نہ کرسکے۔ خیر وہ تو بچپن کا واقعہ تھا بیت گیا لیکن چشم بد دور اس وقت تو ہم نہ صرف بالکل عاقل و بالغ چالیس سالہ نوجوان ہیں بلکہ ایک عدد گنجان بستی کے ان داتا بھی ہیں۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی بات ہے کہ پرسوں ہی بیگم نے بارھواں بچہ بڑے چونچلوں سے جنم دیا اور سچ پوچھے تو انہوں نے ہمیں اس طرح جیتے جی دفن کیا وہ ایسے کہ اس ماہ کی تنخواہ ہماری جیب میں رہنے کہ بجائے سیدھے ڈاکٹرنی صاحبہ کے چفے میں جانے والی تھی۔ جب صورت حال اتنی دھما کو اور نازک موڑ اختیار کرگئی ہو تو آپ ہی بتائیے بھلا ہم کس منہ سے "مکان‌دار"، کا سامنا کرسکتے تھے۔ دراصل حماقت یہ سرزد ہوتی رہی تھی کہ ہم ہر ماہ پابندی سے پہلی تاریخ کو کرایہ دیتے چلے آئے تھے۔ جس کی وجہ سے اس کی عادت بگڑ چکی تھی۔ خیر جب صورت بچاؤ کی نہ دیکھائی دی تو خیال آیا کہ کیوں نہ کچھ روز رات دیر گئے گھر آیا کریں۔ لہٰذا اس منصوبہ پر عمل درآمد کےلئے ہم پہلی تاریخ کو ڈاکٹرنی صاحبہ کو اپنی تنخواہ حوالے کر کے سیدھے اپنے ایک بے حد عام قسم کے دوست کے گھر پہونچے جو بدقسمتی سے پیدائشی شاعر ہیں۔ انھوں نے ہمیں ہاتھوں ہاتھ لیا اور صرف ایک عدد چائے کی نیم گرم پیالی ہمارے حلق میں انڈیل کر اپنا پورا گرما گرم غیر مطبوعہ و مطبوعہ دیوان ہمارے کانوں میں کچھ اس بے دردی سے نچوڑہ کہ اگر کوئی اور موقع ہوتا تو ہم "خود کشی"، کرلیتے۔ لیکن حالات کی نزاکت کی وجہ سے صرف خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے۔ کوئی بارہ بجے رات ہم ان سے اپنے آپ کو کسی طرح چھڑا کر تیر بلکہ راکٹ کی طرح گھر پہنچے۔بیگم کی زبانی معلوم ہوا کہ "مکان دار"، بہت چیخ و پکار کرکے اور صبح آنے کی دھمکی دے کر گیا ہے۔ اس خبر پر قبر بنتے بنتے رہ گئی۔ رات کو کیا خاک سوسکتے تھے۔ مکان دار کی ہیبت سے نیند کا کوسوں پتہ نہ تھا۔ لہذا چار بجے رات بیگم سے رو رلا کر ملے اور گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ پیدل مارچ کرتے ہوئے دور کی ایک غیرآباد مسجد میں پڑاؤ ڈالا۔ وہاں نہ صرف اذان دی بلکہ نمازکی امامت کا شرف بھی حاصل کیا یہ اور بات تھی کہ ہمارے پیچھے کوئی نہ تھا۔ نماز سے فارغ ہو کر جب ہم نے باہر جھانکا تو محلے والوں کو ہمیں حیرت سے گھورتا ہوا پایا انکی حیرت دیکھ کر ہم بھی استعجاب کے سمندر میں غرق ہو گئے۔آخر ایک صاحب

ہمارے پاس آئے اور مصافحہ کر کے فرمایا '' جناب آپ نے کمال کردیا ۔ یہ غیر آباد مسجد جنوں کا مسکن ہے اور جنات کسی کو نماز تو کجا ازاں تک دینے نہیں دیتے ۔ ہم بھلا کیا جواب دیتے مسکرا کر خاموش ہوگئے ۔ لیکن ادھر ہم شیطان کی طرح یہ مشہور ہوگئے کہ '' بہت پہونچے '' ہوئے ہیں ۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور جوق درجوق لوگ مسجد کے اطراف اکٹھا ہونے لگے ۔ اس بدلتی سیچویشن کے پیش نظر ہم بدحواسی میں اپنی جوتیاں اٹھا کر مسجد کی منہدم دیوار پھلانگ پڑے اور پھر قبرستان کی اونچی قبروں کی آڑ لیتے ہوئے سڑک کی جانب بھاگ نکلے ۔ رات کوئی دوبجے کے عمل میں ہم چوروں کی طرح اپنے گھر کی جانب بڑھ رہے تھے ۔اطراف و اکناف ہو کا عالم تھا ۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے ہم کوئی بد روح ہیں ۔ خیر گھر آکر ہم نے آہستہ آہستہ کھٹکا مارا ۔ اس کے ساتھ ہی دیوان خانے کا دروازہ کھلا اور ہمارا پتا پانی ہوگیا ۔ سامنے مکان دار کھڑا تھا ۔ اس نے غرا کر کہا '' کیا یہ شریفوں کا شیواہ ہے اتنی رات گئے گھر آنے کا ۔ '' !

ہم بھی یکا یک زندگی میں پہلی بار بپھر گئے اور بول پڑے

'' اور آپکا کونسا شریفوں کا عمل ہے کہ کرایہ دار کے گھر میں زبردستی بیٹھے رہیں ۔

'' وہ تو خود تمہاری بیگم نے بیٹھایا تھا ۔

'' خیر ویسے آپ کو اتنی بے چینی کس بات کی ہے !

''بے چینی ۔ کرایہ نکالو ''۔ ! وہ دھاڑا

''آپ جانتے ہیں کہ ہم آپ کو اب تک ایڈوانس کرایہ دیتے چلے آئے ہیں '' !

''ہاں ! کہنا کیا چاہتے ہو ؟

کہنا یہ ہے کہ آپکا مکان نہایت واھیات ہے ۔ '' !

''پھر ؟

'' پھر یہ کہ ہم دو چار دن میں مکان خالی کررہے ہیں '' !

''پھر '' !

'' پھر یہ کہ اس ماہ کا کرایہ نہیں دے سکتے چونکہ ہمکو نئے مکان کا کرایہ ایڈوانس دینا ہے !

''بہت خوب تو کب خالی کررہے ہو '' ؟

'' دس تاریخ کے اندر اندر ویسے اگر آپ ایڈوانس چاہتے ہیں تو ہم اپنے ایک قریبی دوست سے دلوادینگے '' !

''وہ کون ہے ؟

''یہاں کے مشہور پہلوان اور دادا جو اس مکان میں اترنے والے ہیں !

''میری اجازت کے بغیر ہی '' !

''آثار تو یوں ہی نظر آتے ہیں ۔ ویسے کل وہ صبح یہاں آنے والے ہیں ، آپ بلمشافہ بات کرلیں اس پر مکان دار کی گھگھی بندھ گئی ۔ تمام رعب و دبدبہ ختم ہوگیا۔ الٹی منت سماجت شروع ہوگئی کہنے لگا ۔ '' لھذا اب ایڈوانس ست دیجیے ۔ دس تاریخ تو کیا ایک ماہ اور رھئے لیکن خدارا کسی پہلوان کو میرا گھر حوالے مت کیجئے ۔ ہم نے کہا '' یہ غور طلب مسلہ ہے ۔خیر فی الحال ہم تھکے ہوئے انھیں کے پاس سے لوٹ رہے ہیں ، بعد میں اس سلسلہ میں گفتگو کریں گے ۔ اچھا اجازت دیجئے ۔

مکان دار کے جانے کے بعد ہمیں انتہائی روحانی خوشی ہوئی اورہم اپنی جوانمردی اور چالاکی پر خود ہی عش عش کراٹھے۔ شاید زندگی میں یہ پہلا موقع تھا جبکہ ہم نہایت اطمینان وسکون سے سونے کی کوشش کررہے تھے ۔ کاش کے اس قسم کے داؤپیچ ہم نے پہلے ہی سے اختیار کئے ہوتےلیکن وہ جو مقولہ ہے نا ''ضرورت ایجاد کی ماں ہے ۔ '' ۔ انشاءاللہ اب سات اٹھ روز زندگی کے مزے لوٹینگے ۔ اور اس کے بعد ایکبار پھر سے نئے مکان کی جستجو کریں گے۔ اس دفعہ ایسا مکان ڈھنڈ نکالیں گے جس کا سرے سے کوئی مکان دار ہی نہ ہوگا ۔ دعا فرمائیے ویسے اگر آپ کی نظر میں کچھ اس قسم کا مکان کھٹک رہا ہو تو بالمشافہ ہم سے اولین فرصت میں ربط فرمائیے۔ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ ہم کتنے شریف اور عدیم الفرصت واقع ہوئے ہیں ۔ '' :

ختم شد

* * *

شمیم الہ آبادی

غزل

میرا عالم ، میری مستی
صحرا صحرا ، بستی بستی

زلف جو ہٹتی اس چہرے سے
میٹھی میٹھی دھوپ برستی

اس کا سراپا آگ کا دریا
موم کا پیکر میری ہستی

کورے کاغذ کے پردے پر
کب تک آخر رنگ پرستی

چاندی ، سونا ، مٹی ، آہن
خون کی قیمت سب سے سستی

ہم پھولوں کا جال بچھاتے
کوئی تو تتلی آکر پھنستی

رات اگر وہ بام پہ آتے
چاند نکلتا چاندنی ہنستی

ہم جو نہ ہوتے آئینوں کو
زلف کی ناگن کب تک ڈستی

وہ جو شمیم انگڑائی نہ لیتے
قوس قزح رنگوں کو ترستی

* * * *

طلحہ تابش

غزل

ترے کرم سے بڑا خوف سا لگے ہے مجھے
کہ درد روح میں چبھتا ہوا لگے ہے مجھے

کبھی برا، کبھی بے حد بھلا لگے ہے مجھے
وہ ایک شخص تو کیا جانے کیا لگے ہے مجھے

تمہارے ذکر کا ہر لفظ شعر ہوتا ہے
تمہاری یاد غزل آشنا لگے ہے مجھے

کہیں سکون نہ پاؤں کہیں ملے نہ قرار
مری حیات تو اک بد دعا لگے ہے مجھے

مرے الم کا نشہ اور بھی دو بالا ہوا
یہ کس کے دامن دل کی ہوا لگے ہے مجھے

یہ لڑکھڑانا ترا اور پھر سنبھل جانا ترا
نزاکتوں کے نگر میں ادا لگے ہے مجھے

قدم قدم پر کوئی سنگ تلخئ ہستی
ہر ایک خواب مرا ٹوٹتا لگے ہے مجھے

کوئی نگاہ کرم اور جانب تابش
یہ واقعہ ہے مگر خواب سا لگے ہے مجھے

* * * *

عشرت قادری

رنگ شالہ

یہ مرا دیش ، کسانوں کا جیالوں کا وطن
مندروں ، مسجدوں ، گرجوں کا شوالوں کا وطن

جنگلوں ، جھیلوں ، پہاڑوں کی ، گپھاؤں کی زمین
صوفیوں ، سادھوؤں ، اور لوک کتھاؤں کی زمین

گنگناتی ہوئی بہتی ہیں جہاں ، گنگ و جمن
شانتی ، امن و محبت کا سکھاتی ہیں چلن

مسکراتا ہے جہاں دھان کی فصلوں کا شباب
کھیتیاں جھومتی ہیں ، جھیلوں پہ کھیلتے ہیں گلاب

یہ مرا دیش ، کلاؤں کی ، اجنتا کی زمین
یہ مرا ہند ، یہ کھجرا ہو ، الورا کی زمین

اک جیون ہے نیا آنکھ جدھر اٹھتی ہے
لہلہاتی ہوئی آشائیں ہیں ، ہریالی ہے

کال پڑتا تھا جہاں ، آج انہیں کھیتوں میں
بالیاں جھومتی ہیں روپ کی چادر تانیں

گاؤں کی اٹھتی ہوئی دھرتی ہوئی ہے آباد
کارخانوں میں پگھلتا ہے دھک کر فولاد

یہ مرا دیش ، یہ کشمیر و ہمالہ کی زمین
یہ مرا ہند ، اہنسا کی ایودھیا کی زمین

پاؤں میں پائلیں باندھے ہوئے بہتی نہریں
چاندنی رات کی بانہوں میں مچلتی نہریں

اپنی تہذیب و تمدن کی علامت ہیں یہ آج
جگمگاتے ہوئے بھارت کی ضمانت ہیں یہ

* * * *

یونس مخمور *

اب اٹھو عزم جواں ہمت مرداں لیکر

اب اٹھو عزم جواں ہمت مرداں لیکر
قوم کے واسطے اک جذبہ انساں لیکر

بزم ساقی میں ہمیں کام یہ کرنا ہوگا
خالی جو جام ہیں وہ جام تو بھرنا ہوگا
مسکراتے ہوئے ہر غم سے گذرنا ہوگا
دیش کے واسطے جینا ہمیں مرنا ہوگا

اب اٹھو عزم جواں ہمت مرداں لیکر
قوم کے واسطے اک جذبہ نساں لیکر

اب سویرا ہے اندھیروں کو نہ چھانے دینگے
ظلم اور جبر کو اب سر نہ اٹھانے دینگے
غربت و یاس کو ہم پاس نہ آنے دینگے
نغمہ غم نہ کسی شخص کو گانے دینگے

اب اٹھو عزم جواں ہمت مرداں لیکر
قوم کے واسطے اک جذبہ انساں لیکر

اپنی باتوں میں حقیقت ہے الٹ پھیر نہیں
ہم سبھی ایک ہیں آپس میں کوئی غیر نہیں
یعنی اب شیخ و برھمن میں بھی کچھ بیر نہیں
کام میں دیر سہی اب مگر اندھیر نہیں۔

ب اٹھو عزم جواں ہمت مرداں لیکر
قوم کے واسطے اک جذبہ انساں لیکر

کینہ و بغض کی دیوار گرانا ہے ہمیں
پنے دشمن کو بھی سینے سے لگانا ہے ہمیں
ب یہ میخانے میں دستور چلانا ہے ہمیں
آج ہر رند کو مخمور بنانا ہے ہمیں

اب اٹھو عزم جواں ہمت مرداں لیکر
قوم کے واسطے اک جذبہ انساں لیکر

* * * *

محمد علی اثر

یادیں

وہی چہرہ وہی گیسو وہی رخسار جمیل
وہی معصوم جوانی ، وہی مخمور آنکھیں

وہی ترشے ہوئے بازو وہی بانہوں کا گداز
ٹکٹکی باندھ کے دیکھا ہے تمہیں دیر تلک

دل میں یادوں نے کچھ اسطرح سے انگڑائی لی
جیسے گھنگھور گھٹا میں کوئی بجلی چمکے

پھر اچانک مری آنکھوں سے ستارے ٹوٹے
منتشر ہوگئی اشکوں سے تمہاری تصویر

اب وہ چہرہ ، نہ وہ یادیں نہ وہ رخسار جمیل
سلگتی لگتی ہے احساس کے روزن میں کرن

پھر غم ذات نے محبوس کیا ہے ایسے
زندگی حسن تمنا کا پتہ پوچھتی ہے

نیند آنکھوں سے غزالوں کو اڑا دیتی ہے
رات اس طور بسر ہوتی ہے جیسے کوئی

دل کے ویرانے میں دستک کی صدا سنتا ہو
صبح دم ذات کی الجھن میں بسر کرتا ہو

وہی چہرہ ....

* * * *

اوم پرکاش بجاج

رشک جنت بنادو جہاں دوستو

گل مہکنے لگے غنچے کھلنے لگے
مٹ گئے ہیں نشان خزاں دوستو

پتے پتے پہ پھر تازگی آگئی
ہے فضاؤں پہ حسن جواں دوستو

حوصلوں ولولوں کی لئے مشعلیں
آگے بڑھنے لگا کارواں دوستو

عظمتوں سے وطن کو بلندی ملی
اب چھونے لگا آسماں دوستو

درد دل مٹ گیا ہر طرف نور ہے
غم کی کالی گھٹائیں بھی چھٹنیں لگیں

کوئی دشمن نہ جھانکے کبھی بھول کر
تم وطن کے بنو پاسباں دوستو

دل ارادوں کی دولت سے بھر پور ہے
ہر قدم بھی تجلی سے پر نور ہے

پیار کے پھول ہر سو لٹاتے چلو
بھول کر اپنا سود و زیاں دوستو

راج جمہور کا اپنے گلشن میں ہے
کس لئے کوئی ننگا یا بھوکا رہے

بن کے تقدیر صبح وطن اب اٹھو
تم ہیں گل تمہیں ہو تمہیں گلستان دوستو

ہمتوں سے بشر نے بسایا جہاں
حوصلوں سے فلک پر ہوا حکمراں

حرمتوں سے اسے سر بلندی ملی
ہو گئیں دور سب پستیاں دوستو

خون دل سے نکھار و فضائے چمن
فن کی تقدیر کو حسن توقیر دو
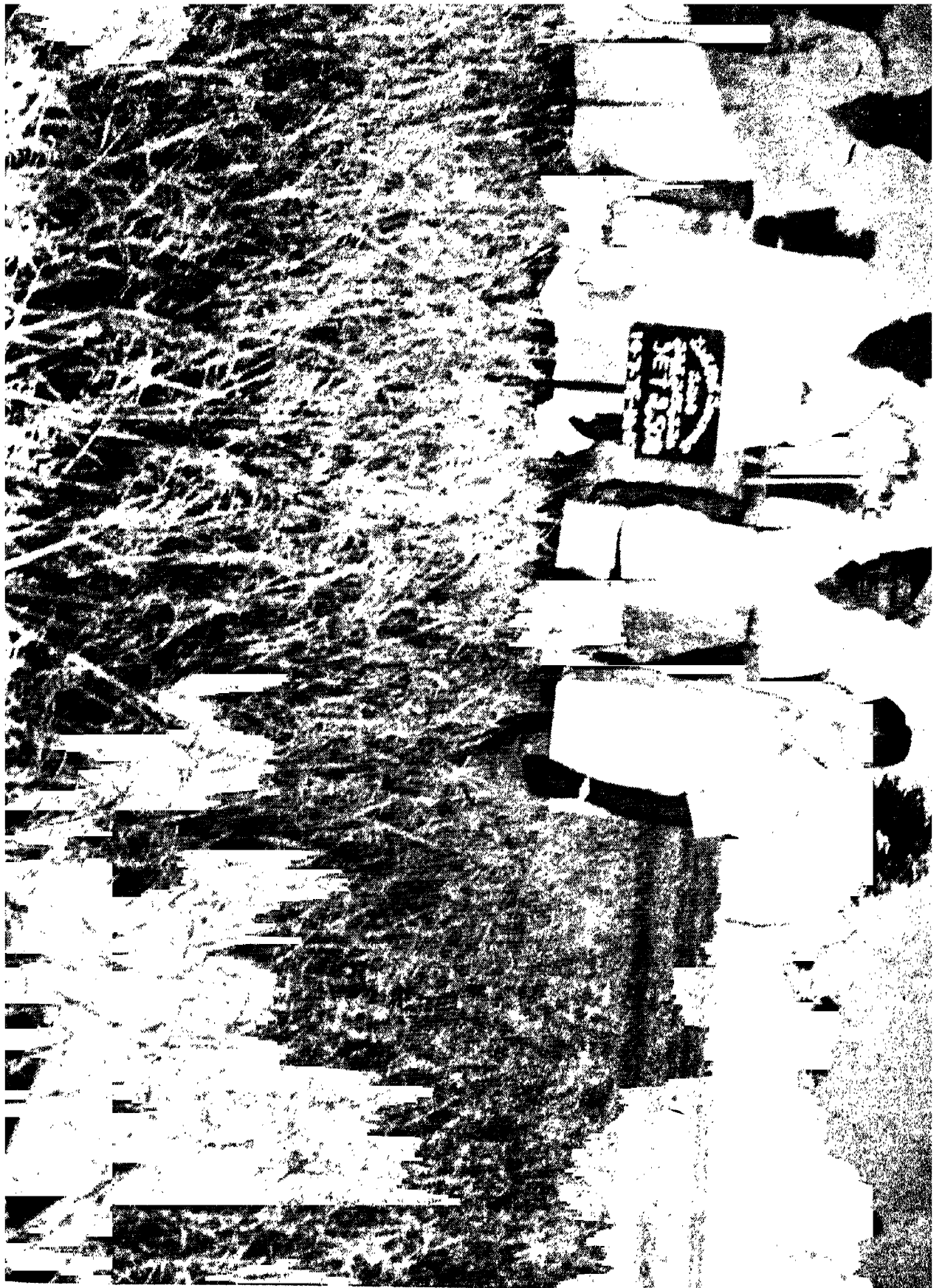
دے کے تعبیر خوابوں کو اپنے حسیں
رشک جنت بنادو جہاں دوستو

* * * *

آندھرا پردیش

۵۰ پیسے

مئی ــ جون سنہ ۱۹۷۸ء

آندھرا پردیش

ایڈیٹر انچیف

شریمتی سری راجیم سنہا

★

مئی - جون ۱۹۷۸ء

شاکھا ۱۹۰۰

ویشاکھا - جیشٹھا - آشاڈھا

جلد نمبر ۲۲

شمارا نمبر ۶

★

سرورق کا پہلا صفحہ

دیہاتوں کا ایک مثالی منظر (فوٹو شری ڈین)

سرورق کا دوسرا صفحہ

مڈاکمیرا تعلقہ کے موضع نیل کنٹھ پورم میں کثیر پیداواری قسم کے دھان کا ایک مظاہراتی مزرعہ ۔

سرورق کا تیسرا صفحہ

کاجولاڈینی پراجکٹ کرنول

سرورق کا چوتھا صفحہ

پان کا ایک باغیچہ (فوٹو شری پاون کمار)

آندھرا پردیش (اردو) ماھنامہ

زر سالانہ چھ روپئے ۔ فی پرچہ ۵۰ پیسے

وی ۔ پی ۔ بھیجنے کا قاعدہ نہیں ۔

چندہ منی آرڈر کے ذریعہ روانہ کیا جائے ۔

ناظم اطلاعات و تعلقات عامہ

حکومت آندھرا پردیش نے شائع کیا۔

ترتیب صفحہ

******

بائیں جانب اوپر :- ڈاکٹر ایم ۔ چنا ریڈی ۲۵ ۔ مارچ کو درج فہرست اقوام ، درج فہرست قبائل ، پسماندہ طبقات ، کمزور طبقات اور اقلیتوں کی جانب سے بیگم پیٹھ حیدر آباد میں منعقدہ ایک تقریب میں تقریر کر رہے ہیں ۔

بائیں جانب درمیان میں :- اے ۔ پی ۔ ناتیا سنگھم کی جانب سے ۲۳ ۔ مارچ کو راوندرا بھارتی حیدر آباد میں منعقدہ ایک تقریب میں چیف منسٹر کا خیر مقدم کیا گیا ۔

بائیں جانب نیچے :- چیف منسٹر آندھرا پردیش نے ۲۰ ۔ مارچ کو گرین لینڈز ، حیدر آباد میں ہولی کی تقریبات میں حصہ لیا ۔

دائیں جانب اوپر :- چیف منسٹر نے ۲۰ ۔ مارچ کو قومی ادارہ برائے دیہی ترقیات واقع راجندر نگر حیدر آباد میں " پنچایت راج " پر منعقدہ جنوبی منطقہ سمینار میں اختتامی خطبہ دیا ۔

دائیں جانب نیچے :- چیف منسٹر نے ۲۶ ۔ مارچ کو گھٹکیسر میں ایک جلسہ عام کو مخاطب کیا ۔

خبریں تصویروں میں

این - کے - جین
جوائنٹ سکریٹری - وزارت امور خا

ناوابستہ ممالک کے درمیان تعاون

چند حلقوں کی جانب سے حوصلہ شکنی کے باوجود گزشتہ برسوں میں نا وابستگی کی تحریک کو فروغ ملتا رہا ہے اور آج حالت یہ ہے کہ اسے دنیا کے بیشتر ممالک کی حمایت حاصل ہے۔ زیادہ‌تر نو آزاد ممالک، نا وابستہ بھائی چارے سے منسلک ہیں اور اب ہماری آواز میں زیادہ اثر ہے اور اسپر زیادہ توجہ دی جاتی ہے - ترقی کی اس رفتار پر ہم خود کو مبارکباد دے سکتے ہیں - اسطرح نا وابستگی بین الاقوامی زندگی کا ایک بڑا دھارا بن گئی ہے -

تیزی سے بدلتی ہوئی اس دنیا میں نا وابستگی کی تحریک نے نہ صرف اپنی افادیت قائم رکھی ہے بلکہ نئے بین الاقوامی اقتصادی اور سماجی نظام اور عالمی امن کے قیام میں ایک اہم عنصر کے طور پر ابھر کر سامنے بھی آئی ہے - ۱۹۶۱ ع میں بلغراد میں جب نا وابستہ ممالک کے سر براہان مملکت کی پہلی چوٹی کانفرنس منعقد ہوئی تھی تو اسوقت ۲۵ ممالک اس میں شامل تھے۔ لیکن ۱۹۷۶ ع کی کولمبو چوٹی کانفرنس تک کے سفر میں اس کے ارکان کی تعداد ۸۷ ہوگئی - ان کے علاوہ دس ممالک اور بارہ اداروں نے مشاہدین کی حیثیت سے اس کانفرنس میں شرکت کی - سات ممالک کو مہمانوں کا درجہ حاصل تھا - یہ تحریک اب بین الاقوامی دلچسپی کا باعث بن گئی ہے - اس تحریک کو یوں بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے - کیونکہ اسکے اصول اور پالیسیاں کسی ایک گروپ ، بلاک یا براعظم کے مفادات کی حمایت تک محدود نہیں ہیں بلکہ وہ بنی نوع انسان کے مشترکہ بین الاقوامی مسائل کو حل کرنے اور مجموعی عالمی صورت حال کا احاطہ کرتے ہیں -

اپریل ۱۹۷۷ ع میں نا وابستہ ممالک کے رابطہ بیورو کے تحت منعقد ہونے والی وزرائے خارجہ کی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعظم شری مرار جی دیسائی نے کہا تھا - " ہمارے ملک کو اسبات پر فخر ہے کہ وہ ترقی کرتی ہوئی اس عظیم بین الاقوامی تحریک سے ابتداً ہی سے منسلک رہا ہے۔ چند حلقوں کی جانب سے حوصلہ شکنی کے باوجود گذشتہ برسوں میں ناوابستگی کی تحریک فروغ پاتی رہی ہے - اور آج اسے دنیا کے بیشتر ممالک کی حمای حاصل ہے۔ زیادہ تر نوآزاد ممالک نا وابستہ بھائی چارے سے منس ہیں اور اب ہماری آواز میں زیادہ اثر ہے اور اسپر زیادہ توجہ د جاتی ہے - ترقی کی اس رفتار پر ہم خود کو بجا طور پر مبارک دے سکتے ہیں - اس طرح نا وابستگی بین الاقوامی زندگی کا ای بڑا دھارا بن گئی ہے - "

نا وابستگی کی پالیسی نو آزاد ممالک کی جانب سے اپنی خ اختیاری کے اظہار کی صورت میں پیدا ہوئی تھی - در حقیقت تحریک ، سامراجی نظام کی حکمرانی سے نجات حاصل کرنے کی ج جہد آزادی کا ہی ایک شعبہ ہے - دنیا کے مختلف حصوں تحریک آزادی کو ہوا دینے میں اس نے بڑا اہم کردار ادا ہے۔ اس طرح ناوابستگی کی تحریک ، بین الاقوامی مسائل پر ا طور پر اصولی اور آزادانہ فیصلے کرنے کی ہمت - بلاکوں کنارہ کشی کرتے ہوئے بڑی طاقتوں کے دباؤ سے آزاد رہنے فوجی گٹھ جوڑ اور نظریاتی گروپوں سے علحدگی کی نمایندگی ک ہے -

سیاسی آزادی کا استحکام

اسکے ساتھ ہی یہ تحریک اسبات کی متقاضی ہے کہ کفالت حاصل کرنے کے مشترکہ پروگراموں کے ذریعہ ، ا گرانقدر آزادی کو مستحکم کرنے کے پروگرام وضع کئے جا یہ تحریک گوشہ نشینی کی ترویج نہیں کرتی بلکہ تصادم تر کرنے اور تعاون کے جذبہ کے تحت دنیا کے ترقی پزیر اور ترقی یا ممالک کے باھمی انحصار کی حمایت کرتی ہے - باھمی عالمی انح کا نظریہ نا وابستہ ممالک کے سربراھان مملکت کی چوٹی کانفر (۱۹۷۳ ع) میں پیش کیا گیا تھا - اور ۱۹۷۶ ع کی کولمبو چ کانفرنس میں بھی اس نظریہ پر زور دیا گیا تھا - نا وابستہ مما نے مختلف بین الاقوامی فورموں کے ذریعہ نا وابستہ اور ترقی ممالک کے درمیان اقتصادی تعاون بڑھانے کے پروگراموں کو وسعت دی ہے۔ گذشتہ برس نئی دلی میں ناوابستہ ممالک کے وزرا خارجہ کی کانفرنس میں اس فوری ضرورت کو تسلیم کیا گیا

ترقی پزیر اور ترقی یافتہ ممالک کے تعلقات کی موجودہ غیر یقینی صورت حال اسبات کا تقاضہ کرتی ہے کہ یہ ممالک موجودہ بحران پر قابو پانے کے لئے اپنے ذاتی وسائل کو استعمال کرنے پر زور دیں اور اجتماعی خود کفالت پیدا کرنے کے لئے آپسی اقتصادی تعاون کو فروغ دیں ۔

نا وابستہ ممالک کے اس عملی پروگرام میں آج مختلف النوع اقتصادی سرگرمیوں کا احاطہ کیا گیا ہے ۔ ان پروگراموں پر عمل درآمد کرنے سے متعلق مسائل پر غور کرنے کے لئے ماہرین کے اجلاس ہوتے رہتے ہیں ۔ مالیات اور سکہ سے متعلق میدانوں میں تعاون کے بارے میں بہت جلد ہمارے ملک میں ایک اجلاس منعقد ہونے والا ہے ۔ نا وابستہ اور ترقی پزیر ممالک کی مشاورتی تنظیموں کی کانفرنس کی میز بانی بھی ہند نے منظور کرلی ہے ۔ اس کانفرنس میں ترقیاتی پروجکٹوں کی تجاویز پر غور و خوص کیا جائے گا ۔

اقوام متحدہ میں سر گرم کردار

اقوام متحدہ میں بھی نا وابستہ گروپ ، ۷۷ ممالک کے گروپ میں محرک کردار ادا کرنارہا ہے ۔ نیزاہم بین الاقوامی اقتصادی معاملات میں اقدامات کی شروعات کرنے کا ذمہ دار بھی ہے ۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا چھٹا اور ساتواں اجلاس الجریا کی چوٹی کانفرنس کی درخواست پر بلایا گیا ہے ۔ اور ان میں صرف ترقیات اور بین الاقوامی اقتصادی تعاون کے موضوعات پر غور کیا گیا ۔ اسی صورت سے کولمبو کانفرنس کی درخواست پر اسلحہ کے موضوع پر غور کرنے کے لئے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا خصوصی اجلاس ہونے والا ہے ۔

" اطلاعات کے میدان میں بھی نا وابستہ ممالک میں تعاون حاصل کرنے پر پچھلے برسوں میں کافی کوشش کی گئی ہے ۔ جولائی ۱۹۷۶ع میں نئی دھلی میں نا وابستہ ممالک کے وزرائے اطلاعات کی پہلی کانفرنس منعقد ہوئی اور اس میں اطلاعات کی فراھمی کے ناگفتہ بہ عدم توازن پر اظہار تشویش کیا گیا ۔ یہ بھی کہا گیا کہ زیادہ تر ممالک کا کردار محض اطلاعات موصول کرنے تک ہی محدود ہوکر رہ گیا ہے ۔ لوگ اسبات پر مجبور ہوگئے ہیں کہ چند اجارہ دار ایجنسیوں کے نقطہ نظر سے مسائل کا جائزہ لیں ۔ کولمبو کانفرنس چوٹی کانفرنس نے بھی اس کانفرنس کے فیصلوں کی تائید کردی اور اس طرح نا وابستہ ممالک کی پریس ایجنسیوں کے پول کا جنم ہوا ۔ اس پول کی مشاورتی کمیٹی کا چیرمن اس وقت ہند ہے ۔

اکتوبر ۱۹۷۷ع میں یوگوسلاویہ میں نا وابستہ ممالک کے ریڈیو اور نشریات کی تنظیموں کی کانفرنس ہوئی اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ نا وابستہ ممالک کی ریڈیو اور نشری تنظیمیں آپسی تعاون کو فروغ دیں ۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا ہے کہ اس سلسلہ میں بنیادی ڈھانچہ فراھم کرنے ، پروگرام تیار کرنے اور پیشہ وارانہ اور تکنیکی تربیت دینے میں تعاون پیدا کیا جائے اور اجتماعی خود کفالت پیدا کی جائے ۔

ہند ، نا وابستہ ممالک کے پریس ایجنسیوں پول کا چیرمن ہے ، نا وابستہ ممالک کی نشری تنظیموں کے تعاون کی کمیٹی کا ممبر ہے اور نا وابستہ ممالک کی اطلاعات اور ابلاغ عامہ کی بین الاقوامی رابطہ کونسل کا ممبر ہے ۔ ایسی صورت میں سے اقتصادی تعاون کے دیگر عملی پروگراموں میں بھی ہند سرگرم کردار ادا کر رہا ہے ۔ مختلف میدانوں میں نا وابستہ ممالک کے درمیان تعاون کو فروغ دینے کے اقدامات پر عملدرآمد سے نا وابستگی کی تحریک کو ایک نئی سمت ملیگی اور نئے بین الاقوامی اقتصادی نظام کے قیام میں نا وابستگی کی تحریک اور زیادہ موثر کردار ادا کرسکے گی ۔

* * *

چھوٹے یونٹوں کے لئے قرضوں کی اسکیم

چھوٹے اور ادنی یونٹوں کو آسانی سے ادارہ جاتی قرضے فراہم کرنے، مارکیٹنگ کو منظم کرنے اور برآمدات کو فروغ دینے کے لئے ایک اعلی سطح کی کمیٹی نے نئی پالیسی وضع کی ہے۔ یہ رپورٹ بر وقت پیش کی گئی ہے اور بہت اہم ہے۔ گذشتہ چند ہفتہ کے دوران مستقبل کی صنعت کاری کے پروگرام میں عمل درآمد کی مشنیری کی عدم موجودگی میں چھوٹے اور ادنی یونٹوں پر دئے گئے زور پر نکتہ چینی کی گئی ہے۔

کم از کم بڑے بیوپاریوں کی جانب سے یہ بات کہی گئی ہے کہ جن چھوٹی صنعتوں کے پاس سرمایہ اور وسائل تک موجود نہیں ہیں وہ خلیج کو پر نہیں کرسکتیں جبکہ بڑے یونٹوں سے یہ کہا جارہا ہے کہ وہ مال تیار نہ کریں یا پھر محض برآمدات کے لئے تیار کریں۔

ان کا یہ بھی خیال ہے کہ چھوٹے یونٹ مناسب قیمت پر معیاری مال تیار نہیں کرسکتے۔ چھوٹے بیوپاریوں نے ہمیشہ اس دعوے کی مخالفت کی ہے۔ انہوں نے محض سرمایہ اور مشنیری کی کمی کا جواز پیش کیا ہے۔ کمیٹی کی سفارشات سے کم از کم سرمایہ کی فراہمی کا ایک اہم مسئلہ حل ہوتا ہے۔

یہ سفارشات چھوٹی صنعتوں کی تنظیموں کے مطالبات سے مطابقت رکھتی ہیں۔ کم ترین منافع زیادہ نہیں ہونا چاہئے۔ اور مناسب حد تک یکساں ہونا چاہئے۔ کوئی بھی معقول اسکیم محض سرمایہ کی کمی کی وجہ سے پیچھے نہ رہے بھاری منافع اور متوازی تحفظ کو ختم کیا جائے۔

قرضوں کی ادائیگی ضروری نہیں کہ وقت کی پابند ہو بلکہ اسے فاضل منافع، فروخت کئے گئے مال اور سرمایہ بندی پر مبنی ہونا چاہئے۔ قرضے دینے سے متعلق فیصلے زیادہ تر بینک کی شاخوں کی سطح پر کئے جائیں۔

نئے یونٹوں کے لئے قرضے

نئے یونٹوں اور ان کی توسیع اور تجدید کے لئے دئے جانے والے قرضے از سر نو سرمایہ کاری کے اصول پر دئے جائیں۔ قرضوں کے طریقوں کو آسان بنایا جائے جس میں کم وقت صرف ہو۔ خصوصی مہارت رکھنے والا ایک ادارہ جس کے پاس سرمایہ بھی ہو اور جسے حکومت کی امداد بھی حاصل ہو یعنی ترقیاتی بینک اور دیگر بینک چھوٹے بیوپاریوں کے قرضوں کی معقول نگہداشت کرسکتے ہیں۔

ادنی یونٹوں کی مدد کرنے کے لئے نیشنل اسمال انڈسٹریز کارپوریشن کو خالص مارکیٹنگ ادارہ میں تبدیل کیا جائے۔ برآمدات کی نگہداشت یا تو اسٹیٹ ٹریڈنگ کارپوریشن کرے یا پھر تجارت کے خصوصی مرکز۔ بڑے صنعتی اداروں سے کہا جائے کہ چھوٹے یونٹوں کی سرپرستی کریں۔ چھوٹے اور ادنی یونٹوں کو رعایتی قیمت پر مشنیری فراہم کی جائے۔

کمیٹی نے یہ تسلیم کیا ہے کہ بینک چھوٹے یونٹوں کے ساتھ امتیازی سلوک کرتے ہیں۔ کمیٹی نے قرضوں کی شرحوں کو از سر نو مقرر کرنے کی حمایت کی ہے۔ مگر یکساں شرح رکھنے کی حمایت نہیں کی ہے۔

قرضوں کا ایسا نظام بنایا جائے جس میں سود کی شرح یونٹوں کی جسامت اور قرض کی مجموعی ضرورت کے اعتبار سے متعین کی جائے۔

گذشتہ سات سال میں چھوٹے یونٹوں کو دئے جانے والے قرضوں کا حجم ۲۰۱ کروڑ روپیے سے بڑھ کر ۱۰۹۷ کروڑ روپیہ ہوگیا ہے لیکن اس کے باوجود ۸۰ فیصد یونٹ بینکوں کے قرضے حاصل کرنے سے محروم رہے ہیں۔ جب اس رپورٹ پر حکومت غور کرے تو چھوٹے یونٹوں کی بیماری کے پیش نظر سود کی شرح میں خصوصی رعایت دی جائے۔ نہ صرف چھوٹے صنعت ساز بلکہ بینکر بھی یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ یکساں شرح سود اور سود در سود نے بہت سے چھوٹے یونٹوں کا گلا گھونٹ دیا ہے۔ ایک اچھا خاصا چھوٹا یونٹ جس نے چند سال قبل بینک سے ۸۰۰۰ روپیہ کا قرضہ لیا تھا آج ۲،۵ لاکھ کا باقی دار ہے چھوٹی صنعتوں کے ایک نمائندے کا کہنا ہے کہ بینکوں سے لیا گیا ۸۰ فیصد قرض پچھلے قرضوں کی ادائیگی کی نذر ہوجاتا ہے۔ اس ضمن میں سفارش کی گئی ہے کہ جو یونٹ سرمایہ کے علاوہ دیگر مشکلات سے مبرا ہیں ان کے پچھلے قرضوں کے اصل اور سود کا موازنہ کیا جائے۔

باقی صفحہ ۷ پر

ایس - پی - چوپڑہ

نئی در آمدی پالیسی

نئے مالی سال کیلئے جس درآمدی پالیسی کا حال ہی میں اعلان کیا گیا ہے ، اس میں ملک کی برآمدات اور عام لوگوں کی ضرورت کے سامان کی پیداوار پر خصوصی توجہ دی گئی ہے -

شری موہن دھاریہ نے ملک کی درآمدی پالیسی کے ذریعہ خام مال ، مشینری اور کل پرزے وغیرہ بہت سی چیزوں کی درآمدی میں آسانیاں فراہم کردی ہیں - انکے اس جرأت مندانہ اقدام کے کئی اسباب ہیں -

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ گزشتہ برسوں میں ملک کی برآمدات میں کافی اضافہ کی وجہ سے ۷۷-۱۹۷۶ ع میں ملکی تجارت میں صرف ۱۰۰ کروڑ روپئے کا خسارہ رہ گیا تھا جبکہ اس سے ایک برس پہلے یہ خسارہ ۳۰۰ کروڑ روپئے تھا - اسطرح کہا جاسکتا ہے کہ گزشتہ سال در آمدی پالیسی میں جو چھوٹ دی گئی تھی ، اس سے کافی فائدہ ہوا ہے - یہی سبب ہے کہ اس سال یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اگر درآمدات میں اور بھی زیادہ چھوٹ دی جائے تو یہ بات یقیناً ملکی معیشت کیلئے سود مند ہوگی -

دوسری بات یہ ہے کہ کچھ دنوں سے زر مبادلہ کی صورت میں ایک بہت بڑی رقم ہمارے پاس جمع ہوگئی تھی اس کا صحیح استعمال نہ کرپانے کے باعث سابقہ حکومت بڑی نکتہ چینیوں کا نشانہ بن چکی تھی - در اصل وہ زر مبادلہ کی صورت میں کافی رقم کا جمع ہو جانا ایک معجزہ سمجھتی تھی اور اسے خرچ کرنے کی ہمت نہیں رکھتی تھی - لازمی طور پر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گزشتہ سال میں ہم نے اپنی برآمدات میں اضافہ کرنے کے بہت سے مواقع کھودئے -

تیسری بات یہ کہ بہت سے ترقی یافتہ ممالک کی معیشتوں میں دو سال پہلے جو کمزوری آگئی تھی ، وہ بھی دور ہوگئی ہے جس کے نتیجے میں بہت سے ترقی پذیر ممالک کی برآمدات میں اضافہ ہوا ہے قدرتی طور پر اس صورت حال سے ہندوستان کو بھی فائدہ پہنچا ہے -

وزیر تجارت نے در آمدات میں چھوٹ دینے کی جو پالیسی اختیار کی ہے ، وہ بلا شبہ ایک بہت ہی جرأت مندانہ اقدام ہے -

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انہیں صنعتی اور تجارتی اداروں پر کافی اعتماد ہے - توقع کی جاتی ہے کہ یہ ادارے دیانتداری کے ساتھ کام کرکے اپنے قومی فرائض کو پورا کریں گے اور وزیر تجارت کے ہاتھ مضبوط کرنے کی کوشش کریں گے -

یہ بات قدرے اعتماد کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ بحیثیت مجموعی نئی درآمدی پالیسی کے نتیجے میں نہ صرف صنعتی پیداوار میں اضافہ ہوگا بلکہ اس سے ضروری اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ کا رجحان کم کرنے میں بھی مدد ملے گی -

بہر کیف ، درآمدی لائسنسوں کی آسانی سے فراہمی ہی کافی نہیں - ضرورت اس بات کی ہے کہ پیچیدہ طریقہ کار کی بنا پر صنعت کاروں کو جن دشواریوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے ، انہیں بھی دور کیا جائے - امید کی جاتی ہے کہ طریقہ کار میں جو نئی سہولتیں دی جارہی ہیں ، اس سے صنعت کاروں اور تاجروں کو لائسنس ملنے میں آسانی ہوگی -

اب جن اشیاء کی در آمد کیلئے آسانی سے لائسنس ملا کریگا ، انکی فہرست کافی طویل ہے -

اب چمڑے ، پٹ سن اور پارچہ جات کی صنعت کیلئے مشینری درآمد کی جاسکے گی - اس آزادانہ پالیسی کے تحت ۲۰۰ قسم کی دوائیاں درآمد کی جاسکیں گی - ۵۰ قسم کی زندگی بخش دوائیاں بھی غیر ملکوں سے منگائی جاسکتی ہیں کیمیکلز پلاسٹک ، لوہا ، فولاد وغیرہ صنعتوں کی ضروریات کے پیش نظر انہیں بھی نئی پالیسی میں کافی سہولیات دی گئی ہیں - بلا شبہ ان نئی سہولیات سے ان صنعتوں کو کافی راحت ملے گی جو برآمدات کے لئے مال تیار کرتی ہیں ، ساتھ ہی ان صنعتوں کو بھی فائدہ ہوگا جو ملکی ضروریات کا سامان تیار کرتی ہیں -

گزشتہ چند برسوں میں برآمد کرنے والی فرموں نے دنیا کے مختلف حصوں اور بالخصوص متعدد اشیاء کو ہندوستانی

سامان کی برآمدات میں بھاری اضافہ کیا ہے ۔ ان فرموں کی ہمت افزائی کے خیال سے نئی پالیسی میں ان کے لئے زر مبادلہ مہیا کرنے کا تسلی بخش انتظام کیا گیا ہے ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اکسپورٹ ہاؤس سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کا طریقہ بھی زیادہ دشوار بنا دیا گیا ہے ۔ اب تک یہ صورت تھی کہ یہ سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کیلئے کم از کم ٥ لاکھ روپے کی برآمدات کا ثبوت پیش کرنا ہوتا تھا ۔ لیکن نئی پالیسی کے مطابق یہ رقم بڑھا کر ایک کروڑ روپیے کردی گئی ہے ۔ بعض خاص قسم کی فرموں کیلئے یہ رقم بڑھا کر تین کروڑ روپیے کردی گئی ہے ۔ یہ اقدام اس لئے کیا گیا ہے کہ صرف انہی فرموں کو یہ آسانیاں مل سکیں ، جو صحیح معنوں میں اکسپورٹ فرمیں ہیں ۔ لیکن ان برآمداتی فرموں کیلئے جو چھوٹے پیمانے کی صنعتوں اور گھریلو صنعتوں کا سامان برآمد کرتی ہیں ، یہ سرٹیفکیٹ بہت ہی کم رقم کا ثبوت پیش کرنے سے مل جا[illegible] ہے ۔

شری دھاریہ اگر چہ اس وزارت میں پہلی مرتبہ آ[illegible] ہیں لیکن پلاننگ کمیشن سے وہ بہت مدت تک وابستہ ر[illegible] ہیں اور ضروریات زندگی سے متعلق مسائل کا انہوں نے بہت ہی گہرا مطالعہ کیا ہے ۔ نئی در آمدی پالیسی میں انہوں نے اس بات کا بھی خیال رکھا ہے کہ در آمدات میں سہولتو[illegible] کے نتیجے میں داخلی وسائل سے چلنے والی صنعتوں کو کس[illegible] طور نقصان نہ اٹھانا پڑے ان اقدام سے بلا شبہ ان صنعتوں ک[illegible] اور زیادہ مستحکم ہونے کا موقع ملے گا ۔

* * *

(صفحے ٥ سے آگے)

بقایہ جی معافی

اس قسم کے قرضوں پر معافی دی جانی چاہئے ۔ بینکوں کو ہدایت دی جائے کہ ان یونٹوں کی کارکردگی کے لئے مزید قرض دیں جن قرضوں میں اصل سے زیادہ ادائیگی کی جاچکی ہے ان کو معاف کردیا جائے ۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ اس رپورٹ پر غور کرتے وقت حکومت موجودہ یونٹوں کے بارے میں ان نکات سے کہاں تک اتفاق کرتی ہے ۔ چھوٹے بیوپاریوں کا کہنا ہے کہ وہ کسی بھی صورت سے ۱۰ فیصد سے زیادہ سود دینے کے اہل نہیں ہیں ۔

کمیٹی کا خیال ہے کہ چھوٹے یونٹوں کی تمام ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہر ضلع میں ایک لیڈ بینک قائم کیا جائے ۔ عوام یہ شکایت کررہے ہیں کہ چھوٹے یونٹوں کو بہت زیادہ سہارا دیا جاتا رہا ہے اور ان کے مطالبات بڑھتے جارہے ہیں ہوسکتا ہے کہ یہ خیال غلط ہو ۔

مالی امداد

بہر نوع کیا یہ صورت نہیں ہوسکتی کہ چھوٹے یونٹوں سے کہا جائے کہ وہ امداد باہمی یا نیم امداد باہمی کی بنیاد پر اپنے صنعتی ترقیاتی بینک قائم کریں ۔ جیسا اوکھلہ ، گنڈی وغیرہ میں ہوا ہے ۔ ایسے بینکوں کے قیام سے درخواست پر غور کرنے میں ہونے والی تاخیر یا یونٹوں کی ضروریات کا غلط تخمینہ لگانے ا[illegible] کی دشواریوں کو نہ سمجھنے اور فنڈ کی فراہمی سے متعلق شکایا[illegible] رفع کی جائیں گی ۔ ایسے بینک ترقی یافتہ ممالک میں بہت کامیاب رہے ہیں ۔ ان میں بیوپاریوں پر انفرادی اور اجتماعی طور سے ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور یہ موجودہ یا نئے یونٹوں کی پیداوار کی ترقی میں مدد کرسکتے ہیں ۔

* * *

پروفیسر سوم ناتھ دھر

هند اور ایران ـ ایک ثقافتی جائزہ

هند اور ایران کے درمیان جتنے قدیم اور قریبی روابط رہے هیں ـ
کی مثال دنیا میں بہت کم ممالک میں مل سکتی هے ـ براعظم
نیا میں هند یوروپی تہذیب کے یہی دونوں گہوارے هیں ـ
دوستانیوں اور ایرانیوں کے مشترکہ بزرگ رگ وید سے قبل کے
ہد قدیم میں ایک هی قوم سے تعلق رکھتے تھے ـ

اگرچہ هند ایران تعلقات کے ڈانڈے بر صغیر میں آریہ قوم کے
، وطن سے جا ملتے هیں ـ لیکن هند اور ایران کے درمیان باقاعدہ
ابط کا سلسلہ عہد مغلیہ سے شروع هوا ـ بابر کے ساتھ مشہور
ہور بہزاد کے چند شاگرد بھی آئے تھے ـ شاہ طہماسپ کے دربار
، کئی برس رہنے کے بعد جب همایوں نے دوبارہ شیر شاہ سوری
و شکست دی تو اسنے عظیم ایرانی مصور شاہ پور خراسانی میر
د عیسی تبریزی اور عبد الصمد شیرازی کی سرپرستی کی ـ ان
ہوروں نے اکبر کے عہد میں هند کے فن مصوری پر اپنی گہری
ھاپ چھوڑی هے ـ

یہ بات عالم آشکارا هے کہ ایرانیوں میں فن تعمیر کی جانب
رتی جھکاؤ هوتا هے ـ فن مصوری او سنگتراشی کے میدانوں میں
، کی شدید دلچسپی هزاروں برس پرانی هے ـ ایرانی فن کی خصوصیت
ں کی تازگی، همیشگی اور قابل فہم هونے میں مضمر هے ـ
ہوری میں ایران کو رنگوں کے امتزاج اور روح کو چھونے والی
یرائی سے کمال حاصل هے ـ

فن کے میدان میں ایرانی تاثرات کی بہت بڑی وجہ ایران کے
مرکزی جغرافیائی محل وقوع میں پوشیدہ هے ـ ایرانی فنکاروں نے
ادانہ طور پر دیگر اقوام سے اثرات حاصل کئے اور اپنی فنکاری
و پروان چڑھایا اور اسکے بعد دوسرے ممالک پر اپنے اثرات ثبت
ئے ـ خصوصیت سے دور مغلیہ میں ایرانی مصوری نے هند کو کافی
اثر کیا شہنشاہ اکبر جیسے آزاد خیال حکمران کے دور میں
رانی تاثرات اپنے درجہ کمال کو پہونچے مغل اسکول کی ترویج
ں مغلوں کی دین کا جائزہ لگانے کے لئے یہ حقیقت بھی پیش نظر
کھنی هوگی ـ کہ مسلمانوں سے قبل کے دور میں هندوستانی
ہوری دیری دیوتاؤں اور دیومالائی کرداروں کی تصویر کشی
تک هی محدود تھی ـ مغل دور کی ابتداء کے ساتھ هندوستانی مصوری
اور فن تعمیر میں سیکولر عنصر شامل هوا ـ

باغات کی تعمیر کے میدان میں بھی هند ایران روابط کا پتہ
چلتا هے ـ ایران کے چار باغ منصوبہ کو هند میں رائج کرنے کا
سہرا بھی بابر کے هی سر هے ـ آگرہ کا آرام باغ، کشمیر کے مغل
گارڈن، پنجور کے شالیمار اور نشاط باغ، همایوں، اکبر، اعتمادالدولہ
اور جہانگر کے مقبروں اور تاج محل کے باغات ایرانی طرز کے باغات
کی اعلی مثالیں هیں ـ

فن تعمیر کے میدان میں هند ایران روابط نے تاج محل کی صورت
میں پائندہ حیات پائی هے ـ تاج محل مغل عہد میں هند اسلامی
فن تعمیر کے بلندیوں کا پتہ دیتا هے ـ پروفیسر اے ـ ایم ـ شاستری
نے اپنی کتاب "اسلامی تمدن کا خاکہ" کی پہلی جلد میں لکھا
هے کہ تاج محل کی تعمیر کا مکمل نقشہ ایرانی طرز پر هے ـ
شاہجہاں نے مختلف ممالک کے بہت سے فنکاروں کو منتخب کیا مگر
"میر احمد" اسعاد عیسی شیرازی تھے جو ایرانی تھے ـ

ایرانی فنکار سنگتراشی کے نمونوں سکوں اور تصویروں میں شیر کی
شکل بنانے کے بہت شوقین تھے ـ فن کے نقادوں کا خیال هے کہ
سارناتھ میں اشوک کی لاٹ پر چار شیروں کی جو شکل بنی هے ـ
وہ قدیم ایرانی علاقوں سے هی اخذ کی گئی هے ـ ڈاکٹر آرتھر پیو
پوپ کے مطابق آزادی کے بعد حکومت هند نے سارناتھ کے ستونوں
کے شیروں اور دھرم چکر کو قومی نشان بنا کر نادانستہ طور پر
قدیم ایرانی فن تعمیر کو عظیم خراج عقیدت پیش کیا هے ـ

فن مصوری اور تعمیر کے علاوہ ایران کے فنکاروں کو خوش
نویسی اور طغرہ لکھنے میں بھی کمال حاصل تھا ـ یہ مہارت اس
زمانے کی پیداوار هے جب قدامت پسند مسلمانوں نے انسانوں کی
تصاویر اور مجسمہ سازی پر اعتراضات کئے تو ایرانی فنکاروں نے
خوش نویسی اور طغرہ لکھنے میں اپنے فن کا اظہار کرنا شروع
کیا ـ بجا طور پر ایران کو فن خوش نویسی کا گہوارہ کہا گیا هے ـ
فارسی زبان اور ادب کے ساتھ قدرتی طور پر یہ فن بھی هند میں آیا ـ
خوش نویسی کے بہترین نمونہ کو دیکھنے کے لئے ایکبار پھر

تاج محل کی جانب رجوع کرنا پڑتا ہے ۔ جیسا کہ ٹیگور نے لکھا ہے کہ یہ مقبرہ ''ابدیت کی آنکھ سے ٹپکا ہوا آنسو ہے ''۔ تاج کے داخلی دروازے پر خوش نویسی کا بہترین نمونہ کندہ ہے ۔

محمد البیرونی نے تقریباً ایک ہزار سال قبل اپنے سفر نامے میں ہند کی تہذیب اور سائنس کا بھر پور بیان کیا تھا ۔ یہ کتاب فارسی زبان میں ہند کے موضوع پر ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے بعد میں جب فارسی زبان رابطے کی زبان بنی تو ایرانی اور ہندوستانی عالموں نے سنسکرت کے اہم الفاظ کا ترجمہ فارسی میں کرنا شروع کیا ۔ دور مغلیہ میں اکبر سے دارا شکوہ تک کے زمانے میں رامائن مہابھارت اور سنسکرت کی ہزاروں کتابوں کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا گیا ۔

دور حاضر میں ، ہند میں ایران کے سابق سفیر پروفیسر علی اصغر حکمت نے کالیداس کی شکنتلا کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا جواہر لعل نہرو یونیورسٹی کے ڈاکٹر عبد الودود نے فارسی زبان میں رامائن کا ترجمہ کیا جدید ترجمہ کے سلسلے میں ایرانی سفارت خانہ نئی دلی کے سابق کلچرل قونصلر محمود تفضلی کا نام قابل ذکر ہے جنہوں نے نہرو کی تمام کتابوں کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا اس کے علاوہ موصوف نے گاندھی جی کی چند کتابوں کا بھی ترجمہ کیا یہ کتابیں تہران میں شائع ہوچکی ہیں ۔

ایران کی پہلوی سلطنت کی پچاسویں سالگرہ کے موقع پر ۹ ۔ مارچ ۱۹۷۷ ع کو ایران کلچر ہاؤس ، نئی دھلی نے ہند کے نامور ماہرین علم ایران کے مضامین پر مشتمل ایک مجموعہ ''انڈو ایرانین اسٹڈیز '' کے نام سے جاری کیا۔ ایرانی سفارت خانہ کے کلچرل قونصلر پروفیسر مجتبائی نے اس مجموعہ کی تالیف کی ۔ ہند ایران سوسائٹی کے تحت شائع کی گئی دیگر بہت سی کتابوں میں سے یہ بھی ایک اہم کتاب ہے ۔

ایران سے مسلمانوں کی آمد پر شمالی ہند میں ہندوستانی موسیقی پر بھی ایران کے اثرات نمایاں ہوئے ۔ علاؤ الدین خلجی کے دربار کے صوفی شاعر تاریخ داں امیر خسرو اور ان کے شاگردوں نے ایران اور ہند کی موسیقی کو ہم آہنگ کر کے قوالی ، ترانہ وغیرہ کی ایجاد کی ۔ کہا جاتا ہے کہ تان سین نے ستار سے مشابہ ایرانی رباب ایجاد کیا تھا ۔

حالیہ دور میں ان تعلقات کو مزید وسعت حاصل ہوئی ۔ ۱۹۵۰ ع میں دونوں ممالک کے درمیان امن اور دوستی کے معاہدہ پردستخط کئے گئے ۔ ۱۹۵۶ ع میں ایک ثقافتی معاہدہ عمل میں آیا اور اس سال تجارت اور جہاز رانی کا معاہدہ ہوا ۔ ان تعلقات کو مزید مستحکم کرنے کی غرض سے ۱۹۶۹ ع میں اقتصادی اور تکنکی تعاون سے متعلق مشترکہ کمیشن قائم کیا گیا ۔ ثقافتی معاہدہ کی رو سے ثقافتی تبادلوں ، ایک دوسرے کے یہاں ثقافتی ادارے قائم کرنے اور نمائشوں ، جشنوں اور کھیلوں کے مقابلے منعقد کرنے کی گنجائش پیدا کی گئی ہے ۔

فن و تمدن کے ماہرین کے تبادلے اور تربیتی پروگراموں کے لئے دو دو سال کے پروگرام تیار کئے جاتے ھیں ۔ فلم سازی موسیقی اینتھروپولوجی ، میوزیم ، آرٹ ، ادب ، لائبریری سائنس وغیرہ میں تکنکی مہارت کا تبادلہ کیا جاتا ہے ۔ حکومت ایران کی جانب سے نامزد کردہ امیدواروں کو ہند اعلی تعلیم کی سہولیات فراہم کرتا ہے ۔ یہ سہولیات سائنس کے ہر شعبہ ، طب ، زراعت انجینرنگ اور سائنسی تحقیق وغیرہ کا احاطہ کرتی ھیں ۔ تبادلہ کے پروگرام کے تحت ایرانی پروفیسر ہند آکر زبان ، ادب اور فلسفہ پر لیکچر دیتے ھیں ۔ ایران کی جانب سے ہند کے اساتذہ اور طلبا کو فارسی زبان اور ادب کے مطالعہ کی سہولیات فراہم کی جاتی ھیں ۔ پہلے سے ریکارڈ کئے گئے ریڈیو اور ٹیلی ویزن پروگراموں کا تبادلہ بھی عمل میں آتا ہے ہند کے رقص اور موسیقی کے ماہرین ایران جاتے ھیں جہاں ہند کی موسیقی اور رقص کو بہت پسند کیا جاتا ہے اس صورت سے ہند کے باشندوں کو مشہور ایرانی فنکاروں کے مظاہرے سے فیضیاب ہونے کا موقع ملتا ہے ثقافتی تعلیمی اور تجارتی میدانوں میں یہ پیش قدمی ، دونوں ممالک کی قدیم دوستی مفاہمت اور بھائی چارے کا پر تو ہے ۔

* * *

احتشام قریشی

ریلوے بجٹ

نیا ریلوے بجٹ پیش ہوگیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ریلوے وزیر شری مدھوڈنڈوتے صحیح معنوں میں عوام کا دکھ درد جانتے ہیں۔ ریل کے کرایوں میں اس سال بھی اضافہ نہیں ہوا اور یہ بات از خود کافی اطمینان بخش ہے۔ لیکن مزےدار بات یہ ہے کہ لمبا سفر کرنے والوں کو کئی سہولتیں دی جائینگی مثلاً ریل میں سستا کھانا ملے گا جس کی قیمت صرف ایک روپیہ ہوگی۔ یہ بات کافی اطمینان بخش ہے کہ ریلوے وزیر نے اسبات کو دھیان میں رکھا ہے۔ کہ لمبے سفر میں ایسے مسافر بھی ہوتے ہیں جو روپیہ سوا روپیہ سے زیادہ خرچ نہیں کرسکتے۔

بجٹ کا اور دلچسپ پہلو یہ ہے کہ آئندہ سے ریلوے بکنگ اور ریزرویشن کے لئے صرف خواتین ہی تعینات ہونگی۔ ریلوے وزیر نے اپنی بجٹ تقریر میں یہ بات کہی کہ عام شکایت یہ ہے کہ ریلوے بکنگ اور ریزرویشن والے بڑی ہیرا پھیری کرتے ہیں اور مسافروں کو تنگ کرتے ہیں۔ وزیر ریلوے کے مطابق، خواتین اس کام کو ایمانداری سے انجام دینی ہیں۔

مسافروں کی راحت کے پیش نظر سیکنڈ کلاس میں لمبا سفر کرنیوالوں کو اب لکڑی کی سیٹ کی بجائے فرسٹ کلاس کی طرح آرام دہ نشست ملے گی۔ اس طرح رات کو سونے کیلئے بھی آرام دہ اور نرم برتھ ملے گی۔ اس سے مسافروں کی راحت کے سلسلے میں شری ڈنڈوتے کے سماج وادی رجحان کا پتہ چلتا ہے۔

در حقیقت ریلوے کو آمدنی کا بہت بڑا حصہ دوسرے درجہ کے مسافروں سے آتا ہے اور اس پہلو کو کسی طرح نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ سونے کیلئے برتھ ریزرو کرانے کا جو کرایہ تھا، اس میں بھی کمی کردی گئی ہے اور ان سے اب صرف پانچ روپے چارج کئے جائیں گے۔ ویسے شری ڈنڈوتے کا یہ دوسرا کامیاب بجٹ ہے اور اس سال بھی کافی بچت ہوگی۔ پچھلے سال امید تھی کہ ۳۲٫۵۰ کروڑ روپے کی آمدنی ہوگی لیکن سال کے آخر میں جو نقد بچت ہوئی، وہ اندازے سے بھی ۷۰ کروڑ روپے زیادہ تھی۔ اسی طرح آئندہ سال کیلئے ۶۰ کروڑ روپے سے زیادہ کی بچت کا تخمینہ ہے۔

* * *

گھڑی کی صنعت

گھڑی کا استعمال اب کسی رتبے یا عہدے کی نشاندھی نہیں کرتا ۔ پرانے وقتوں میں کلائی کی گھڑی کا استعمال صرف سماج کے اعلی حیثیت لوگوں تک محدود تھا اور کچھ ھی عرصہ پہلے تک نئے شادی شدہ شخص کو دینے کے لئے اسے ایک قیمتی تحفہ مانا جاتا تھا ۔

پرانے زمانے میں دھوپ کی گھڑی اور ریت کی گھڑی سے وقت کا اندازہ کیا جاتا تھا ۔ دھات سازی اور مشین ساز تکنالوجی کی صنعت کی ترقی کی وجہ سے پیچیدہ ، نازک پرزوں والی گھڑی کی تیاری ممکن ھوئی ۔ بیسویں صدی کے دوسرے نصف میں الیکٹرونک کوارٹز اور سیال کرسٹل کی غیر معمولی طور پر صحیح وقت بتانے والی گھڑیاں تیار ھونے لگیں ۔ یہ آگے کی طرف بہت بڑا اقدام تھا ۔ لیکن اب بھی روائتی مشینی گھڑیاں ھی زیادہ تر تیار ھو رھی ھیں ۔ ھندوستان جیسے ترقی پذیر ملک پر یہ بات خاص طور پر صادق آتی ھے ۔ لیکن ابھی تک ملکی وسائل سے گھڑیوں کی تیاری برائے نام تھی جس کی وجہ سے گھڑیوں کی اسمگلنگ کا کام بہت بڑے پیمانہ پر ھوتا تھا۔

فی الحال ملک میں گھڑی کی مانگ کا صحیح تخمینہ نہیں لگایا جاسکا ھے لیکن حکومت نے ۱۹۷۷ ع کے لئے موٹا اندازہ ۶۰ لاکھ گھڑیوں کا لگایا ھے ۔ ۱۹۷۹-۸۰ ع تک اس تخمینہ کے ۸۰ لاکھ تک تجاوز کر جانے کا امکان ھے ۔ اس وقت تک ھمارے ملک میں گھڑیاں تیار کرنے والے صرف دو ھی یونٹ تھے ۔ ایک پبلک سیکٹر میں اور دوسرا پرائیوٹ سیکٹر میں ۔

ملک کے عام اوسط صارفین کو گھڑیوں کی فراھمی کیلئے حکومت نے اب ملک کے اندر اس صنعت کے فروغ کے امکانات پر سنجیدگی سے غور کرنا شروع کردیا ھے کیونکہ ان کی مانگ اور جائز فراھمی کے درمیان بہت بڑی خلیج ھے ۔

اس سلسلے میں پبلک سیکٹر کی ھندوستان مشین ٹولز نے مختلف ریاستوں میں گھڑیاں تیار کرنے کے کئی یونٹ قائم کرنے کا منصوبہ بنایا ھے ۔ اس کے ساتھ ھی پرائیوٹ سیکٹر کے یونٹوں کی بھی اس معاملے میں کافی ھمت افزائی کی جارھی ھے ۔ چھوٹی یونٹوں کے ترقیاتی کمشنر نے بھی ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں میں گھڑیوں کے چھوٹے پیمانے کے یونٹ قائم کرنے کا پروگرام شروع کیا ھے ۔

اس وقت ھندوستان مشین ٹولز کے دو گھڑی ساز یونٹ ھیں ۔ ایک بنگلور میں اور دوسرا سری نگر میں ۔ انھوں نے بڑے پیمانے پر پرزوں کی تیاری کا پروگرام بھی بنایا ھے جن سے کہ ریاستی حکومتوں کے تعاون سے قائم شدہ چھوٹے یونٹوں میں گھڑیاں تیار کی جائیں گی ۔ اس سال ایچ ۔ ایم ۔ ٹی نے ۲۶٫۷ لاکھ گھڑیاں تیار کرنے کا منصوبہ بنایا ھے اور ۱۹۸۲ ع تک یہ تعداد ۲۴ لاکھ تک پہونچ جائیگی ۔ بمبئی میں انڈو۔ فرینچ ٹائم انڈسٹری بھی اپنی پوری صلاحیت سے کام کر رھی ھے جو چار لاکھ گھڑیوں کی ھے ۔ اس کی بدولت اس ملک کے اندر تیار شدہ پرزوں کی تعداد ۹۰ فی صد تک پہونچ گئی ھے ۔ اس کمپنی نے اپنی صلاحیت بڑھا کر دس لاکھ کردینے کا منصوبہ بنایا ھے ۔ پرائیوٹ سیکٹر کے تحت مزید تین یونٹوں نے بھی گھڑیاں تیار کرنی شروع کردی ھیں ۔

حکومت نے نئے صنعت کاروں کو غیر ملکی تکنیکی تعاون سے گھڑی ساز کمپنیاں قائم کرنے کی اجازت دے دی ھے ۔ ایسی کل نو پارٹیاں ھیں جنکی کل صلاحیت ۴۱٫۸ لاکھ گھڑیوں کی ھوگی ۔ امید ھے کہ ان میں سے چھ یونٹ اسی سال گھڑیاں تیار کرنے لگیں گے ۔ اپنے مرحلہ وار پروگرام کی عمل آوری کے دوران یہ یونٹ تقریباً تمام پرزے ملک کے اندر ھی تیار کرنے لگیں گے ۔ بعض انتہائی نازک پرزے اس میں استثناء ھیں ۔

ان کے پیداواری نشانوں کو ملا کر ملک میں ۱۹۸۰-۸۱ ع تک تقریباً ۹۰ لاکھ گھڑیاں تیار ھونے لگیں گی ۔

اسی سال سے ملک کے اندر بنی ھوئی گھڑیوں کی فراھمی کے لئے حکومت نے ایک فوری پروگرام شروع کیا ھے جس کے تحت ملک میں گھڑی سازی کی صلاحیت کا تفصیلی جائزہ لیا جائیگا اور جلد نتائج افزا نیز لمبی مدت کی اسکیموں کے بارے میں

وس تجاویز پیش کی جائیں گی اور منظم سیکٹر و چھوٹے
انے کے سیکٹر کے ہر گھڑی ساز ادارے کی تمام تجاویز کا
ائزہ لیا جائیگا ۔ اس سال تقریباً ۴۰ لاکھ گھڑیاں تیار کرنے
منصوبہ ہے ۔ نئے قائم شدہ یونٹ بھی چار برس میں تمام
رزوں کی تیاری شروع کرسکیں گے ۔ لہذا اس مقصد کے لئے
ر آمدات کا فیصلہ کیا گیا ہے ۔ تین چار سال بعد بھی کچھ
ہم پرزوں کی در آمد ہوتی رہے گی

اندازہ ہے کہ سال رواں سے تقریبا چھ مزید یونٹوں میں
گھڑیاں تیار ہونے لگیں گی ۔ مزید برآں موجودہ یونٹوں نے
ھی اپنی پیداوار بڑھا دی ہے ۔ ۱۹۷۷ ع کے ابتدائی چھ ماہ
کے دوران ۱۴٫۴۷ لاکھ گھڑیاں تیار ہوئیں جبکہ گزشتہ
سال کی اسی مدت میں یہ تعداد ۵٫۹۶ لاکھ تھی ۔ پرزوں کی
در آمد اور اندرون ملک پرزوں کی تیاری کی وجہ سے ملک کے
منظم سیکٹر میں اس سال ۴۵ لاکھ اور اگلے سال ۶۰ لاکھ
کلائی کی گھڑیاں تیار ہوسکیں گی ۔ تمام یونٹوں کے لئے
۱۹۸۲ ع تک کا نشانہ ۹۰ لاکھ گھڑیوں کی تیاری ہے ۔

امید ہے کہ آنے والے برسوں کے دوران ہندوستان میں
کلائی کی گھڑیوں کی تیاری کی ایک مضبوط بنیاد تیار ہوجائیگی
جس سے اسمگلنگ کا خاتمہ ہوجائیگا ۔

* * *

(باتیں کم کام زیادہ)

شری ایم - ایم - ھاشم ، وزیر داخلہ نے ۲۰ - مارچ کو حیدر آباد میں آگ بجھانے والے آلات کی کل ھند نمائش کا افتتاح کیا -

پروفیسر ایس - این فیوڈروو کی سر کردگی میں سوویٹ روس کے امراض چشم کے وفد نے ۱۴ - مارچ کو حیدر آباد میں ڈاکٹر ایم - چنا ریڈی چیف منسٹر سے ملاقات کی -

خبریں تصویروں میں

آنجہانی شری وینکٹ سبیا صدر نشین مجلس قانون ساز ، جنھوں نے ۲۸ - مارچ سنہ ۱۹۷۸ ع کو وفات پائی ، کے سرکاری اعزاز کے ساتھ نکالے ھوئے جلوس جنازہ کا ایک منظر -

تنالی میں عدالت کی عمارت کے لئے سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب کے موقع پر لی ھوئی ایک تصویر جس میں سروا شری اے - دھرما راؤ پریسیڈنٹ تنالی بار اسوسی ایشن ، جسٹس اے - سمبا سیوا راؤ ، چیف جسٹس ایس - اوبل ریڈی اور ڈسٹرکٹ جج شری ٹی - ایل - این ریڈی دیکھے جاسکتے ھیں

گرودیال سنگھ والیہ

جانوروں کا انداز گفتگو اور تحقیقی تجربے

بہت ممکن ہے انسان پہلے جانوروں اور پرندوں کی بولیاں اور زبان جانتا ہو۔ لیکن جوں جوں دن گزرتے گئے وہ اس سائنس کو سیکھنے اور علم حاصل کرنے میں غفلت سے کام لینے لگا اور سب کچھ بھول گیا ۔ بھارت میں مقبول عام گرنتھوں مثلاً کادمبری اور پنچ تنتر میں ان باتوں کا تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے کہ پرندوں اور جانوروں کی بھاشا سیکھنے کیلئے کس سائنس کا سہارا لیا جاسکتا ہے۔ کچھ لوگ کتھاوؤں ، لوک گیتوں اور نصیحت آموز کہانیوں میں بڑی حدتک اس حقیقت اور سائنس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۔ مگر اس سائنس کی کتابیں اب بالکل مفقود نظر آتی ہیں ۔ پھر بھی کچھ حقائق ملتے ہیں - جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آدمی واقعی حیوانات اور پرندگان کی زبانیں سمجھ لیتے تھے ۔ بہت عرصہ نہیں ہوا جب لوگ دیوتاؤں کے طیاروں اور ہوائی جہازوں کی بات سن کر ہنس دیتے تھے ۔ ان کا ہوا اور خلاء میں جو ہے۔ سور ، گڑر اور نندی کی قسم کے ہوائی جہازوں میں پرواز کر کے پھول برسانا اور آشیرواد دینا یا ایک جگہ سے دوسری جگہ کا سفر کرنا بالکل غیر ممکن اور ناقابل یقین امر سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ہوائی جہازوں کو چیل کی طرح آسان میں اڑتے دیکھ کر تمام لوگ قدیم جہازوں کے وجود اور ایجاد کو سمجھنے لگے ہیں ۔ اسی طرح ہم آج کے سائنس دانوں کو جانوروں اور پرندوں کی زبان اور حرکت و سکنات سمجھنے کی سر توڑ کوشش کرتے دیکھ کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے اسلاف اور آباو اجداد مختلف زبانوں کو جاننے کے علم اور سائنس میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے ۔ راجہ بھر تری کے عہد حکومت میں ایسے بہت سے لوگ تھے جو کئی جانوروں کی زبانیں سمجھ لیتے تھے ۔

ادھر کچھ دنوں سے مغربی ممالک کے علم حیوانیات کے عالموں اور سائنسدانوں نے کیڑوں ، مکوڑوں ، پرندوں ، چرندوں اور دیگر جانوروں کی ملی جلی زندگی، سماجی کیفیت اوران کے رہنے سہنے کے طور و طریق میں کافی دلچسپی لینی شروع کردی ہے ۔ اس سلسلہ میں یہ تجربات بھی کئے جارہے ہیں کہ کن کن جانوروں میں بولنے ، سمجھنے اور سننے کی قدرت ہوتی ہے۔ اور وہ کس طرح اپنے دلی خیالات کا اظہار، حرکات و سکنات اور اشارات کے ذریعہ کرتے ہیں کچھ دن پہلے لندن کے چڑیا گھر میں کتنے ہی جانوروں اور پرندوں کو لالچ دے دے کر مائیکروفون کے سامنے بٹھایا گیا اور ان سے کچھ نہ کچھ بلوا کر ان کی الگ الگ بولیوں کے ریکارڈ کئے گئے ۔ بعد میں ان ریکارڈوں کو اسی نسل کے جانوروں کو سنایا گیا ۔ وہ کبھی کبھی اس طرف سے اداس یا مایوس ہوجاتے اور کبھی کبھی نہایت دلچسپی سے سننے لگتے تھے ۔

بھارت کی مینا

کئی پرندوں کی آوازوں کے بھی ریکارڈ تیار کئے گئے ہیں۔ سب سے مزیدار ریکارڈ بھارت کی مینا کا تیار کیا گیا ہے۔ بھارت کی مینا کی یہ خوبی ہے کہ وہ انسانوں ، جانوروں اور دیگر کئی پرندوں کی بولی کی ٹھیک نقل کرلیتی ہے۔ اس کے جی میں جب آتا ہے اسی آواز کی ہو بہو نقل کر کے ویسے ہی بولنے لگتی ہے ایک بار لندن کے چڑیا گھر کے قریب ہی فٹ بال کا میچ ہورہا تھا ۔ اس میچ میں چڑیا گھر کی ہندی مینا نے کئی بار جان بوجھ کر رنگ میں بھنگ ڈال دی ۔ اس نے ریفری کی سیٹی کی آواز کی ہو بہو نقل کرلی اور جب چاہتی ویسے ہی سیٹی بجادیتی - کھلاڑی اسے ریفری کی سیٹی کی آواز سمجھ کر یہ جاننے کیلئے کھڑے ہوجاتے کہ کیوں سیٹی بجائی گئی ؟ بڑی دیر بعد یہ راز منکشف ہوا کہ وہ بھارت کی مینا کی شرارت اور معصومانہ حرکت کے علاوہ کوئی اور بات نہیں تھی ۔ اسی طرح پچھلی جنگ عظیم میں بھارت کی ایک مینا ”گریفلس ،، نے امریکہ کا قومی ترانہ گا کر لاکھوں ڈالر چندہ اکھٹا کیا تھا ۔

شیر کی نسل

چڑیا خانے کے اندر رہنے والے شیروں اور شیر کی نسل کے دوسرے درندوں کی آوازوں کے بڑے دلچسپ ریکارڈ تیار کئے گئے ہیں ۔ ایسا اندازہ لگایا گیا ہے کہ شیر اپنے منہ سے چھ طرح کی مختلف آوازیں نکالتا ہے ۔ عام طور پر جب وہ گرجتا

یا دھاڑتا ہے تو اس سے اس کے جوش اور غصہ میں بھڑک اٹھنے کی علامت ظاہر ہوتی ہے اور اس کا یہ ارادہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے شکار کو فوراً گرفت میں لیکر ختم کردینا چاہتا ہے ۔ باگھ ، شیر کے مقابلے میں کم دھاڑتا ہے باگھ کی آواز کی ایک خاص خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ دھاڑنے کے بجائے غراتا ہے ، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دل ہی دل میں غصہ کی وجہ سے جل بھن رہا ہے یا کسی بات سے از حد متاثر یا بیقرار ہے ، جس کی شکایت غرا غرا کر کرنا چاہتا ہے ۔ بڑی بلیاں خاص طور سے وہ بلیاں جو افریقہ میں پائی جاتی ہیں ، منہ بند کر کے ایک خاص طرح کی آواز نکالتی ہیں جیسے کہ میدان جنگ میں نقارے بجتے ہوں ۔ اس آواز سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جنگ لڑنے کیلئے آمادہ ہو رہی ہیں ۔

بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ لکڑ بھگا کی آواز ایسی ہوتی ہے جیسے کہ وہ راکھششوں کی ہنسی ہنس رہا ہے ۔ مگر حقیقت میں اس طرح کی آواز تمام چتکبرے درندوں کی ہوتی ہے جو شکار مارنے کی خوشی ظاہر کرتی ہے یا کسی دشمن سے جنگ کرنے کیلئے للکارنے کی شکل ظاہر کرتی ہے ۔ بھیڑئیے ایک ساتھ مل کر ایسی آواز پیدا کرتے ہیں جیسے کسی ناٹک میں کورس گانے کا بڑا دلکش ریکارڈ تیار کیا گیا ہو اور بجایا جارہا ہو ۔

کچھ نسلوں کے ہرن اور افریقہ کے خرگوش صرف اپنی مادہ کی تلاش کرتے وقت ہی خاص قسم کی آواز نکالتے ہیں جو باجے کی سروں کی طرح ہوتی ہے ۔ کچھ ہرن اپنی مادہ کو خوش کرنے کی غرض سے اپنے پیچھے کے دانت رگڑ کو گیکانے کی آواز نکالتے ہیں ۔

بندر اور بن مانس

دوسرے حیوانات کی طرح بندر اور بن مانس کی آواز میں خیالات کا اظہار کرنے کی قوت زیادہ ہوتی ہے ۔ لیکن سائنس داں ابھی تک اپنے مشاہدات میں کامیاب نہیں ہوئے کہ ان کے اظہارات اور اشارات سے کیا کیا مطلب اخذ کیا جاسکتا ہے ۔ انہیں یہ بھی ابھی تک معلوم نہیں ہوا کہ وہ کتنا بولتے ہیں اور کتنی طرح سے بولتے اور اشارے کرتے ہیں یہ اندازہ لگانا مشکل ہے ۔ جنوبی امریکہ کے بندر گروہوں میں مل کر گانا گانا پسند کرتے ہیں ۔ وہ اتنا تیز بولتے ہیں کہ ایک بندر کی آواز جنگل میں کئی میلوں تک سنائی پڑتی ہے ۔

باتونی آدمیوں کی طرح بن مانس اتنا زیادہ بولتا ہے کہ سننے والا گھبرا جاتا ہے ۔ چڑیا گھر میں " غبن " قسم کے بن مانس آدمیوں کی زیادہ بھیڑ دیکھکر زور زور سے بولتے ہیں اور تماشہ بینوں پر ان کے چلانے سے جو اثر پڑتا ہے اسے دیکھکر وہ بڑے خوش ہوتے ہیں ۔ جب شام کو بینڈ بجتا ہے اور چڑیا گھر میں اسے سب طرف سے لاؤڈ اسپیکروں کے ساتھ " ریلے " کیا جاتا ہے تب اپنی زور دار آواز پر غرور کرنے والے غبن بن مانس پہلے تو بہت زور زور سے چلا چلا کر بینڈ کی آواز دبا دینا چاہتے ہیں مگر بعد میں اپنی شکست کا اعتراف کر کے آہستہ آہستہ چپ ہوجاتے ہیں اور آواز کی دنیا میں اپنی بے ہنگم آواز کے غرور کا سر نیچا دیکھ کر شرم کے مارے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیتے ہیں ۔

پاؤں کی بھاشا

بہت سے جانور اپنے خیالات کو پیش کرنے کیلئے پاؤں سے خاص قسم کی آواز کرتے ہیں ۔ خرگوش ، کنگرو ، لاما ، بھیڑیں خطرے سے ہوشیار کرنے کیلئے اور اپنے دشمن کو خوفزدہ کرنے کے لئے پاؤں کی بھاشا کا استعمال کرتی ہیں ۔ بھیڑئیے کا جب کسی دشمن کتے یا بھیڑئیے سے سامنا ہو جاتا ہے تو وہ اتنے زور سے مسلسل پاؤں پٹکتی ہے کہ وہ آواز کسی جنگی نقارے کی طرح سنائی پڑتی ہے ۔

بہت سے بڑے بڑے جانور بھی بڑی دلکش آواز نکالتے ہیں ۔ نیل کا دریائی گھوڑا اپنی آواز کی تیزی کو ظاہر کرنے میں ایک پٹاخے کی طرح دھاڑتا ہے اور لیبیا کا چھوٹا دریائی گھوڑا دھاڑنا شروع کرنے سے پہلے بھڑ بھڑاتا ہے ۔ ہاتھی صرف چنگھاڑتا ہی نہیں بلکہ اپنے خیالات کا اظہار کرتے وقت خاص قسم کا دھڑ دھڑاتا ہوا زور دار شور اپنی سونڈ سے نکالتا ہے ۔ جس سے ایسا معلوم پڑتا ہے کہ جیسے ہاتھی کے گلے میں انگارہ اٹک گیا ہے ۔

عرب کا اونٹ

عرب کا اونٹ چلاتا ہے ، غراتا ہے اور بابلاتا ہے ۔ کبھی وہ ایک خاص قسم کی آواز پیدا کرتے سنا گیا ہے ۔ کبھی وہ خاص طریقے سے بلبلاتا ہوا گانے لگتا ہے ۔ اس وقت اسکی گردن اور اوپر اٹھا ہوا تھوتھنی نما منہ دیکھنے کے قابل ہوتا ہے ۔ زیبرا اور زرافہ اپنی مست اور سریلی آواز میں مخمور رہتے ہیں ۔ ایک بار زیبرا کے سامنے مادہ زیبرا کی بولی کا ریکارڈ لگایا گیا تو وہ چوکنا ہوکر اور کان کھڑے کرکے اسے بڑی توجہ سے سنتا رہا ۔

ابھی تک اس طرف سائنس دانوں نے جو کچھ محنت کر کے سیکھا اور سمجھا ہے ، اس سے انہوں نے صرف جانوروں اور پرندوں کے متعلق انسانوں کی دلچسپ واقفیت بڑھائی ہے اور ساتھ ساتھ علم حیوانات کی سائنس کی کئی پیچیدگیاں بھی

73—8

ل کی ہیں اور الجھنوں کے حل طلب مسئلوں پر انسان کی
جہ مبذول کروائی ہے ۔

کرہ عرض پر جانوروں کی کتنی قسمیں پائی جاتی ہیں
ن میں پرندے ، چرندے ، درندے حشرات الارض اور سمندر
یں پائی جانے والی مخلوق بھی شامل ہے ۔ اس سوال کا جواب
ج تک کوئی بھی نہیں دے سکا ، کیونکہ جانوروں کا شمار
ر در کنار سائنس کے اس قدر ارتقاء کے باوجود ہمیں یہ بھی
لم نہیں کہ گنتی کے وہ جانور جو انسان سے بہت قریب ہیں ،
، کن صلاحیتوں اور خوبیوں کے مالک ہیں ۔ ان جانوروں کو
انے دیجئے جنہیں عام لوگ زندگی بھر دیکھ نہیں پاتے ۔
رف ان حیوانوں کو لیجئے جو ہمارے گھروں اور بازاروں
یں ہر وقت موجود رہتے ہیں ۔ کتے ، بلیاں ، گھوڑے ،
گدھے ، خرگوش ، الو ، کوے ، چیلیں ، چڑیاں ، کبوتر ۔ کیا
پ سچ سچ کہہ سکتے ہیں کہ ان جانوروں کے بارے میں آپ
کو کتنی معلومات حاصل ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کو کچھ
بھی معلوم نہیں ۔ اور آپ پر کیا منحصر ہے ، کسی بڑے سے
بڑے ماہر علم الحیوانات سے پوچھ لیجئے وہ بھی عاجزی کا
ظہار کرنے لگے گا ۔ ممکن ہے کہ وہ ان جانوروں کی جسمانی
حالت پر صحیح روشنی ڈال سکے لیکن ذہنی کیفیت اور عادات
و خصائل کے بارے میں اس کا علم بھی صفر ہوگا کیونکہ یہ
بات اب تسلیم کرلی گئی ہے کہ کسی جانور کی عادات اپنی ہی
جنس کے جانور سے نہیں ملتیں ۔ یہی وجہ ہے کہ انسان ان
جانوروں کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننے کی کوشش کر رہا
ہے اور ان کے ذہنی و جسمانی ارتقاء کے مدارج کا سراغ لگانا
چاہتا ہے ۔ ان تجربات نے جانوروں کی صلاحیتوں کو سمجھنے
میں جو مدد دی ہے اس کی روشنی میں انسان بہت سے کام
جانوروں سے لے سکتا ہے ۔ مثال کے طور پر ان سراغ رساں
کتوں کو لے لیجئے جو پولیس میں کام کرتے ہیں اور قاتلوں
اور چوروں کو پکڑنے میں مدد دیتے ہیں ۔ ہمیں معلوم ہے کہ
کتے کی قوت شامہ بہت تیز ہوتی ہے ۔ اسلئے ہم نے اس سے
فائدہ اٹھایا ۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے کتوں پر جب ابتدائی
تجربات کئے گئے تو بہت سی باتوں کا انکشاف ہوا اور پتہ چلا کہ
کتے میں سونگھنے کی قوت سب سے زیادہ ، سننے کی قوت اس
سے کم اور دیکھنے کی قوت اس سے بھی کم ہے ۔

ایک اطالوی سائینس دان نے السیشن کتے پر چند
دلچسپ تجربے کئے تھے جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ اس
کتے کو پہلے سلفر ایسڈ کی بو سونگھنے کی تربیت دی اور جب
کتا اسے اچھی طرح دوسری دواؤں میں شناخت کرنے لگا تو
ایک روز وہ کتے کو لے کر کھلے میدان میں گیا جہاں اس نے
چھ آدمیوں کو ایک لائین میں کھڑا کر کے ان کے ہاتھوں
میں پتھر تھمادئے ۔ ان پتھروں پر نمبر پڑے ہوئے تھے ۔ کتے
کو ان میں سے صرف نمبر ۲ آدمی کا ہاتھ سونگھایا گیا اور
بعد ازاں ان آدمیوں نے اپنے اپنے پتھر دور پھینک دئے
ان میں سے ہر پتھر پر سلفرایسڈ ملا ہوا تھا ۔ جب کتے کو
چھوڑا گیا تو وہ ان پتھروں کی طرف لپکا اور چند سیکنڈ کی تلاش
کے بعد نمبر ۲ پتھر فوراً اٹھا لایا ۔ اطالوی سائینس دان بیان
کرتا ہے کہ جب کتا باری باری پتھروں کو سونگھ رہا تھا تو
میں پوری توجہ سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا ۔ اس نے ہر
پتھر کو سونگھا اور چھوڑ دیا ۔ ایک لمحے کیلئے وہ پریشان
سا ہوگیا ۔ لیکن پھر دو بارہ سونگھنے لگا ۔ یکا یک اس نے کان
کھڑے کئے ، منہ اٹھاکر فضا میں کچھ سونگھا اور لپک کر
مطلوبہ پتھر منہ میں دبالیا اور جب وہ واپس دوڑا تو پہلے سے
بھی تیز رفتار کے ساتھ ۔ جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اسے اپنی
کامیابی پر کتنی خوشی ہوئی ہے ۔

ماہرین علم حشرات الارض نے انکشاف کیا ہے کہ بعض
کیڑے مکوڑوں کی قوت شامہ اس قدر قوی ہوتی ہے کہ اسے
قدرت کا ایک کھلا معجزہ ہی کہا جاسکتا ہے ۔ یہ کیڑے
میلوں دور سے اپنے ہم جنسوں کی خوشبو پالیتے ہیں ۔ اور اس
جانب بڑھنے لگتے ہیں ۔ ایک جاپانی ماہر حشرات الارض ریشم
کے کیڑے کا واقعہ بیان کرتا ہے جس پر اس نے تجربہ کیا تھا ۔

” میں نے ریشم کے چند کیڑوں کو جن میں نر اور مادہ
دونوں شامل تھے ، بید کے ایک ڈبے میں بند کیا اور اپنے گھر
سے دو میل دور جاکر اس ڈبے میں سے نر کیڑے نکال لئے
اور مادہ اسی میں رہنے دئے ۔ ڈبہ وہیں چھوڑ کر نر کیڑوں
کو گھر واپس لے آیا اور بعد ازاں ان کیڑوں کے اوپر شناخت
کے لئے ریشمی دھاگے لپیٹ کر انہیں بھی چھوڑ دیا ۔ اگلے
روز صبح جب دو میل دور اس مقام پر گیا جہاں مادہ کیڑوں
کو ڈبے کے اندر بند چھوڑ آیا تھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سب
کے سب نر کیڑے ڈبے کے اوپر رینگ رہے تھے “ ۔

جاپانی سائینس دان نے جب تحقیق کی تو پتہ چلا کہ نر
کیڑوں نے مادہ کیڑوں کا سراغ اس بو سے لگایا جو ایک روز
پیشتر دو میل لمبے راستے پر پھیل چکی تھی اور پھر ہوا کی
رہنمائی میں یہ کیڑے بو کے پیچھے پیچھے چلتے گئے اور بالآخر
مقام مقصود پر پہنچ گئے ۔ ویسے بھی یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ
ایک خاص موسم میں ان کیڑوں کے اندر سے مختلف قسم کی
خوشبوئیں پھوٹتی ہیں جو صرف جنس مخالف کو مسحور کرکے
بلانے کا کام دیتی ہیں ۔ بعد ازاں ایسا ہی تجربہ نر اور مادہ
چیونٹیوں پر کیا گیا تو وہ بھی کسی رکاوٹ کے بغیر سارا فاصلہ
طے کرکے اپنے گھروں تک پہنچ گئیں ۔

ایک فرانسیسی سائینس داں لوبک نے چیونٹیوں پر عرصہ دراز کی تحقیق اور تجربات کے بعد حاصل کردہ معلومات کو ایک کتاب میں جمع کیا تھا ۔ وہ ان کے بعض حیران کن خصائل اور خصائص بیان کرتا ہے کہ چیونٹیوں کے بیشمار قبیلے اور خاندان ہیں ۔ اور ہر ایک کی علحدہ علحدہ خصوصیات ہیں ۔ بعض قبیلے آپس میں ہمدرد دوست ہوتے ہیں اور بعض کے درمیان فطری طور پر دشمنی اور حسد کا جذبہ کار فرما ہوتا ہے اور ایسی چیونٹیاں اگر ایک دوسرے کے سامنے آجائیں تو لڑنا شروع کردیتی ہیں اور جب تک حریف کو ختم نہ کردیں ، لڑائی بند نہیں ہوتی ۔ ان کے بلوں کی خوشبو بھی علحدہ علحدہ ہوتی ہے جس سے فوراً دوست اور دشمن میں تمیز کرلیتی ہیں ۔

لوبک لکھتا ہے ۔ " میں نے دو مختلف بلوں سے جن کا درمیانی فاصلہ ساٹھ گز تھا ، سیاہ رنگ کی دس دس چیونٹیاں پکڑیں اور ان پر مختلف شناخت کے لئے سرخ اور پیلے رنگ کے نقطے لگادئے اور پھر ان چیونٹیوں کو مخالف بلوں کے قریب جا کر چھوڑ دیا ، لیکن جونہی میں نے سرخ نشان والی چیونٹیوں کو غیر قبیلے کی چیونٹیوں کے پاس چھوڑا تو وہ بیچینی اور اضطراب سے ادھر ادھر پھرنے لگیں ۔ انہوں نے بل کی طرف رخ بھی نہیں کیا بلکہ ادھر ادھر سونگھ کر اپنے گھر کا پتہ چلالیا ۔ ایک گھنٹے کے بعد جب میں نے ان دونوں بلوں کا معائنہ کیا تو پتہ چلا کہ سرخ نشان والی چیونٹیاں اپنے بل میں اور پیلے نشان والی چونٹیاں اپنے بل میں واپس پہنچ چکی تھیں " ۔

قوت سماعت میں بھی جانور انسان سے بڑھے ہوئے ہیں ۔ میں نے شروع میں کہا ہے کہ کتے میں اگرچہ سونگھنے کی قوت سب سے زیادہ ہے اور سماعت کی قوت دوسرے درجے پر ہے ۔ مگر تجربات شاھد ہیں کہ ایک ہلکی سی آواز جو انسانی کان تیس فٹ دور کے فاصلے سے سن سکتے ہیں اس سے بھی مدھم آواز ایک کتا ۲۰ فٹ کے فاصلے سے بآسانی سن لیتا ہے ۔

بلی کی قوت سماعت کتے کے مقابلے میں بہت تیز ہوتی ہے ۔ ساٹھ فٹ کے فاصلے پر اگر کوئی چوھا فرش پر چل رھا ہو تو بلی آسانی سے اس کے چلنے کی آواز سن لیتی ہے ۔ آواز کا صحیح اندازہ کرنے میں بلی کو مونچھوں کے بال " ایریل (Aerial) کا کام دیتے ھیں ۔ اونچی نیچی اور دائیں بائیں سے آنے والی آوازوں میں وہ فوراً تمیز کرلیتی ہے اور کبھی غلطی نہیں کرتی جبکہ کتا اکثر اوقات آواز سنکر غلط سمت میں دوڑتا پایا گیا ہے ۔ اندھیرے میں بلی کی قوت سماعت حیرت انگیز طور پر بڑھ جاتی ہے ۔ یہ خیال عام ہے کہ بلی اندھیرے میں روز روشن کی طرح دیکھ سکتی ہے لیکن حالیہ تجربوں نے یہ بات ثابت کی ہے کہ بلی کو اس معاملے میں دوسرے جانوروں پر فوقیت نہیں دی جاسکتی ۔ دوسرے بہت سے جانور بھی رات کو بآسانی بہت فاصلے کی چیزیں دیکھ لیتے ہیں ۔ البتہ یہ کہنا ٹھیک ہے کہ بلی کو رات کے وقت دن کے مقابلے میں اشیاء زیادہ واضح دکھائی دیتی ہیں ۔ بلی کی ناک بھی انتہائی زود حس ہوتی ہے اور ہلکی سے ہلکی بو کے ذریعے وہ اپنے شکار کا سراغ لگالیتی ہے ۔

جہاں تک آنکھوں کی قوت (قوت بصارت) کا تعلق ہے اس معاملے میں شکاری پرندوں کے سوا کوئی جانور اتنی قوت کا مالک نہیں ہے ۔ باز اور عقاب جیسے فلک پیما پرندے ہزاروں فٹ کی بلندی سے زمین پر پڑی ہوئی گوشت کی بوٹی بخوبی دیکھ لیتے ہیں ان کی آنکھیں بڑی بڑی اور دور بین کی مانند طاقتور ہوتی ہیں ۔ یہی حال الو کی آنکھوں کا ہے ۔ ایسے پرندوں کی آنکھیں بڑی ہونے کے باعث سر چھوٹا ہوتا ہے ۔ کیونکہ زیادہ جگہ تو دو آنکھیں گھیر لیتی ہیں ۔ کرۂ ارض پر پائے جانے والے ان پرندوں میں جو اڑ نہیں سکتے ، مرغ کی آنکھ سب سے زیادہ بڑی ہے ۔ اس کی ایک آنکھ کا قطر دو انچ ہوتا ہے اور دونوں آنکھوں کا وزن تقریباً ۹۰,۲۶ گرام یعنی دماغ کے مقابلے میں آنکھوں کا وزن دو گنا ہوتا ہے ۔ شتر مرغ کے علاوہ دوسرے پرندوں مثلاً چیلیں ، عقاب ، شکرے اور الو ان سب کی آنکھوں کا وزن دماغ سے دو گنا پایا جاتا ہے ۔ مشہور و معروف انگریز ماہر علم العین (Opthalmologist) تھامس شیلڈ جس نے جانوروں کی آنکھوں پر برسوں تحقیق کی تھی ، پرندوں کی آنکھوں کے بارے میں رقمطراز ہے ۔ " کرۂ ارض پر پائے جانے والے بیشمار بڑے اور چھوٹے پرندوں کی آنکھیں اپنی بناوٹ اور قوت کے اعتبار سے قدرت کا ایک بے مثال کرشمہ کہی جاسکتی ہیں ۔ یہ آنکھیں بیک وقت دور بین بھی ہیں اور خورد بین بھی ۔ شکاری پرندوں کی قوت نگاہ انسان کے مقابلے میں سو گنا زیادہ تیز ہے ۔ ایک حقیر ذرہ جو انسانی آنکھ کو ایک گز کے فاصلے سے بمشکل دکھائی دیتا ہے ، اس ذرے کو ایک پرندہ سو گز کے فاصلے سے بآسانی دیکھ لیتا ہے ۔

چھوٹی نسل کا شکرا انسانی آنکھ سے آٹھ گنا زیادہ قوت رکھتا ہے ۔ اچھی بصارت رکھنے والا ایک آدمی اندھیرے میں کسی چیز کو کچھ فاصلے سے دیکھ سکتا ہے تو الو اسی چیز کو دس گنا زیادہ فاصلے سے دیکھنے پر قادر ہے ۔

شہد کی مکھیوں پر اب تک جس قدر تحقیق اور تجربے کئے گئے ہیں ، دنیا بھر میں کسی دیگر حیوان پر نہیں کئے گئے ۔ میونخ یونیورسٹی کے پروفیسر کارل فان فرائیش شہد کی

مکھیوں پر پوری دنیا کے ماہرین علم الحیوانات کے نزدیک آخری سند تسلیم کئے جاتے ہیں ۔ انہوں نے یہ تجربات سنہ ۱۹۲۳ ع سے شروع کئے تھے اور اب تک اس کام میں مصروف ہیں ۔ گویا عمر عزیز کے چھیالیس سال انہوں نے صرف شہد کی مکھیوں کے مطالعے میں صرف کئے ۔ پروفیسر کارل ہی نے سب سے پہلے یہ دریافت کیا تھا کہ شہد کی مکھیاں مختلف رنگوں میں امتیاز کرسکتی ہیں ۔ انہیں در اصل یہ معلوم کرنے کی دھن تھی کہ شہد کی مکھیاں جب خوراک کا نیا ذخیرہ تلاش کرتی ہیں تو ایک دوسرے تک یہ خبر کس طرح اور کس انداز سے پہونچاتی ہیں ؟ یعنی مکھیوں کی زبان کونسی ہے ۔ جس میں گفتگو کرتی ہیں ۔ اس دوران میں انہوں نے بہت سے تجربے کئے اور معلوم کرلیا کہ مکھیاں رنگوں کو نہ صرف دیکھتی ہیں بلکہ ان میں تمیز بھی کرسکتی ہیں ۔

میونخ یونیورسٹی کے باغ میں جہاں بہت سی قسم کے پھولوں کے تختے بچھے تھے، پروفیسر کارل نے ایک لمبی سی میز بچھائی اور اس پر شہد سے بھرا ہوا ایک برتن رکھ دیا ۔ برتن کے قریب ہی انہوں نے گہرے نیلے رنگ کا ایک کارڈ بھی رکھ دیا ۔ باغ میں شہد کی مکھیاں اڑ رہی تھیں ۔ بہت جلد انہوں نے شہد سے بھرے ہوئے برتن کا سراغ پالیا اور میز پر جمع ہونے لگ گئیں نیلے رنگ کا بڑا سا کارڈ انہوں نے اپنے بیٹھنے کے لئے چن لیا ۔ پروفیسر کارل لکھتے ہیں ۔

” تین روز بعد میں نے شہد کا برتن جو آدھا خالی ہوچکا تھا ۔ میز سے ہٹالیا اور دوسری میز پر سرخ زرد اور سبز نیز نیلے رنگ کے چار کارڈ رکھ دیئے ۔ اس روز مکھیاں آئیں ۔ چند لمحوں تک شہد کا برتن تلاش کرتی رہیں اور پھر نیلے رنگ کے کارڈ پر جمع ہوگیں اور دیر تک انتظار کرتی رہیں کہ شاید برتن آجائے ۔ میں نے دیکھا کہ کوئی مکھی سرخ زرد اور سبز رنگ کے کارڈوں پر نہیں بیٹھی ۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ انہوں نے چاروں رنگوں میں سے نیلا رنگ آسانی سے شناخت کرلیا تھا ۔ اس کے بعد ہفتوں تک میں تجربے کرتا رہا ۔ نیلے رنگ کے بعد میں نے مکھیوں سے سیاہ ، نارنجی ، سبز اور زرد رنگ کی پہچان کروائی ۔ انہی تجربوں کے دوران میں یہ انکشاف بھی ہوا کہ شہد کی مکھیوں کو سرخ رنگ نظر نہیں آتا ۔ بعد ازاں اس کا ثبوت یوں ملا کہ باغ میں جتنے بھی سرخ پھول تھے ، مکھیاں بہت کم تعداد میں ان پر بیٹھتی تھیں ۔ شہد کی مکھیوں میں سونگھنے کی قوت کچھ زیادہ نہیں ہوتی ۔ وہ کسی شئے کو بہت قریب سے سونگھ کر ہی پتہ چلا سکتی ہیں کہ یہ ان کے کام کی ہے یا نہیں ۔

شہد کی ایک مکھی جب خوراک کا ذخیرہ دریافت کرلیتی ہے تو وہ دوسری مکھیوں کو یہ خبر کیسے پہونچاتی ہے ؟ ڈاکٹر کارل یہ راز حل کرنے کی فکر میں تھا ۔ سوچ سوچ کر اس نے ایک خاص ترکیب پر عمل کیا ۔ اس نے شہد کی مکھیوں کے لئے ایک چھتہ اس طرح بنایا کہ اس کے چاروں طرف شیشے لگائے جن میں مکھیوں کی آمد و رفت کیلئے سوراخ رکھے گئے ۔ اس طرح چھتے کے اندر آسانی سے مکھیوں کو مصروف عمل دیکھا جاسکتا تھا اور ان کے مشتعل ہوکر ایک دم حملہ کردینے کا خدشہ بھی نہیں تھا ۔ ڈاکٹر نے اپنی تجربہ گاہ کے اندر میز پر شہد کا برتن رکھ دیا اور مکھیوں کی آمد کا انتظار کرنے لگا ۔ چھتے میں اس وقت پانچ سو کے قریب پالتو مکھیاں تھیں ۔ آخر ایک مکھی اس میز پر آئی اور شہد کے برتن کا معائنہ کرنے لگی ۔ ڈاکٹر نے اس مکھی کو پکڑ کر اس کے اوپر رنگ سے نشان لگایا اور اسے چھوڑ دیا ۔ یہ مکھی سیدھی چھتے کی طرف گئی ڈاکٹر کارل نے یہ واقعہ یوں تحریر کیا ہے ۔

” مکھی پہلے تو شہد کے اوپر منڈلاتی رہی پھر اس نے شہد کو چوسا اور کھڑکی سے باہر نکل کر چھتے کی جانب اڑ گئی ۔ میں اس کے تعاقب میں گیا اور جب وہ سوراخ کے اندر سے چھتے میں داخل ہوگئی تو میں نے قریب جاکر معائنہ کیا ۔ چونکہ اس مکھی پر میں نے رنگ سے نشان لگایا تھا ۔ اس لئے اسے شناخت کرنے میں مجھے دقت نہیں ہوئی ۔ چھتے کے اندر جاتے ہی وہ ایک جگہ پر بیٹھ گئی اور پھر تیزی سے رقص کرنے لگی ۔ ایک منٹ تک وہ اسی طرح چکر لگاتی رہی ۔ حتیٰ کہ دوسری مکھیاں اس کی جانب متوجہ ہوگئیں ۔ یکا یک اس مکھی نے رقص بند کردیا اور سب سے پہلے چھتے سے باہر نکلی ۔ اس کے پیچھے سینکڑوں مکھیاں نکل آئیں اور تجربہ گاہ میں رکھی ہوئی میز پر جمع ہونے لگیں ۔ اور ایک بار پھر انہوں نے شہد کے برتن کے گرد رقص کیا ۔ یہ شاید اس مسرت کی علامت تھی کہ انہیں خوراک کا ذخیرہ مل گیا ہے “ ۔

اس طرح ڈاکٹر کارل فرانشس نے مکھیوں کی خفیہ زبان معلوم کرلی کہ وہ رقص کے ذریعے ایک دوسری تک خبر پہونچاتی ہیں ۔

* * *

کھلی ہوئی راہوں کا درد

ڈوبتے ہوئے سورج کی نارنگی کرنوں نے سرخ گلابوں کو اور بھی سرخ بنا ڈالا ہے۔

میں اپنی کوٹھی کے لان میں بیٹھی ان گلابوں کو تکتی چلی جارہی ہوں۔

جب میں نے پہلی بار انہیں دیکھا میں پانچ سال کی ننھی سی بچی تھی۔ اس وقت پاپا مجھے لئے ہوئے کھلونوں کی ایک دوکان کے اندر کھڑے تھے۔ اور میں ان کے کندھے سے لگی مسلسل روتی چلی جارہی تھی۔

پاپا میرے لئے ایک بہت قیمتی گڑیا خرید چکے تھے۔ گڑیا میری ہی پسند کی تھی جبکہ میرے پاس پہلے سے بہت ساری گڑیاں موجود تھیں۔ لیکن جب گڑیا خرید کر دکان سے باہر آنے لگے اسی وقت اچانک میری نظر خرگوشوں کی ایک جوڑی پر پڑ گئی۔ اور میں بنا کچھ بولے ایک دم پاپا کی گود سے نیچے پھسل گئی۔

یہ اتنی جلدی ہوا کہ پاپا مجھے سنبھال نہ سکے۔ اور میں شیشے کے ایک شو کیس سے ٹکرا گئی۔ چوٹ تو زیادہ نہیں لگی تھی مگر میں اتنے زور سے روئی سارے کے سارے چونک پڑے۔ تب تک پاپا مجھے اٹھا کر دوبارہ گود میں لے چکے تھے۔ اور مجھے بہلانے لگے تھے۔ مجھے چپ کرانا اتنا آسان تو نہ تھا۔

''کیا بات ہے بیٹے؟ اتنی پیاری گڑیا کی آنکھوں میں آنسو بھلے نہیں لگتے۔ ...

پاپا کے پیچھے سے یہ آواز آئی تھی۔ اور پھر میں نے دیکھا گورے گلابی رنگت والی ایک باوقار شخصیت شلوار کرتے اور صدری میں ملبوس سامنے آگئی۔ ان کی داڑھی کے چند بال سفید ہوچلے تھے۔ اور سر کے بھی

''لاؤ اسے مجھے دے دو۔ تم سے بہلنے والی نہیں۔ ..'' اتنا کہکر انہوں نے مجھے پاپا کی گود سے اپنی گود میں لے لیا۔ اور مجھے لے کر دوسری طرف چلے گئے۔ دوسرے ہی پل بنا مانگے یا بتائے خرگوشو کی وہی جوڑی میرے ہاتھ میں تھی۔

میں روتے روتے ہنس پڑی۔ اور پھر وہ مجھے لے کر دکان سے باہر کی طرف چل پڑے۔ پاپا ہمارے پیچھے کچھ دوری پر تھے۔

''مجھ سے دوستی کروگی؟'' انہوں نے اچانک پوچھ لیا۔

''... آپ تو بڑے ہیں''

''کیا بڑے آدمی سے دوستی نہیں کی جاتی''

''نا''

''کیوں؟''

''وہ کھیلتے جو نہیں''

''میں تو کھیلتا ہوں بھئی!''

سچ!!''

''بالکل سچ۔ کہو دوستی پکی؟''

''پکی'' اور پھر میں نے دائیں ہاتھ کی ایک انگلی ان کی انگلی سے چھوا کر اسے چوم لیا۔

تب تک پاپا بھی پاس آچکے تھے۔ اور میری اور ان کی دوستی پکی ہوتے دیکھ حیرانی سے میرا منہ تک رہے تھے۔ میں جو کسی انجانے آدمی کو دیکھ کر ممی کی گود میں منہ چھپالیا کرتی تھی۔ کتنی جلدی ان کی دوست بن گئی تھی۔ کیسے؟ پاپا سمجھ نہیں پائے۔

''اچھا اب تو ہم دوست بن ہی گئے لیکن یہ تو بتاؤ مجھے کہوگی کیا؟''

''انکل''

''ناری بدھو انکل لوگ بوڑھے نہیں ہوا کرتے''

بوڑھے انکل ہی کہوں گی''

''نا۔ یہ اچھا نہیں لگتا''

''پھر۔ ؟''

نانا میاں کہو مجھے ،،

" نانا میاں کے بال تو ایک دم اجلے ہوا کرتے ہیں آپ کے بال تو آدھے کالے ہیں ،،

" جب مجھے نانا میاں کہنے لگو گی نا تو میرے بال بھی پورے اجلے ہوجائیں گے ۔ ،،

"اچھا ؟ ،،

"پھر نانامیاں ہی کہو گی نا ؟ ،،

"ہاں ! ،،

اور پھر وہ مجھے لئے لئے ہی پاپا کے ساتھ ان کے کہنے پر ہمارے گھر آگئے اور بہت دیر تک میرے ساتھ کھیلتے رہے اور جب نیند کی دیوی میری آنکھوں میں بس جانے کو بیتاب ہو گئی تو وہ جانے کے لئے اٹھ گئے تب پاپا سے رہا نہ گیا اور وہ پوچھ ہی بیٹھے ۔

"میں آپ کے اس خلوص کی وجہ نہیں سمجھ سکا ۔ ! ،،

" خلوص کی کوئی وجہ نہیں ہوا کرتی بیٹے ۔ اور خلوص تو غیروں کو بھی دیا جاتا ہے ۔ جبکہ پیار صرف اپنوں کو دیا جاتا ہے اور اس کا حقدار وہی ہوتا ہے جسے ہم اپنے دل کی گہرائیوں میں بسا لیتے ہیں ۔ ،،

اتنا کہہ کر وہ اٹھے اور چلے گئے ۔

صبح کے سات بجے ہوں گے کہ دروازے پر دستک ہوئی پاپا نے اٹھکر دروازہ کھولا تو وہ پھلوں کی ٹوکری لئے سامنے کھڑے تھے ۔

اور پھر یہ روز کا معمول بن گیا ۔

میرے پاپا کا اپنا موٹر کارخانہ تھا ۔ جو جنر نجن ایونیو میں امام آٹو موبائیل کے نام سے مشہور تھا ۔ ہر روز بہت ساری کاریں مرمت کے لئے آیا کرتی تھیں ۔

نانا میاں کی انگوٹھیوں کی چھوٹی سی دکان تھی ، اس سے جو آمدنی ہوتی وہ اسے تین حصوں میں بانٹ لیتے تھے ۔ ایک حصہ غریبوں کی مدد کے لئے ہوتا تھا ۔ دوسرا میرے لئے اور تیسرے حصے سے وہ اپنا خرچ چلاتے ۔

پہلے میں ہر روز پاپا کے ساتھ کارخانے چلی جاتی تھی ، کیونکہ دن میں کم از کم دو بار مجھے دیکھے بغیر پاپا کو چین نہیں ملتا تھا ۔

پاپا آفس میں بیٹھے فائلیں دیکھتے رہتے اور میں ٹیبل پر بیٹھی رانگ نمبر پر فون کرتی رہتی ۔

جب سے نانامیاں ملے میرا آدھے سے زیادہ وقت ان کی دکان پر گزرنے لگا ۔ قیمتی سے قیمتی انگوٹھی کا ڈبہ وہ میرے سامنے کھلا چھوڑ دیتے اور میں اس سے کھیلتی رہتی ۔

شام سرخی مائل ہوچلی ہے ۔ یوں جیسے گلابوں کی لالی سورج کی کرنوں میں سما گئی ہو ۔ اور مجھے اپنے بچپن کا ایک حادثہ یاد ہو آیا ہے ۔

ہاں ایسی ہی شام تھی وہ ۔ نانا میاں کچھ سامان خریدنے کہیں گئے تھے ۔ اور میں اپنے گھریلو ملازم کے ساتھ کارخانے چلی آئی تھی ۔ اس دن ایک نئی کار مرمت کے لئے آئی تھی ۔ آبا بہت مصروف تھے ۔ مستریوں کو تنخواہ بٹوانی تھی ۔ کسی کام کی جلدی میں ایک نیپالی مزدور لڑکا کار سے چابی نکالنا بھول گیا تھا ۔ میں اکثر آئی ہوئی کاروں میں بیٹھ کر کھیلتی رہا کرتی تھی ۔ اس طرح اس کار میں بھی جا کر بیٹھ گئی اور اچانک میں نے چابی گھما کر بریک دبا دیا ۔ پھر جو کار پھسلی ہے تو بس ۔

کار کا دروازہ بھی کھلا رہ گیا تھا ۔ اور میں ہینڈل تھامے بری طرح جھکولے کھا رہی تھی ، سارے کے سارے دم بخود کھڑے کے کھڑے رہ گئے کسی کی ہمت نہیں تھی کہ چلتی گاڑی میں کود کر بریک لگادے ۔ قریب تھا کہ کار کسی درخت سے ٹکرا جاتی ۔ اچانک کوئی آتا ہوا شخص ہاتھ میں لئے سامان کو پھینک چھلانگ لگا کر کار میں کود پڑا ۔ اور بریک لگادیئے ۔

ہاں وہ نانا میاں ہی تو تھے ۔ جنھوں نے اپنی جان کی بازی لگا کر میری جان بچالی تھی ۔ ان کا سر پھٹ گیا تھا ۔ ہاتھ میں بھی چوٹ آئی تھی ۔ کئی دن وہ ہسپتال میں پڑے رہے ۔ مگر ہر روز مجھے وہیں بلوا کر دیکھنا نہ بھولے ۔

ان کا نام دلدار خان تھا ، اور وہ افغانستان کے رہنے والے تھے ۔ ان کے والد جب یہ پانچ سال کے بچے تھے تب ہی گذر گئے تھے ۔ ماں نے پال پوس کر بڑا کیا ، اٹھارہ سال کے ہوئے تو ان کی شادی بھی کرا ڈالی ، لیکن شادی کے چند ہی دنوں بعد خود بھی چل بسیں ، ماں کی موت کا غم بہت گہرا تھا ۔ پھر بھی کسی طرح انھوں نے خود کو سنبھالا اور اپنے سونے آنگن میں کھلنے والی کلی کا تصور کر کے خود کو بہلانے کی کوشش میں جٹ گئے ۔ ،،

اور ایک دن ان کے سونے آنگن میں ایک ننھی سی چیخ گونج اٹھی مگر چند ہی گھنٹوں بعد ان معصوم چیخوں میں خود ان کی آہیں بھی سمٹ گئیں ۔

اور تب یہ چوٹ ان سے سہی نہ گئی ، اور وہ مہینے بھر کی شاہدہ کو سینے سے لگائے ہندوستان چلے آئے ۔

شاھدہ بڑی ھوئی پھر اس کی شادی بھی ھو گئی ، اور اس کے آنگن میں ایک کلی بھی مسکرا پڑی ، ایک پھول کھل اٹھا ۔ گل انار جیسا ۔

اور پھر اچانک جنگ کی گھٹائیں گھر آئیں ۔ سر زمین ھند اپنے ھی بیٹوں کے خون سے نہلادی گئی ۔ اور اس کے ٹکڑے ھو گئے ۔

لاکھوں دلہنوں کی مانگ کا سیندور مٹ گیا ۔ کروڑوں ماؤں کی گود سونی ھو گئی ، وہ مکان بھی شعلوں کی نذر ھو گیا جس میں شاھدہ کے ننھے قدموں کی پہلی چاپ گونجی تھی ۔

شاھدہ ، اس کا شوھر ، اور گلنار سب راکھ بن کر بکھر گئے !

اس دن میری بسم اللہ ، یعنی مکتب تھی ، ھمارے یہاں بسم اللہ کی رسم بڑی دھوم سے منائی جاتی ھے ۔ لگتا ھے کسی کی شادی ھورھی ھو ۔

سارے مہمان جا چکے تھے ۔ سب نے میرے گلے میں بڑے بڑے پھول کے گجرے پہنائے تھے ۔ گلے میں اتنے ھار ڈالے گئے تھے کہ ان کے بوجھ سے میں جھک سی گئی تھی ۔

مگر نانا میاں نے صرف گلاب کا ایک ادھ کھلا پھول مجھے دیا تھا ، اور بولے تھے ۔ '' گڈی رانی یہ پھول جو آج تمہیں ملا ھے نا اسے علم کا پھول کہتے ھیں اسے سنبھال کر رکھنا ۔

میں ۔ پاپا ۔ امی اور نانا میاں کوٹھی کے لان میں بیٹھے تھے ۔ شام کی ھوا اپنے آنچل میں پھولوں کی خوشبو سمیٹ لائی تھی ۔ اور اسے لہرا لہرا کر خوشبو بکھیر رھی تھی ، کہ اچانک گیٹ کی زنجیر زور سے جھنجنا اٹھی ۔

پوسٹ مین ٹیلیگرام لے کر آیا تھا ۔ اور ٹیلیگرام '' کراچی '' سے آیا تھا یہ خالو ابا نے بھیجا تھا ۔

خالہ امی بہت بیمار تھیں اور امی سے ملنے کو تڑپ رھی تھیں نانی اماں کے مرنے کے بعد امی نے ھی انہیں پالا تھا ، جب نانی اماں گذریں تو خالہ امی صرف چھ سال کی ننھی سی بچی تھیں ۔

ھم کراچی پہنچ گئے ۔ لیکن میں یہ سمجھ کر کہ کراچی کہیں اور ھے ، پاپا اور ممی کو پریشان کئے رھتی کہ کراچی چلئے نہیں تو نانا میاں کے پاس پہونچا دیجئے ۔

کراچی میرے لئے چڑیا خانے جیسی کوئی چیز تھی ، ایک دن میں گھوم کر چلے آنے جیسی !

کلکتہ اور کراچی میں مجھے کوئی فرق نہیں لگتا تھا ۔ سب لوگ ویسے ھی تھے ، ویسے ھی کھانا کھاتے تھے ، ویسے ھی کپڑے پہنتے تھے ، ویسے ھی بازار اور گلیاں تھیں ۔ ویسی ھی کوٹھیاں تھیں ، اور زمین کا رنگ بھی تو ویسا ھی تھا ۔ !

ھر وقت مجھے یہ خیال پریشان کئے رھتا تھا کہ نانا میاں شاید مجھ سے ناراض ھو گئے ھیں ۔ جبھی تو مجھ سے کھیلنے نہیں آتے ۔

ربت کے اندر دبی ھوئی چنگاری ، جانے کیسی اور کہاں کی ھوا پا کر ایک بار پھر شعلہ بن گئی ۱۹۶۵ ع کی وہ گھڑی جب جنگ کے کالے بادل ایک بار پھر گھر آئے ، اور تب ۔

راستے بند ھو گئے !

پھر ھمیں وھیں کا بن جانا پڑا ۔ حالات نے ھمارے پیروں میں زنجیر ڈال دی ۔

کسی ماں سے اس کا بیٹا بچھڑ گیا ، تو کسی دولہن کی مانگ سونی ھوئی ، کسی بھائی کو خود اپنے ھی بھائی کے سینے میں گولیاں اتارنی پڑیں ۔

نظارے سسک سسک کر رونے لگے ۔
پہاڑیاں تڑپ کر اپنوں کو پکارتی رھیں ۔
راھیں چیخ چیخ کر فریاد کرتی رھیں ۔ '' ھمیں کھول دو ! ھمیں کھول دو ''

اور اب راھیں کھل گئی ھیں ۔ لیکن یہ راھیں دس سال بعد کھلی ھیں ۔

کاش یہ راھیں کبھی بند نہ ھوئی ھوتیں !!

ابھی ابھی سرفراز ماموں میرے پاس سے اٹھ کر گئے ھیں ۔ ممی میرے کندھے پر ھاتھ رکھے دور خلا میں گھورتی ھوئی جانے کیا سوچتی چلی جا رھی ھیں ۔ پاپا آرام کرسی پر ڈھیر ھوئے پڑے ھیں ۔ آج اپنی اتنی بڑی ، یعنی بیس سالہ زندگی میں میں نے پہلی بار پاپا کی آنکھوں میں آنسو دیکھے ھیں ۔

اور میرے ھاتھوں میں وھی سنہرا چھوٹا سا ڈبہ تھر تھرا رھا ھے ۔ اس ڈبے کے اندر مخمل کے کپڑے میں لپٹی سرخ گلاب کی چند سوکھی ھوئی پنکھڑیاں پڑی ھوئی ھیں ۔ یہ وھی گلاب ھے جو بسم اللہ کے دن میرے ھاتھ میں تھا ۔ پنکھڑیوں کی ہر سرسراھٹ جیسے کہہ رھی ھے '' میں علم کا پھول ھوں ، اور میری خوشبو کبھی نہیں مرتی ،، ھاں ، سچ مچ ان پنکھڑیوں میں اب تک ویسی ھی خوشبو ھے ۔ جیسی اس دن تھی جب . . . .

اسی ڈبے کے دوسرے خانے میں ھیرے کی ایک بہت ھی خوبصورت انگوٹھی جگمگا رھی ھے ، اور کاغذ کے ایک ٹکڑے پر لکھا ھوا ھے ۔ '' بی کے رانی جہیز کیلئے '' ۔

دلدار خاں ،

سر فراز ماموں نے بتایا ھے ، " وہ سارا دن باغیچے میں بیٹھے گلاب کی قلمیں بناتے رہتے تھے ، چاھے پانی برس رہا ہو ، یا جسم کو جھلسانے والی دھوپ پھیلی ہوئی ہو ۔

جاڑوں کی ٹھٹھرتی راتوں میں بھی ساری ساری رات گلاب کی کیاریوں میں بیٹھے اُن کی دیکھ بھال کرتے رہتے ۔ آدھی آدھی رات میں اٹھ کر انہیں پانی دیا کرتے ، ہمارے منع کرنے پر کہتے ۔

" گڈی رانی کو گلاب بہت پیارے ہیں نا ؟ اگر یہ سوکھ گئے تو بہت روئے گی وہ . . . ،

اور ایسی ہی ایک ٹھٹھری رات میں گلابوں کو سینچتے ہوئے انہیں فالج مار گیا اور وہ . . . گڈی رانی کا انتظار کرتے کرتے ، ایک ایسی دنیا میں جا بسے جہاں سے کوئی لوٹ کر نہیں آتا ۔

شام کا رنگ سانولا سا ہوچکا ھے ۔ پر اب بھی گلابوں کا رنگ دمک رہا ھے ۔ گلاب اب بھی سرخ ہیں ۔

میں اپنی کوٹھی کے لان میں بیٹھی ان گلابوں کو تکتی چلی جارہی ہوں ۔

ہم جو ہندوستانی تھے اور پاکستان میں جابسے تھے ۔ اور وہ جو افغانی تھے جو اپنے درد کی دوا ڈھونڈنے ہندوستان آبسے تھے

ہمارے بیچ کیسا رشتہ تھا یہ ؟
انسانیت کا ؟ پیار کا ؟ ؟ یا درد کا ؟؟ !!

* * * *

(خاندانی منصوبہ بندی وقت کی اہم ضرورت ھے)

محمود شاور

نظیر اکبر آبادی کی شاعری میں منظر نگاری

" اردو شعر و ادب کی دنیا میں منظر نگاری یا منظریہ شاعری اسے کہتے ہیں جسمیں کسی منظر کی عکاسی کی گئی ہو لیکن حقیقتاً منظر نگاری کا اطلاق صرف اس شاعری پر ہوتا ہے جسمیں مناظر قدرت بیان کئے گئے ہوں ۔ دنیا کی تقریباً عصری زبانوں میں منظر نگاری یا منظریہ شاعری ملتی ہے حتی کہ ہندی ادب میں بھی اس پر تصانیف موجود ہیں جن میں ڈاکٹر رگھوبنش اور ڈاکٹر کرن کماری گپتا کی تصنیفات قابل ذکر ہیں ۔ یہ امر مسلمہ ہیکہ اردو شاعری میں منظر نگاری کی طرف بہت کم توجہ کی گئی ہے کیونکہ اردو شعرا کی عموماً توجہ غزل و قصیدے کی طرف رہی یا پھر مثنوی و مرثیے کی جانب ۔ ویسے غزل میں منظر نگاری کی تلاش یوں بھی بے معنی ہیکہ اردو غزل داخلیت سے تعلق رکھتی ہے البتہ قصیدہ مثنوی اور مرثیے میں قدرے منظر نگاری ملتی ہے ۔ شاعری میں منظر نگاری کے فقدان کے سبب نقادوں نے بھی اس کے متعلق اپنے خیالات کا ذرا کم کم ہی اظہار کیا ہے اردو ادب کے ابتدائی دور کی شاعری میں جو منظر نگاری خال خال نظر آتی ہے اسکا تعلق ہماری سر زمین سے کم عرب و ایران سے زیادہ تھا فارسی شاعری کا اثر غالب تھا اور ہمارے ادیب و شاعر اپنی تخلیقات میں حافظ و سعدی ، ادلی و بیدل کی پیروی کرتے تھے اس وجہ سے اس دور کی شاعری میں ہندوستانی مٹی کی بو باس اور یہاں کی کھلی و صحت مند فضا نہیں ملتی اور اس امر کی جانب سب سے پہلے مولوی محمد حسین آزاد نے توجہ دلائی پھر حالی و شبلی اور سید امداد امام و مسعود حسین رضوی ادیب کی کوششوں نے منظر نگاری کو سمجھنے اور سمجھانے میں مدد دی ۔ انگریزی ادب میں ٹرسن نے منظر نگاری (Treamtent of Nature) سے تعبیر کیا اور (E-Albert) نے اسکی تائید کی اور وہ نیچر کا اطلاق ان مناظر پر کرتا ہے جو زمین ، ہوا ، اور سمندر میں بکھرے ہوئے ہیں اسی لئے تمام شاعری جو ارضی ، فضائی اور بحری مناظر سے متعلق ہے نیچرل شاعری کہلائیگی اس کلیہ کی روشنی میں ہم منظر نگاری کو نیچرل شاعری کہہ سکتے ہیں ۔

فطرت کا دائرہ بے حد وسیع ہے اور فطرت سے مراد ساری کائنات ہے جو انسانی ذات سے باہر ہے اور فطرت انسانی ذہن کی پیداوار نہیں ہے اسی لئے منظر نگاری کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے اور یہ موضوع مختلف علوم کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے انسان اور فطرت میں ایک ایسا گہرا رشتہ قائم ہے کہ انسان کو فطرت کا ایک حصہ ہی کہنا چاہئے برٹن پیٹر نام نے اپنی معرکتہ الارا تصنیف (Dust To Life) میں انسان کو فطرت کی ایک ترقی یافتہ شکل قرار دیا ہے ایک نظر میں فطرت کے مظاہرات میں عجیب طرح کی بے ربطی نظر آتی ہے مگر در اصل فطرت میں ایک زبردست قسم کی تنظیم موجود ہے اور انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے اس لئے فطرت سے متاثر ہونا اسکا خاصہ ہے یہ ایک عالمگیر جذبہ ہے جسکا تعلق کسی مخصوص ملک کے باشندوں سے نہیں ہے بلکہ ہر ملک کے رہنے والے فطرت سے متاثر و محظوظ ہوتے ہیں ۔

انسان کے فطرت سے باہمی رابطے کی وجہ ادب اور فطرت میں بھی ایک گہرا باہمی تعلق ہے اسی سبب دنیا کی ہر زبان کے ادب میں فطرت کی جھلکیاں موجود ہیں عالمی ادب میں شعرا نے نہ صرف مناظر قدرت پر براہ راست نظمیں لکھیں بلکہ تشبیہات و استعارے بھی دیئے مثلاً یونانی شاعر ہومر رومی شاعر درجل انگلستانی شاعر آرنالڈ اور ٹینی سن کے شاہکار اسکا بین ثبوت ہیں ۔

شعرا تشبیہات کیلئے اپنے آس پاس کے ماحول اور اپنے ملک کی اشیا' سے استفادہ کرتے ہیں اور جو ان کی آنکھ دیکھتی ہے اور مشاہدہ و مطالعہ کرتی ہے اسی کو وہ شعری جامہ پہنا دیتے ہیں اردو شاعری کی با قاعدہ ابتدا دکن سے ہوئی اور دکن میں زیادہ تر مثنوی ، قصیدے اور مرثیے کی جانب توجہ دی گئی لیکن اسکے باوجود جو منظر نگاری دکن کی شاعری میں ملتی ہے وہ شمالی ہند کے شعری ادب کی منظر نگاری کی بہ نسبت مبالغے اور تصنع سے پاک ہے در حقیقت اردو شاعری میں منظر نگاری نے کوئی مستقبل اختیار نہیں کیا جیسی کہ انگریزی

شاعری میں ملتی ہے اس مسئلے پر بیشتر نقادوں نے غور کیا اور منظر نگاری کی کمی کے اسباب بھی گنوائے ہیں ۔

اردو شاعری کے بعد قدیم ، اور متوسط اور دور آخر میں ہمیں منظر نگاری کی اصلی و حقیقی مثالیں بہت کم ملتی ہیں لیکن دور جدید میں منظر نگاری اپنی تمام تر رعنائیوں ، صحت مندیوں اور جلوہ سامانیوں کے ساتھ جلوہ افروز ہوگئی ہے اور اسکا سہرا آزاد کے سر ہے ان کے بعد حالی نے اس علم کو سنبھالا پھر تو ایک صف در صف بنتی گئی ، جسمیں اسماعیل میرٹھی وحیدالدین سلیم ، شوق قدوائی ، علامہ اقبال ، جوش ، سیماب اکبر آبادی ، اختر شیرانی ، اثر لکھنوی ، حفیظ جالندھری اور حامد اللہ افسر کھڑے ہیں محمد قلی قطب شاہ ثانی کے بعد نظیر اکبر آبادی ہی وہ شاعر ہیں جنھوں نے پہلی بار بھر پور اور توانا انداز میں مناظر قدرت کو اپنے کلام میں نہ صرف جگہ دی بلکہ انسان کو فطرت سے قریب ہونے کی شعوری کوشش کرتے ہوئے اسے لمحہ فکر بھی عطا کیا ۔

نظیر اپنے عہد کے بہت بڑے صوفی تھے اور انھوں نے مطالعہ فطرت کے ذریعہ عرفان الٰہی حاصل کیا تھا نظیر اکبر آبادی کو از سر نو عوام و خواص سے روشناس کرانے میں نیاز فتح پوری کو بڑا دخل ہے وگر نہ میر و سودا کے زمانے کے تذکرہ نگاروں نے نظیر کو طبقہ جہلا کا شاعر قرار دیا تھا نظیر کو اپنے عہد میں عزت و شہرت اس لئے نہیں مل سکی کہ شعر ادب کا تعلق دربار سے تھا اور شعراء کا عوام سے براہ راست مخاطب ہونا یا ان کے خیالات و جذبات کی ترجمانی کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا اسمیں شک و شبہ نہیں کہ نظیر عوام کے تمام طبقات کے احساسات وجذبات کے ترجمان تھے وہ ان کی خوشی اور دکھ میں برابر کے شریک رہے اور ان کے تجربات کو شاعری کے سانچے میں ڈھالا ایک عام خیال یہ بھی ہے کہ نظیر کے کلام میں فلسفہ یا بلندی خیال نہیں جبکہ یہ سراسر نا درست ہے نظیر کی انسانی دوستی اور بلندی خیال کی مثالوں کیلئے اسکی نظموں بنجارہ نامہ ، آدمی نامہ ، کار گاہ عالم پر بھونچال ، شہر آشوب آگرہ ، مفلسی ، آٹے کے بیان میں ، ہولی ، دیوالی ، برسات کی بہاریں ۔ گلدستہ قدرت ، اسرار قدرت ، اور روٹیوں کی تعریف کا مطالعہ کافی ہے نظیر نے کافی لمبی عمر پائی اور یکے بعد دیگرے میر ، سودا ، درد ، جرأت ، انشاء اور مصحفی کا دور دیکھا ادبی ادوار میں تبدیلیاں دیکھیں اور زمانے کے سرد و گرم بھی لیکن نظیر کا رنگ ان سب سے جدا اور سب سے الگ و منفرد تھا ۔

نظیر اردو کا پہلا باغی شاعر ہے جس نے اپنے دور کے مروجہ رنگ شاعری سے نہ صرف بغاوت کی بلکہ ایک نئے مکتب فکر یعنی عوامی شاعری کی بنیاد ڈالی ۔ نظیر نے شاعری کے دائرے کو وسعت دیتے ہوئے اسے زندگی سے ہم آہنگ کیا وہ اپنے طرز و رنگ کا خود ہی موجد تھا ۔ اور اسکی ذات پر اس رنگ کا خاتمہ بھی ہوگیا۔ اسکے کلام میں زندگی کے تمام پہلو اپنی تابانیوں کے ساتھ جلوہ گر ہیں اور سب سے بڑی خصوصیت انسان ، سماج ، کائنات اور زندگی کی جزئیات نگاری اور مناظر فطرت کی پیشکشی ہے وہ فطرت کے سہین سے سہین تر اور لطیف سے لطیف تر جذبات و احساسات کو بھی سمجھتا اور اسے من و عن پیش کردیتا ہے ۔ ” گو کہ اس عمل میں کہیں کہیں اسکی تحریروں میں قدرے عریانی بھی آگئی ہے لیکن یہ عریانی نہیں بلکہ حقیقت نگاری کہلائیگی۔ نظیر اکبر آبادی گاندھی جی سے بھی قبل اہسا (Non-Violence) کا پہلا داعی ہے نظیر کی انسان دوستی نے اسے جو مرتبہ عطا کیا ہے وہ شائد اس سے چھینا نہیں جاسکتا ۔ انسان دوستی مطالعہ و مشاہدہ کائنات اور عوام پرستی ہی وہ مخزن ہیں جہاں سے نظیر اپنی شاعری کیلئے قوت و صداقت کے موتی چنتا ہے ۔ اسکا ذہن بنا کسی ہیر پھیر اور فلسفہ و منطق کے انسانی مساوات کی بنیادی حقیقت کا ادراک حاصل کرتا اور اسکی مدد سے مصنوعی تہذیب اور انسانی سماج کی عائد کردہ بلندی و پستی کی حدوں کو پھلانگ کر اپنے وسیع مطالعہ ، مشاہدے اور ذاتی تجربے سے انسانیت کے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے ۔ نظیر کی بڑائی اس امر میں نہیں ہے کہ اسنے ہر شئے کی من و عن تصویر کشی کی ہے بلکہ اسکی بزرگی و عظمت اسمیں ہیکہ وہ فن شاعری کے دھاروں کو خواص کے محلوں سے عوام کے گھروں کی طرف موڑ نے اور اردو شاعری کو عوامی موضوعات بخشنے والا پہلا عظیم شاعر ہے۔ علاوہ ازیں اردو زبان کو دقیق فارسیت کے حصار سے نکال کر عوامی بول چال میں ادبیت کا پیام سنانے کا سہرا بھی نظیر کے سر بند ہے گا نظیر کا تعلق اپنے عہد کے ہر گروہ ہر مذہب اور ہر طبقے سے تھا تبھی تو اسکی نظموں میں ان تمام طبقوں کے لوگ جیتے جاگتے متحرک اور سانس لیتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔

انیس اور جوش نے زبان کے انترے کو اسکی انتہا پر پہونچا دیا تھا مگر نظیر نے زبان کے مدھم سر کو دریافت کیا ۔ نظیر کا لہجہ در اصل کبیر کی لے کا دوسرا نام ہے کیونکہ اسمیں جو پگھلی ہوئی انسانیت ، گرمی گداز اور اپنائیت و حرارت کی فضا ہے وہ بجائے خود ایک مکمل اخلاق نظام کی بو باس لئے ہوئے ہے ۔ نظیر کے تعلق سے اگر یہ کہا جائے کہ وہ عوامی شعور کی خوابیدہ طاقتوں کی پہلی بھر پور مکمل انگڑائی ہیں تو مبالغہ نہ ہوگا نظیر آرٹ کا نمائندہ بھی ہے اور اخلاق و کردار کا علمبردار بھی ۔ اسنے انسان کی فطرت اور مناظر

فطرت سے وابستگی کا اولین درس دیگر انسانیت پر کرم کیا اسی لئے پروفیسر احتشام حسین مرحوم نے نظیر کے بارے میں ایک جگہ لکھا ہے کہ۔

''وہ ے دور کے سب سے بڑے ترجمان کہے جاسکتے ہیں ان کے کلام کے مطالعے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ انکا مشاہدہ ایک تماشائی یا تخیل پرست کا مشاہدہ نہیں بلکہ غم اور خوشی کی ان منزلوں سے گزرنے والے کا مشاہدہ ہے جو اپنے طبقے کے نقطہ نظر میں محدود نہیں ہے اور یہی نظیر کی بڑائی ہے۔''

نظیر کے فن اور اسکی خصوصیات کو سمجھنے اور اسکے دیگر فنی پہلوؤں پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے جیسے جیسے تنقید و تحقیق کی راہیں استوار ہوتی جائینگی اردو زبان و ادب پر مزید کام ہوگا اور آنے والا زمانہ جب انسان کو فطرت اور مناظر فطرت سے اور قریب ہونے کا موقعہ دیگا تب پتہ چلیگا کہ نظیر نہ صرف ایک رجل عظیم تھا بلکہ اردو شاعری میں فطرت و منظر نگاری کے باب کو ادا کرنے والا پہلا فرد بھی تھا۔

* * *

(محنت سے قوم طاقتور بنتی ہے)

بائیں جانب اوپر :- شریمتی شاردا مکرجی گورنر نے ۲۱ - مارچ کو گولکنڈہ حیدر آباد میں سولہویں'' جشن محمد قلی قطب شاہ ،، کی تقاریب کا افتتاح کیا -

بائیں جانب درمیان میں :- شری والڈا میر ، قونصل جنرل ، سوویٹ روس نے ۲۳ - مارچ کو راج بھون میں گورنر سے ملاقات کی -

بائیں جانب نیچے :- شری والڈا میر بی - کوشیلیو ، قونصل جنرل سوویٹ روس نے ۲۰ - مارچ کو گرین لینڈز میں چیف منسٹر ڈاکٹر چنا ریڈی سے ملاقات کی -

دائیں جانب اوپر :- چیف منسٹر اور دوسرے وزراء کے خیر مقدم کے لئے اے - پی اولمپک اسوسی ایشن کی جانب سے ۲۱ - مارچ کو وکٹری پلے گراؤنڈ حیدر آباد میں ایک تہنیتی تقریب منعقد کی گئی -

دائیں جانب نیچے :- شری وانگ پن نان کی سرکردگی میں چین کے ایک خیر سگالی وفد نے ۱۷ - مارچ کو گرین لینڈز میں چیف منسٹر سے ملاقات کی -

شہباز پرویز

ماہ لقا بائی چندا

ہندوستان کا چوتھا بڑا شہر اور ریاست آندھرا پردیش
دارالخلافہ حیدرآباد اپنی گنگا جمنی تہذیب اور خوبصورت
رات کے لئے اپنا ثانی نہیں رکھتا اس مشترکہ تہذیب کے
نے بانے میں ہر مذھب و ملت کی مساعی شامل ھیں ۔
اں کے فن تعمیر کی خصوصیت ہندو و مسلم ثقافت کا وہ حسین
تزاج ھے جسکا مکمل نمونہ جامعہ عثمانیہ کے " آرٹس کالج "
، وہ شاندار عمارت ھے جو بلدہ حیدر آباد سے چھ میل دور
اڈیکمیٹ " میں واقع ھے ۔

فن تعمیر کے اس نادر نمونہ کو حیرت و استعجاب سے
بکھنے والے اس بات سے بہت کم واقف ھیں کہ یہ عمارت جس
ر زمین پر کھڑی ھے وہ کسی زمانہ میں ماہ لقا بائی چندا کی
اگیر تھی ۔

ماہ لقا بائی چندا کا شمار ان خواتین میں ھے جنہیں
رت نے حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت اور دیگر خصوصیات
ے نوازنے میں نہایت فیاضی کا ثبوت دیا تھا ۔ بہت کم لوگ اسم
مسمی ھوا کرتے ہیں مگر واقعہ تو یہ ھیکہ اسکے باپ
در خان بخش اور ماں راج کنور بائی نے اپنی بیٹی کو
چندا ، کا نام دیکر اسکے حسن سے پورا پورا انصاف کیا ۔
کا چہرہ چاند سے زیادہ منور تھا اور اسکی شخصیت اسکی جاگیر
تعمیر شدہ جامعہ عثمانیہ کی عمارت کی طرح با وقار تھی ۔

چندا کے نانا میر غلام حسین کا تعلق ترکان بارھا سے
ا جنہوں نے گجرات میں سکونت اختیار کرلی تھی ۔ میر غلام
سین نے جو خود بھی کافی وجیہہ شخص تھے سورت کی ایک
سین لڑکی سے شادی کی ۔ انکی بے وقت موت نے انکی بیوہ اور
ن لڑکیوں کو معاشی مصائب میں مبتلا کردیا اسلئے کہ
رائے موروثی حسن کے انکے پاس اور کوئی دولت نہیں تھی
وہ نے یہی مناسب سمجھا کہ اپنی بچیوں کو فن موسیقی و رقص
، تعلیم دے تا کہ دربار میں انکی رسائی ممکن ھوسکے اور
ہیں اچھے " بر " مل سکیں ۔

ان تینوں بہنوں میں سب سے چھوٹی بہن راج کنور بائی
کی شادی بہادر خان بسالت خان بخش سے ھوئی جو حیدر آباد
کا ایک جغتائی برلاس ترک تھا ۔ اور چندا انہیں سے ۱۱۸۱ ھ
میں پیدا ھوئی ۔ دوسری بہن مہتاب کنور بائی " صاحب جی
صاحبہ " کی شادی عظیم الامراء ارسطو جاہ سے ھوئی جو حیدرآباد
کے مدارالمہام تھے ۔ چونکہ مہتاب کنور بائی کے کوئی اولاد
نہ تھی اسلئے اسنے اپنی بھانجی چندا کو گود لیا ۔ اس طرح
چندا نے اٹھارھویں صدی کے حیدر آباد کی الجھی ھوئی سیاست
کے ماحول میں ھوش سنبھالا ۔ جسمیں آگے چلکر اسے ایک
اہم حصہ ادا کرنا تھا ۔ عمر کے ساتھ ساتھ چندا کی فنکارانہ
صلاحیتیں بھی ابھرنے لگیں ۔ عربی ، فارسی ، اور اردو سے اسے
لگاؤ تھا ۔ خوش حال خان جیسے ماھر رقص نے اسے فن رقص
کی تعلیم دی ۔ ایمان نے اسکی شاعرانہ صلاحیتوں کو اجاگر کیا ،
امیرانہ ماحول ، بہترین تربیت اور خود چنداکی خداداد صلاحیتیں ۔
غرض چندا بہت جلد " ھر فن مولی " بن گئی ۔ وہ ایک اچھی
شاعرہ تھی ۔ سروری صاحب نے اسے " اردو کی پہلی صاحب
دیوان شاعرہ " کہا ھے ۔ سنہ ۱۲۶۶ ھ میں خود اسنے اپنی
غزلوں کا دیوان مرتب کیا جسمیں ۱۲۰ غزلیات ھیں ۔ اسکے
دیوان کی خصوصیت یہ ھیکہ اسکی ھر غزل میں صرف پانچ پانچ
شعر ھیں ، اسکے مندرجہ ذیل ایک دو شعر جو اسنے غالب
کی زمین میں کہے ھیں کے پڑھنے سے اسکی فکر رسا کا اندازہ
ھوسکتا ھے ۔

سال مہ نو کو کم دیکھتے ھیں
وہ ابرو کا تیرے جو خم دیکھتے ھیں

حرم کو بنایا ھے بس دیر دل میں
تجھے جب سے ھم اے صنم دیکھتے ھیں

اس نے نہ صرف پنجتن پاک کے نام کے پانچ شعر کہے
ھیں بلکہ تقریباً تمام غزلوں کے مقطع منقبت ھیں ۔ چندا کا
پیرایہ بیحد شیریں اور لطیف ھے ۔

مثل بلبل جو اسے دیکھے غزلخواں کیوں نہ ھو
یا علی چندا تیرے گلشن سے پائی ھے بہار

چندا کی شاعری میں فطرتاً نسائیت کی جھلک نظر آتی ہے اور یہ ایک دلچسپ بات ہے کہ اردو زبان صنف لطیف کے ادبی افکار اور شعری کاوشوں سے بھی کافی مالا مال ہے۔ چندا کا کلام ایک ایسی عورت کا کلام معلوم ہوتا ہے جو شباب و حسن کے نشہ سے مخمور ہو اور جو دائمی اور سچی محبت کی پیاسی ہو۔ عامیانہ افکار اور جذبات سے اس کی شاعری پاک ہے۔

میرے نازک مزاجی کی خبر رکھتا نہیں ہرگز
وہ سنگین دل نہیں ممکن کسی کا ہو کبھی عاشق

وہ ایک اچھی موسیقار اور رقاصہ تھی ۔

— دربار نظام کے در و دیوار طبلہ کی تھاپ پر اس کے گھنگروؤں کی جھنکار سے ایک عرصہ تک گونجتے رہے۔

علم و ادب سے اسکے لگاؤ کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جب آصفجاہ سوم کے حکم سے دکن کی تاریخ مرتب کی جانے لگی تو اس کے کتب خانہ سے اس قدر استفادہ کیا گیا کہ اس تاریخ کا نام ہی ۔''مہ نامہ،، رکھدیا گیا ۔ ''ماہ نامہ،، کو غلام حسین خان جوہر نے مرتب کیا تھا ۔

اسکے ملنے جلنے والوں میں ہر قسم اور ہر مسلک کے لوگ تھے لیکن چندا نے اس میل ملاپ کے وقت نفسیاتی پہلو کو ہمیشہ پیش نظر رکھا ۔ اسنے بھانپ لیا تھا کہ درباداری اور پھر آصفجاہی دربار سے تعلق کوئی آسان کام نہیں۔ کسی واقعہ کے دوررس اثرات و نتائج کا اسے بخوبی اندازہ تھا وہ ہر مزاج کو سمجھتی تھی اور موقع اور محل کی نزاکت ہمیشہ اسکے پیش نظر رہی ۔ اس کی سوانح حیات لکھنے والوں نے ''خاتون شیریں زبان و بذلہ سنج ،، کے نام سے یاد کیا ہے۔ اور حقیقت بھی ہے کہ برجستہ جواب دینے، مزاج کو سمجھنے اور حالات کے تقاضوں کے مطابق اپنی آن بان کو قائم رکھتے ہوئے قدم اٹھانے والوں میں چندا کا اپنا ایک انفرادی مقام تھا ۔ '' زبان شیریں و ملک گیری ،، کے اصول کو اسنے ہمیشہ اپنایا ۔ یہی وجہ ہیکہ اسکے حسن صورت و سیرت اور اثر و رسوخ کے باوجود ہمیں کوئی ایسا کردار نہیں ملتا جو اس سے حسد یا بغض رکھتا ہو یا جس سے اسنے بگاڑ مول لیا ہو، نوک جھونک، لفظی تکرار، بحث مباحثہ ۔ غرض ہر وقت چندا نے ادب و شائستگی اور سنجیدگی کے ماحول کو برقرار رکھا اور یہی اس کے کردار کا سب سے روشن پہلو ہے۔

چندا دربار سے وابستہ تھی اور دربار داری مزاج داری چاہتی ہے چندا اس فن میں یکتا تھی شاہی دربار بالخصوص آصفجاہی دربار سازشوں کا ''گڑھ ،، رہے ہیں اور شاید ہی کوئی خوش نصیب ہوگا جسکا دامن اس سے آلودہ نہ ہوا ہو لیکن دربار اور اسکے عمائد و اکابر سے تعلق رکھنے کے باوجود چندا کا کردار اس قدر بیداغ رہا ہے کہ والی ریاست سے اسکی بیوفائی یا کسی امیر سے اس کی ناجائز وابستگی کا کوئی مسلمہ ثبوت نہیں ملتا ۔

وہ حسین تھی اور حسن عشق کو جنم دیتا ہے۔ چندا کے بھی کئی عشاق تھے ۔ ریاست کے دیوان میرعالم اس کی زلف گرہ گیر کے اسیر تھے ۔ اور اس کے چاہنے والوں میں ساتھ ہی ساتھ راجہ راؤ رنبھا اور چندولعل پیشکار کے نام بھی ہمیں ملتے ہیں ۔ چندو لعل سے وہ اس قدر قریب رہی کہ بعض مورخین نے اس دور کو '' چندو اور چندا کا دور ،، کہا ہے ۔

وہ ذہین تھی اور ذہانت اچھائی اور برائی میں فرق کرنا جانتی ہے۔ ان تمام سے اس قدر قریبی تعلقات رکھنے کے باوجود چندا کی غیرت نے کبھی یہ گوارہ نہیں کیا کہ وہ کسی کی کنیز یا ''خواص ،، بنی رہے۔ وہ عشق اور ہوس میں فرق کرسکتی تھی ۔ اس لئے اسنے عمر بھر غیر شادی شدہ رہنا پسند کیا۔ مگر ریاست کے مفاد کی خاطر اس نے ہر ایک کے ساتھ خوشگوار تعلقات برقرار رکھے ۔ قلعہ نرسل کی فتح اور پنگل کی مہم کے دوران اس نے قابل قدر خدمات انجام دیں ۔ جنکے صلہ میں اسے '' ماہ لقا،، کا خطاب دیا گیا ۔

خطاب کے ساتھ ساتھ دیگر اعزازات جیسے نوبت خانہ و گھڑیال بھی عطا کئے گئے اور جاگیر بھی دی گئی جسمیں اڈیکمیٹ کا وہ قطعہ زمین بھی ہے جس پر جامعہ عثمانیہ کی عمارات تعمیر کی گئی ہیں ۔

دربار نظام اور پونا کے پیشوا کے تعلقات اکثر کشیدہ رہا کرتے تھے ۔ اس کشیدگی کو دور کرنے میں چندا نے جو اہم تاریخی حصہ ادا کیا ہے وہ تاریخ دکن کا ایک خاص باب ہے۔ چندا کو دربار نظام سے ایک سفارتی مشن کے رکن کی حیثیت سے پونا روانہ کیا گیا ۔ کہا جاتا ہے کہ وہ پیشوا کے روبرو بیٹھی تھی کہ اتفاقاً اس کے گلے میں پروئی ہوئی موتیوں کی تین لڑیوں والی مالا جسے ''بدی ،، کہا جاتا ہے (آج بھی حیدرآباد میں دلہا دلہن یہی پھولوں کی '' بدی ،، پہنتے ہیں) ٹوٹ گئی اور بڑے بڑے آبدار موتی ادھر ادھر بکھر گئے ۔ ان کو چننے کے لئے خود پیشوا نیچے جھک گئے چندا نے بڑی حیرت سے پیشوا کو دیکھا اور بڑے اطمینان سے خواہش کی کہ ان بھکرے ہوئے موتیوں کو ملازمین میں

تقسیم کردیا جائے ۔ اس لئے کہ گری ہوئی چیزوں کو استعال کرنا حیدرآبادیوں کے نزدیک ایک معیوب بات ہے ۔ پیشوا کو اس جواب سے،اس داد و دھشں سے اس فراخدلی سے بڑی مسرت ہوئی اور حیدرآبادی دولت کی دھاک جسکے قصے ابتک صرف افسانوں کی حیثیت رکھتے تھے اور چندا کی شخصیت کی ساکھ سب پر بیٹھ گئی ۔ پیشوا نے کافی تحائف و انعام دیکر اسے واپس کیا حیدرآباد اور پونا میں خوشگوار تعلقات کے آثار پیدا ہوگئے ۔

عمر ڈھلنے کے ساتھ ساتھ ماہ لقا بائی چندا کا میلان مذھب کی طرف بڑھتا گیا اور اس کی شاعری پر بھی مذھبی رنگ چڑھنے لگا۔ اسنے کوہ مولا علی پر ایک بارہ دری، ایک حوض اور خود اپنا مقبرہ تعمیر کرایا ۔

عمر رسیدہ ھونے کے باوجود اس کی روزمرہ کی مصروفیتوں میں کوئی فرق نہیں آیا وہ بہت صبح اٹھتی ۔ فجر کی نماز کے بعد ناشتہ تک قرآن شریف کی تلاوت کرتی ۔ اسکے صبح اور دوپہر کے دسترخوان پر علماؑ کی اچھی خاصی تعداد موجود رھتی ۔ نمازِ عصر کے بعد تھوڑی دیر آرام کرتی اور پھر اپنا "چھوٹا سا دربار،، منعقد کرتی ۔ جاگیر کے انتظامات سے متعلق احکام صادر کرتی ۔ علماؑ، طلباؑ، بیوگان اور بچوں کی نگہداشت کرتی جنکی وہ کفیل تھی ۔ اس کے بعد طلبی پر وہ نظام کے دربار میں حاضر ھوتی اسکے ھرمجرے کے لئے ایک ھزار انعام مقرر تھا اور واپس ھونے کے بعد رات دیر گئے اپنے محبوب مشغلہ رقص و موسیقی کی مشق کیا کرتی ۔

ماہ لقا بائی چندا ھر سال کوہ مولا علی پر "کھٹ درشن میلہ،، منعقد کیا کرتی ۔ اس سے غالباً مولاعلی میلہ کا آغاز ہوا جو آج بھی ھر سال منایا جاتا ھے۔ اس میلہ کے پہلے دن مذھبی علماؑ اور ادیب، دوسرے دن فقراؑ، تیسرے دن عوام بلا لحاظ مذھب و ملت اور چوتھے دن یوگیوں اور اور بیراگیوں کو مدعو کیا جاتا ۔ تیسرے دن بالخصوص غریبوں کو کھانا کھلایا جاتا ھے ۔ بیراگیوں اور یوگیوں کی دعوت کا انتظام علحدہ برھمنوں کے ذریعہ کیا جاتا تھا ۔ میلہ کے دوران میں سارے ھندوستان سے شاعر فنکار اور موسیقار حیدرآباد چلے آتے ۔ یہ میلہ سنہ ۱۸۲۳ میں ماہ لقا بائی چندا کی وفات تک ھر سال منعقد ھوتا رھا ۔

سنہ ۱۲۴۰ھ میں چندا کا ساٹھ سال کی عمر میں انتقال ہوا اسکے مقبرہ پر درج اس مصرحہ سے تاریخ وفات نکلتی ھے۔

"راھی جنت شدہ ماہ لقائی دکن،،

اس نے اپنی زندگی میں ایک لاکھ کے صرفہ سے اپنا مقبرہ تیار کرایا تھا جسکا نقشہ بھی خود اس نے بنایا تھا ۔

ایک عرصہ تک حکومت کی جانب سے ماہ لقا بائی چندا کی برسی کوہ مولا علی پر منائی جاتی رھی ۔ آج اس کامقبرہ ویران ھےلیکن تاریخ دکن میں اسکے چھوڑے ھوئے کارنامے ان مٹ ھیں ۔ نظروں کو خیرہ کرنے والا اس کا حسن، عقل و دانش کو حیران کرنے والی اس کی صلاحیتیں اور حیرت میں ڈالنے والی اس کی داد و دھشں یقیناً امر ھے ۔

* * *

اسعد بدایونی

غزل

کبھی جو داغ جنوں کہکشاں ٹھہر جائے
تو اہل ہوش و خرد کو گراں ٹھہر جائے

کچھ اور تیز خیالوں کے اسپ تازہ دم
وہ منزلیں ہی نہیں تو جہاں ٹھہر جائے

کبھی تو خانہ دل میں کوئی قیام کرے
کسی کی یاد کبھی تو یہاں ٹھہر جائے

اگر بہار کی صورت نہ رہ سکے دل میں
تو ٹھیک ہے وہ برنگ خزاں ٹھہر جائے

یہ آرزو ہے کہ فکر سخن کو ترک کریں
یہ چاہتے ہیں کہ جوئے رواں ٹھہر جائے

ٹھہر گیا ہے جنوں میرا اسطرح جیسے
قریب آمد شب کارواں ٹھہر جائے

مری شکست کا باعث بنے مری کاوش
تری نگاہ میں جب رائیگاں ٹھہر جائے

کہیں تو اسکو برسنا ہے پھر نہ کیوں اسعد
زمین دل پہ ہی ابر رواں ٹھہر جائے

* * * * *

نعیم راھی

غزل

جو رات کی تاریک فصیلوں سے چلا ہے
کیوں دن کے اجالوں میں کھڑا کانپ رہا ہے

یہ میرا مقدر تھا ، اسے میں نے پیا ہے
جس ساغر رنگین پہ مرا نام لکھا ہے

کس کس سے کہوں آج کی افتاد کا قصہ
حالات نے دل میں کوئی نشتر سا رکھا ہے

محسوس یہ ہوتا ہے وجود غم ہستی
حالات کی اس دھوپ میں جلتی سی چتا ہے

ہر رات کے آنچل میں شرارے ھی بھرے ھیں
شاید یہ مرے جرم محبت کی سزا ہے

تاریکی اوھام میں یہ پیار کا سورج
جینے کی علامت ہے وفاؤں کی ضیاء ہے

سائے کی طرف دوڑنے والوں سے یہ پوچھو
سائے پہ نہیں زیست کا احساس ھوا ہے !

بے نام سی لذت میں بہت دیر سے گم ھوں
کیا جانئیے ، کیا ڈوبتی آنکھوں نے کہا ہے

کچھ اشک ملے ، درد ملے ، طنز ملے ھیں
راھی مجھے جینے کا یہ انعا[illegible] ملا ہے

* * * *

نور محمد یاس

دو غزلیں

اتنی بھی رہے نہ ابتری گھر میں
مکھڑا ہو نہ کوئی آرسی گھر میں

پندا نہیں میری سیج پر کوئی
کیوں جھانک رہی ہے چاندنی گھر میں

دروازے کھلے نہ تھے مگر پھر بھی
در آئی سہیب تیرگی گھر میں

کل گو نجتے شہر سے میں پلٹا تو
خاموشی عذاب بن گئی گھر میں

ابھرا ذہنی افق پہ وہ منظر
آنکھوں نے جسے جگہ نہ دی گھر میں

احساس کی دھوپ اور خیالی چاند
مشعل نہ جلاؤ کاغذی گھر میں

پھیلی جو بدن میں خواہشوں کی آگ
محسوس ہوئی اک آنچ سی گھر میں

صحرا میں نجانے دلکشی کیا تھی
لگتا ہی نہیں ہے اب تو جی گھر میں

چہرے سے تہیں اتار پھینکو یاس
کوئی بھی نہیں ہے اجنبی، گھر میں

* * * *

میں خود میں غرق تھا دنیا مجھے لبھاتی گیا
سطح کی گرد تہوں پر قدم جاتی گیا

شکست ہوگئے حرف و صدا کے آئینے
مرے سکوت کی تصویر رنگ لاتی گیا

نیا شعور ملا اپنے تجربوں سے مجھے
دریچے کھلتے تو گھر میں ہوا نہ آتی گیا

نظر اندھیروں میں گم تھی مگر سوال یہ ہے
کرن ابھرتی تو ہم کو نظر نہ آتی گیا

ڈھلا تھا خواب کے پیکر میں شب کا سناٹا
اس آئینے کو صدا روشنی دکھاتی گیا

میں خواہشوں کے سمندر پہ تھا جزیرۂ یاس
مرے خلاف کوئی موج سر اٹھاتی گیا

* * * *

PRINTED BY THE DIRECTOR OF PRINTING, GOVT. OF ANDHRA PRADESH AT THE GOVT. CENTRAL PRESS, HYDERABAD.
PUBLISHED BY THE DIRECTOR OF INFORMATION & PUBLIC RELATIONS GOVT. OF ANDHRA PRADESH, HYDERABAD.

آندھرا پردیش

مئی ۔ جون سنہ ۱۹۶۸ء　　　۵۰ پیسے

آندھرا پردیش

ایڈیٹر انچیف

شریمتی سری راجیم سنہا

مئی - جون ۱۹۷۸

شاکھا ۱۹۰۰

ویشاکھا - جیشٹھا - آشاڈھا

جلد نمبر ۲۲

شمارہ نمبر ٦

★

سرورق کا پہلا صفحہ

دیہاتوں کا ایک مثالی منظر (فوٹو شری ڈین)

سرورق کا دوسرا صفحہ

مڈاکسیرا تعلقہ کے موضع نیل کنٹھ پورم میں کثیر پیداواری قسم کے دھان کا ایک مظاھراتی مزرعہ ۔

سرورق کا تیسرا صفحہ

کاجولاڈین پراجکٹ کرنول

سرورق کا چوتھا صفحہ

پان کا ایک باغیچہ (فوٹو شری پاون کمار)

آندھرا پردیش (اردو) ماھنامہ

زر سالانہ چھ روپئے - فی پرچہ ۵۰ پیسے

وی - پی - بھیجنے کا قاعدہ نہیں ۔

چندہ منی آرڈر کے ذریعہ روانہ کیا جائے ۔

ناظم اطلاعات و تعلقات عامہ

حکومت آندھرا پردیش نے شائع کیا ۔

ترتیب صفحہ

******

خبریں تصویروں میں

بائیں جانب اوپر :— ڈاکٹر ایم ۔ چنا ریڈی ۲۵ ۔ مارچ کو درج فہرست اقوام ، درج فہرست قبائل ، پسماندہ طبقات ، کمزور طبقات اور اقلیتوں کی جانب سے بیگم پیٹھ حیدر آباد میں منعقدہ ایک تقریب میں تقریر کررہے ہیں ۔

بائیں جانب درمیان میں :— اے ۔ پی ۔ ناتیا سنگھم کی جانب سے ۲۳ ۔ مارچ کو راوندرا بھارتی حیدر آباد میں منعقدہ ایک تقریب میں چیف منسٹر کا خیر مقدم کیا گیا ۔

بائیں جانب نیچے :— چیف منسٹر آندھرا پردیش نے ۲۵ ۔ مارچ کو گرین لینڈز ، حیدر آباد میں ہولی کی تقریبات میں حصہ لیا ۔

دائیں جانب اوپر :— چیف منسٹر نے ۲۰ ۔ مارچ کو قومی ادارہ برائے دیہی ترقیات واقع راجندر نگر حیدر آباد میں " پنچایت راج " پر منعقدہ جنوبی منطقہ سمینار میں افتتاحی خطبہ دیا ۔

دائیں جانب نیچے :— چیف منسٹر نے ۲۶ ۔ مارچ کو گھٹکیسر میں ایک جلسہ عام کو مخاطب کیا ۔

این - پی - جین
جوائنٹ سکریٹری - وزارت امور خ

ناوابستہ ممالک کے درمیان تعاون

چند حلقوں کی جانب سے حوصلہ شکنی کے باوجود گزشتہ برسوں میں نا وابستگی کی تحریک کو فروغ ملتا رہا ہے اور آج حالت یہ ہے کہ اسے دنیا کے بیشتر ممالک کی حمایت حاصل ہے۔ زیادہ‌تر نو آزاد ممالک، نا وابستہ بھائی چارے سے منسلک ہیں اور اب ہماری آواز میں زیادہ اثر ہے اور اسپر زیادہ توجہ دی جاتی ہے - ترقی کی اس رفتار پر ہم خود کو مبارکباد دے سکتے ہیں - اسطرح نا وابستگی بین الاقوامی زندگی کا ایک بڑا دھارا بن گئی ہے -

تیزی سے بدلتی ہوئی اس دنیا میں نا وابستگی کی تحریک نے نہ صرف اپنی افادیت قائم رکھی ہے بلکہ نئے بین الاقوامی اقتصادی اور سماجی نظام اور عالمی امن کے قیام میں ایک اہم عنصر کے طور پر ابھر کر سامنے بھی آئی ہے - ۱۹۶۱ ع میں بلغراد میں جب نا وابستہ ممالک کے سر براہان مملکت کی پہلی چوٹی کانفرنس منعقد ہوئی تھی تو اسوقت ۲۵ ممالک اس میں شامل تھے۔ لیکن ۱۹۷۶ ع کی کولمبو چوٹی کانفرنس تک کے سفر میں اس کے ارکان کی تعداد ۸۷ ہوگئی - ان کے علاوہ دس ممالک اور بارہ اداروں نے مشاہدین کی حیثیت سے اس کانفرنس میں شرکت کی - سات ممالک کو مہمانوں کا درجہ حاصل تھا - یہ تحریک اب بین الاقوامی دلچسپی کا باعث بن گئی ہے - اس تحریک کو یوں بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے - کیونکہ اسکے اصول اور پالیسیاں کسی ایک گروپ ، بلاک یا براعظم کے مفادات کی حمایت تک محدود نہیں ہیں بلکہ وہ بنی نوع انسان کے مشترکہ بین الاقوامی مسائل کو حل کرنے اور مجموعی عالمی صورت حال کا احاطہ کرتے ہیں -

اپریل ۱۹۷۷ ع میں نا وابستہ ممالک کے رابطہ بیورو کے تحت منعقد ہونے والی وزرائے خارجہ کی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعظم شری مرار جی دیسائی نے کہا تھا - '' ہمارے ملک کو اسبات پر فخر ہے کہ وہ ترقی کرتی ہوئی اس عظیم بین الاقوامی تحریک سے ابتداً ہی سے منسلک رہا ہے۔ چند حلقوں کی جانب سے حوصلہ شکنی کے باوجود گذشتہ برسوں میں ناوابستگی کی تحریک فروغ پاتی رہی ہے - اور آج اسے دنیا کے بیشتر ممالک کی حم[ایت] حاصل ہے۔ زیادہ تر نوآزاد ممالک نا وابستہ بھائی چارے سے من[سلک] ہیں اور اب ہماری آواز میں زیادہ اثر ہے اور اسپر زیادہ توجہ [دی] جاتی ہے - ترقی کی اس رفتار پر ہم خود کو بجا طور پر مبار[کباد] دے سکتے ہیں - اس طرح نا وابستگی بین الاقوامی زندگی کا ا[یک] بڑا دھارا بن گئی ہے - ''

نا وابستگی کی پالیسی نو آزاد ممالک کی جانب سے اپنی [خود] اختیاری کے اظہار کی صورت میں پیدا ہوئی تھی - در حقیقت [یہ] تحریک ، سامراجی نظام کی حکمرانی سے نجات حاصل کرنے کی جہد آزادی کا ہی ایک شعبہ ہے - دنیا کے مختلف حصوں [میں] تحریک آزادی کو ہوا دینے میں اس نے بڑا اہم کردار ادا [کیا] ہے - اس طرح ناوابستگی کی تحریک ، بین الاقوامی مسائل پر [بنیادی] طور پر اصولی اور آزادانہ فیصلے کرنے کی ہمت - بلاکوں [سے] کنارہ کشی کرتے ہوئے بڑی طاقتوں کے دباؤ سے آزاد رہنے [،] فوجی گٹھ جوڑ اور نظریاتی گروہوں سے علحدگی کی نمایندگی [کرتی] ہے -

سیاسی آزادی کا استحکام

اسکے ساتھ ہی یہ تحریک اسبات کی متقاضی ہے کہ [اقتصادی] کفالت حاصل کرنے کے مشترکہ پروگراموں کے ذریعہ ، گرانقدر آزادی کو مستحکم کرنے کے پروگرام وضع کئے [جائیں -] یہ تحریک گوشہ نشینی کی ترویج نہیں کرتی بلکہ تصادم [ترک] کرنے اور تعاون کے جذبہ کے تحت دنیا کے ترقی پزیر اور ترقی [یافتہ] ممالک کے باھمی انحصار کی حمایت کرتی ہے - باھمی عالمی ا[نحصار] کا نظریہ نا وابستہ ممالک کے سربراہان مملکت کی چوٹی کانف[رنس] (۱۹۷۳ ع) میں پیش کیا گیا تھا - اور ۱۹۷۶ ع کی کولمبو [چوٹی] کانفرنس میں بھی اس نظریہ پر زور دیا گیا تھا - نا وابستہ م[مالک] نے مختلف بین الاقوامی فورموں کے ذریعہ نا وابستہ اور ترقی [پزیر] ممالک کے درمیان اقتصادی تعاون بڑھانے کے پروگراموں کو وسعت دی ہے - گذشتہ برس نئی دلی میں ناوابستہ ممالک کے وز[رائے] خارجہ کی کانفرنس میں اس فوری ضرورت کو تسلیم کیا گیا

ترقی پزیر اور ترقی یافتہ ممالک کے تعلقات کی موجودہ غیر یقینی صورت حال اسبات کا تقاضہ کرتی ہے کہ یہ ممالک موجودہ بحران پر قابو پانے کے لئے اپنے ذاتی وسائل کو استعمال کرنے پر زور دیں اور اجتماعی خود کفالت پیدا کرنے کے لئے آپسی اقتصادی تعاون کو فروغ دیں ۔

نا وابستہ ممالک کے اس عملی پروگرام میں آج مختلف النوع اقتصادی سرگرمیوں کا احاطہ کیا گیا ہے ۔ ان پروگراموں پر عمل در آمد کرنے سے متعلق مسائل پر غور کرنے کے لئے ماہرین کے اجلاس ہوتے رہتے ہیں ۔ مالیات اور سکہ سے متعلق میدانوں میں تعاون کے بارے میں بہت جلد ہمارے ملک میں ایک اجلاس منعقد ہونے والا ہے ۔ نا وابستہ اور ترقی پزیر ممالک کی مشاورتی تنظیموں کی کانفرنس کی میز بانی بھی ہند نے منظور کرلی ہے ۔ اس کانفرنس میں ترقیاتی پروجکٹوں کی تجاویز پر غور و خوص کیا جائے گا ۔

اقوام متحدہ میں سر گرم کردار

اقوام متحدہ میں بھی نا وابستہ گروپ ، ۷۷ ممالک کے گروپ میں محرک کردار ادا کرتا رہا ہے ۔ نیز اہم بین الاقوامی اقتصادی معاملات میں اقدامات کی شروعات کرنے کا ذمہ دار بھی ہے ۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا چھٹا اور ساتواں اجلاس الجریا کی چوٹی کانفرنس کی درخواست پر بلایا گیا ہے ۔ اور ان میں صرف ترقیات اور بین الاقوامی اقتصادی تعاون کے موضوعات پر غور کیا گیا ۔ اسی صورت سے کولمبو کانفرنس کی درخواست پر اسلحہ کے موضوع پر غور کرنے کے لئے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا خصوصی اجلاس ہونے والا ہے ۔

" اطلاعات کے میدان میں بھی نا وابستہ ممالک میں تعاون حاصل کرنے پر پچھلے برسوں میں کافی کوشش کی گئی ہے ۔ جولائی ۱۹۷۶ع میں نئی دھلی میں نا وابستہ ممالک کے وزرائے اطلاعات کی پہلی کانفرنس منعقد ہوئی اور اس میں اطلاعات کی فراہمی کے ناگفتہ بہ عدم توازن پر اظہار تشویش کیا گیا ۔ یہ بھی کہا گیا کہ زیادہ تر ممالک کا کردار محض اطلاعات موصول کرنے تک ھی محدود ھوکر رہ گیا ہے ۔ لوگ اسبات پر مجبور ہوگئے ہیں کہ چند اجارہ دار ایجنسیوں کے نقطہ نظر سے مسائل کا جائزہ لیں ۔ کولمبو کانفرنس چوٹی کانفرنس نے بھی اس کانفرنس کے فیصلوں کی تائید کردی اور اس طرح نا وابستہ ممالک کی پریس ایجنسیوں کے پول کا جنم ھوا ۔ اس پول کی مشاورتی کمیٹی کا چیرمن اس وقت ہند ہے ۔

اکتوبر ۱۹۷۷ع میں یوگوسلاویہ میں نا وابستہ ممالک کے ریڈیو اور نشریات کی تنظیموں کی کانفرنس ہوئی اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ نا وابستہ ممالک کی ریڈیو اور نشری تنظیمیں آپسی تعاون کو فروغ دیں ۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا ہے کہ اس سلسلہ میں بنیادی ڈھانچہ فراھم کرنے ، پروگرام تیار کرنے اور پیشہ وارانہ اور تکنیکی تربیت دینے میں تعاون پیدا کیا جائے اور اجتماعی خود کفالت پیدا کی جائے ۔

ہند ، نا وابستہ ممالک کے پریس ایجنسیوں پول کا چیرمن ہے ، نا وابستہ ممالک کی نشری تنظیموں کے تعاون کی کمیٹی کا ممبر ہے اور نا وابستہ ممالک کی اطلاعات اور ابلاغ عامہ کی بین الاقوامی رابطہ کونسل کا ممبر ہے ۔ ایسی صورت میں سے اقتصادی تعاون کے دیگر عملی پروگراموں میں بھی ہند سرگرم کردار ادا کررہا ہے ۔ مختلف میدانوں میں نا وابستہ ممالک کے درمیان تعاون کو فروغ دینے کے اقدامات پر عملدرآمد سے نا وابستگی کی تحریک کو ایک نئی سمت ملیگی اور نئے بین الاقوامی اقتصادی نظام کے قیام میں نا وابستگی کی تحریک اور زیادہ موثر کردار ادا کرسکے گی ۔

* * *

چھوٹے یونٹوں کے لئے قرضوں کی اسکیم

چھوٹے اور ادنی یونٹوں کو آسانی سے ادارہ جاتی قرضے فراہم کرنے ، مارکیٹنگ کو منظم کرنے اور برآمدات کو فروغ دینے کے لئے ایک اعلی سطح کی کمیٹی نے نئی پالیسی وضع کی ہے۔ یہ رپورٹ بر وقت پیش کی گئی ہے اور بہت اہم ہے۔ گذشتہ چند ہفتہ کے دوران مستقبل کی صنعت کاری کے پروگرام میں عمل درآمد کی مشنیری کی عدم موجودگی میں چھوٹے اور ادنی یونٹوں پر دئے گئے زور پر نکتہ چینی کی گئی ہے۔

کم از کم بڑے بیوپاریوں کی جانب سے یہ بات کہی گئی ہے کہ جن چھوٹی صنعتوں کے پاس سرمایہ اور وسائل تک موجود نہیں ہیں وہ خلیج کو پر نہیں کرسکتیں جبکہ بڑے یونٹوں سے یہ کہا جارہا ہے کہ وہ مال تیار نہ کریں یا پھر محض برآمدات کے لئے تیار کریں ۔

ان کا یہ بھی خیال ہے کہ چھوٹے یونٹ مناسب قیمت پر معیاری مال تیار نہیں کرسکتے ۔ چھوٹے بیوپاریوں نے ہمیشہ اس دعوے کی مخالفت کی ہے۔ انہوں نے محض سرمایہ اور مشنیری کی کمی کا جواز پیش کیا ہے۔ کمیٹی کی سفارشات سے کم از کم سرمایہ کی فراہمی کا ایک اہم مسئلہ حل ہوتا ہے۔

یہ سفارشات چھوٹی صنعتوں کی تنظیموں کے مطالبات سے مطابقت رکھتی ہیں۔ کم ترین منافع زیادہ نہیں ہونا چاہئے ۔ اور مناسب حدتک یکساں ہونا چاہئے ۔ کوئی بھی معقول اسکیم محض سرمایہ کی کمی کی وجہ سے پیچھے نہ رہے بھاری منافع اور متوازی تحفظ کو ختم کیا جائے ۔

قرضوں کی ادائیگی ضروری نہیں کہ وقت کی پابند ہو بلکہ اسے فاضل منافع ، فروخت کئے گئے مال اور سرمایہ بندی پر مبنی ہونا چاہئے۔ قرضے دینے سے متعلق فیصلے زیادہ تر بینک کی شاخوں کی سطح پر کئے جائیں ۔

نئے یونٹوں کے لئے قرضے

نئے یونٹوں اور ان کی توسیع اور تجدید کے لئے دئے جانے والے قرضے از سر نو سرمایہ کاری کے اصول پر دئے جائیں۔ قرضوں کے طریقوں کو آسان بنایا جائے جس میں کم وقت صرف ہو۔ خصوصی مہارت رکھنے والا ایک ادارہ جس کے پاس سرمایہ بھی ہو اور جسے حکومت کی امداد بھی حاصل ہو یعنی ترقیاتی بینک اور دیگر بینک چھوٹے بیوپاریوں کے قرضوں کی معقول نگہداشت کرسکتے ہیں ۔

ادنی یونٹوں کی مدد کرنے کے لئے نیشنل اسمال انڈسٹریز کارپوریشن کو خالص مارکیٹنگ ادارہ میں تبدیل کیا جائے ۔ برآمدات کی نگہداشت یا تو اسٹیٹ ٹریڈنگ کارپوریشن کرے یا پھر تجارت کے خصوصی مرکز ۔ بڑے صنعتی اداروں سے کہا جائے کہ چھوٹے یونٹوں کی سرپرستی کریں ۔ چھوٹے اور ادنی یونٹوں کو رعایتی قیمت پر مشنیری فراہم کی جائے ۔

کمیٹی نے یہ تسلیم کیا ہے کہ بینک چھوٹے یونٹوں کے ساتھ امتیازی سلوک کرتے ہیں ۔ کمیٹی نے قرضوں کی شرحوں کو ازسر نو مقرر کرنے کی حمایت کی ہے ۔ مگر یکساں شرح رکھنے کی حمایت نہیں کی ہے ۔

قرضوں کا ایسا نظام بنایا جائے جس میں سود کی شرح یونٹوں کی جسامت اور قرض کی مجموعی ضرورت کے اعتبار سے متعین کی جائے۔

گذشتہ سات سال میں چھوٹے یونٹوں کو دئے جانے والے قرضوں کا حجم ۲۰۱ کروڑ روپیے سے بڑھ کر ۱۰۹۷ کروڑ روپیہ ہوگیا ہے لیکن اس کے باوجود ۷۰ فیصد یونٹ بینکوں کے قرضے حاصل کرنے سے محروم رہے ہیں ۔ جب اس رپورٹ پر حکومت غور کرے تو چھوٹے یونٹوں کی بیماری کے پیش نظر سود کی شرح میں خصوصی رعایت دی جائے ۔ نہ صرف چھوٹے صنعت ساز بلکہ بینکر بھی یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ یکساں شرح سود اور سود در سود نے بہت سے چھوٹے یونٹوں کا گلا گھونٹ دیا ہے۔ ایک اچھا خاصا چھوٹا یونٹ جس نے چند سال قبل بینک سے ۷۰۰۰ روپیہ کا قرضہ لیا تھا آج ۲٫۰ لاکھ کا باقی دار ہے چھوٹی صنعتوں کے ایک نمائندے کا کہنا ہے کہ بینکوں سے لیا گیا ۷۰ فیصد قرض پچھلے قرضوں کی ادائیگی کی نذر ہوجاتا ہے۔ اس ضمن میں سفارش کی گئی ہے کہ جو یونٹ سرمایہ کے علاوہ دیگر مشکلات سے مبرا ہیں ان کے پچھلے قرضوں کے اصل اور سود کا موازنہ کیا جائے ۔

باقی صفحے ۷ پر

ایس - پی - چوپڑہ

نئی در آمدی پالیسی

نئے مالی سال کیلئے جس درآمدی پالیسی کا حال ہی میں اعلان کیا گیا ہے ، اس میں ملک کی برآمدات اور عام لوگوں کی ضرورت کے سامان کی پیداوار پر خصوصی توجہ دی گئی ہے -

شری موہن دھاریہ نے ملک کی درآمدی پالیسی کے ذریعہ خام مال ، مشینری اور کل پرزے وغیرہ بہت سی چیزوں کی درآمدی میں آسانیاں فراہم کردی ہیں ۔ انکے اس جرأت مندانہ اقدام کے کئی اسباب ہیں ۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ گزشتہ برسوں میں ملک کی برآمدات میں کافی اضافہ کی وجہ سے ۷۷-۱۹۷۶ ع میں ملکی تجارت میں صرف ۱۰۰ کروڑ روپئے کا خسارہ رہ گیا تھا جبکہ اس سے ایک برس پہلے یہ خسارہ ۳۰۰ کروڑ روپئے تھا ۔ اسطرح کہا جاسکتا ہے کہ گزشتہ سال در آمدی پالیسی میں جو چھوٹ دی گئی تھی ، اس سے کافی فائدہ ہوا ہے ۔ یہی سبب ہے کہ اس سال یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اگر درآمدات میں اور بھی زیادہ چھوٹ دی جائے تو یہ بات یقیناً ملکی معیشت کیلئے سود مند ہوگی ۔

دوسری بات یہ ہے کہ کچھ دنوں سے زر مبادلہ کی صورت میں ایک بہت بڑی رقم ہمارے پاس جمع ہوگئی تھی اس کا صحیح استعمال نہ کرپانے کے باعث سابقہ حکومت کڑی نکتہ چینیوں کا نشانہ بن چکی تھی ۔ در اصل وہ زر مبادلہ کی صورت میں کافی رقم کا جمع ہو جانا ایک معجزہ سمجھتی تھی اور اسے خرچ کرنے کی ہمت نہیں رکھتی تھی ۔ لازمی طور پر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گزشتہ سال میں ہم نے اپنی برآمدات میں اضافہ کرنے کے بہت سے مواقع کھودئے ۔

تیسری بات یہ کہ بہت سے ترقی یافتہ ممالک کی معیشتوں میں دو سال پہلے جو کمزوری آگئی تھی ، وہ بھی دور ہوگئی ہے جس کے نتیجے میں بہت سے ترقی پذیر ممالک کی برآمدات میں اضافہ ہوا ہے قدرتی طور پر اس صورت حال سے ہندوستان کو بھی فائدہ پہنچا ہے ۔

وزیر تجارت نے در آمدات میں چھوٹ دینے کی جو پالیسی اختیار کی ہے ، وہ بلا شبہ ایک بہت ہی جرأت مندانہ اقدام ہے ۔

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انہیں صنعتی اور تجارتی اداروں پر کافی اعتماد ہے ۔ توقع کی جاتی ہے کہ یہ ادارے دیانتداری کے ساتھ کام کرکے اپنے قومی فرائض کو پورا کریں گے اور وزیر تجارت کے ہاتھ مضبوط کرنے کی کوشش کریں گے ۔

یہ بات قدرے اعتماد کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ بحیثیت مجموعی نئی درآمدی پالیسی کے نتیجے میں نہ صرف صنعتی پیداوار میں اضافہ ہوگا بلکہ اس سے ضروری اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ کا رجحان کم کرنے میں بھی مدد ملے گی ۔

بہر کیف ، درآمدی لائسنسوں کی آسانی سے فراہمی ہی کافی نہیں ۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پیچیدہ طریقہ کار کی بنا پر صنعت کاروں کو جن دشواریوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے ، انہیں بھی دور کیا جائے ۔ امید کی جاتی ہے کہ طریقہ کار میں جو نئی سہولتیں دی جارہی ہیں ، اس سے صنعت کاروں اور تاجروں کو لائسنس ملنے میں آسانی ہوگی ۔

اب جن اشیاء کی در آمد کیلئے آسانی سے لائسنس ملا کریگا ، انکی فہرست کافی طویل ہے ۔

اب چمڑے ، پٹ سن اور پارچہ جات کی صنعت کیلئے مشینری در آمد کی جاسکے گی ۔ اس آزادانہ پالیسی کے تحت ۲۰۰ قسم کی دوائیاں در آمد کی جاسکیں گی ۔ ۵۰ قسم کی زندگی بخش دوائیاں بھی غیر ملکوں سے منگائی جاسکتی ہیں کیمیکلز پلاسٹک ، لوہا ، فولاد وغیرہ صنعتوں کی ضروریات کے پیش نظر انہیں بھی نئی پالیسی میں کافی سہولیات دی گئی ہیں ۔ بلا شبہ ان نئی سہولیات سے ان صنعتوں کو کافی راحت ملے گی جو برآمدات کے لئے مال تیار کرتی ہیں ، ساتھ ہی ان صنعتوں کو بھی فائدہ ہوگا جو ملکی ضروریات کا سامان تیار کرتی ہیں ۔

گزشتہ چند برسوں میں برآمد کرنے والی فرموں نے دنیا کے مختلف حصوں اور بالخصوص مغربی اشیاء کو ہندوستانی

سامان کی برآمدات میں بھاری اضافہ کیا ہے ۔ ان فرموں کی ہمت افزائی کے خیال سے نئی پالیسی میں ان کے لئے زرمبادلہ مہیا کرنے کا تسلی بخش انتظام کیا گیا ہے ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اکسپورٹ ھاؤس سرٹیفیکیٹ حاصل کرنے کا طریقہ بھی زیادہ دشوار بنا دیا گیا ہے ۔ اب تک یہ صورت تھی کہ یہ سرٹیفیکیٹ حاصل کرنے کیلئے کم از کم ۵ لاکھ روپے کی برآمدات کا ثبوت پیش کرنا ہوتا تھا ۔ لیکن نئی پالیسی کے مطابق یہ رقم بڑھا کر ایک کروڑ روپیے کردی گئی ہے ۔ بعض خاص قسم کی فرموں کیلئے یہ رقم بڑھا کر تین کروڑ روپیے کردی گئی ہے ۔ یہ اقدام اس لئے کیا گیا ہے کہ صرف انہی فرموں کو یہ آسانیاں مل سکیں ، جو صحیح معنوں میں اکسپورٹ فرمیں ہیں ۔ لیکن ان برآمداتی فرموں کیلئے جو چھوٹے پیمانے کی صنعتوں اور گھریلو صنعتوں کا سامان برآمد کرتی ہیں ؟ یہ سرٹیفیکیٹ بہت ہی کم رقم کا ثبوت پیش کرنے سے مل جاتا ہے ۔

شری دھاریہ اگر چہ اس وزارت میں پہلی مرتبہ آئے ہیں لیکن پلاننگ کمیشن سے وہ بہت مدت تک وابستہ رہے ہیں اور ضروریات زندگی سے متعلق مسائل کا انہوں نے بہت ہی گہرا مطالعہ کیا ہے ۔ نئی درآمدی پالیسی میں انہوں نے اس بات کا بھی خیال رکھا ہے کہ درآمدات میں سہولتوں کے نتیجے میں داخلی وسائل سے چلنے والی صنعتوں کو کسی طور نقصان نہ اٹھانا پڑے ان اقدام سے بلا شبہ ان صنعتوں کو اور زیادہ مستحکم ہونے کا موقع ملے گا ۔

* * *

(صفحہ ۵ سے آگے)

بقایہ کی معافی

اس قسم کے قرضوں پر معافی دی جانی چاہئے ۔ بینکوں کو ہدایت دی جائے کہ ان یونٹوں کی کارکردگی کے لئے مزید قرض دیں جن قرضوں میں اصل سے زیادہ ادائیگی کی جاچکی ہے ان کو معاف کردیا جائے ۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ اس رپورٹ پر غور کرتے وقت حکومت موجودہ یونٹوں کے بارے میں ان نکات سے کہاں تک اتفاق کرتی ہے ۔ چھوٹے بیوپاریوں کا کہنا ہے کہ وہ کسی بھی صورت سے ۱۰ فیصد سے زیادہ سود دینے کے اہل نہیں ہیں ۔

کمیٹی کا خیال ہے کہ چھوٹے یونٹوں کی تمام ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہر ضلع میں ایک لیڈ بینک قائم کیا جائے ۔ عوام یہ شکایت کررہے ہیں کہ چھوٹے یونٹوں کو بہت زیادہ سہارا دیا جاتا رہا ہے ۔ اور ان کے مطالبات بڑھتے جارہے ہیں ۔ ہوسکتا ہے کہ یہ خیال غلط ہو ۔

مالی امداد

بہر نوع کیا یہ صورت نہیں ہوسکتی کہ چھوٹے یونٹوں سے کہا جائے کہ وہ امداد باھمی یا نیم امداد باھمی کی بنیاد پر اپنے صنعتی ترقیاتی بینک قائم کریں ۔ جیسا اوکھلہ ، گنڈی وغیرہ میں ہوا ہے ۔ ایسے بینکوں کے قیام سے درخواست پر غور کرنے میں ہونے والی تاخیر یا یونٹوں کی ضروریات کا غلط تخمینہ لگانے ان کی دشواریوں کو نہ سمجھنے اور فنڈ کی فراھمی سے متعلق شکایات رفع کی جائیں گی ۔ ایسے بینک ترقی یافتہ ممالک میں بہت کامیاب رہے ہیں ۔ ان میں بیوپاریوں پر انفرادی اور اجتماعی طور سے ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور یہ موجودہ یا نئے یونٹوں کی پیداوار کی ترقی میں مدد کرسکتے ہیں ۔

* * *

پروفیسر سوم ناتھ دھر

ہند اور ایران - ایک ثقافتی جائزہ

ہند اور ایران کے درمیان جتنے قدیم اور قریبی روابط رہے ہیں۔ ان کی مثال دنیا میں بہت کم ممالک میں مل سکتی ہے۔ براعظم ایشیا میں ہند یوروپی تہذیب کے یہی دونوں گہوارے ہیں۔ ہندوستانیوں اور ایرانیوں کے مشترکہ بزرگ رگ وید سے قبل کے عہد قدیم میں ایک ہی قوم سے تعلق رکھتے تھے۔

اگرچہ ہند ایران تعلقات کے ڈانڈے بر صغیر میں آریہ قوم کے قبل وطن سے جا ملتے ہیں۔ لیکن ہند اور ایران کے درمیان باقاعدہ روابط کا سلسلہ عہد مغلیہ سے شروع ہوا۔ بابر کے ساتھ مشہور مصور بہزاد کے چند شاگرد بھی آئے تھے۔ شاہ طہماسپ کے دربار میں کئی برس رہنے کے بعد جب ہمایوں نے دوبارہ شیر شاہ سوری کو شکست دی تو اسنے عظیم ایرانی مصور شاہ پور خراسانی میر سید عیسی تبریزی اور عبد الصمد شیرازی کی سرپرستی کی۔ ان مصوروں نے اکبر کے عہد میں ہند کے فن مصوری پر اپنی گہری چھاپ چھوڑی ہے۔

یہ بات عالم آشکارا ہے کہ ایرانیوں میں فن تعمیر کی جانب قدرتی جھکاؤ ہوتا ہے۔ فن مصوری اور سنگتراشی کے میدانوں میں ان کی شدید دلچسپی ہزاروں برس پرانی ہے۔ ایرانی فن کی خصوصیت اس کی تازگی، ہمیشگی اور قابل فہم ہونے میں مضمر ہے۔ مصوری میں ایران کو رنگوں کے امتزاج اور روح کو چھونے والی گیرائی سے کمال حاصل ہے۔

فن کے میدان میں ایرانی تاثرات کی بہت بڑی وجہ ایران کے مرکزی جغرافیائی محل وقوع میں پوشیدہ ہے۔ ایرانی فنکاروں نے آزادانہ طور پر دیگر اقوام سے اثرات حاصل کئے اور اپنی فنکاری کو پروان چڑھایا ہو۔ اسکے بعد دوسرے ممالک پر اپنے اثرات ثبت کئے۔ خصوصیت سے دور مغلیہ میں ایرانی مصوری نے ہند کو کافی متاثر کیا شہنشاہ اکبر جیسے آزاد خیال حکمران کے دور میں ایرانی تاثرات اپنے درجہ کمال کو پہونچے مغل اسکول کی ترویج میں مغلوں کی دین کا جائزہ لگانے کے لئے یہ حقیقت بھی پیش نظر رکھنی ہوگی۔ کہ مسلمانوں سے قبل کے دور میں ہندوستانی مصوری دیوی دیوتاؤں اور دیومالائی کرداروں کی تصویر کشی تک ہی محدود تھی۔ مغل دور کی ابتدا کے ساتھ ہندوستانی مصوری اور فن تعمیر میں سیکولر عنصر شامل ہوا۔

باغات کی تعمیر کے میدان میں بھی ہند ایران روابط کا پتہ چلتا ہے۔ ایران کے چار باغ منصوبہ کو ہند میں رائج کرنے کا سہرا بھی بابر کے ہی سر ہے۔ آگرہ کا آرام باغ، کشمیر کے مغل گارڈن، پنجور کے شالیمار اور نشاط باغ، ہمایوں، اکبر، اعتمادالدولہ اور جہانگیر کے مقبروں اور تاج محل کے باغات ایرانی طرز کے باغات کی اعلی مثالیں ہیں۔

فن تعمیر کے میدان میں ہند ایران روابط نے تاج محل کی صورت میں پائندہ حیات پائی ہے۔ تاج محل مغل عہد میں ہند اسلامی فن تعمیر کے بلندیوں کا پتہ دیتا ہے۔ پروفیسر اے۔ ایم۔ شاستری نے اپنی کتاب ''اسلامی تمدن کا خاکہ،، کی پہلی جلد میں لکھا ہے کہ تاج محل کی تعمیر کا مکمل نقشہ ایرانی طرز پر ہے۔ شاہجہاں نے مختلف ممالک کے بہت سے فنکاروں کو منتخب کیا مگر ''میر احمد،، استاد عیسی شیرازی تھے جو ایرانی تھے۔

ایرانی فنکار سنگتراشی کے نمونوں سکوں اور تصویروں میں شیر کی شکل بنانے کے بہت شوقین تھے۔ فن کے نقادوں کا خیال ہے کہ سارناتھ میں اشوک کی لاٹ پر چار شیروں کی جو شکل بنی ہے۔ وہ قدیم ایرانی علاقوں سے ہی اخذ کی گئی ہے۔ ڈاکٹر آرتھر پوپ کے مطابق آزادی کے بعد حکومت ہند نے سارناتھ کے ستونوں کے شیروں اور دھرم چکر کو قومی نشان بنا کر نادانستہ طور پر قدیم ایرانی فن تعمیر کو عظیم خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

فن مصوری اور تعمیر کے علاوہ ایران کے فنکاروں کو خوش نویسی اور طغرہ لکھنے میں بھی کمال حاصل تھا۔ یہ مہارت اس زمانے کی پیداوار ہے جب قدامت پسند مسلمانوں نے انسانوں کی تصاویر اور مجسمہ سازی پر اعتراضات کئے تو ایرانی فنکاروں نے خوش نویسی اور طغرہ لکھنے میں اپنے فن کا اظہار کرنا شروع کیا۔ بجا طور پر ایران کو فن خوش نویسی کا گہوارہ کہا گیا ہے۔ فارسی زبان اور ادب کے ساتھ قدرتی طور پر یہ فن بھی ہند میں آیا۔ خوش نویسی کے بہترین نمونہ کو دیکھنے کے لئے ایکبار پھر

اج محل کی جانب رجوع کرنا پڑتا ہے ۔ جیسا کہ ٹیگور نے لکھا ہے کہ یہ مقبرہ ''ابدیت کی آنکھ سے ٹپکا ہوا آنسو ہے ''۔ تاج کے داخلی روازے پر خوش نویسی کا بہترین نمونہ کندہ ہے ۔

محمد البیرونی نے تقریباً ایک ہزار سال قبل اپنے سفر نامے میں ہند کی تہذیب اور سائنس کا بھر پور بیان کیا تھا ۔ یہ کتاب فارسی زبان میں ہند کے موضوع پر ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے بعد میں جب فارسی زبان رابطے کی زبان بنی تو ایرانی اور ہندوستانی عالموں نے سنسکرت کے اہم الفاظ کا ترجمہ فارسی میں کرنا شروع کیا ۔ دور مغلیہ میں اکبر سے دارا شکوہ تک کے زمانے میں رامائن مہابھارت اور سنسکرت کی ہزاروں کتابوں کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا گیا ۔

دور حاضر میں ، ہند میں ایران کے سابق سفیر پروفیسر علی اصغر حکمت نے کالیداس کی شکنتلا کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا جواہر لعل نہرو یونیورسٹی کے ڈاکٹر عبد الودود نے فارسی زبان میں رامائن کا ترجمہ کیا جدید ترجمہ کے سلسلے میں ایرانی سفارت خانہ نئی دلی کے سابق کلچرل قونصلر محمود تفضلی کا نام قابل ذکر ہے جنہوں نے نہرو کی تمام کتابوں کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا اس کے علاوہ موصوف نے گاندھی جی کی چند کتابوں کا بھی ترجمہ کیا یہ کتابیں تہران میں شائع ہوچکی ہیں ۔

ایران کی پہلوی سلطنت کی پچاسویں سالگرہ کے موقع پر ۹ ۔ ۳ مارچ ۱۹۷۷ ع کو ایران کلچر ہاؤس ، نئی دھلی نے ہند کے نامور ماہرین علم ایران کے مضامین پر مشتمل ایک مجموعہ ''انڈو ایرانین اسٹڈیز '' کے نام سے جاری کیا ۔ ایرانی سفارت خانہ کے کلچرل قونصلر پروفیسر مجتبائی نے اس مجموعہ کی تالیف کی ۔ ہند ایران سوسائٹی کے تحت شائع کی گئی دیگر بہت سی کتابوں میں سے یہ بھی ایک اہم کتاب ہے ۔

ایران سے مسلمانوں کی آمد پر شمالی ہند میں ہندوستانی موسیقی پر بھی ایران کے اثرات نمایاں ہوئے ۔ علاؤ الدین خلجی کے دربار کے صوفی شاعر تاریخ داں امیر خسرو اور ان کے شاگردوں نے ایران اور ہند کی موسیقی کو ہم آہنگ کر کے قوالی ، ترانہ وغیرہ کی ایجاد کی ۔ کہا جاتا ہے کہ تان سین نے ستار سے مشابہ ایرانی رباب ایجاد کیا تھا ۔

حالیہ دور میں ان تعلقات کو مزید وسعت حاصل ہوئی ۔ ۱۹۵۰ ع میں دونوں ممالک کے درمیان امن اور دوستی کے معاھدہ پر دستخط کئے گئے ۔ ۱۹۲۶ ع میں ایک ثقافتی معاھدہ عمل میں آیا اور اس سال تجارت اور جہاز رانی کا معاھدہ ہوا ۔ ان تعلقات کو مزید مستحکم کرنے کی غرض سے ۱۹۶۹ ع میں اقتصادی اور تکنکی تعاون سے متعلق مشترکہ کمیشن قائم کیا گیا ۔ ثقافتی معاھدہ کی رو سے ثقافتی تبادلوں ، ایک دوسرے کے یہاں ثقافتی ادارے قائم کرنے اور نمائشوں ، جشنوں اور کھیلوں کے مقابلے منعقد کرنے کی گنجائش پیدا کی گئی ہے ۔

فن و تمدن کے ماہرین کے تبادلے اور تربیتی پروگراموں کے لئے دو دو سال کے پروگرام تیار کئے جاتے ھیں ۔ فلم سازی موسیقی اینتھرو پولوجی ، میوزیم ، آرٹ ، ادب ، لائبریری سائنس وغیرہ میں تکنکی مہارت کا تبادلہ کیا جاتا ہے ۔ حکومت ایران کی جانب سے نامزد کردہ امیدواروں کو ہند اعلی تعلیم کی سہولیات فراہم کرتا ہے ۔ یہ سہولیات سائنس کے ہر شعبہ ، طب ، زراعت انجینرنگ اور سائنسی تحقیق وغیرہ کا احاطہ کرتی ھیں ۔ تبادلہ کے پروگرام کے تحت ایرانی پروفیسر ہند آکر زبان ، ادب اور فلسفہ پر لیکچر دیتے ھیں ۔ ایران کی جانب سے ہند کے اساتذہ اور طلباء کو فارسی زبان اور ادب کے مطالعہ کی سہولیات فراہم کی جاتی ھیں ۔ پہلے سے ریکارڈ کئے گئے ریڈیو اور ٹیلی ویژن پروگراموں کا تبادلہ بھی عمل میں آتا ہے ہند کے رقص اور موسیقی کے ماہرین ایران جاتے ھیں جہاں ہند کی موسیقی اور رقص کو بہت پسند کیا جاتا ہے اس صورت سے ہند کے باشندوں کو مشہور ایرانی فنکاروں کے مظاہرے سے فیضیاب ہونے کا موقع ملتا ہے ثقافتی تعلیمی اور تجارتی میدانوں میں یہ پیش قدمی ، دونوں ممالک کی قدیم دوستی مفاہمت اور بھائی چارے کا پر تو ہے ۔

* * *

ریلوے بجٹ

نیا ریلوے بجٹ پیش ہوگیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ریلوے وزیر شری مدھو ڈنڈوتے صحیح معنوں میں عوام کا دکھ درد جانتے ہیں ۔ ریل کے کرایوں میں اس سال بھی اضافہ نہیں ہوا اور یہ بات از خود کافی اطمینان بخش ہے۔ لیکن مزےدار بات یہ ہے کہ لمبا سفر کرنے والوں کو کئی سہولتیں دی جائینگی مثلاً ریل میں سستا کھانا ملے گا جس کی قیمت صرف ایک روپیہ ہوگی ۔ یہ بات کافی اطمینان بخش ہے کہ ریلوے وزیر نے اسبات کو دھیان میں رکھا ہے ۔ کہ لمبے سفر میں ایسے مسافر بھی ہوتے ہیں جو روپیہ سوا روپیہ سے زیادہ خرچ نہیں کرسکتے ۔

بجٹ کا اور دلچسپ پہلو یہ ہے کہ آئندہ سے ریلوے بکنگ اور ریزرویشن کے لئے صرف خواتین ہی تعینات ہونگی ۔ ریلوے وزیر نے اپنی بجٹ تقریر میں یہ بات کہی کہ عام شکایت یہ ہے کہ ریلوے بکنگ اور ریزرویشن والے بڑی ہیرا پھیری کرتے ہیں اور مسافروں کو تنگ کرتے ہیں ۔ وزیر ریلوے کے مطابق ، خواتین اس کام کو ایمانداری سے انجام دیتی ہیں ۔

مسافروں کی راحت کے پیش نظر سیکنڈ کلاس میں لمبا سفر کرنیوالوں کو اب لکڑی کی سیٹ کی بجائے فرسٹ کلاس کی طرح آرام دہ نشست ملے گی ۔ اس طرح رات کو سونے کیلئے بھی آرام دہ اور نرم برتھ ملے گی ۔ اس سے مسافروں کی راحت کے سلسلے میں شری ڈنڈوتے کے سماج وادی رجحان کا پتہ چلتا ہے ۔

در حقیقت ریلوے کو آمدنی کا بہت بڑا حصہ دوسرے درجہ کے مسافروں سے آتا ہے اور اس پہلو کو کسی طرح نظرانداز نہیں کیا جاسکتا ۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ سونے کیلئے برتھ ریزرو کرانے کا جو کرایہ تھا ، اس میں بھی کمی کردی گئی ہے اور ان سے اب صرف پانچ روپے چارج کئے جائیں گے ۔ ویسے شری ڈنڈوتے کا یہ دوسرا کامیاب بجٹ ہے اور اس سال بھی کافی بچت ہوگی ۔ پچھلے سال امید تھی کہ ۳۲٫۰۰ کروڑ روپے کی آمدنی ہوگی لیکن سال کے آخر میں جو نقد بچت ہوئی ، وہ اندازے سے بھی ۷۰ کروڑ روپے زیادہ تھی ۔ اسی طرح آئندہ سال کیلئے ٦٥ کروڑ روپے سے زیادہ کی بچت کا تخمینہ ہے ۔

* * *

گھڑی کی صنعت

گھڑی کا استعمال اب کسی رتبے یا عہدے کی نشاندھی نہیں کرتا - پرانے وقتوں میں کلائی کی گھڑی کا استعمال صرف سماج کے اعلی حیثیت لوگوں تک محدود تھا اور کچھ ہی عرصہ پہلے تک نئے شادی شدہ شخص کو دینے کے لئے اسے ایک قیمتی تحفہ مانا جاتا تھا -

پرانے زمانے میں دھوپ کی گھڑی اور ریت کی گھڑی سے وقت کا اندازہ کیا جاتا تھا - دھات سازی اور مشین ساز تکنالوجی کی صنعت کی ترقی کی وجہ سے پیچیدہ ، نازک پرزوں والی گھڑی کی تیاری ممکن ہوئی - بیسویں صدی کے دوسرے نصف میں الیکٹرونک کوارٹز اور سیال کرسٹل کی غیر معمولی طور پر صحیح وقت بتانے والی گھڑیاں تیار ہونے لگیں - یہ آگے کی طرف بہت بڑا اقدام تھا - لیکن اب بھی روائتی مشینی گھڑیاں ہی زیادہ تر تیار ہو رہی ہیں - ہندوستان جیسے ترقی پذیر ملک پر یہ بات خاص طور پر صادق آتی ہے - لیکن ابھی تک ملکی وسائل سے گھڑیوں کی تیاری برائے نام تھی جس کی وجہ سے گھڑیوں کی اسمگلنگ کا کام بہت بڑے پیمانے پر ہوتا تھا۔

فی الحال ملک میں گھڑی کی مانگ کا صحیح تخمینہ نہیں لگایا جاسکا ہے لیکن حکومت نے ۱۹۷۷ ع کے لئے موٹا اندازہ ۶۰ لاکھ گھڑیوں کا لگایا ہے - ۸۰ - ۱۹۷۹ ع تک اس تخمینہ کے ۸۰ لاکھ تک تجاوز کر جانے کا امکان ہے - اس وقت تک ہمارے ملک میں گھڑیاں تیار کرنے والے صرف دو ہی یونٹ تھے - ایک پبلک سیکٹر میں اور دوسرا پرائیوٹ سیکٹر میں -

ملک کے عام اوسط صارفین کو گھڑیوں کی فراھمی کیلئے حکومت نے اب ملک کے اندر اس صنعت کے فروغ کے امکانات پر سنجیدگی سے غور کرنا شروع کردیا ہے کیونکہ ان کی مانگ اور جائز فراھمی کے درمیان بہت بڑی خلیج ہے -

اس سلسلے میں پبلک سیکٹر کی ہندوستان مشین ٹولز نے مختلف ریاستوں میں گھڑیاں تیار کرنے کے کئی یونٹ قائم کرنے کا منصوبہ بنایا ہے - اس کے ساتھ ہی پرائیوٹ سیکٹر کے یونٹوں کی بھی اس معاملے میں کافی ہمت افزائی کی جارہی ہے - چھوٹی یونٹوں کے ترقیاتی کمشنر نے بھی ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں میں گھڑیوں کے چھوٹے پیمانے کے یونٹ قائم کرنے کا پروگرام شروع کیا ہے -

اس وقت ہندوستان مشین ٹولز کے دو گھڑی ساز یونٹ ہیں - ایک بنگلور میں اور دوسرا سری نگر میں - انہوں نے بڑے پیمانے پر پرزوں کی تیاری کا پروگرام بھی بنایا ہے جن سے کہ ریاستی حکومتوں کے تعاون سے قائم شدہ چھوٹے یونٹوں میں گھڑیاں تیار کی جائیں گی - اس سال ایچ - ایم - ٹی نے ۲۶،۷ لاکھ گھڑیاں تیار کرنے کا منصوبہ بنایا ہے اور ۱۹۸۲ ع تک یہ تعداد ۳۲ لاکھ تک پہونچ جائیگی - بمبئی میں انڈو فرینچ ٹائم انڈسٹری بھی اپنی پوری صلاحیت سے کام کر رہی ہے جو چار لاکھ گھڑیوں کی ہے - اس کی بدولت اس ملک کے اندر تیار شدہ پرزوں کی تعداد ۹۰ فی صد تک پہونچ گئی ہے - اس کمپنی نے اپنی صلاحیت بڑھا کر دس لاکھ کردینے کا منصوبہ بنایا ہے - پرائیوٹ سیکٹر کے تحت مزید تین یونٹوں نے بھی گھڑیاں تیار کرنی شروع کردی ہیں -

حکومت نے نئے صنعت کاروں کو غیر ملکی تکنیکی تعاون سے گھڑی ساز کمپنیاں قائم کرنے کی اجازت دے دی ہے - ایسی کل نو پارٹیاں ہیں جنکی کل صلاحیت ۸،۱۳ لاکھ گھڑیوں کی ہوگی - امید ہے کہ ان میں سے چھ یونٹ اسی سال گھڑیاں تیار کرنے لگیں گے - اپنے مرحلہ وار پروگرام کی عمل آوری کے دوران یہ یونٹ تقریباً تمام پرزے ملک کے اندر ہی تیار کرنے لگیں گے - بعض انتہائی نازک پرزے اس میں استثناً ہیں -

ان کے پیداواری نشانوں کو ملا کر ملک میں ۸۱-۱۹۸۰ ع تک تقریباً ۹۰ لاکھ گھڑیاں تیار ہونے لگیں گی -

اسی سال سے ملک کے اندر بنی ہوئی گھڑیوں کی فراھمی کے لئے حکومت نے ایک فوری پروگرام شروع کیا ہے جس کے تحت ملک میں گھڑی سازی کی صلاحیت کا تفصیلی جائزہ لیا جائیگا اور جلد نتائج افزا نیز لمبی مدت کی اسکیموں کے بارے میں

ٹھوس تجاویز پیش کی جائیں گی اور منظم سیکٹر و چھوٹے پیمانے کے سیکٹر کے ہر گھڑی ساز ادارے کی تمام تجاویز کا جائزہ لیا جائیگا ۔ اس سال تقریباً ۴۰ لاکھ گھڑیاں تیار کرنے کا منصوبہ ہے ۔ نئے قائم شدہ یونٹ تین چار برس میں تمام پرزوں کی تیاری شروع کرسکیں گے۔ لہذا اس مقصد کے لئے در آمدات کا فیصلہ کیا گیا ہے ۔ تین چار سال بعد بھی کچھ اہم پرزوں کی در آمد ہوتی رہے گی

اندازہ ہے کہ سال رواں سے تقریباً چھ مزید یونٹوں میں گھڑیاں تیار ہونے لگیں گی ۔ مزید برآں موجودہ یونٹوں نے بھی اپنی پیداوار بڑھا دی ہے ۔ ۱۹۷۷ ع کے ابتدائی چھ ماہ کے دوران ۱۴,۴۷ لاکھ گھڑیاں تیار ہوئیں جبکہ گ سال کی اسی مدت میں یہ تعداد ۹۶,۵ لاکھ تھی ۔ پرزوا در آمد اور اندرون ملک پرزوں کی تیاری کی وجہ سے ملک منظم سیکٹر میں اس سال ۴۵ لاکھ اور اگلے سال ۶۰ ا کلائی کی گھڑیاں تیار ہوسکیں گی ۔ تمام یونٹوں کے ۱۹۸۲ ع تک کا نشانہ ۹۰ لاکھ گھڑیوں کی تیاری ۔

امید ہے کہ آنے والے برسوں کے دوران ہندوستان کلائی کی گھڑیوں کی تیاری کی ایک مضبوط بنیاد تیار ہوجا جس سے اسمگلنگ کا خاتمہ ہوجائیگا ۔

* * *

(باتیں کم کام زیادہ)

شری ایم - ایم - هاشم ، وزیر داخله نے ۲۰ - مارچ کو حیدر آباد میں آگ بجھانے والے آلات کی کل هند نمائش کا افتتاح کیا -

• پروفیسر ایس - این فیوڈروو کی سر کردگی میں سوویٹ روس کے امراض چشم کے وفد نے ۱۴ - مارچ کو حیدر آباد میں ڈاکٹر ایم - چنا ریڈی چیف منسٹر سے ملاقات کی -

خبریں تصویروں میں

آنجہانی شری وینکٹ سبیا صدر نشین مجلس قانون ساز ، جنہوں نے ۲۸ - مارچ سنہ ۱۹۷۸ ع کو وفات پائی ، کے سرکاری اعزاز کے ساتھ نکالے ہوئے جلوس جنازہ کا ایک منظر -

تنالی میں عدالت کی عمارت کے لئے سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب کے موقع پر لی ہوئی ایک تصویر جس میں سروا شری اے - دھرما راؤ پریسیڈنٹ تنالی بار اسوسی ایشن ، جسٹس اے - سمبا سیوا راؤ ، چیف جسٹس ایس - اوبل ریڈی اور ڈسٹرکٹ جج شری ٹی - ایل - این ریڈی دیکھے جاسکتے ہیں

گرو دیال سنگھ والیہ

جانوروں کا انداز گفتگو اور تحقیقی تجربے

بہت ممکن ہے انسان پہلے جانوروں اور پرندوں کی بولیاں اور زبان جانتا ہو۔ لیکن جوں جوں دن گزرتے گئے وہ اس سائنس کو سیکھنے اور علم حاصل کرنے میں غفلت سے کام لینے لگا اور سب کچھ بھول گیا۔ بھارت میں مقبول عام گرنتھوں مثلاً کادمبری اور پنچ تنتر میں ان باتوں کا تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے کہ پرندوں اور جانوروں کی بھاشا سیکھنے کیلئے کس سائنس کا سہارا لیا جاسکتا ہے۔ کچھ لوگ کتھاؤں، لوک گیتوں اور نصیحت آموز کہانیوں میں بڑی حدتک اس حقیقت اور سائنس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ مگر اس سائنس کی کتابیں اب بالکل مفقود نظر آتی ہیں۔ پھر بھی کچھ حقائق ملتے ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آدمی واقعی حیوانات اور پرند کان کی زبانیں سمجھ لیتے تھے۔ بہت عرصہ نہیں ہوا جب لوگ دیوتاؤں کے طیاروں اور ہوائی جہازوں کی بات سن کر ہنس دیتے تھے۔ ان کا ہوا اور خلاء میں چڑھے۔ مور، گڑر اور نندی کی قسم کے ہوائی جہازوں میں پرواز کر کے پھول برسانا اور آشیرواد دینا یا ایک جگہ سے دوسری جگہ کا سفر کرنا بالکل غیر ممکن اور ناقابل یقین امر سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ہوائی جہازوں کو چیل کی طرح آسمان میں اڑتے دیکھ کر تمام لوگ قدیم جہازوں کے وجود اور ایجاد کو سمجھنے لگے ہیں۔ اسی طرح ہم آج کے سائنس دانوں کو جانوروں اور پرندوں کی زبان اور حرکات و سکنات سمجھنے کی سرتوڑ کوشش کرتے دیکھ کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے اسلاف اور آباو اجداد مختلف زبانوں کو جاننے کے علم اور سائنس میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ راجہ بھرتری کے عہد حکومت میں ایسے بہت سے لوگ تھے جو کئی جانوروں کی زبانیں سمجھ لیتے تھے۔

ادھر کچھ دنوں سے مغربی ممالک کے علم حیوانیات کے عالموں اور سائنسدانوں نے کیڑوں، مکوڑوں، پرندوں، چرندوں اور دیگر جانوروں کی ملی جلی زندگی، سماجی کیفیت اور ان کے رہنے سہنے کے طور و طریق میں کافی دلچسپی لینی شروع کردی ہے۔ اس سلسلہ میں یہ تجربات بھی کئے جارہے ہیں کہ کن کن جانوروں میں بولنے، سمجھنے اور سننے کی قوت ہوتی ہے۔ اور وہ کس طرح اپنے دلی خیالات کا اظہار، حرکات و سکنات اور اشارات کے ذریعہ کرتے ہیں کچھ دن پہلے لندن کے چڑیا گھر میں کتنے ہی جانوروں اور پرندوں کو لالچ دے دے کر مائیکروفون کے سامنے بٹھایا گیا اور ان سے کچھ نہ کچھ بلوا کر ان کی الگ الگ بولیوں کے ریکارڈ کئے گئے۔ بعد میں ان ریکارڈوں کو اسی نسل کے جانوروں کو سنایا گیا۔ وہ کبھی کبھی اس طرف سے اداس یا مایوس ہوجاتے اور کبھی کبھی نہایت دلچسپی سے سننے لگتے تھے۔

بھارت کی مینا

کئی پرندوں کی آوازوں کے بھی ریکارڈ تیار کئے گئے ہیں۔ سب سے مزیدار ریکارڈ بھارت کی مینا کا تیار کیا گیا ہے۔ بھارت کی مینا کی یہ خوبی ہے کہ وہ انسانوں، جانوروں اور دیگر کئی پرندوں کی بولی کی ٹھیک نقل کرلیتی ہے۔ اس کے جی میں جب آتا ہے اسی آواز کی ہوبہو نقل کر کے ویسے ہی بولنے لگتی ہے ایک بار لندن کے چڑیا گھر کے قریب ہی فٹ بال کا میچ ہورہا تھا۔ اس میچ میں چڑیا گھر کی ہندی مینا نے کئی بار جان بوجھ کر رنگ میں بھنگ ڈال دی۔ اس نے ریفری کی سیٹی کی آواز کی ہوبہو نقل کرلی اور جب چاہتی ویسے ہی سیٹی بجادیتی۔ کھلاڑی اسے ریفری کی سیٹی کی آواز سمجھ کر یہ جاننے کیلئے کھڑے ہوجاتے کہ کیوں سیٹی بجائی گئی؟ بڑی دیر بعد یہ راز منکشف ہوا کہ وہ بھارت کی مینا کی شرارت اور معصومانہ حرکت کے علاوہ کوئی اور بات نہیں تھی۔ اسی طرح پچھلی جنگ عظیم میں بھارت کی ایک مینا ''گریفلس'' نے امریکہ کا قومی ترانہ گا کر لاکھوں ڈالر چندہ اکھٹا کیا تھا۔

شیر کی نسل

چڑیا خانے کے اندر رہنے والے شیروں اور شیر کی نسل کے دوسرے درندوں کی آوازوں کے بڑے دلچسپ ریکارڈ تیار کئے گئے ہیں۔ ایسا اندازہ لگایا گیا ہے کہ شیر اپنے منھ سے چھ طرح کی مختلف آوازیں نکالتا ہے۔ عام طور پر جب وہ گرجتا

یا دھاڑتا ہے تو اس سے اس کے جوش اور غصہ میں بھڑک اٹھنے کی علامت ظاہر ہوتی ہے اور اس کا یہ ارادہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے شکار کو فوراً گرفت میں لیکر ختم کردینا چاہتا ہے - باگھ ، شیر کے مقابلے میں کم دھاڑتا ہے باگھ کی آواز کی ایک خاص خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ دھاڑنے کے بجائے غراتا ہے ، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دل ہی دل میں غصہ کی وجہ سے جل بھن رہا ہے یا کسی بات سے از حد متاثر یا بیقرار ہے ، جس کی شکایت غرا غرا کر کرنا چاہتا ہے - بڑی بلیاں خاص طور سے وہ بلیاں جو افریقہ میں پائی جاتی ہیں ، منھ بند کرکے ایک خاص طرح کی آواز نکالتی ہیں جیسے کہ میدان جنگ میں نقارے بجتے ہوں - اس آواز سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جنگ لڑنے کیلئے آمادہ ہو رہی ہیں -

بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ لکڑ بھگا کی آواز ایسی ہوتی ہے جیسے کہ وہ راکھششوں کی ہنسی ہنس رہا ہے - مگر حقیقت میں اس طرح کی آواز تمام چتکبرے درندوں کی ہوتی ہے جو شکار مارنے کی خوشی ظاہر کرتی ہے یا کسی دشمن سے جنگ کرنے کیلئے للکارنے کی شکل ظاہر کرتی ہے - بھیڑئیے ایک ساتھ مل کر ایسی آواز پیدا کرتے ہیں جیسے کسی ناٹک میں کورس گانے کا بڑا دلکش ریکارڈ تیار کیا گیا ہو اور بجایا جارہا ہو -

کچھ نسلوں کے ہرن اور افریقہ کے خرگوش صرف اپنی مادہ کی تلاش کرتے وقت ہی خاص قسم کی آواز نکالتے ہیں جو باجے کی سروں کی طرح ہوتی ہے - کچھ ہرن اپنی مادہ کو خوش کرنے کی غرض سے اپنے پیچھے کے دانت رگڑ کر کیکیانے کی آواز نکالتے ہیں -

بندر اور بن مانس

دوسرے حیوانات کی طرح بندر اور بن مانس کی آواز میں خیالات کا اظہار کرنے کی قوت زیادہ ہوتی ہے - لیکن سائنس داں ابھی تک اپنے مشاہدات میں کامیاب نہیں ہوئے کہ ان کے اظہارات اور اشارات سے کیا کیا مطلب اخذ کیا جاسکتا ہے - انہیں یہ بھی ابھی تک معلوم نہیں ہوا کہ وہ کتنا بولتے ہیں اور کتنی طرح سے بولتے اور اشارے کرتے ہیں یہ اندازہ لگانا مشکل ہے - جنوبی امریکہ کے بندر گروہوں میں مل کر گانا گانا پسند کرتے ہیں - وہ اتنا تیز بولتے ہیں کہ ایک بندر کی آواز جنگل میں کئی میلوں تک سنائی پڑتی ہے -

باتونی آدمیوں کی طرح بن مانس اتنا زیادہ بولتا ہے کہ سننے والا گھبرا جاتا ہے - چڑیا گھر میں " گبن " قسم کے بن مانس آدمیوں کی زیادہ بھیڑ دیکھکر زور زور سے بولتے ہیں اور تماشہ بینوں پر ان کے چلانے سے جو اثر پڑتا ہے اسے دیکھکر وہ بڑے خوش ہوتے ہیں - جب شام کو بینڈ بجتا ہے اور چڑیا گھر میں اسے سب طرف سے لاؤڈ اسپیکروں کے ساتھ " ریلے " کیا جاتا ہے تب اپنی زور دار آواز پر غرور کرنے والے گبن بن مانس پہلے تو بہت زور زور سے چلا چلا کر بینڈ کی آواز دبا دینا چاہتے ہیں مگر بعد میں اپنی شکست کا اعتراف کرکے آہستہ آہستہ چپ ہوجاتے ہیں اور آواز کی دنیا میں اپنی بے ہنگم آواز کے غرور کا سر نیچا دیکھکر شرم کے مارے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیتے ہیں -

پاؤں کی بھاشا

بہت سے جانور اپنے خیالات کو پیش کرنے کیلئے پاؤں سے خاص قسم کی آواز کرتے ہیں - خرگوش ، کنگرو ، لاما ، بھیڑیں خطرے سے ہوشیار کرنے کیلئے اور اپنے دشمن کو خوفزدہ کرنے کے لئے پاؤں کی بھاشا کا استعمال کرتی ہیں - بھیڑئیے کا جب کسی دشمن کتے یا بھیڑئیے سے سامنا ہوجاتا ہے تو وہ اتنے زور سے ممیاتی پاؤں پٹکتی ہے کہ وہ آواز کسی جنگی نقارے کی طرح سنائی پڑتی ہے -

بہت سے بڑے بڑے جانور بھی بڑی دلکش آواز نکالتے ہیں - نیل کا دریائی گھوڑا اپنی آواز کی تیزی کو ظاہر کرنے میں ایک پٹاخے کی طرح دھاڑتا ہے اور لیبیا کا چھوٹا دریائی گھوڑا دھاڑنا شروع کرنے سے پہلے بھڑ بھڑاتا ہے - ہاتھی صرف چنگھاڑتا ہی نہیں بلکہ اپنے خیالات کا اظہار کرتے وقت خاص قسم کا دھڑ دھڑاتا ہوا زور دار شور اپنی سونڈ سے نکالتا ہے - جس سے ایسا معلوم پڑتا ہے کہ جیسے ہاتھی کے گلے میں انگارہ اٹک گیا ہے -

عرب کا اونٹ

عرب کا اونٹ چلاتا ہے ، غراتا ہے اور بابلاتا ہے - کبھی وہ ایک خاص قسم کی آواز پیدا کرتے سنا گیا ہے - کبھی وہ خاص طریقے سے بلبلاتا ہوا گانے لگتا ہے - اس وقت اسکی گردن اور اوپر اٹھا ہوا تھوتھنی نما منھ دیکھنے کے قابل ہوتا ہے - زیبرا اور ژرانہ اپنی مست اور سریلی آواز میں مخمور رہتے ہیں - ایک بار زیبرا کے سامنے مادہ زیبرا کی بولی کا ریکارڈ لگایا گیا تو وہ چوکنا ہوکر اور کان کھڑے کرکے اسے بڑی توجہ سے سنتا رہا -

ابھی تک اس طرف سائنس دانوں نے جو کچھ محنت کرکے سیکھا اور سمجھا ہے ، اس سے انہوں نے صرف جانوروں اور پرندوں کے متعلق انسانوں کی دلچسپ واقفیت بڑھائی ہے اور ساتھ ساتھ عام حیوانات کی سائنس کی کئی پیچیدگیاں بھی

[illegible] پر انسان کی
توجہ مبذول کروائی ہے ۔

کرہ ارض پر جانوروں کی کتنی قسمیں پائی جاتی ہیں جن میں پرندے ، چرندے ، درندے حشرات الارض اور سمندر میں پائی جانے والی مخلوق بھی شامل ہے ۔ اس سوال کا جواب آج تک کوئی بھی نہیں دے سکا ، کیونکہ جانوروں کا شمار نو در کنار سائنس کے اس قدر ارتقاء کے باوجود ہمیں یہ بھی علم نہیں کہ گنتی کے وہ جانور جو انسان سے بہت قریب ہیں ، یہ کن صلاحیتوں اور خوبیوں کے مالک ہیں ۔ ان جانوروں کو جانے دیجیے جنہیں عام لوگ زندگی بھر دیکھ نہیں پاتے ۔ صرف ان حیوانوں کے لیئے جو ہمارے گھروں اور بازاروں میں ہر وقت موجود رہتے ہیں ۔ کتے ، بلیاں ، گھوڑے ، گدھے ، خرگوش ، الو ، کوے ، چیلیں ، چڑیاں ، کبوتر ۔ کیا آپ سچ سچ کہہ سکتے ہیں کہ ان جانوروں کے بارے میں آپ کو کتنی معلومات حاصل ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کو کچھ بھی معلوم نہیں ۔ اور آپ پر کیا منحصر ہے ، کسی بڑے سے بڑے ماہر علم الحیوانات سے پوچھ لیجئے وہ بھی عاجزی کا اظہار کرنے لگے گا ۔ ممکن ہے کہ وہ ان جانوروں کی جسمانی حالت پر صحیح روشنی ڈال سکے لیکن ذہنی کیفیت اور عادات خصائل کے بارے میں اس کا علم بھی صفر ہوگا کیونکہ یہ بات اب تسلیم کرلی گئی ہے کہ کسی جانور کی عادات اپنی ہی جنس کے جانور سے نہیں ملتیں ۔ یہی وجہ ہے کہ انسان ان جانوروں کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننے کی کوشش کر رہا ہے اور ان کے ذہنی و جسمانی ارتقاء کے مدارج کا سراغ لگانا چاہتا ہے ۔ ان تجربات نے جانوروں کی صلاحیتوں کو سمجھنے میں جو مدد دی ہے اس کی روشنی میں انسان بہت سے کام جانوروں سے لے سکتا ہے ۔ مثال کے طور پر ان سراغ رساں کتوں کو لے لیجئے جو پولیس میں کام کرتے ہیں اور قاتلوں اور چوروں کو پکڑنے میں مدد دیتے ہیں ۔ ہمیں معلوم ہے کہ کتے کی قوت شامہ بہت تیز ہوتی ہے ۔ اسلئے ہم نے اس سے فائدہ اٹھایا ۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے کتوں پر جب ابتدائی تجربات کئے گئے تو بہت سی باتوں کا انکشاف ہوا اور پتہ چلا کہ کتے میں سونگھنے کی قوت سب سے زیادہ ، سننے کی قوت اس سے کم اور دیکھنے کی قوت اس سے بھی کم ہے ۔

ایک اطالوی سائینس دان نے السیشن کتے پر چند دلچسپ تجربے کئے تھے جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ اس نے کتے کو پہلے سلفر ایسڈ کی بو سونگھنے کی تربیت دی اور جب کتا اسے اچھی طرح دوسری دواؤں میں شناخت کرنے لگا تو ایک روز وہ کتے کو لے کر کھلے میدان میں گیا جہاں اس نے آدمیوں کو ایک لائین میں کھڑا کر کے ان کے ہاتھوں میں پتھر تھمادے ۔ ان پتھروں پر نمبر پڑے ہوئے تھے ۔ کتے کو ان میں سے صرف نمبر ۲ آدمی کا ہاتھ سونگھایا گیا اور بعد ازاں ان آدمیوں نے اپنے اپنے پتھر دور پھینک دئے ان میں سے ہر پتھر پر سلفرایسڈ ملا ہوا تھا ۔ جب کتے کو چھوڑا گیا تو وہ ان پتھروں کی طرف لپکا اور چند سیکنڈ کی تلاش کے بعد نمبر ۲ پتھر فوراً اٹھا لایا ۔ اطالوی سائینس دان بیان کرتا ہے کہ جب کتا باری باری پتھروں کو سونگھ رہا تھا تو میں پوری توجہ سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا ۔ اس نے ہر پتھر کو سونگھا اور چھوڑ دیا ۔ ایک لمحے کیلئے وہ پریشان سا ہوگیا ۔ لیکن پھر دوبارہ سونگھنے لگا ۔ یکا یک اس نے کان کھڑے کئے ، منہ اٹھا کر فضا میں کچھ سونگھا اور لپک کر مطلوبہ پتھر منہ میں دبالیا اور جب وہ واپس دوڑا تو پہلے سے بھی تیز رفتار کے ساتھ ۔ جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اسے اپنی کامیابی پر کتنی خوشی ہوئی ہے ۔

ماہرین علم حشرات الارض نے انکشاف کیا ہے کہ بعض کیڑے مکوڑوں کی قوت شامہ اس قدر قوی ہوتی ہے کہ اسے قدرت کا ایک کھلا معجزہ ہی کہا جاسکتا ہے ۔ یہ کیڑے میلوں دور سے اپنے ہم جنسوں کی خوشبو پالیتے ہیں ۔ اور اس جانب بڑھنے لگتے ہیں ۔ ایک جاپانی ماہر حشرات الارض ریشم کے کیڑے کا واقعہ بیان کرتا ہے جس پر اس نے تجربہ کیا تھا ۔

”میں نے ریشم کے چند کیڑوں کو جن میں نر اور مادہ دونوں شامل تھے ، بید کے ایک ڈبے میں بند کیا اور اپنے گھر سے دو میل دور جا کر اس ڈبے میں سے نر کیڑے نکال لئے اور مادہ اسی میں رہنے دئے ۔ ڈبہ وہیں چھوڑ کر نر کیڑوں کو گھر واپس لے آیا اور بعد ازاں ان کیڑوں کے اوپر شناخت کے لئے ریشمی دھاگے لپیٹ کر انہیں بھی چھوڑ دیا ۔ اگلے روز صبح جب دو میل دور اس مقام پر گیا جہاں مادہ کیڑوں کو ڈبے کے اندر بند چھوڑ آیا تھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سب کے سب نر کیڑے ڈبے کے اوپر رینگ رہے تھے“ ۔

جاپانی سائینس دان نے جب تحقیق کی تو پتہ چلا کہ نر کیڑوں نے مادہ کیڑوں کا سراغ اس بو سے لگایا جو ایک روز پیشتر دو میل لمبے راستے پر پھیل چکی تھی اور پھر ہوا کی رہنمائی میں یہ کیڑے بو کے پیچھے پیچھے چلتے گئے اور بالآخر مقام مقصود پر پہنچ گئے ۔ ویسے بھی یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ ایک خاص موسم میں ان کیڑوں کے اندر سے مختلف قسم کی خوشبوئیں پھوٹتی ہیں جو صرف جنس مخالف کو مسحور کرکے بلانے کا کام دیتی ہیں ۔ بعد ازاں ایسا ہی تجربہ نر اور مادہ چیونٹیوں پر کیا گیا تو وہ بھی کسی رکاوٹ کے بغیر سارا فاصلہ طے کرکے اپنے گھروں تک پہونچ گئیں ۔

ایک فرانسیسی سائینس داں لوبک نے چیونٹیوں پر عرصہ دراز کی تحقیق اور تجربات کے بعد حاصل کردہ معلومات کو ایک کتاب میں جمع کیا تھا ۔ وہ ان کے بعض حیران کن خصائل اور خصائص بیان کرتا ہے کہ چیونٹیوں کے بیشمار قبیلے اور خاندان ہیں ۔ اور ہر ایک کی علحدہ علحدہ خصوصیات ہیں ۔ بعض قبیلے آپس میں ہمدرد دوست ہوتے ہیں اور بعض کے درمیان فطری طور پر دشمنی اور حسد کا جذبہ کار فرما ہوتا ہے اور ایسی چیونٹیاں اگر ایک دوسرے کے سامنے آجائیں تو لڑنا شروع کردیتی ہیں اور جب تک حریف کو ختم نہ کردیں ، لڑائی بند نہیں ہوتی ۔ ان کے بلوں کی خوشبو بھی علحدہ علحدہ ہوتی ہے جس سے فوراً دوست اور دشمن میں تمیز کرلیتی ہیں ۔

لوبک لکھتا ہے ۔ ”میں نے دو مختلف بلوں سے جن کا درمیانی فاصلہ ساٹھ گز تھا ، سیاہ رنگ کی دس دس چیونٹیاں پکڑیں اور ان پر مختلف شناخت کے لئے سرخ اور پیلے رنگ کے نقطے لگادئے اور پھر ان چیونٹیوں کو مخالف بلوں کے قریب جا کر چھوڑ دیا ، لیکن جونہی میں نے سرخ نشان والی چیونٹیوں کو غیر قبیلے کی چیونٹیوں کے پاس چھوڑا تو وہ بیچینی اور اضطراب سے ادھر ادھر پھرنے لگیں ۔ انہوں نے بل کی طرف رخ بھی نہیں کیا بلکہ ادھر ادھر سونگھ کر اپنے گھر کا پتہ چلالیا ۔ ایک گھنٹے کے بعد جب میں نے ان دونوں بلوں کا معائنہ کیا تو پتہ چلا کہ سرخ نشان والی چیونٹیاں اپنے بل میں اور پیلے نشان والی چونٹیاں اپنے بل میں واپس پہنچ چکی تھیں “ ۔

قوت سماعت میں بھی جانور انسان سے بڑھے ہوئے ہیں ۔ میں نے شروع میں کہا ہے کہ کتے میں اگرچہ سونگھنے کی قوت سب سے زیادہ ہے اور سماعت کی قوت دوسرے درجے پر ہے ۔ مگر تجربات شاہد ہیں کہ ایک ہلکی سی آواز جو انسانی کان تیس فٹ دور کے فاصلے سے سن سکتے ہیں اس سے بھی مدھم آواز ایک کتا ۶۷ فٹ کے فاصلے سے بآسانی سن لیتا ہے ۔

بلی کی قوت سماعت کتے کے مقابلے میں بہت تیز ہوتی ہے ۔ ساٹھ فٹ کے فاصلے پر اگر کوئی چوہا فرش پر چل رہا ہو تو بلی آسانی سے اس کے چلنے کی آواز سن لیتی ہے ۔ آواز کا صحیح اندازہ کرنے میں بلی کو اس کی مونچھوں کے بال ”ایریل“ (Aerial) کا کام دیتے ہیں ۔ اوپر نیچے اور دائیں بائیں سے آنے والی آوازوں میں وہ فوراً تمیز کرلیتی ہے اور کبھی غلطی نہیں کرتی جبکہ کتا اکثر اوقات آواز سنکر غلط سمت میں دوڑتا پایا گیا ہے ۔ اندھیرے میں بلی کی قوت سماعت حیرت انگیز طور پر بڑھ جاتی ہے ۔ یہ خیال عام ہے کہ بلی اندھیرے میں روز روشن کی طرح دیکھ سکتی ہے لیکن حالیہ تجربوں نے یہ بات ثابت کی ہے کہ بلی کو اس معاملے میں دوسرے جانوروں پر فوقیت نہیں دی جاسکتی ۔ دوسرے بہت سے جانور بھی رات کو بآسانی بہت فاصلے کی چیزیں دیکھ لیتے ہیں ۔ البتہ یہ کہنا ٹھیک ہے کہ بلی کو رات کے وقت دن کے مقابلے میں اشیاء زیادہ واضح دکھائی دیتی ہیں ۔ بلی کی ناک بھی انتہائی زود حس ہوتی ہے اور ہلکی سے ہلکی بو کے ذریعے وہ اپنے شکار کا سراغ لگالیتی ہے ۔

جہاں تک آنکھوں کی قوت (قوت بصارت) کا تعلق ہے اس معاملے میں شکاری پرندوں کے سوا کوئی جانور اتنی قوت کا مالک نہیں ہے ۔ باز اور عقاب جیسے فلک پیما پرندے ہزاروں فٹ کی بلندی سے زمین پر پڑی ہوئی گوشت کی بوٹی بخوبی دیکھ لیتے ہیں ان کی آنکھیں بڑی بڑی اور دور بین کی مانند طاقتور ہوتی ہیں ۔ یہی حال الو کی آنکھوں کا ہے ۔ ایسے پرندوں کی آنکھیں بڑی ہونے کے باعث سر چھوٹا ہوتا ہے ۔ کیونکہ زیادہ جگہ تو دو آنکھیں گھیر لیتی ہیں ۔ کرۂ ارض پر پائے جانے والے ان پرندوں میں جو اڑ نہیں سکتے ، مرغ کی آنکھ سب سے زیادہ بڑی ہے ۔ اس کی ایک آنکھ کا قطر دو انچ ہوتا ہے اور دونوں آنکھوں کا وزن تقریباً ۹۰,۲۶ گرام یعنی دماغ کے مقابلے میں آنکھوں کا وزن دو گنا ہوتا ہے ۔ شتر مرغ کے علاوہ دوسرے پرندوں مثلاً چیلیں ، عقاب ، شکرے اور الو ان سب کی آنکھوں کا وزن دماغ سے دو گنا پایا جاتا ہے ۔ مشہور و معروف انگریز ماہر علم العین (Opthalmologist) تھامس شیلڈ جس نے جانوروں کی آنکھوں پر برسوں تحقیق کی تھی ، پرندوں کی آنکھوں کے بارے میں رقمطراز ہے ۔ ”کرۂ ارض پر پائے جانے والے بیشمار بڑے اور چھوٹے پرندوں کی آنکھیں اپنی بناوٹ اور قوت کے اعتبار سے قدرت کا ایک بے مثال کرشمہ کہی جاسکتی ہیں ۔ یہ آنکھیں بیک وقت دور بین بھی ہیں اور خورد بین بھی ۔ شکاری پرندوں کی قوت نگاہ انسان کے مقابلے میں سو گنا زیادہ تیز ہے ۔ ایک حقیر ذرہ جو انسانی آنکھ کو ایک گز کے فاصلے سے بمشکل دکھائی دیتا ہے ، اس ذرے کو ایک پرندہ سو گز کے فاصلے سے بآسانی دیکھ لیتا ہے ۔

چھوٹی نسل کا شکرا انسانی آنکھ سے آٹھ گنا زیادہ قوت رکھتا ہے ۔ اچھی بصارت رکھنے والا ایک آدمی اندھیرے میں کسی چیز کو کچھ فاصلے سے دیکھ سکتا ہے تو الو اسی چیز کو دس گنا زیادہ فاصلے سے دیکھنے پر قادر ہے ۔

شہد کی مکھیوں پر اب تک جس قدر تحقیق اور تجربے کئے گئے ہیں ، دنیا بھر میں کسی دیگر حیوان پر نہیں کئے گئے ۔ سویڈن یونیورسٹی کے پروفیسر کارل فان فرانش شہد کی

بوله پر پوری دنیا کے ماہرین علم الحیوانات کے نزدیک ی سند تسلیم کئے جاتے ہیں ۔ انہوں نے یہ تجربات سنه ۱۹ ع سے شروع کئے تھے اور اب تک اس کام میں مصروف ، ۔ گویا عمر عزیز کے چھیالیس سال انہوں نے صرف شہد مکھیوں کے مطالعے میں صرف کئے ۔ پروفیسر کارل ہی نے ، ھھ پہلے یہ دریافت کیا تھا کہ شہد کی مکھیاں مختلف ون میں امتیاز کرسکتی ہیں ۔ انہیں در اصل یہ معلوم بنے کی دھن تھی کہ شہد کی مکھیاں جب خوراک کا ذخیرہ تلاش کرتی ہیں تو ایک دوسرے تک یہ خبر کس ح اور کس انداز سے پہونچاتی ہیں ؟ یعنی مکھیوں کی ن کراسی ہے ۔ جس میں گفتگو کرتی ہیں ۔ اس دوران میں ون نے بہت سے تجربے کئے اور معلوم کرلیا کہ مکھیاں رنگوں و نہ صرف دیکھتی ہیں بلکہ ان میں تمیز بھی کرسکتی ں ۔

میونخ یونیورسٹی کے باغ میں جہاں بہت سی قسم کے واوں کے تختے بچھے تھے، پروفیسر کارل نے ایک لمبی سی میز بھائی اور اس پر شہد سے بھرا ہوا ایک برتن رکھ دیا ۔ برتن ، قریب ہی انہوں نے گہرے نیلے رنگ کا ایک کارڈ بھی کھ دیا ۔ باغ میں شہد کی مکھیاں اڑ رہی تھیں ۔ بہت جلد ہوں نے شہد سے بھرے ہوئے برتن کا سراغ پالیا اور میز پر مع ہونے لگ گئیں نیلے رنگ کا بڑا سا کارڈ انہوں نے اپنے بیٹھنے ے لئے چن لیا ۔ پروفیسر کارل لکھتے ہیں ۔

" تین روز بعد میں نے شہد کا برتن جو آدھا خالی وچکا تھا ۔ میز سے ہٹالیا اور دوسری میز پر سرخ زرد اور سبز ز نیلے رنگ کے چار کارڈ رکھ دئے ۔ اس روز مکھیاں آئیں ۔ بند لمحوں تک شہد کا برتن تلاش کرتی رہیں اور پھر نیلے نگ کے کارڈ پر جمع ہوگئیں اور دیر تک انتظار کرتی رہیں کہ شاید برتن آجائے ۔ میں نے دیکھا کہ کوئی مکھی سرخ رد اور سبز رنگ کے کارڈوں پر نہیں بیٹھی ۔ اس کا مطلب یہ ھا کہ انہوں نے چاروں رنگوں میں سے نیلا رنگ آسانی سے ناخت کرلیا تھا ۔ اس کے بعد ہفتوں تک میں تجربے کرتا رہا ۔ یلے رنگ کے بعد میں نے مکھیوں سے سیاہ ، نارنجی ، سبز اور رد رنگ کی پہچان کروائی ۔ انہی تجربوں کے دوران میں یہ نکشاف بھی ہوا کہ شہد کی مکھیوں کو سرخ رنگ نظر نہیں تا ۔ بعد ازاں اس کا ثبوت یوں ملا کہ باغ میں جتنے بھی سرخ پھول تھے ، مکھیاں بہت کم تعداد میں ان پر بیٹھتی ھیں ۔ شہد کی مکھیوں میں سونگھنے کی قوت کچھ زیادہ نہیں ہوتی ۔ وہ کسی شئے کو بہت قریب سے سونگھ کر ہی پتہ چلا سکتی ہیں کہ یہ ان کے کام کی ہے یا نہیں ۔

شہد کی ایک مکھی جب خوراک کا ذخیرہ دریافت کرلیتی ہے تو وہ دوسری مکھیوں کو یہ خبر کیسے پہونچاتی ہے ؟ ڈاکٹر کارل یہ راز حل کرنے کی فکر میں تھا ۔ سوچ سوچ کر اس نے ایک خاص ترکیب پر عمل کیا ۔ اس نے شہد کی مکھیوں کے لئے ایک چھتہ اس طرح بنایا کہ اس کے چاروں طرف شیشے لگائے جن میں مکھیوں کی آمد و رفت کیلئے سوراخ رکھے گئے ۔ اس طرح چھتے کے اندر آسانی سے مکھیوں کو مصروف عمل دیکھا جاسکتا تھا اور ان کے مشتعل ہوکر ایک دم حملہ کردینے کا خدشہ بھی نہیں تھا ۔ ڈاکٹر نے اپنی تجربہ گاہ کے اندر میز پر شہد کا برتن رکھ دیا اور مکھیوں کی آمد کا انتظار کرنے لگا ۔ چھتے میں اس وقت پانچ سو کے قریب پالتو مکھیاں تھیں ۔ آخر ایک مکھی اس میز پر آئی اور شہد کے برتن کا معائنہ کرنے لگی ۔ ڈاکٹر نے اس مکھی کو پکڑ کر اس کے اوپر رنگ سے نشان لگایا اور اسے چھوڑ دیا ۔ یہ مکھی سیدھی چھتے کی طرف گئی ڈاکٹر کارل نے یہ واقعہ یوں تحریر کیا ہے ۔

" مکھی پہلے تو شہد کے اوپر منڈلاتی رہی پھر اس نے شہد کو چوسا اور کھڑکی سے باہر نکل کر چھتے کی جانب اڑ گئی ۔ میں اس کے تعاقب میں گیا اور جب وہ سوراخ کے اندر سے چھتے میں داخل ہوگئی تو میں نے قریب جاکر معائنہ کیا ۔ چونکہ اس مکھی پر میں نے رنگ سے نشان لگایا تھا ۔ اس لئے اسے شناخت کرنے میں مجھے دقت نہیں ہوئی ۔ چھتے کے اندر جاتے ہی وہ ایک جگہ پر بیٹھ گئی اور پھر تیزی سے رقص کرنے لگی ۔ ایک منٹ تک وہ اسی طرح چکر لگاتی رہی ۔ چھتے کی دوسری مکھیاں اس کی جانب متوجہ ہوگئیں ۔ یکا یک اس مکھی نے رقص بند کردیا اور سب سے پہلے چھتے سے باہر نکلی ۔ اس کے پیچھے سینکڑوں مکھیاں نکل آئیں اور تجربہ گاہ میں رکھی ہوئی میز پر جمع ہونے لگیں ۔ اور ایک بار پھر انہوں نے شہد کے برتن کے گرد رقص کیا ۔ یہ شاید اس مسرت کی علامت تھی کہ انہیں خوراک کا ذخیرہ مل گیا ہے "۔

اس طرح ڈاکٹر کارل فرائش نے مکھیوں کی خفیہ زبان معلوم کرلی کہ وہ رقص کے ذریعے ایک دوسری تک خبر پہونچاتی ہیں ۔

* * *

کھلی ہوئی راہوں کا درد

ڈوبتے ہوئے سورج کی نارنگی کرنوں نے سرخ گلابوں کو اور بھی سرخ بنا ڈالا ہے۔

میں اپنی کوٹھی کے لان میں بیٹھی ان گلابوں کو تکتی چلی جارہی ہوں۔

جب میں نے پہلی بار انہیں دیکھا میں پانچ سال کی ننھی سی بچی تھی۔ اس وقت پاپا مجھے لئے ہوئے کھلونوں کی ایک دوکان کے اندر کھڑے تھے۔ اور میں ان کے کندھے سے لگی مسلسل روتی چلی جارہی تھی۔

پاپا میرے لئے ایک بہت قیمتی گڑیا خرید چکے تھے۔ گڑیا میری ہی پسند کی تھی جبکہ میرے پاس پہلے سے بہت ساری گڑیاں موجود تھیں۔ لیکن جب گڑیا خرید کر دکان سے باہر آنے لگے اسی وقت اچانک میری نظر خرگوشوں کی ایک جوڑی پر پڑ گئی۔ اور میں بنا کچھ بولے ایک دم پاپا کی گود سے نیچے پھسل گئی۔

یہ اتنی جلدی ہوا کہ پاپا مجھے سنبھال نہ سکے۔ اور میں شیشے کے ایک شوکیس سے ٹکرا گئی۔ چوٹ تو زیادہ نہیں لگی تھی مگر میں اتنے زور سے روئی سارے کے سارے چونک پڑے۔ تب تک پاپا مجھے اٹھا کر دوبارہ گود میں لے چکے تھے۔ اور مجھے بہلانے لگے تھے۔ مجھے چپ کرانا اتنا آسان تو نہ تھا۔

''کیا بات ہے بیٹے ؟ اتنی پیاری گڑیا کی آنکھوں میں آنسو بھلے نہیں لگتے۔ ...

پاپا کے پیچھے سے یہ آواز آئی تھی۔ اور پھر میں نے دیکھا گورے گلابی رنگت والی ایک باوقار شخصیت شلوار کرتے اور صدری میں ملبوس سامنے آگئی۔ ان کی ڈاڑھی کے چند بال سفید ہوچلے تھے۔ اور سر کے بھی

''لاؤ اسے مجھے دے دو۔ تم سے بہلنے والی نہیں۔ ..،، اتنا کہکر انہوں نے مجھے پاپا کی گود سے اپنی گود میں لے لیا۔ اور مجھے لے کر دوسری طرف چلے گئے۔ دوسرے ہی پل بنا مانگے یا بتائے خرگوشو کی وہی جوڑی میرے ہاتھ میں تھی۔

میں روتے روتے ہنس پڑی۔ اور پھر وہ مجھے لے کر دکان سے باہر کی طرف چل پڑے۔ پاپا ہمارے پیچھے کچھ دوری پر تھے۔

'' مجھ سے دوستی کرو گی ؟،، انہوں نے اچانک پوچھ لیا۔

'' ... آپ تو بڑے ہیں ،،

''کیا بڑے آدمی سے دوستی نہیں کی جاتی ،،

''نا ،،

''کیوں ؟ ،،

''وہ کھیلتے جو نہیں ،،

'' میں تو کھیلتا ہوں بھئی ! ،،

سچ !! ،،

''بالکل سچ۔ کہو دوستی پکی ؟ ،،

'' پکی ،، اور پھر میں نے دائیں ہاتھ کی ایک انگلی ان کی انگلی سے چھوا کر اسے چوم لیا۔

تب تک پاپا بھی پاس آچکے تھے۔ اور میری اور ان کی دوستی پکی ہوتے دیکھ حیرانی سے میرا منہ تک رہے تھے۔ میں جو کسی انجانے آدمی کو دیکھ کر ممی کی گود میں منہ چھپالیا کرتی تھی۔ کتنی جلدی ان کی دوست بن گئی تھی۔ کیسے ؟ پاپا سمجھ نہیں پائے۔

''اچھا اب تو ہم دوست بن ہی گئے لیکن یہ تو بتاؤ مجھے کہو گی کیا ؟ ،،

'' انکل ،،

''ناری بدھو انکل لوگ بوڑھے نہیں ہوا کرتے ،،

بوڑھے انکل ہی کہوں گی ،،

'' نا۔ یہ اچھا نہیں لگتا ،،

'' پھر۔ ؟ ،،

" نانا میاں کہو مجھے "

" نانا میاں کے بال تو ایک دم اجلے ہوا کرتے ہیں آپ کے تو آدھے کالے ہیں "

" جب مجھے نانا میاں کہنے لگو گی نا تو میرے بال بھی پورے اجلے ہوجائیں گے - "

"اچھا ؟ "

"پھر ناناسیاں ہی کہو گی نا ؟ "

"ہاں ! "

اور پھر وہ مجھے لئے لئے ہی پاپا کے ساتھ ان کے کہنے پر ہمارے گھر آگئے اور بہت دیر تک میرے ساتھ کھیلتے رہے اور جب نیند کی دیوی میری آنکھوں میں بس جانے کو بیتاب ہو گئی تو وہ جانے کے لئے اٹھ گئے تب پاپا سے رہا نہ گیا اور وہ پوچھ ہی بیٹھے -

"میں آپ کے اس خلوص کی وجہ نہیں سمجھ سکا - ! "

" خلوص کی کوئی وجہ نہیں ہوا کرتی بیٹے - اور خلوص تو غیروں کو بھی دیا جاتا ہے - جبکہ پیار صرف اپنوں کو دیا جاتا ہے اور اس کا حقدار وہی ہوتا ہے جسے ہم اپنے دل کی گہرائیوں میں بسا لیتے ہیں - "

اتنا کہہ کر وہ اٹھے اور چلے گئے -

صبح کے سات بجے ہوں گے کہ دروازے پر دستک ہوئی پاپا نے اٹھکر دروازہ کھولا تو وہ پھلوں کی ٹوکری لئے سامنے کھڑے تھے -

اور پھر یہ روز کا معمول بن گیا -

میرے پاپا کا اپنا موٹر کارخانہ تھا- جو چتر نجن ایونیو میں امام آٹو موبائیل کے نام سے مشہور تھا - ہر روز بہت ساری کاریں مرمت کے لئے آیا کرتی تھیں -

نانا میاں کی انگوٹھیوں کی چھوٹی سی دکان تھی ، اس سے جو آمدنی ہوتی وہ اسے تین حصوں میں بانٹ لیتے تھے - ایک حصہ غریبوں کی مدد کے لئے ہوتا تھا- دوسرا میرے لئے اور تیسرے حصے سے وہ اپنا خرچ چلاتے -

پہلے میں ہر روز پاپا کے ساتھ کارخانے چلی جاتی تھی ، کیونکہ دن میں کم از کم دو بار مجھے دیکھے بغیر پاپا کو چین نہیں ملتا تھا -

پاپا آفس میں بیٹھے فائلیں دیکھتے رہتے اور میں ٹیبل پر بیٹھی رانگ نمبر پر فون کرتی رہتی -

جب سے ناناسیاں ملے میرا آدھے سے زیادہ وقت ان کی دکان پر گزرنے لگا - قیمتی سے قیمتی انگوٹھی کا ڈبہ وہ میرے سامنے کھلا چھوڑ دیتے اور میں اس سے کھیلتی رہتی -

شام سرخی مائل ہوچلی ہے - یوں جیسے گلابوں کی لالی سورج کی کرنوں میں سما گئی ہو - اور مجھے اپنے بچپن کا ایک حادثہ یاد ہو آیا ہے -

ہاں ایسی ہی شام تھی وہ - نانا میاں کچھ سامان خریدنے کہیں گئے تھے - اور میں اپنے گھریلو ملازم کے ساتھ کارخانے چلی آئی تھی- اس دن ایک نئی کار مرمت کے لئے آئی تھی - آبا بہت مصروف تھے - مستریوں کو تنخواہ بٹوانی تھی - کسی کام کی جلدی میں ایک نیپالی مزدور لڑکا کار سے چابی نکالنا بھول گیا تھا- میں اکثر آئی ہوئی کاروں میں بیٹھ کر کھیلتی رہا کرتی تھی - اس طرح اس کار میں بھی جا کر بیٹھ گئی اور اچانک میں نے چابی گھما کر بریک دبا دیا - پھر جو کار پھسلی ہے تو بس -

کار کا دروازہ بھی کھلا رہ گیا تھا - اور میں ہینڈل تھامے بری طرح جھکولے کھا رہی تھی ، سارے کے سارے دم بخود کھڑے کے کھڑے رہ گئے کسی کی ہمت نہیں تھی کہ چلتی گاڑی میں کود کر بریک لگادے- قریب تھا کہ کار کسی درخت سے ٹکرا جاتی - اچانک کوئی آتا ہوا شخص ہاتھ میں لئے سامان کو پھینک چھلانگ لگا کر کار میں کود پڑا - اور بریک لگادیئے -

ہاں وہ نانا میاں ہی تو تھے - جنہوں نے اپنی جان کی بازی لگا کر میری جان بچالی تھی - ان کا سر پھٹ گیا تھا - ہاتھ میں بھی چوٹ آئی تھی - کئی دن وہ ہسپتال میں پڑے رہے- مگر ہر روز مجھے وہیں بلوا کر دیکھنا نہ بھولے -

ان کا نام دلدار خان تھا ، اور وہ افغانستان کے رہنے والے تھے - ان کے والد جب یہ پانچ سال کے بچے تھے تب ہی گذر گئے تھے - ماں نے پال پوس کر بڑا کیا ، اٹھارہ سال کے ہوئے تو ان کی شادی بھی کرا ڈالی ، لیکن شادی کے چند ہی دنوں بعد خود بھی چل بسیں ، ماں کی موت کا غم بہت گہرا تھا - پھر بھی کسی طرح انہوں نے خود کو سنبھالا اور اپنے سونے آنگن میں کھلنے والی کلی کا تصور کر کے خود کو بہلانے کی کوشش میں جٹ گئے -

اور ایک دن ان کے سونے آنگن میں ایک ننھی سی چیخ گونج اٹھی مگر چند ہی گھنٹوں بعد ان معصوم چیخوں میں خود ان کی آہیں بھی سمٹ گئیں -

اور تب یہ چوٹ ان سے سہی نہ گئی ، اور وہ سہینے بھر کی شاہدہ کو سینے سے لگائے ہندوستان چلے آئے -

شاہدہ بڑی ہوئی پھر اس کی شادی بھی ہوگئی ، اور اس کے آنگن میں ایک کلی بھی مسکرا پڑی ، ایک پھول کھل اٹھا ۔ گل انار جیسا ۔

اور پھر اچانک جنگ کی گھٹائیں گھر آئیں ۔ سر زمین ہند اپنے ہی بیٹوں کے خون سے نہلادی گئی ۔ اور اس کے ٹکڑے ہوگئے ۔

لاکھوں دلہنوں کی مانگ کا سیندور مٹ گیا ۔ کروڑوں ماؤں کی گود سونی ہوگئی ، وہ مکان بھی شعلوں کی نذر ہوگیا جس میں شاہدہ کے ننھے قدموں کی پہلی چاپ گونجی تھی ۔

شاہدہ ، اس کا شوہر ، اور گلنار سب راکھ بن کر بکھر گئے !

اس دن میری بسم اللہ ، یعنی مکتب تھی ، ہمارے یہاں بسم اللہ کی رسم بڑی دھوم سے منائی جاتی ہے ۔ لگتا ہے کسی کی شادی ہورہی ہو ۔

سارے مہمان جاچکے تھے ۔ سب نے میرے گلے میں بڑے بڑے پھول کے گجرے پہنائے تھے ۔ گلے میں اتنے ہار ڈالے گئے تھے کہ ان کے بوجھ سے میں جھک سی گئی تھی ،

مگر نانا میاں نے صرف گلاب کا ایک ادھ کھلا پھول مجھے دیا تھا ، اور بولے تھے ۔ ” گلدی رانی یہ پھول جو آج تمہیں ملا ہے نا اسے علم کا پھول کہتے ہیں اسے سنبھال کر رکھنا ۔

میں ۔ پاپا ۔ امی اور نانا میاں کوٹھی کے لان میں بیٹھے تھے ۔ شام کی ہوا اپنے آنچل میں پھولوں کی خوشبو سمیٹ لائی تھی ، اور اسے لہرا لہرا کر خوشبو بکھیر رہی تھی ، کہ اچانک گیٹ کی زنجیر زور سے جھنجنا اٹھی ۔

پوسٹ مین ٹیلیگرام لے کر آیا تھا ۔ اور ٹیلیگرام ” کراچی “ سے آیا تھا یہ خالو ابا نے بھیجا تھا ۔

خالہ امی بہت بیمار تھیں اور امی سے ملنے کو تڑپ رہی تھیں نانی اماں کے مرنے کے بعد امی نے ہی انہیں پالا تھا ، جب نانی اماں گذریں تو خالہ امی صرف چھ سال کی ننھی سی بچی تھیں ۔

ہم کراچی پہنچ گئے ۔ لیکن میں یہ سمجھکر کہ کراچی کہیں اور ہے ، پاپا اور ممی کو پریشان کئے رہتی کہ کراچی چلئے نہیں تو نانا میاں کے پاس پہونچائیے ۔

کراچی میرے لئے چڑیا خانے جیسی کوئی چیز تھی ، ایک دن میں گھوم کر چلے آنے جیسی !

کلکتہ اور کراچی میں مجھے کوئی فرق نہیں لگتا تھا سب لوگ ویسے ہی تھے ، ویسے ہی کھانا کھاتے تھے ، ویسے ہی کپڑے پہنتے تھے ، ویسے ہی بازار اور گلیاں تھیں ۔ ویسی ہی کوٹھیاں تھیں ، اور زمین کا رنگ بھی تو ویسا ہی تھا ۔ !

ہر وقت مجھے یہ خیال پریشان کئے رہتا تھا کہ نانا شائد مجھ سے ناراض ہوگئے ہیں ۔ جبھی تو مجھ سے کھیلنے نہیں آتے ،

ریت کے اندر دبی ہوئی چنگاری ، جانے کیسی اور کہاں ہوا پا کر ایک بار پھر شعلہ بن گئی ۱۹۶۵ء کی وہ گھڑی جب جنگ کے کالے بادل ایک بار پھر گھر آئے ، اور تب ۔

راستے بند ہوگئے !

پھر ہمیں وہیں کا بن جانا پڑا ۔ حالات نے ہمارے پیروں میں زنجیر ڈال دی ۔

کسی ماں سے اس کا بیٹا بچھڑ گیا ، تو کسی دولہن کی مانگ سونی ہوئی ، کسی بھائی کو خود اپنے ہی بھائی کے سینے میں گولیاں اتارنی پڑیں ۔

نظارے سسک سسک کر رونے لگے ۔
پہاڑیاں تڑپ تڑپ کر اپنوں کو پکارتی رہیں ۔
راہیں چیخ چیخ کر فریاد کرتی رہیں ۔ ” ہمیں کھول دو ! ہمیں کھول دو “

اور اب راہیں کھل گئی ہیں ۔ لیکن یہ راہیں دس سال بعد کھلی ہیں ۔

کاش یہ راہیں کبھی بند نہ ہوئی ہوتیں !!

ابھی ابھی سرفراز ماموں میرے پاس سے اٹھ کر گئے ہیں ۔ ممی میرے کندھے پر ہاتھ رکھے دور خلا میں گھورتی ہوئی جانے کیا سوچتی چلی جارہی ہیں ۔ پاپا آرام کرسی پر ڈھیر ہوئے پڑے ہیں ۔ آج اپنی اتنی بڑی ، یعنی بیس سالہ زندگی میں میں نے پہلی بار پاپا کی آنکھوں میں آنسو دیکھے ہیں ۔

اور میرے ہاتھوں میں وہی سنہرا چھوٹا سا ڈبہ تھر تھرا رہا ہے ۔ اس ڈبے کے اندر مخمل کے کپڑے میں لپٹی سرخ گلاب کی چند سوکھی ہوئی پنکھڑیاں پڑی ہوئی ہیں ۔ یہ وہی گلاب ہے جو بسم اللہ کے دن میرے ہاتھ میں تھا ۔ پنکھڑیوں کی چر مراہٹ جیسے کہہ رہی ہے ” میں علم کا پھول ہوں ، اور میری خوشبو کبھی نہیں مرتی “ ہاں ، سچ مچ ان پنکھڑیوں میں اب تک ویسی ہی خوشبو ہے ۔ جیسی اس دن تھی جب ....

اسی ڈبے کے دوسرے خانے میں ہیرے کی ایک بہت ہی خوبصورت انگوٹھی جگمگا رہی ہے ، اور کاغذ کے ایک ٹکڑے پر لکھا ہوا ہے ۔ ” بی کے رانی جہیز کیلئے “ ۔

دلدار خاں ،

سر فراز ماموں نے بتایا ہے ، " وہ سارا دن باغیچے میں گلاب کی قلمیں بناتے رہتے تھے ، چاہے پانی برس رہا ہو ، یا جسم کو جھلسانے والی دھوپ پھیلی ہوئی ہو -

جاڑوں کی ٹھٹھرتی راتوں میں بھی ساری ساری رات گلاب کیاریوں میں بیٹھے ان کی دیکھ بھال کرتے رہتے - آدھی ہی رات میں اٹھ کر انہیں پانی دیا کرتے ، ہمارے منع کرنے کہتے -

" گڈی رانی کو گلاب بہت پیارے ہیں نا ؟ اگر یہ سوکھ گئے تو بہت روئے گی وہ . . . .

اور ایسی ہی ایک ٹھٹھری رات میں گلابوں کو سینچتے ہوئے انہیں فالج مار گیا اور وہ . . . گڈی رانی کا انتظار کرتے کرتے ، ایک ایسی دنیا میں جا بسے جہاں سے کوئی لوٹ کر نہیں آتا -

شام کا رنگ سانولا سا ہوچکا ہے - پر اب بھی گلابوں کا رنگ دمک رہا ہے - گلاب اب بھی سرخ ہیں -

میں اپنی کوٹھی کے لان میں بیٹھی ان گلابوں کو تکتی چلی جارہی ہوں -

ہم جو ہندوستانی تھے اور پاکستان میں جابسے تھے - اور وہ جو افغانی تھے جو اپنے درد کی دوا ڈھونڈنے ہندوستان آبسے تھے

ہمارے بیچ کیسا رشتہ تھا یہ ؟

انسانیت کا ؟ پیار کا ؟ ؟ یا درد کا ؟؟ ! !

* * * *

(خاندانی منصوبہ بندی وقت کی اہم ضرورت ہے)

محمود خاور

نظیر اکبر آبادی کی شاعری میں منظر نگاری

اردو شعر و ادب کی دنیا میں منظر نگاری یا منظریہ شاعری اسے کہتے ہیں جسمیں کسی منظر کی عکاسی کی گئی ہو لیکن حقیقتاً منظر نگاری کا اطلاق صرف اس شاعری پر ہوتا ہے جسمیں مناظر قدرت بیان کئے گئے ہوں ۔ دنیا کی تقریباً عصری زبانوں میں منظر نگاری یا منظریہ شاعری ملتی ہے حتی کہ ہندی ادب میں بھی اس پر تصانیف موجود ہیں جن میں ڈاکٹر رگھوبنش اور ڈاکٹر کرن کماری گپتا کی تصنیفات قابل ذکر ہیں ۔ یہ امر مسلمہ ہیکہ اردو شاعری میں منظر نگاری کی طرف بہت کم توجہ کی گئی ہے کیونکہ اردو شعرا کی عموماً توجہ غزل و قصیدے کی طرف رہی یا پھر مثنوی و مرثیے کی جانب ۔ ویسے غزل میں منظر نگاری کی تلاش یوں بھی بے معنی ہیکہ اردو غزل داخلیت سے تعلق رکھتی ہے البتہ قصیدہ مثنوی اور مرثیے میں قدرے منظر نگاری ملتی ہے ۔ شاعری میں منظر نگاری کے فقدان کے سبب نقادوں نے بھی اس کے متعلق اپنے خیالات کا ذرا کم کم ہی اظہار کیا ہے اردو ادب کے ابتدائی دور کی شاعری میں جو منظر نگاری خال خال نظر آتی ہے اسکا تعلق ہماری سر زمین سے کم عرب و ایران سے زیادہ تھا فارسی شاعری کا اثر غالب تھا اور ہمارے ادیب و شاعر اپنی تخلیقات میں حافظ و سعدی ، ادلی و بیدل کی پیروی کرتے تھے اس وجہ سے اس دور کی شاعری میں ہندوستانی مٹی کی بو باس اور یہاں کی کوئلی و صحت مند فضا نہیں ملتی اور اس امر کی جانب سب سے پہلے مرازی محمد حسین آزاد نے توجہ دلائی پھر حالی و شبلی اور سید امداد امام و مسعود حسین رضوی ادیب کی کوششوں نے منظر نگاری کو سمجھنے اور سمجھانے میں مدد دی ۔ انگریزی ادب میں ٹرسن نے منظر نگاری (Treamtent of Nature) سے تعبیر کیا اور (E-Albert) نے اسکی تائید کی اور وہ نیچر کا اطلاق ان مناظر پر کرتا ہے جو زمین، ہوا ، اور سمندر میں بکھرے ہوئے ہیں اسی لئے تمام شاعری جو ارضی ، فضائی اور بحری مناظر سے متعلق ہے نیچرل شاعری کہلائیگی اس کلیہ کی روشنی میں ہم منظر نگاری کو نیچرل شاعری کہہ سکتے ہیں ۔

فطرت کا دائرہ بے حد وسیع ہے اور فطرت سے مراد ساری کائنات ہے جو انسانی ذات سے باہر ہے اور فطرت انسانی ذہن کی پیداوار نہیں ہے اسی لئے منظر نگاری کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے اور یہ موضوع مختلف علوم کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے انسان اور فطرت میں ایک ایسا گہرا رشتہ قائم ہے کہ انسان کو فطرت کا ایک حصہ ہی کہنا چاہئے برٹن پیٹر نام نے اپنی معرکتہ الآرا تصنیف (Dust To Life) میں انسان کو فطرت کی ایک ترقی یافتہ شکل قرار دیا ہے ایک نظر میں فطرت کے مظاہرات میں عجیب طرح کی بے ربطی نظر آتی ہے مگر در اصل فطرت میں ایک زبردست قسم کی تنظیم موجود ہے اور انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے اس لئے فطرت سے متاثر ہونا اسکا خاصہ ہے یہ ایک عالمگیر جذبہ ہے جسکا تعلق کسی مخصوص ملک کے باشندوں سے نہیں ہے بلکہ ہر ملک کے رہنے والے فطرت سے متاثر و محظوظ ہوتے ہیں ۔

انسان کے فطرت سے باہمی رابطے کی وجہ ادب اور فطرت میں بھی ایک گہرا باہمی تعلق ہے اسی سبب دنیا کی ہر زبان کے ادب میں فطرت کی جھلکیاں موجود ہیں عالمی ادب میں شعرا نے نہ صرف مناظر قدرت پر براہ راست نظمیں لکھیں بلکہ تشبیہات و استعارے بھی دیئے مثلاً یونانی شاعر ہومر روسی شاعر درجل انگلستانی شاعر آرنالڈ اور ٹینی سن کے شاہکار اسکا بین ثبوت ہیں ۔

شعرا تشبیہات کیلئے اپنے آس پاس کے ماحول اور اپنے ملک کی اشیا سے استفادہ کرتے ہیں اور جو ان کی آنکھ دیکھتی ہے اور مشاہدہ و مطالعہ کرتی ہے اسی کو وہ شعری جامہ پہنا دیتے ہیں اردو شاعری کی باقاعدہ ابتدا دکن سے ہوئی اور دکن میں زیادہ تر مثنوی ، قصیدے اور مرثیے کی جانب توجہ دی گئی لیکن اسکے باوجود جو منظر نگاری دکن کی شاعری میں ملتی ہے وہ شمالی ہند کے شعری ادب کی منظر نگاری کی بہ نسبت مبالغے اور تصنع سے پاک ہے در حقیقت اردو شاعری میں منظر نگاری نے کوئی مستقبل اختیار نہیں کیا جیسی کہ انگریزی

اعری میں ملتی ہے اس مسئلے پر بیشتر نقادوں نے غور کیا
ور منظر نگاری کی کمی کے اسباب بھی گنوائے ہیں ۔

اردو شاعری کے بعد قدیم ، اور متوسط اور دور آخر میں
میں منظر نگاری کی اصلی و حقیقی مثالیں بہت کم ملتی ہیں
یکن دور جدید میں منظر نگاری اپنی تمام تر رعنائیوں ، صحت
مندیوں اور جلوہ سامانیوں کے ساتھ جلوہ افروز ہوگئی ہے اور
اسکا سہرا آزاد کے سر ہے ان کے بعد حالی نے اس علم کو سنبھالا
پھر تو ایک صف در صف بنتی گئی ، جسمیں اسماعیل میرٹھی
وحیدالدین سلیم ، شوق قدوائی ، علامہ اقبال ، جوش ، سیماب
اکبر آبادی ، اختر شیرانی ، اثر لکھنوی ، حفیظ جالندھری اور
حامد اللہ افسر کھڑے ہیں محمد قلی قطب شاہ ثانی کے بعد
نظیر اکبر آبادی ہی وہ شاعر ہیں جنھوں نے پہلی بار بھر پور
اور توانا انداز میں مناظر قدرت کو اپنے کلام میں نہ صرف جگہ
دی بلکہ انسان کو فطرت سے قریب ہونے کی شعوری کوشش
کرتے ہوئے اسے لمحہ فکر بھی عطا کیا ۔

نظیر اپنے عہد کے بہت بڑے صوفی تھے اور انھوں نے مطالعہ
فطرت کے ذریعہ عرفان الٰہی حاصل کیا تھا نظیر اکبر آبادی
کو از سر نو عوام و خواص سے روشناس کرانے میں نیاز فتح پوری
کو بڑا دخل ہے وگر نہ میر و سودا کے زمانے کے تذکرہ نگاروں
نے نظیر کو طبقہ جہلا کا شاعر قرار دیا تھا نظیر کو اپنے عہد
میں عزت و شہرت اس لئے نہیں مل سکی کہ شعر ادب کا تعلق
دربار سے تھا اور شعراء کا عوام سے براہ راست مخاطب ہونا یا ان
کے خیالات و جذبات کی ترجمانی کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا
اسمیں شک و شبہ نہیں کہ نظیر عوام کے تمام طبقات کے احساسات
وجذبات کے ترجمان تھے وہ ان کی خوشی اور دکھ میں برابر کے
شریک رہے اور ان کے تجربات کو شاعری کے سانچے میں ڈھالا
ایک عام خیال یہ بھی ہے کہ نظیر کے کلام میں فلسفہ یا
بلندی خیال نہیں جبکہ یہ سراسر نا درست ہے نظیر کی انسانی
دوستی اور بلندی خیال کی مثالوں کیلئے اسکی نظموں بنجارہ نامہ ،
آدمی نامہ ، کارگاہ عالم پر بھونچال ، شہر آشوب آگرہ ،
مفلسی ، آٹے کے بیان میں ، ہولی ، دیوالی ، برسات کی بہاریں ۔
گلدستہ قدرت ، اسرار قدرت ، اور روٹیوں کی تعریف کا مطالعہ
کافی ہے نظیر نے کافی لمبی عمر پائی اور یکے بعد دیگرے میر ،
سودا ، درد ، جرأت ، انشاء اور مصحفی کا دور دیکھا ادبی ادوار
میں تبدیلیاں دیکھیں اور زمانے کے سرد و گرم بھی لیکن
نظیر کا رنگ ان سب سے جدا اور سب سے الگ و منفرد تھا ۔

نظیر اردو کا پہلا باغی شاعر ہے جس نے اپنے دور کے
مروجہ رنگ شاعری سے نہ صرف بغاوت کی بلکہ ایک نئے مکتب
فکر یعنی عوامی شاعری کی بنیاد ڈالی ۔ نظیر نے شاعری کے
دائرے کو وسعت دیتے ہوئے اسے زندگی سے ہم آہنگ کیا
وہ اپنے طرز و رنگ کا خود ہی موجد تھا ۔ اور اسکی ذات پر
اس رنگ کا خاتمہ بھی ہوگیا۔ اسکے کلام میں زندگی کے تمام
پہلو اپنی تابانیوں کے ساتھ جلوہ گر ہیں اور سب سے بڑی
خصوصیت انسان ، سماج ، کائنات اور زندگی کی جزئیات نگاری
اور مناظر فطرت کی پیشکشی ہے وہ فطرت کے حسین سے حسین تر
اور لطیف سے لطیف تر جذبات و احساسات کو بھی سمجھتا اور اسے
من و عن پیش کردیتا ہے ۔ " گو کہ اس عمل میں کہیں
کہیں اسکی تحریروں میں قدرے عریانی بھی آگئی ہے لیکن
یہ عریانی نہیں بلکہ حقیقت نگاری کہلائیگی۔ نظیر اکبر آبادی
گاندھی جی سے بھی قبل اہنسا (Non-Violence) کا پہلا
داعی ہے نظیر کی انسان دوستی نے اسے جو مرتبہ عطا کیا ہے
وہ شائد اس سے چھینا نہیں جاسکتا ۔ انسان دوستی مطالعہ و
مشاہدہ کائنات اور عوام پرستی ہی وہ مخزن ہیں جہاں سے
نظیر اپنی شاعری کیلئے قوت و صداقت کے موتی چنتا ہے ۔
اسکا ذہن بنا کسی ہیر پھیر اور فلسفہ و منطق کے انسانی مساوات
کی بنیادی حقیقت کا ادراک حاصل کرتا اور اسکی مدد سے مصنوعی
تہذیب اور انسانی سماج کی عائد کردہ بلندی و پستی کی حدوں
کو پھلانگ کر اپنے وسیع مطالعہ ، مشاہدے اور ذاتی تجربے
سے انسانیت کے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے ۔ نظیر کی بڑائی
اس امر میں نہیں ہے کہ اسنے ہر شئے کی من و عن تصویر
کشی کی ہے بلکہ اسکی بزرگی و عظمت اسمیں ہیکہ وہ فن
شاعری کے دھاروں کو خواص کے محلوں سے عوام کے گھروں کی
طرف موڑ نے اور اردو شاعری کو عوامی موضوعات بخشنے والا
پہلا عظیم شاعر ہے۔ علاوہ ازیں اردو زبان کو دقیق فارسیت کے
حصار سے نکال کر عوامی بول چال میں ادبیت کا پیام سنانے
کا سہرا بھی نظیر کے سر بند ہے گا نظیر کا تعلق اپنے عہد کے
ہر گروہ ہر مذہب اور ہر طبقے سے تھا تبھی تو اسکی نظموں
میں ان تمام طبقوں کے لوگ جیتے جاگتے متحرک اور سانس
لیتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔

انیس اور جوش نے زبان کے انترے کو اسکی انتہا پر
پہونچا دیا تھا مگر نظیر نے زبان کے مدھم سر کو دریافت کیا ۔
نظیر کا لہجہ در اصل کبیر کی لے کا دوسرا نام ہے کیونکہ
اسمیں جو پگھلی ہوئی انسانیت ، گرمی گداز اور اپنائیت و
حرارت کی فضا ہے وہ بجائے خود ایک مکمل اخلاقی نظام کی
بو باس لئے ہوئے ہے ۔ نظیر کے تعلق سے اگر یہ کہا جائے کہ
وہ عوامی شعور کی خوابیدہ طاقتوں کی پہلی بھر پور مکمل انگڑائی
ہیں تو مبالغہ نہ ہوگا نظیر آرٹ کا نمائندہ بھی ہے اور اخلاق
و کردار کا علمبردار بھی ۔ اسنے انسان کی فطرت اور مناظر

فطرت سے وابستگی کا اولین درس دیگر انسانیت پر کرم کیا اسی لئے پروفیسر احتشام حسین مرحوم نے نظیر کے بارے میں ایک جگہ لکھا ہے کہ ۔

’’وہ ے دور کے سب سے بڑے ترجمان کہے جاسکتے ہیں ان کے کلام کے مطالعے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ انکا مشاہدہ ایک تماشائی یا تخیل پرست کا مشاہدہ نہیں بلکہ غم اور خوشی کی ان منزلوں سے گزرنے والے کا مشاہدہ ہے جو اپنے طبقے کے نقطہ نظر میں محدود نہیں ہے اور یہی نظیر کی بڑائی ہے ۔‘‘

نظیر کے فن اور اسکی خصوصیات کو سمجھنے اور اسکے دیگر فنی پہلوؤں پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے جیسے جیسے تنقید و تحقیق کی راہیں استوار ہوتی جائینگی اردو زبان و ادب پر مزید کام ہوگا اور آنے والا زمانہ جب انسان کو فطرت اور مناظر فطرت سے اور قریب ہونے کا موقعہ دیگا تب پتہ چلیگا کہ نظیر نہ صرف ایک رجل عظیم تھا بلکہ اردو شاعری میں فطرت و منظر نگاری کے باب کو ادا کرنے والا پہلا فرد بھی تھا ۔

* * *

(محنت سے قوم طاقتور بنتی ہے)

بائیں جانب اوپر :- شریمتی شاردا مکرجی گورنر نے ۱۲ - مارچ کو گولکنڈہ حیدر آباد میں سولھویں '' جشن محمد قلی قطب شاہ ،، کی تقاریب کا افتتاح کیا -

بائیں جانب درمیان میں :- شری والڈا میر ، قونصل جنرل ، سوویٹ روس نے ۲۳ - مارچ کو راج بھون میں گورنر سے ملاقات کی -

بائیں جانب نیچے :- شری والڈا میر بی - کوشیلیو ، قونصل جنرل سوویٹ روس نے ۲۰ - مارچ کو گرین لینڈز میں چیف منسٹر ڈاکٹر چنا ریڈی سے ملاقات کی -

دائیں جانب اوپر :- چیف منسٹر اور دوسرے وزرا‌ٔ کے خیر مقدم کے لئے اے - پی اولمپک اسوسی ایشن کی جانب سے ۲۱ - مارچ کو وکٹری پلے گراؤنڈ حیدر آباد میں ایک تہنیتی تقریب منعقد کی گئی -

دائیں جانب نیچے :- شری وانگ پن نان کی سرکردگی میں چین کے ایک خیر سگالی وفد نے ۱۷ - مارچ کو گرین لینڈز میں چیف منسٹر سے ملاقات کی -

ماہ لقا بائی چندا

ہندوستان کا چوتھا بڑا شہر اور ریاست آندھرا پردیش کا دارالخلافہ حیدرآباد اپنی گنگا جمنی تہذیب اور خوبصورت عمارات کے لئے اپنا ثانی نہیں رکھتا اس مشترکہ تہذیب کے تانے بانے میں ہر مذہب و ملت کی مساعی شامل ہیں ۔ یہاں کے فن تعمیر کی خصوصیت ہندو و مسلم ثقافت کا وہ حسین امتزاج ہے جسکا مکمل نمونہ جامعہ عثمانیہ کے '' آرٹس کالج ،، کی وہ شاندار عمارت ہے جو بلدہ حیدرآباد سے چھ میل دور '' اڈیکمیٹ ،، میں واقع ہے ۔

فن تعمیر کے اس نادر نمونہ کو حیرت و استعجاب سے دیکھنے والے اس بات سے بہت کم واقف ہیں کہ یہ عمارت جس سر زمین پر کھڑی ہے وہ کسی زمانہ میں ماہ لقا بائی چندا کی جاگیر تھی ۔

ماہ لقا بائی چندا کا شمار ان خواتین میں سے ہے جنہیں قدرت نے حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت اور دیگر خصوصیات سے نوازنے میں نہایت فیاضی کا ثبوت دیا تھا ۔ بہت کم لوگ اسم با مسمی ہوا کرتے ہیں مگر واقعہ تو یہ ہیکہ اسکے باپ بہادر خان بخش اور ماں راج کنور بائی نے اپنی بیٹی کو ' چندا ' کا نام دیکر اسکے حسن سے پورا پورا انصاف کیا ۔ اسکا چہرہ چاند سے زیادہ منور تھا اور اسکی شخصیت اسکی جاگیر پر تعمیر شدہ جامعہ عثمانیہ کی عمارت کی طرح با وقار تھی ۔

چندا کے نانا میر غلام حسین کا تعلق ترکان بارہا سے تھا جنہوں نے گجرات میں سکونت اختیار کرلی تھی ۔ میر غلام حسین نے جو خود بھی کافی وجیہہ شخص تھے سورت کی ایک حسین لڑکی سے شادی کی ۔ انکی بے وقت موت نے انکی بیوہ اور تین لڑکیوں کو معاشی مصائب میں مبتلا کردیا اسلئے کہ سوائے موروثی حسن کے انکے پاس اور کوئی دولت نہیں تھی بیوہ نے یہی مناسب سمجھا کہ اپنی بچیوں کو فن موسیقی و رقص کی تعلیم دے تاکہ دربار میں انکی رسائی ممکن ہوسکے اور انہیں اچھے '' بر ،، مل سکیں ۔

ان تینوں بہنوں میں سب سے چھوٹی بہن راج کنور بائی کی شادی بہادر خان بسالت خان بخش سے ہوئی جو حیدرآباد کا ایک چغتائی برلاس ترک تھا ۔ اور چندا انہیں سے ۱۱۸۱ھ میں پیدا ہوئی ۔ دوسری بہن مہتاب کنور بائی '' صاحب جی صاحبہ ،، کی شادی عظیم الامرا ارسطو جاہ سے ہوئی جو حیدرآباد کے مدارالمہام تھے ۔ چونکہ مہتاب کنور بائی کے کوئی اولاد نہ تھی اسلئے اسنے اپنی بھانجی چندا کو گود لیا ۔ اس طرح چندا نے اٹھارھویں صدی کے حیدرآباد کی الجھی ہوئی سیاست کے ماحول میں ہوش سنبھالا ۔ جسمیں آگے چلکر اسے ایک اہم حصہ ادا کرنا تھا ۔ عمر کے ساتھ ساتھ چندا کی فنکارانہ صلاحیتیں بھی ابھرنے لگیں ۔ عربی ، فارسی ، اور اردو سے اسے لگاؤ تھا ۔ خوش حال خان جیسے ماہر رقص نے اسے فن رقص کی تعلیم دی ۔ ایمان نے اسکی شاعرانہ صلاحیتوں کو اجاگر کیا ، امیرانہ ماحول، بہترین تربیت اور خود چندا کی خداداد صلاحیتیں ۔ غرض چندا بہت جلد '' ہر فن مولی ،، بن گئی ۔ وہ ایک اچھی شاعرہ تھی ۔ سروری صاحب نے اسے '' اردو کی پہلی صاحب دیوان شاعرہ ،، کہا ہے ۔ سنہ ۱۲۶۶ھ میں خود اسنے اپنی غزلوں کا دیوان مرتب کیا جسمیں ۱۲۵ غزلیات ہیں ۔ اسکے دیوان کی خصوصیت یہ ہیکہ اسکی ہر غزل میں صرف پانچ پانچ شعر ہیں ، اسکے مندرجہ ذیل ایک دو شعر جو اسنے غالب کی زمین میں کہے ہیں کے پڑھنے سے اسکی فکر رسا کا اندازہ ہوسکتا ہے ۔

سال مہ نو کو کم دیکھتے ہیں
وہ ابرو کا تیرے جو خم دیکھتے ہیں

حرم کو بنایا ہے بس دیر دل میں
تجھے جب سے ہم اے صنم دیکھتے ہیں

اس نے نہ صرف پنجتن پاک کے نام کے پانچ شعر کہے ہیں بلکہ تقریباً تمام غزلوں کے مقطع منقبت ہیں ۔ چندا کا پیرایہ بیحد شیریں اور لطیف ہے ۔

مثل بلبل جو اسے دیکھے غزلخواں کیوں نہ ہو
یا علی چندا تیرے گلشن سے پائی ہے بہار

چندا کی شاعری میں فطرتاً نسائیت کی جھلک نظر آتی ہے اور یہ ایک دلچسپ بات ہے کہ اردو زبان صنف لطیف کے ادبی افکار اور شعری کاوشوں سے بھی کافی مالا مال ہے۔ چندا کا کلام ایک ایسی عورت کا کلام معلوم ہوتا ہے جو شباب و حسن کے نشہ سے مخمور ہو اور جو دائمی اور سچی محبت کی پیاسی ہو۔ عامیانہ افکار اور جذبات سے اس کی شاعری پاک ہے۔

میرے نازک مزاجی کی خبر رکھتا نہیں ہرگز
وہ سنگین دل نہیں ممکن کسی کا ہو کبھی عاشق

وہ ایک اچھی موسیقار اور رقاصہ تھی ۔

— دربار نظام کے در و دیوار طبلہ کی تھاپ پر اس کے گھنگروؤں کی جھنکار سے ایک عرصہ تک گونجتے رہے۔

علم و ادب سے اسکے لگاؤ کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جب آصفجاہ سوم کے حکم سے دکن کی تاریخ مرتب کی جانے لگی تو اس کے کتب خانہ سے اس قدر استفادہ کیا گیا کہ اس تاریخ کا نام ہی ۔"مہ نامہ،، رکھدیا گیا ۔ "ماہنامہ،، کو غلام حسین خان جوہر نے مرتب کیا تھا ۔

اسکے ملنے جلنے والوں میں ہر قسم اور ہر مسلک کے لوگ تھے لیکن چندا نے اس میل ملاپ کے وقت نفسیاتی پہلو کو ہمیشہ پیش نظر رکھا ۔ اسنے بھانپ لیا تھا کہ درباری اور پھر آصفجاہی دربار سے تعلق کوئی آسان کام نہیں۔ کسی واقعہ کے دوررس اثرات و نتائج کا اسے بخوبی اندازہ تھا وہ ہر مزاج کو سمجھتی تھی اور موقع و محل کی نزاکت ہمیشہ اسکے پیش نظر رہی ۔ اس کی سوانح حیات لکھنے والوں نے "خاتون شیریں زبان و بذلہ سنج،، کے نام سے یاد کیا ہے۔ اور حقیقت بھی ہیکہ برجستہ جواب دینے، مزاج کو سمجھنے اور حالات کے تقاضوں کے مطابق اپنی آن بان کو قائم رکھتے ہوئے قدم اٹھانے والوں میں چندا کا اپنا ایک انفرادی مقام تھا ۔ " زبان شیریں و ملک گیری،، کے اصول کو اسنے ہمیشہ اپنایا ۔ یہی وجہ ہیکہ اسکے حسن صورت و سیرت اور اثر و رسوخ کے باوجود ہمیں کوئی ایسا کردار نہیں ملتا جو اس سے حسد یا بغض رکھتا ہو یا جس سے اسنے بگاڑ مول لیا ہو، نوک جھونک، لفظی تکرار، بحث مباحثہ ۔ غرض ہر وقت چندا نے ادب و شائستگی اور سنجیدگی کے ماحول کو برقرار رکھا اور یہی اس کے کردار کا سب سے روشن پہلو ہے۔

چندا دربار سے وابستہ تھی اور دربار داری مزاج داری چاہتی ہے چندا اس فن میں یکتا تھی شاہی دربار بالخصوص آصفجاہی دربار سازشوں کا "گڑھ،، رہے ہیں اور شاید ہی کوئی خوش نصیب ہوگا جسکا دامن اس سے آلودہ نہ ہوا ہو لیکن دربار اور اسکے عمائد و اکابر سے تعلق رکھنے کے باوجود چندا کا کردار اس قدر بیداغ رہا ہے کہ والی ریاست سے اسکی بیوفائی یا کسی امیر سے اس کی ناجائز وابستگی کا کوئی مسلمہ ثبوت نہیں ملتا ۔

وہ حسین تھی اور حسن عشق کو جنم دیتا ہے۔ چندا کے بھی کئی عشاق تھے ۔ ریاست کے دیوان میرعالم اس کی زلف گرہ گیر کے اسیر تھے ۔ اور اس کے چاہنے والوں میں ساتھ ہی ساتھ راجہ راؤ رنبھا اور چندولعل پیشکار کے نام بھی ہمیں ملتے ہیں ۔ چندو لعل سے وہ اس قدر قریب رہی کہ بعض مورخین نے اس دور کو " چندو اور چندا کا دور ،، کہا ہے ۔

وہ ذہین تھی اور ذہانت اچھائی اور برائی میں فرق کرنا جانتی ہے۔ ان تمام سے اس قدر قریبی تعلقات رکھنے کے باوجود چندا کی غیرت نے کبھی یہ گوارہ نہیں کیا کہ وہ کسی کی کنیز یا "خواص ،، بنی رہے۔ وہ عشق اور ہوس میں فرق کرسکتی تھی ۔ اس لئے اسنے عمر بھر غیر شادی شدہ رہنا پسند کیا۔ مگر ریاست کے مفاد کی خاطر اس نے ہر ایک کےساتھ خوشگوار تعلقات برقرار رکھے ۔ قلعہ نرمل کی فتح اور پنگل کی مہم کے دوران اس نے قابل قدر خدمات انجام دیں ۔ جنکے صلہ میں اسے " ماہ لقا،، کا خطاب دیا گیا ۔

خطاب کے ساتھ ساتھ دیگر اعزازات جیسے نوبت خانہ و گھڑیال بھی عطا کئے گئے اور جاگیر بھی دی گئی جسمیں اڈیکمیٹ کا وہ قطعہ زمین بھی ہے جس پر جامعہ عثمانیہ کی عمارات تعمیر کی گئی ہیں ۔

دربار نظام اور پونا کے پیشوا کے تعلقات اکثر کشیدہ رہا کرتے تھے ۔ اس کشیدگی کو دور کرنے میں چندا نے جو اہم تاریخی حصہ ادا کیا ہے وہ تاریخ دکن کا ایک خاص باب ہے۔ چندا کو دربار نظام سے ایک سفارتی مشن کے رکن کی حیثیت سے پونا روانہ کیا گیا ۔ کہا جاتا ہے کہ وہ پیشوا کے روبرو بیٹھی تھی کہ اتفاقاً اس کے گلے میں پروئی ہوئی موتیوں کی تین لڑیوں والی مالا جسے "بدی ،، کہا جاتا ہے (آج بھی حیدر آباد میں دلہا دلہن یہی پھولوں کی " بدی ،، پہنتے ہیں) ٹوٹ گئی اور بڑے بڑے آبدار موتی ادھر ادھر بکھر گئے ۔ ان کو چننے کےلئے خود پیشوا نیچے جھک گئے چندا نے بڑی حیرت سے پیشوا کو دیکھا اور بڑے اطمینان سے خواہش کی کہ ان بکھرے ہوئے موتیوں کو ملازمین میں

تقسیم کردیا جائے - اس لئے کہ گری ہوئی چیزوں کو استعمال کرنا حیدرآبادیوں کے نزدیک ایک معیوب بات ہے - پیشوا کو اس جواب سے، اس داد و دھش، سے اس فراخدلی سے بڑی حیرت ہوئی اور حیدر آبادی دولت کی دھاک جسکے قصے ابتک صرف افسانوں کی حیثیت رکھتے تھے اور چندا کی شخصیت کی ساکھ سب پر بیٹھ گئی - پیشوا نے کافی تحائف و انعام دیکر اسے واپس کیا حیدر آباد اور پونا میں خوشگوار تعلقات کے آثار پیدا ہو گئے -

عمر ڈھلنے کے ساتھ ساتھ ماہ لقا بائی چندا کا میلان مذہب کی طرف بڑھتا گیا اور اس کی شاعری پر بھی مذہبی رنگ چڑھنے لگا۔ اسنے کوہ مولا علی پر ایک بارہ دری، ایک حوض اور خود اپنا مقبرہ تعمیر کرایا -

عمر رسیدہ ہونے کے باوجود اس کی روزمرہ کی مصروفیتوں میں کوئی فرق نہیں آیا وہ بہت صبح اٹھتی - فجر کی نماز کے بعد ناشتہ تک قرآن شریف کی تلاوت کرتی - اسکے صبح اور دوپہر کے دسترخوان پر علماء کی اچھی خاصی تعداد موجود رہتی - نماز عصر کے بعد تھوڑی دیر آرام کرتی اور پھر اپنا ”چھوٹا سا دربار،، منعقد کرتی - جاگیر کے انتظامات سے متعلق احکام صادر کرتی - علماء، طلباء، بیوگان اور بچوں کی نگہداشت کرتی جنکی وہ کفیل تھی - اس کے بعد طلبی پر وہ نظام کے دربار میں حاضر ہوتی اسکے ہرمجرے کے لئے ایک ہزار انعام مقرر تھا اور واپس ہونے کے بعد رات دیر گئے اپنے محبوب مشغلہ رقص و موسیقی کی مشق کیا کرتی -

ماہ لقا بائی چندا ہر سال کوہ مولا علی پر ”کھٹ درشن میلہ،، منعقد کیا کرتی - اس سے غالباً مولاعلی میلہ کا آغاز ہوا جو آج بھی ہر سال منایا جاتا ہے - اس میلہ کے پہلے دن مذہبی علماء اور ادیب، دوسرے دن فقراء، تیسرے دن عوام بلا لحاظ مذہب و ملت اور چوتھے دن یوگیوں اور اور بیراگیوں کو مدعو کیا جاتا - تیسرے دن بالخصوص غریبوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے - بیراگیوں اور یوگیوں کی دعوت کا انتظام علحدہ برھمنوں کے ذریعہ کیا جاتا تھا - میلہ کے دوران میں سارے ھندوستان سے شاعر فنکار اور موسیقار حیدر آباد چلے آتے - یہ میلہ سنہ ۱۸۲۳ میں ماہ لقا بائی چندا کی وفات تک ہر سال منعقد ہوتا رہا -

سنہ ۱۲۴۰ھ میں چندا کا ساٹھ سال کی عمر میں انتقال ہوا اسکے مقبرہ پر درج اس مصرحہ سے تاریخ وفات نکلتی ہے -

”راہی جنت شدہ ماہ لقائی دکن،،

اس نے اپنی زندگی میں ایک لاکھ کے صرفہ سے اپنا مقبرہ تیار کرایا تھا جسکا نقشہ بھی خود اس نے بنایا تھا -

ایک عرصہ تک حکومت کی جانب سے ماہ لقا بائی چندا کی برسی کوہ مولا علی پر منائی جاتی رہی - آج اس کا مقبرہ ویران ہے لیکن تاریخ دکن میں اسکے چھوڑے ہوئے کارنامے ان مٹ ھیں - نظروں کو خیرہ کرنے والا اس کا حسن، عقل و دانش کو حیران کرنے والی اس کی صلاحیتیں اور حیرت میں ڈالنے والی اس کی داد و دھش یقیناً امر ہے -

* * *

غزل

کبھی جو داغ جنوں کہکشاں ٹہر جائے
تو اہل ہوش و خرد کو گراں ٹہر جائے

کچھ اور تیز خیالوں کے اسپ تازہ دم
وہ منزلیں ہی نہیں تو جہاں ٹہر جائے

کبھی تو خانہ دل میں کوئی قیام کرے
کسی کی یاد کبھی تو یہاں ٹہر جائے

اگر بہار کی صورت نہ رہ سکے دل میں
تو ٹھیک ہے وہ برنگ خزاں ٹہر جائے

یہ آرزو ہے کہ فکر سخن کو ترک کریں
یہ چاہتے ہیں کہ جوئے رواں ٹہر جائے

ٹہر گیا ہے جنوں میرا اسطرح جیسے
قریب آمد شب کارواں ٹہر جائے

مری شکست کا باعث بنے مری کاوش
تری نگاہ میں جب رائیگاں ٹہر جائے

کہیں تو اسکو برسنا ہے پھر نہ کیوں اسعد
زمین دل پہ ہی ابر رواں ٹہر جائے

* * * * *

نعیم راھی

غزل

جو رات کی تاریک فصیلوں سے چلا ہے
کیوں دن کے اجالوں میں کھڑا کانپ رہا ہے

یہ میرا مقدر تھا ، اسے میں نے پیا ہے
جس ساغر رنگین پہ مرا نام لکھا ہے

کس کس سے کہوں آج کی افتاد کا قصہ
حالات نے دل میں کوئی نشتر سا رکھا ہے

محسوس یہ ہوتا ہے وجود غم ہستی
حالات کی اس دھوپ میں جلتی سی چتا ہے

ہر رات کے آنچل میں شرارے ہی بھرے ہیں
شاید یہ مرے جرم محبت کی سزا ہے

تاریکی اوھام میں یہ پیار کا سورج
جینے کی علامت ہے وفاؤں کی ضیاء ہے

سائے کی طرف دوڑنے والوں سے یہ پوچھو
سائے پہ کبھی زیست کا احساس ہوا ہے !

بے نام سی لذت میں بہت دیر سے گم ہوں
کیا جانیے ، کیا ڈوبتی آنکھوں نے کہا ہے

کچھ اشک ملے ، درد ملے ، طنز ملے ہیں
راھی مجھے جینے کا یہ انعام ملا ہے

* * * *

نور محمد یاس

دو غزلیں

اتنی بھی رہے نہ ابتری گھر میں
مکھڑا ہو نہ کوئی آرسی گھر میں

چندا نہیں میری سیج پر کوئی
کیوں جھانک رہی ہے چاندنی گھر میں

دروازے کھلے نہ تھے مگر پھر بھی
در آئی مہیب تیرگی گھر میں

کل گونجتے شہر سے میں پلٹا تو
خاموشی عذاب بن گئی گھر میں

ابھرا ذہنی افق پہ وہ منظر
آنکھوں نے جسے جگہ نہ دی گھر میں

احساس کی دھوپ اور خیالی چاند
مشعل نہ جلاؤ کاغذی گھر میں

پھیلی جو بدن میں خواہشوں کی آگ
محسوس ہوئی اک آنچ سی گھر میں

صحرا میں نجانے دلکشی کیا تھی
لگتا ھی نہیں ہے اب تو جی گھر میں

چہرے سے تھکن اتار پھینکو یاس
کوئی بھی نہیں ہے اجنبی، گھر میں

* * * *

میں خود میں غرق تھا دنیا مجھے لبھاتی کیا
سطح کی گرد تہوں پر قدم جماتی کیا

شکست ہوگئے حرف و صدا کے آئینے
مرے سکوت کی تصویر رنگ لاتی کیا

نیا شعور ملا اپنے تجربوں سے مجھے
دریچے کھلتے تو گھر میں ہوا نہ آتی کیا

نظر اندھیروں میں گم تھی مگر سوال یہ ہے
کرن ابھرتی تو ہم کو نظر نہ آتی کیا

ڈھلا تھا خواب کے پیکر میں شب کا سناٹا
اس آئینے کو صدا روشنی دکھاتی کیا

میں خواہشوں کے سمندر پہ تھا جزیرۂ یاس
مرے خلاف کوئی موج سر اٹھاتی کیا

* * * *

PRINTED BY THE DIRECTOR OF PRINTING, GOVT. OF ANDHRA PRADESH, AT THE GOVT. CENTRAL PRESS, HYDERABAD.
PUBLISHED BY THE DIRECTOR OF INFORMATION & PUBLIC RELATIONS GOVT. OF ANDHRA PRADESH, HYDERABAD.